أحكام الشيعة

اردو

المجلد الثاني

من فتاوى المرجع الديني
الإمام المصلح آية الله العظمى سماحة
الحاج ميرزا حسن الحائري الإحقاقي
«دام ظله العالي»

ترجمه

محمد حسنين السابقي النجفي

« يَرْفَعِ اللهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ »

الإمام المصلح سماحة آية الله العظمى الحائري الإحقاقي مدّ ظلّه

احكام الشيعة

اردو

المجلد الثاني

الجزء الثالث والرابع

في المعاملات

من فتاوى المرجع الديني

الإمام المصلح آية الله العظمى سماحة

الحاج ميرزا حسن الحائري الاحقاقي

«دام ظله العالي»

الأوحد
موقع الأوحد
Awhad.com

اسلامی اصلاحی ٹرسٹ

جامعة الثقلین ــــ احمد پارک ــــ خانیوال روڈ

ــــ ملتان پاکستان ــــ

نام کتاب: احکام الشیعہ
تالیف: آیۃ اللہ العظمیٰ میرزا حسن الاحقاقی الحائری
ترجمہ: علاّمہ محمد حسنین السابقی النجفی
مدّرس اعلیٰ جامع الثقلین ملتان
جلد: دوم درمعاملات
ایڈیشن: اوّل ستمبر ۱۹۹۳ء
تعداد: دوہزار
پبلشرز: مدرسہ جامعۃ الثقلین خانیوال روڈ ملتان
کمپوزنگ: نایاب کمپیوٹر گرافک ملتان

فہرست "احکام الشیعہ" جلد دوم

کتاب التجارت

مشاغل و مکاسب ———— ۱۱
احتکار ———— ۱۳
آداب تجارت ———— ۱۴
عقد بیع اور آداب ———— ۱۹
چند ضروری مسائل ———— ۲۳
اقسام خیارات ———— ۳۳
خیار مجلس ———— ۳۴
خیار حیوان ———— ۳۶
خیار شرط ———— ۳۷
خیار غبن ———— ۴۱
خیار تاخیر ———— ۴۵
خیار رؤیت ———— ۴۷
خیار عیب ———— ۴۹
خیار تدلیس ———— ۵۵
خیار شرکت ———— ۵۵
خیار تعذر و تسلیم ———— ۵۶
باہمی بیع کی ضمنی شرائط ———— ۵۷
سود اور اس کے احکام ———— ۶۰
بیع صرف کے احکام ———— ۶۹
نقد اور ادھار کے متعلقہ احکام ۷۷
قبض و تسلیم کے احکام ۸۰
بائع و مشتری کے باہمی اختلافات کا بیان ۸۸
بیع سلف اور اس کے شرائط ۹۱
بیع سلف کے متعلقہ احکام ۹۵
اقالہ کا بیان ۹۷
کتاب الدین و القرض ۹۹
قرض کا ثواب ۹۹
صیغۂ قرض ۱۰۰
احکام قرض ۱۰۱
قرض سلف کے لین دین کے احکام ۱۰۲
کتاب المضاربۃ ۱۰۶
منافع کے شرائط و احکام ۱۱۱
مالک و عامل کے باہمی اختلافات ۱۱۶
کتاب الشرکۃ ۱۱۷
احکام شراکت ۱۱۹
کتاب الوکالۃ ۱۲۳
ثبوت وکالت کے ذرائع ۱۲۹
کتاب الحوالۃ ۱۴۰

حوالہ کے بعض احکام ۱۴۰
کتاب الصلح ۱۴۲
کتاب الضمان ۱۴۵
کتاب الکفالۃ ۱۵۴
کتاب القضاء ۱۵۸
کیفیت حکم کا بیان ۱۵۹
قسم کا بیان ۱۶۱
گواہ اور قسم ۱۶۲
تعارض کا بیان ۱۶۳
تقسیم کا بیان ۱۶۴
کتاب الشہادات ۱۶۵
حقوق کی تقسیم ۱۶۹
کتاب النذر والعہد ۱۷۰
عہد کا بیان ۱۷۱
کتاب الوقف ۱۷۲
کتاب الصدقۃ ۱۷۴
کتاب الھبۃ ۱۷۵
کتاب التحبیس ۱۷۶
کتاب العمری ۱۷۶
کتاب الرھن ۱۷۷
کتاب الودیعۃ ۱۸۱
کتاب العاریۃ ۱۸۳
کتاب الحجر ۱۸۴
کتاب المزارعۃ ۱۸۵
کتاب المساقات ۱۸۸
کتاب الاجارۃ ۱۸۹
کتاب الشفعۃ ۱۹۲
کتاب الجعالۃ ۱۹۳
کتاب الوصایا ۱۹۵
کتاب النکاح ۲۰۰
محرمات نسب ۲۰۵
کتاب الرضاع ۲۰۹
احکام رضاع کا بیان ۲۱۶
نکاحِ متعہ کا بیان ۲۲۳
حق مہر کا بیان ۲۲۶
عیوب و تدلیس کا بیان ۲۲۸
قسمت شقاق نشوز کا بیان ۲۳۰
مولود کی والدہ کے واجبات و مستحبات ۲۳۴
نفقات کا بیان ۲۳۵
کتاب الطلاق ۲۳۶
کتاب الخلع والمبارات ۲۴۳
کتاب الظھار //
کتاب الایلاء ۲۴۵
کتاب اللعان ۲۴۶
کتاب الاقرار ۲۴۹
کتاب الغصب ۲۵۲

کتاب اللقطہ	۲۵۵
لقطہ حیوان	۲۵۶
لقطہ مال	۲۵۷
کتاب احیاء الموات	۲۶۰
کتاب الصید	۲۶۲
ذبح کا بیان	۲۶۳
واجبات ذبیحہ	۲۶۴
مچھلی کا تزکیہ	۲۶۵
ٹڈی کا تزکیہ	۲۶۵
کتاب الاطعمۃ والاشربۃ	۲۶۶
کتاب المیراث	۲۷۰
موانع ارث	۲۷۱
حجب کا بیان	۲۷۳
سہام کا بیان	۲۷۴
شوہر و زوجہ کی میراث	۲۸۵
کتاب الحدود	۲۸۷
لواطہ کی حد شرعی	۲۹۱
مستحق کا بیان	۲۹۲
مسکرات نوشی کرنیوالے کا بیان	۲۹۴

سرقہ کا بیان	۲۹۵
محاربہ کا بیان	۲۹۶
مختلف سزائیں	۲۹۷
استمنا کا بیان	۲۹۸
ارتداد کا بیان	۲۹۸
دفاع عزت ونفس کا بیان	۲۹۹
کتاب القصاص	۳۰۰
قتل کا ثبوت	۳۰۱
شرائط قصاص	۳۰۲
دین میں مساوات	۳۰۳
کمال عقل	۳۰۴
اعضاء وجوارح کا بدلہ	۳۰۵
کتاب الدیات	۳۰۸
تقدیرات دیت	۳۱۰
حیوان پر زیادتی کرنے کا حکم	۳۱۸
کتاب الامر بالمعروف والنہی عن المنکر	۳۲۰
جدید مسائل	۳۲۲

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قارئین کرام کی خدمت میں مرجع عالی قدر سرکار امام مصلح آیتہ اللہ میرزا حسن الحائری الاحقاقی دام ظلہ کے رسالہ عملیہ احکام الشیعہ کے دوسرے جلد کا ترجمہ جو کہ معاملات و ایقاعات پر مشتمل ہے پیش خدمت ہے اگرچہ مومنین کی طرف سے اس جلد کے ترجمہ کی مانگ مسلسل کئی سالوں سے جاری تھی مگر بندہ کی مصروفیات ہمیشہ اس کی تکمیل میں سد راہ رہیں آخر کار چھ ماہ کے عرصہ میں یہ ترجمہ پایہ تکمیل تک پہنچانے کے بعد مومنین کی خدمت میں حاضر ہے جملہ برادران ایمانی سے التماس ہے کہ جب وہ اس سے استفادہ کریں تو بندہ حقیر اور اس کے والدین کریمین مرحومین کو دعائے خیر و مغفرت کے ساتھ یاد فرمادیں آخر میں ہم عزیز القدر مولانا مقبول حسنین صاحب اور مولانا محمد حیات انصاری صاحب کے لئے دعاگو اور ممنون ہیں جنہوں نے اس جلد کی طباعت میں ہر لحہ مخلصانہ تعاون کیا اللہ تعالی ان دونوں عزیزان فضلاء کی توفیقات میں اضافہ فرمائے

الاحقر

محمد حسنین السابقی النجفی

مدرسہ جامعہ الثقلین

احمد پارک خانیوال روڈ ملتان

۱۴ صفر ۱۴۱۴ھ

کتاب التجارت

تجارت کی اہمیت اور فضیلت:

ارشاد باری تعالی ہے "اور جب نماز جمعہ پوری ہو چکے تو تم زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کی دی ہوئی روزی تلاش کرو تا کہ تم فلاح پاؤ۔ (سورہ جمعہ آیت ۱۰)

اور ارشاد باری ہوا "وہ وہی منعم ہے جس نے زمین کو تمہارے لئے مسخر کر دیا پس تم اس کے راستوں پر چلو اور اس کی روزی میں سے کھاؤ۔ (سورہ ملک آیت ۱۵)

اور ارشاد ہوا کہ: "اور بعض لوگ تلاش معاش کے لئے زمین میں چلیں گے"۔ اور ان کے علاوہ دیگر آیات کریمہ۔

کتاب الخصال میں عبدالمومن انصاری کی سند سے حضرت امام ابو جعفر علیہ السلام سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا برکت کے دو حصے ہیں جن میں سے نو حصے تجارت میں ہیں اور باقی دسواں حصہ کھالوں یعنی جانوروں کی جلد میں ہے"۔ اسی میں حسینؑ بن زید کے والد (یعنی حضرت زید شہیدؒ کے آباء کرام کی وساطت سے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ رزق کے دس میں سے نو حصے تجارت میں ہیں اور باقی حصہ چرنے والوں یعنی مویشی میں ہے۔

محمد بن زعفرانی کی سند سے امام جعفر علیہ السلام صادق علیہ السلام سے روایت ہے جس نے تجارت اختیار کی وہ لوگوں سے بے نیاز ہو گیا میں نے کہا اگرچہ وہ مالدار ہی کیوں نہ ہو فرمایا ہاں اگرچہ وہ مالدار ہی کیوں نہ ہو۔ تحقیق کہ رزق کے دس حصوں میں سے نو حصے تجارت میں ہیں اور علی بن عقبہ سے مروی ہے کہ حضرت امام جعفر علیہ السلام صادق نے اپنے ایک غلام سے فرمایا اپنی عزت کی حفاظت کر اس نے کہا

میں آپ پر قربان ہوجاؤں میری عزت کیا ہے فرمایا: "تیرا تجارت کے لئے بازار کو جانا اور اپنے نفس کی عزت کرنا۔

مشائخ ثلاثہ یعنی کلینی صدوق اور شیخ طوسی رضوان اللہ علیہم نے سدیر سے روایت کی ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہا تلاشِ رزق کے لئے بندے پر کیا کچھ لازم ہے۔ انہوں نے جواب دیا جب تو نے اپنی دکان کا دروازہ کھول دیا اور بیٹھنے کے لئے اپنا فرش بچھا دیا تو تو نے اپنا فرض ادا کر دیا۔

کافی اور تہذیب میں ابو عمارہ طیار سے روایت ہے کہ میں نے حضرت امام صادق علیہ السلام کی خدمات میں عرض کیا میرا مال ضائع ہو گیا ہے اور جو کچھ میرے قبضہ میں تھا سب کچھ بکھر گیا ہے میرے عیال بہت ہیں میں کیا کروں امام نے فرمایا جب تم کوفہ پہنچو تو اپنی دکان کا دروازہ کھول دو اور اپنی نشست سنبھال لو اور اپنا ترازو پاس رکھ لو اور اللہ تعالیٰ سے روزی طلب کرو راوی کہتا ہے کہ جب یہ کوفہ پہنچے تو امام کے فرمان کے مطابق دکان پر بیٹھ گئے ان کے ارد گرد رہنے والے پڑوسیوں نے تعجب کیا کہ ان کے گھر میں نہ نقدی ہے نہ سامان بلکہ کچھ بھی نہیں یہ کس طرح دکان کھول کر بیٹھ گئے پس ایک شخص آیا اور اس نے کہا میرے لئے کپڑا خریدو پس انہوں نے اس کے لئے کپڑا خریدا اور گاہک مذکور نے ان سے لے لیا اور قیمت دے دی اسی طرح دوسرا شخص آیا تو انہوں نے تاجروں کے طریق کے مطابق اس کو کپڑا اٹھوا دیا پھر ایک اور شخص آیا اور کہنے لگا اے ابو عمارہ میرے پاس ایک بوری کتان ہے تم مجھ سے خرید لو میں تم سے ایک سال بعد رقم وصول کر لوں گا انہوں نے کہا لے آؤ وہ لایا اور انہوں نے خریدی پھر ان کے پاس بازار کا ایک دکاندار آیا اور کہا اے ابو عمارہ اس بوری میں کیا ہے انہوں نے صورت حال بتلائی اس نے کہا آدھی بوری مجھے فروخت کر دو اور رقم نقد لے لو پس اس نے آدھی بوری نقد قیمت پر خریدی اور یہ رقم سال بھر ان کے زیر دست رہی جس سے وہ کپڑے خریدتے اور فروخت کرتے تھے حتیٰ کہ تونگر ہو گئے اور عزت حاصل کر لی اور مشہور ہو گئے"۔ اور یہ تمام ہوا اور طلب رزق کی فضیلت اور قسم قسم کے وسائل کے ذریعہ مطلقاً کسبِ معاش کی مدح میں بھی اور تلاش رزق اور دوڑ دھوپ کرنے سے انحراف کی مذمت میں اور چاہے عبادت ہی کے لئے سہی محض گھر میں بیٹھنے کی مذمت میں بہت سی احادیث اور کثرت سے روایات وارد ہیں۔

ان میں سے ایک روایت ثقہ الاسلام کلینی نے ابو خالد کوفی کے طریقِ سند سے حضرت ابو جعفر علیہ السلام سے نقل کی ہے کہ "آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا عبادت کے ستر اجزاء ہیں ان میں سب سے افضل جزء طلب حلال ہے ان میں سے ایک روایت ابو حمزہ کی سند سے حضرت ابو جعفر علیہ السلام سے

منقول ہے کہ جس شخص نے لوگوں سے بے نیاز ہونے اور اپنے اہل و عیال کے لئے کوشش کرتے ہوئے اور اپنے پڑوسی پر شفقت کرنے کے لئے دنیا میں تلاشِ رزق کی وہ بروز قیامت اللہ تعالیٰ سے اس طرح ملاقات کرے گا جس طرح کہ چودھویں کی رات کا چاند ہو اور ان میں سے ایک روایت سلیمان بن علی بن خنیس نے اپنے والد کی سند سے بیان کی کہ میری موجودگی میں حضرت امام جعفر صادق نے ایک شخص کے متعلق سوال کیا تو ان کو بتلایا گیا کہ وہ ضرورت مند بن گیا ہے۔ امام نے فرمایا وہ آج کل کیا کرتا ہے بتایا گیا کہ گھر میں بیٹھ کر اپنے رب، کی عبادت کرتا ہے۔ امام نے پوچھا وہ کہاں سے کھاتا پیتا ہے۔ بتایا گیا کہ بعض بھائیوں کی طرف سے کھانا حاصل کرتا ہے۔ امام نے فرمایا قسم بخدا کہ جو شخص اس کو کھلا پلا رہا ہے وہ اس سے بھی بڑا عبادت گزار ہے۔ ان روایات سے ایک روایت علی بن غراب نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کی ہے کہ حضرت پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص لوگوں پر اپنا بوجھ ڈال دے وہ ملعون ہے۔

اور کتاب الفقیہ میں مرسل روایت میں ہے کہ امام صادق علیہ السلام نے فرمایا وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جو اپنی دنیا کو اپنی آخرت کے لئے اور اپنی آخرت کو اپنی دنیا کے لئے ترک کر دے۔ حضرت عالم علیہ السلام سے منقول ہے کہ تم اپنی دنیا کے لئے اس طرح کام کرو گویا کہ تم نے ہمیشہ زندہ رہنا ہے اور اپنی آخرت کے لئے اس طرح عمل کرو گویا کہ تم نے کل ہی مرجانا ہے۔

اور لیکن عمل اور ترویج دین و نشر احکام سید المرسلین ﷺ اور فضائل ائمہ طاہرین صلوات اللہ علیہم کے لئے قربتہً الی اللہ علم دین حاصل کرنا تو شارع علیہ اسلام نے اس کو کسب و تجارت وغیرہ سے مستثنیٰ قرار دیا ہے کیونکہ طالب علم ایک اہم اور افضل کام میں مصروف ہوتا ہے اور حدیث نبوی ﷺ میں وارد ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے طالب علم کے لئے خاص طور پر رزق کا ذمہ اٹھایا ہے جو کسی غیر کے لئے نہیں ہے اور طلب علم کی اہمیت و افضلیت کے بارے میں بے شمار احادیث وارد ہوئی ہیں۔

اقسام تجارت:

تجارت مندرجہ ذیل اقسام پر تقسیم ہوتی ہے۔

(۱) واجب۔ (۲) مستحب۔ (۳) مباح۔ (۴) حرام۔ (۵) مکروہ۔

(۱) واجب وہ ہے جس پر انسان کی ذاتی اور اہل و عیال کی معاشی صورت موقوف ہو کیونکہ اہل و عیال کا نفقہ اس پر واجب ہوتا ہے۔

(۲) مستحب وہ تجارت ہے جس سے اپنے عیال کے اخراجات کی توسیع اور اپنے پڑوسی پر شفقت اور فقراء و مساکین پر صدقہ کرنے کی استطاعت اور ضعیف مومنین کی اعانت اور سماجی طور پر دین کے اعتبار سے خدمت کرنا مقصود ہو۔

(۳) مباح وہ تجارت ہے جس کو بجالانے کی ضرورت تو نہ ہو اور نہ ہی اس میں کوئی ضرر ہو بلکہ محض مالی طور پر اضافہ کے لئے بجالانا مقصود ہو۔

مکروہ۔ یہ چند مقامات پر ہوتی ہے۔

اول۔ صرافی جب کہ قطعی صورت میں کمی و زیادتی سے تحفظ نہ ہو یا تحفظ حاصل نہ ہو سکتا ہو لیکن اگر تحفظ پر قادر ہو اور تحفظ بھی کر سکتا ہو تو پھر مکروہ نہیں ہے۔

دوم۔ کفن فروشی جبکہ اس کو بطور پیشہ اپنائے ورنہ ضمنی طور پر اپنے مکاسب میں کفن فروخت کرنے میں کراہت نہ ہو گی۔

سوم۔ بردہ فروشی جیسا کہ لوگوں میں ضرب المثل ہے کہ تمام لوگوں سے بدتر وہ شخص ہے جو انسانوں کو فروخت کرے۔

چہارم۔ احتکار (چور بازاری) جس کی تفصیل عنقریب آئے گی۔

پنجم۔ قصابی کا پیشہ جبکہ اس کو بطور صنعت و پیشہ بجالائے ورنہ محض جانور ذبح کر لینا مکروہ نہ ہو گا۔

ششم۔ ہاتھی دانت فروخت کرنا جو ایک قول کے مطابق مکروہ ہے۔

ہفتم۔ اہلِ ذمہ اور برص و جذام میں مبتلا لوگوں اور ایسے پست لوگوں سے معاملہ کرنا جو خود یا اپنے بارے میں نازیبا باتوں کی پرواہ نہ کرتے ہوں اور جن لوگوں کو اچھائی سے خوشی نہ ہو اور برائی سے دکھ نہ ہو اور اس قسم کی کمینہ پن کی صفات والوں کے ساتھ لین دین کرنا مکروہ ہے۔

ہشتم۔ ایسے شخص کے ساتھ معاملہ کرنا جس کا رزق میں کوئی حصہ نہ ہو اور ایسا محروم شخص جس سے دنیا منہ موڑ چکی ہو۔

نہم۔ ایسے شخص کے ساتھ لین دین کرنا جو کسی ایسے مقام کا مدعی ہو جس کی اہلیت نہ رکھتا ہو۔

دھم۔ قرآن کریم کی خرید و فروخت لیکن ایسی صورت میں جبکہ لین دین قرآن کی جلد یا کاغذ پر معارف طباعت کے متعلق ہو تو جائز ہے۔

یازدھم۔ مابین الطلوعین (یعنی طلوع شمس یا طلوع قمر صبح سویرے یا مغرب کے وقت) لین دین کرنا کیونکہ یہ عبادت و تعقیبات کا وقت ہوتا ہے۔

دوازدھم۔ کسی ایسی ملکیت کو فروخت کر دینا جس کی قیمت کی ضرورت نہ ہو۔
سیزدھم۔ فقہاء کے درمیان مشہور قول کے مطابق جب کسی سودے پر مومنین کرام کی برادری کے طرفین راضی ہوں اس میں مداخلت کرنا مکروہ ہے اور ایک جماعت اس کی حرمت کی قائل ہے اور یہ قول قوت سے خالی نہیں اگرچہ احتیاط ہی طریق نجات ہے اور بنا بر قولین اگر مداخلت کرنے والا معاملہ میں کامیاب ہو جائے تب بھی سودا باطل نہ ہو گا بلکہ صحیح ہو گا مگر اس کا فعل کراہت یا حرمت کا سبب ہو گا۔

لیکن اگر طرفین کسی سودا پر راضی ہو چکے ہوں یا راضی ہونے کے قریب ہی ہوں اور یہ بائع سے التماس کرے کہ وہ اپنا مال فروخت کرنے سے باز رہے اور اپنے پاس موجود کسی مال کا سودا کرنے کی اجازت دے یا خریدار سے التماس کرے کہ وہ باقی حضرات کا مال چھوڑ کر اسی کا مال خریدے تو ایسے معاملہ کے مکروہ ہونے پر سب کا اتفاق ہے اور یہ حرام نہیں ہے اور نہ ان میں احتیاط کی کوئی ضرورت ہے۔

چہاردھم۔ قول مشہور ہے کہ تاجروں کے قافلہ کا شہر میں داخل ہونے سے قبل استقبال کرنا مکروہ ہے تاکہ وہ اپنا مال فروخت کرنے سے قبل شہروں کی وضع اور قیمتوں پر آگہی حاصل کر لیں۔ اور پھر اپنے مال کی خرید و فروخت کرے۔ اور قوی ترین قول یہ ہے کہ اس کیفیت پر استقبال کرنا حرام ہے جو کہ بعض اصحاب فقہاء کا قول بھی ہے بشرطیکہ استقبال کرنے والا معاملہ کا قصد رکھتا ہو اور یہ بھی مکروہ ہے کہ مسافت تک پہنچنے سے قبل قافلہ سے روبرو ہو گر نہ اگر مسافت سے باہر استقبال کرے چاہے وہ مسافت کا قصد کرے یا نہ کرے مسافت سے قبل ہی قافلہ کا سامنا کرے اور معاملہ کرنے کا ارادہ نہ رکھتا ہو مگر اچانک خیال آجانے پر وہ ان سے لین دین، خرید و فروخت کر لے تو نہ حرام ہو گا نہ مکروہ۔

پانزدھم۔ اگر کوئی دیہاتی یا بادیہ نشین اپنا مال لے کر شہر یا کسی بستی میں داخل ہو اور قیمت سے آگاہ نہ ہو اور وہاں کا کوئی شخص اس سے معاملہ کرے تو مشہور یہ ہے کہ یہ مکروہ ہے لیکن اقویٰ اس کی حرمت ہے اگرچہ یہ معاملہ صحیح ہے لیکن اگر وہ اس شہر یا بستی کے مطابق قیمت پر مطلع ہو اور اس کو فروخت کرانے پر اس کی مدد کرے تو حرمت ہے نہ کراہت اور اس کے لئے کوئی مال خرید کر لینے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔

شانزدھم۔ اگر خریدار فروخت کنندہ سے یہ مطالبہ کرے کہ وہ قیمت اصل قیمت سے کم کرے اور وہ دونوں راضی بھی ہو جائیں اور معاملہ مکمل ہو جائے اور بائع اس کو قبول کر لے تو یہ مکروہ ہے۔ لیکن اگر بطور ھبہ یا مصالحت وہ ایسا کرے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں اور نہ اس میں کراہت ہے لیکن اگر وہ

حیاء کی وجہ سے قبول کر لے تو حرام ہو گا کیونکہ حیاء کی وجہ سے حاصل کردہ رعایت جب کہ مالک دل سے راضی نہ ہو غصبی مال کی مانند ہے۔

ھفدھم۔ ظالموں کے ساتھ لین دین کرنا مکروہ ہے اور اس میں چند مسائل ہیں جن پر تنبیہ کرنا اور ان کی طرف اشارہ کرنا ضروری ہے۔

اول۔ جبکہ یہ معلوم نہ ہو کہ وہ ظالموں سے جو مال خرید رہا ہے انہوں نے کہاں سے حاصل کیا لیکن اگر یہ یقینی طور پر معلوم ہو کہ یہ مال انہوں نے ظلم و جبر سے حاصل کیا ہے تو اس کا خریدنا حرام ہو گا اور اگر کوئی ایسا مال خرید لے تو اس کو اصل مظلوم مالک کو واپس کرنا واجب ہو گا بشرطیکہ وہ خود زندہ ہو اور اسکی موت کی صورت میں اس کے وارثوں تک پہنچا دے اور وہ بھی موجود نہ ہوں اور مالک نامعلوم ہو تو اس کی طرف سے صدقہ کر دے اگر اس کے بعد اصل مالک یا اس کے وارثان کی نشان دہی ہو جائے تو واجب ہے کہ جس طرح بھی ممکن ہو ان کی رضامندی حاصل کرے اگرچہ اس کے معاوضہ کا خسارہ اٹھانا پڑے۔

دوم۔ اگر کسی ظالم سے کوئی مال خرید لے اور پھر معلوم ہو کہ وہ غصبی تھا اور یہ ارادہ کرے کہ اصل مالک کو پہنچا دے گا یا اس کی طرف سے صدقہ کرے گا مگر پھر کسی دوسرے ظالم نے اس سے وہ مال غصب کر لیا تو وہ ضامن نہ ہو گا لیکن اگر معاملہ کرتے وقت اس کو معلوم تھا کہ مال غصبی ہے اور اس کے باوجود وہ اس کو خرید لے پھر اس سے غصب ہو جائے تو اصل معاملہ ہی حرام ہو گا وہ اس کا ضامن ہو گا اگرچہ دوبارہ غصب ہونے سے قبل اس نے یہ ارادہ کر رکھا ہو کہ وہ توبہ تائب ہو گا اور مال اصل مالک کو پہنچا دے گا۔

سوم۔ ظالم بادشاہ اور دیگر ظالم لوگوں کے انعامات اور تحفے وصول کرنا اور ان میں تصرف کرنا جائز ہے بشرطیکہ ان کا غصبی اور حرام ہونا نامعلوم ہو۔ یہ بھی اس صورت میں جائز ہے جبکہ اس کے پاس کوئی مال یا ہنر یا ذریعۂ معاش نہ ہو لیکن استطاعت کی صورت نیں ان سے اجتناب اور دامن بچانا بہتر اور احسن ہے۔

چہارم۔ اگر مذہب شیعہ کا مخالف کوئی ظالم حکمران بطور لگان یا مقاسمہ اپنی رعیت سے کوئی مال حاصل کرے تو اس کو دینے میں کوئی مضائقہ نہیں اور اس کے ساتھ مطلقاً لین دین کرنا جائز ہے یہاں لگان سے مراد وہ مبلغ معین ہو گا جو زمین یا درخت کرایہ پر دینے کی صورت میں رعیت حکمران کو ادا کرے گی۔ اور مقاسمہ وہ معروف حصہ ہے جو رعیت و حکمران کے درمیان زمین مقررہ سے زراعت کے مقابلہ میں ادا کیا جاتا ہے اور اس کے حلال ہونے میں یہ شرط ہے کہ حسبِ عرف و عادت حکمران و

رعیت کے مابین اس پر رضامندی واقع ہو ورنہ اگر واقف کار لوگوں کی شہادت کے مطابق عادت سے زائد ہو گا تو حرام ہو گا اور اس زائد کو بطور معاملہ یا عطیہ کسی کو منتقل کرنا ناجائز ہے۔ اور اگر یہ حصہ تشخیص شدہ ہے تو بعینہ اس سے اجتناب واجب ہے اور اگر یہ کل مال میں شامل ہے اور تشخیص شدہ نہیں تو اس سب سے اجتناب واجب ہو گا اور اقویٰ یہ ہے کہ یہ حکم امامیہ عقیدہ رکھنے والے حکمران کے متعلق بھی اس طرح ہی ہے لیکن احتیاط راہِ نجات ہے اس معاملہ کے جواز کا اصل راز یہ ہے کہ غیر مملوکہ کل اراضی امام علیہ السلام کی ملکیت ہیں جن کو انہوں نے شیعوں کے لئے مباح فرمایا ہے اور ان کو ان میں تصرف کرنے کی اجازت دی ہے۔ اور حکمران جو وصول کرتا ہے وہ شہروں اور جان و مال کی حفاظت کے لئے متعین ہوتا ہے۔

اور حرام تجارت کے تین مقامات ہیں ان میں سے بعض کا ذکر مکروہ کی مندرجہ بالا اقسام میں گزر چکا ہے جو کہ ہم نے تیرہویں چودھویں اور پندرھویں قسم میں بیان کیا ہے باقی اقسام یہ ہیں۔

چہارم۔ ہر مائع نشہ آور چیز جیسے شراب، جو کی شراب، کھجور کی شراب اور جو پھلوں کی مختلف اقسام سے بنائی جائے ان کی تجارت حرام ہے لیکن خشک و جامد نشہ آور اشیاء جیسے حشیشہ تو اس کا فروخت کرنا بھی حرام ہے لیکن اگر کسی طرح ان کا استعمال بطور علاج نفع بخش ہو اور کسی صورت میں اسکا لین دین حلال منفعت کے لئے ہو تب اس کی تجارت بھی جائز ہو گی۔

پنجم۔ مردار چاہے حرام گوشت جانور کا ہو یا حلال کا اور چاہے اصل میں پاک ہو یا نجس اور اسی طرح اس کے وہ اعضاء جن میں زندگی سرایت کرتی ہو اور اس طرح جب کسی زندہ جانور کا کوئی عضو کاٹ لیا جائے یا اس کے اعضاء سے جدا ہو جائے یا وہ اس کے گوشت یا ہڈی کا حصہ ہو ان کی خرید و فروخت مردار کی طرح حرام ہے۔

اسی طرح اس کی چربی اور اس کے خصیئے چاہے کھلے ہوں یا بغیر کھلے ہوئے ان کا بیچنا اور ان سے منفعت حاصل کرنا حرام ہے لیکن مردار کے وہ اجزاء جن میں زندگی سرایت نہیں کرتی وہ پاک ہوں گے جیسے بال، اون، بُر، سینگھ کا خول، کھُر، ناخن یہ سب پاک ہیں اور ان کا لین دین بلا اختلاف جائز ہے البتہ مردار اگر حلال جانور کا ہو اور اس کے تھنوں میں دودھ باقی ہو تو اس میں اختلاف ہے اور احوط یہ ہے کہ اس سے پرہیز کیا جائے۔

ششم۔ نجس اشیاء چاہے مائع ہوں یا جامد ان کا لین دین کرنا اور ان کا کھانا پینا حرام ہے البتہ کسی دوسرے طریقہ سے ان سے منفعت حاصل کرنا جائز ہے جیسے دردوں یا خارش کے لئے نجس تیل کی مالش کے طور پر استعمال کرنا یا اس سے صابن بنانا لیکن احوط یہ ہے کہ ان مقاصد کے لئے بھی ان کے

معاملہ سے اجتناب کیا جائے نجس تیل سے چراغ جلانا بلا اختلاف جائز ہے مگر خریدار کو اس سے آگاہ کرنا واجب ہوگا ورنہ اس کی بیع مطلقاً حرام ہو گی اور اسی طرح اگر شہد کی مکھی کو نجس شیرہ یا نجس شہد کھلادیا جائے تب بھی یہی حکم ہے۔

لیکن جامد نجس اشیاء جو کہ پاک ہونے کی صلاحیت رکھتی ہوں جیسے کپڑے وغیرہ اور چاول اور باقی دانہ دار اشیاء توان کا لین دین باتفاق اصحاب فقہاء حرام نہیں۔

ہفتم۔ ایسے جانور کے پیشاب اور پاخانہ جن کا گوشت نہیں کھایا جاتا چاہے نجس العین ہوں یا طاہر العین جیسے انسان، بلی اور دیگر درندے ان کا معاملہ کرنا مطلقاً حرام ہے۔

لیکن طاہر العین جانوروں کے فضلات سے منفعت حاصل کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ جیسے مرغی اور تمام پرندوں کی بیٹ، گائے، بکری، اونٹ کے پیشاب پاخانے اس طرح گھوڑے، خچر، گدھے وغیرہ بھی۔

ہشتم۔ کتا، خنزیر، بری ان کی خرید و فروخت جائز نہیں البتہ شکاری کتے اور مویشیوں، زراعتوں، باغوں کی حفاظت کرنے والے کتوں کے معاملہ میں کوئی مانع نہیں۔ البتہ بحری کتے اور بحری سوّر ظاہراً بھی پاک ہیں اور ان کا لین دین جائز ہے۔

نہم۔ چوری کے اموال کے متعلق اگر علم ہو تو خریدار اور فروخت کنندہ دونوں پر ان کا لین دین حرام ہے۔ ہاں اگر علم نہ ہو تو کوئی حرج نہیں اسی طرح اگر چوری کے مال حلال مال سے مخلوط ہو جائیں اور ان کو جدا کرنا ممکن نہ ہو تب بھی معاملہ حرام ہے اگر اشتباہ ہو جائے اور اس مال میں حرام مال کا مخلوط ہونا کسی طرح بھی معلوم نہ ہو تو کوئی حرج نہیں اور یہی حکم غصبی اموال اور مطلقاً حرام مال کے متعلق بھی ہے۔

اگر نقداً حرام معلوم مال کے عوض حلال چیز خرید لے تو اس کا استعمال بھی حرام ہوگا چاہے وہ چیز خورد و نوش سے تعلق رکھتی ہو یا لباس سے۔

اگر اس حرام مال سے کنیز خرید لے تو اس سے مجامعت حرام ہو گی اور وہ زنا ہو گی اور اس سے پیدا ہونے والا بچہ ولد زنا ہوگا لیکن اگر کسی قیمت سے یا کسی مؤجل مال کے عوض حلال چیز خریدے پھر اس کا عوض حرام کی صورت میں اداء کر دے تو مطلقاً خریداری پر تصرف حرام نہ ہوگا ہاں اس کے ذمہ قیمت ادا کرنے کا فرض باقی رہے گا۔ البتہ اگر معاملہ کرتے وقت یہ ہی ارادہ کر لے کہ عوض میں حرام مال ادا کرے گا تو احوط یہ ہے کہ اس سے اجتناب کرے۔

اور اگر چوری کردہ یا غصبی مال فروخت کر دے پھر معاملہ تمام ہونے کے بعد اصل مالک راضی

ہو جائے تب بھی معاملہ صحیح نہ ہوگا جب تک کہ اصل مالک کے ساتھ بیع کے صیغہ کی تجدید نہ کرلے۔

دھم۔ غیر نفع بخش اشیاء کے لین دین کی تین قسمیں ہیں۔

قسم اول۔ حشرات الارض جیسے سانپ بچھو اور کیڑوں کی اقسام۔

دوسری قسم۔ مسخ شدہ جانور جیسے بندر، بھیڑیا، سوسمار، چوہا، ریچھ لومڑی، خرگوش، مور، کیکڑا، حرام مچھلی، پانی کے جوہڑوں میں رہنے والا سیاہ کیڑا، کچھوا، ساہی، چمگادڑ، چھپکلی، ہاتھی، جونک، لیکن ان میں سے وہ جانور جو شرعی طور پر طریق پر قابلِ منفعت ہیں وہ مستثنیٰ ہیں جیسے ہاتھی، بندر، اور دیگر بری مسخ شدہ جانور۔

اور بعض جانور کی کھالوں سے منتفعت کی وجہ سے استثناء ہے بشرطیکہ ان کو ذبح کیا جائے جیسے لومڑی، خرگوش، جونک، بحری جانوروں میں سے اسی طرح حشرات میں سے ریشم کے کیڑے اور شہد کی مکھی مستثنیٰ ہے بشرطیکہ مشاہدہ اور تحفظ ہو یعنی فروخت کرنے والا ان کو اپنے پاس محفوظ رکھتا ہو اور خریدار بھی مشاہدہ کر کے خرید رہا ہو۔

تیسری قسم۔ درندے جانور چاہے پرندے ہوں یا وحشی ان کا معاملہ جائز نہیں اور ان سے بھی وہ جانور مستثنیٰ ہوں گے جن سے شرعی طریقہ کے مطابق منفعت حاصل ہو۔ مثلاً ذاتی استعمال کے لئے اور شکار کے لئے یا ذبح و تزکیہ کے بعد کھالوں سے منفعت کے لئے جیسا کہ بعض اصحاب کا فتویٰ ہے اور وہ قوت سے خالی نہیں اور اس میں کوئی حرج بھی نہیں۔

یازدھم۔ آلات طرب، طبلے، سارنگی وغیرہ یا قمار بازی کے آلات کا معاملہ۔ بتوں کا یا صلیب کا خرید و فروخت کرنا حرام ہے البتہ اگر خریدار کا یہ ارادہ ہو کہ ان کو خرید کر توڑ دے تو حرام نہیں بشرطیکہ وہ توڑنے کے بعد ناقابلِ استعمال ہو جائیں یا ٹوٹے ہوئے آلات بھی قابلِ فروخت نہ رہیں۔

دوازدھم۔ لکڑی کو بت یا صلیب وغیرہ جیسی حرام چیزیں بنانے کے لئے فروخت کرنا اور انگور، کھجور اور تمام پھلوں کو شراب کے کارخانوں کو فروخت کرنا یا دیگر تمام دانوں یا اشیاء کو نشہ آور چیزوں کی تیاری کے لئے فروخت کرنا اور اسی طرح مکانات اور دکانیں اور سواریاں ظالموں کی رہائش اور ان کی سواری اور شراب فروشی یا حرام اشیاء فروشی کے لئے کرایہ پر دینا یہ سب کچھ مطلقاً حرام ہے۔

اسی طرح مسلمانوں کے خلاف کفار کی طرف سے جنگ کی تیاری کے دوران یا جنگ کے دوران دشمنانِ دین کے ہاتھ اسلحہ فروخت کرنا جائز نہیں ہے اس ضمن میں چوروں، راہ زنوں کے ہاتھوں یا کسی مسلمان کے ازراہِ ظلم و زیادتی قتل یا اس سے جنگ کے لئے اسلحہ بیچنا ناجائز ہے۔ ہاں اگر صلح اور امن کا وقت ہو تو کفار کے ہاتھ اسلحہ بیچنا جائز ہے۔

سیزدھم۔ وقف شدہ مال فروخت کرنا چاہے وقف خاص ہو یا عام حرام ہے اس کی تفصیل کتاب الوقف میں بیان ہو گی۔

چہاردھم۔ زہروں کا فروخت کرنا مگر اس صورت میں کہ ان سے دواؤں میں استفادہ مقصود ہو یا کسی مخصوص موسم میں ان سے منفعت مطلوب ہو۔

پانزدھم۔ ایسی اشیاء جو تزکیہ کی محتاج ہوں جیسے گوشت، چربیاں، کھالیں ان کو کافروں کے ہاتھوں سے خریدنا چاہے وہ حربی ہوں یا ذمی حرام ہے لیکن اگر یہ یقین ہو کہ وہ کافر نے کسی مسلم سے خریدی ہیں یا اسکے پاس مسلمان ہی سے منتقل ہوئی ہیں۔ کافروں کے ملک میں یہ چیزیں کسی مسلمان سے خریدنے میں کوئی مانع نہیں ہے۔

شانزدھم۔ کسی ذبح شدہ جانور کی کھال یا کسی راستہ میں پائی جانے والی کھال جب اس کا شرعی طور پر ذبح کیا جانا اور حلال کرنا نامعلوم ہو اس کی خرید و فروخت حرام ہے۔

ہفدھم۔ ملاوٹ شدہ اشیاء جن کا اس طرح ہونا خریدار کے علم میں نہ ہو ان کی فروخت حرام ہے جیسا کہ دودھ میں پانی ڈال دینا یا گھی میں پگھلی ہوئی چربی ملا دینا اور ان کو خالص دودھ، خالص گھی کے نام سے فروخت کرنا لیکن جس چیزوں میں ملاوٹ ظاہر اور خریدار پر بھی مخفی نہ ہو تو ان کا فروخت کرنا بلااشکال جائز ہے۔ جیسے دانے جن میں مٹی وغیرہ ملی ہوئی ہو۔

ھجدھم۔ نامعلوم قیمت کے ساتھ معاملہ کرنا مثلاً بائع خریدار سے کہہ دے کہ میں تجھ کو یہ مال ایک دینار نقد اور دو دینار مؤجل میں فروخت کرتا ہوں اور خریدار اس کو قبول کر لے اور تعین نہ کرے۔

نوزدھم۔ سود جس کی تفصیل آگے بیان ہو گی۔

بستم۔ بیع فضولی جس کی تفصیل عنقریب آئے گی۔

مشاغل و مکاسب کی اقسام

یہاں چند پیشوں اور ذرائع معاش کا ذکر کرنا مناسب ہے جن کا تعلق بھی حرمت، کراہت و اباحت سے ہے۔

اول۔ ظلم کر کے ظالمین کی معاونت کرنا حرام ہے مثلاً مظلوم کو پیش کرنا حبسِ بے جا میں رکھنا اور ان ظالموں کے احکام اور تحریری امور وغیرہ کے لئے بھاگ دوڑ کرنا۔ ہاں حلال اور مباح کاموں میں ان کی معاونت کرنا جائز ہے مثلاً تعمیراتی کام یا کپڑے سینے کا کام تاہم ظالموں کے مال سے کمائی حاصل کرنا مکروہ ہے اسی طرح ذاتی نفع کے لئے ان کی ملازمت کرنا اور ان کا کارندہ بننا مجبوری کی صورت کے علاوہ حرام ہے جس طرح کہ اضطراری صورت میں مردار کھانا۔ اگر ان امور میں نیک ارادہ ہو مثلاً عاجزوں اور ضعیف مومنین اور مظلوموں کی نجات اور دوستوں کی حفاظت اور ان کا دفاع اور ان کی حاجت بر آری تو پھر کوئی مانع نہیں بلکہ یہ تاکیدی طور پر مستحب اور قربت کا افضل ذریعہ ہے بلکہ بعض حالات میں واجب بھی ہو جاتا ہے کیونکہ اس میں رضائے الہیٰ مقصود ہوتی ہے اور بعض احادیث و روایات میں معصومینؑ نے شیعوں کو اس کا حکم بھی دیا ہے۔

دوم۔ غناء حرام ہے اور اس سے مراد آواز کا اتار چڑھاؤ اور اس کو اس طرح حرکت دینا جس طرح لہو و لعب کے اجتماعات اور اہلِ فسق و عصیان کی محفلوں میں معروف ہے اور اس پر اجرت لینا بھی حرام ہے البتہ تلاوت کلامِ پاک، مناجات اور اہلِ بیت کے مدحیہ قصیدوں اور مرثیوں میں آواز کے اتار چڑھاؤ میں کوئی مانع نہیں جیسا کہ احادیث و روایات سے ظاہر ہوتا ہے۔ چاہے وہ موجب سرور ہو یا موجب غم لیکن اگر وہ طبلہ سارنگی باجوں کے لہجوں سے مشابہت رکھتا ہو تو حرام ہو گا۔

سوم۔ باطل کی نوحہ خوانی کرنا اور اس پر اجرت لینا حرام ہے لیکن حق کی نوحہ خوانی اور میت کی خوبیاں بیان کرنا جائز ہے۔ لیکن مکروہ ہے اور اس پر اجرت لینا بھی مکروہ ہے مگر اس میں کراہت نہ ہو گی جب کہ مقصد میت کی عزت افزائی ہو مگر تعین نہ کیا ہو اور واجب ہے کہ عورت کے نوحہ کی آواز اجنبی تک نہ پہنچتی ہو ورنہ حرام ہو گا۔

چہارم۔ واجبات شرعیہ پر اجرت لینا حرام ہے چاہے وہ عینی ہوں یا کفائی مثلاً میتوں کو غسل دینا اور ان پر نمازِ جنازہ پڑھنا اور دفن کفن کرنا اسی طرح ہر شرعی واجب حکم کی تعلیم پر اجرت لینا اور

شرعی فیصلے کرنے اور فتویٰ دینے پر بھی اجرت لینا حرام بلکہ حد کفر تک ہوگا۔

اگرچہ قاضی یا مفتی فقیر و محتاج ہی کیوں نہ ہو اور اسے مستحبات پر بھی اجرت لینا حرام ہے جن کی تکمیل مشترکہ طور پر ہوتی ہو مثلاً اذان و اقامت و امامت جماعت لیکن اگر مشترکہ نہ ہو بلکہ اس کی تکمیل غیر ہی پر موقوف و مخصوص ہو تو کوئی مانع نہیں جیسا کہ قضاء نمازہائے واجبات و مستحبات پر اجرت لینا اور قضاء روزے رکھنا اور نیابت میں حج بجالانا غیر واجبی صورت میں تعلیم قرآن اور کتابت قرآن پر اجرت مکروہ ہے اور ان کے علاوہ دیگر علوم کی تعلیم اور کتابت پر اجرت لینا مرغوب ہے۔

پنجم۔ مفتی کے لئے رشوت لینا مطلقاً حرام ہے چاہے حق کے لئے ہو یا باطل کے لئے۔

ششم۔ قمار بازی کی تمام اقسام مطلقاً حرام ہیں اور ولی شرعی پر واجب ہے کہ وہ بچوں کو قمار بازی سے منع کرے اور اس سے حاصل ہونے والی کمائی بھی حرام ہے جس کا اصل مالک یا اس کے وارث کو لوٹانا واجب ہے اور وارث کی عدم موجودگی میں اس کی طرف سے صدقہ کرے۔ اگر مالک مفقود ہو اور یہ اس کی طرف سے صدقہ کردے پھر مالک مل جائے تو اس کو لوٹانا یا اس کی رضامندی حاصل کرنا جس طرح ممکن ہو واجب ہے اور اگر مال مشترک ہو تو تمام مالکان سے اس کے حلال کرنے کی استدعاء واجب ہوگی تاکہ یہ بری الذمہ ہو جائے۔

ہفتم۔ جادوگری کی تعلیم دینا یا حاصل کرنا اور اس پر عمل کرنا اور کہانت، قیافہ، شعبدہ بازی یہ سب حرام ہیں۔ جادو کی تمام قسمیں حرام ہیں مثلاً جادو سے میاں بیوی، مردوں، عورتوں، بچوں، بادشاہ یا جماعت کے درمیان جدائی ڈالنا یا دلوں میں فریفتگی پیدا کرنا یا مرد کو زوجہ سے "باندھنا" وغیرہ ہاں اگر یہ مقصد ہو کہ جادو کے مندرجہ بالا اثرات کو توڑا جائے یا کسی مدعی نبوت یا مدعی امامت کو باطل ثابت کیا جائے بلکہ اس صورت میں یہ مستحب ہوگا اور بعض حالات میں واجب بھی ہو جاتا ہے۔

کہانت۔ سے مراد جنات کے ذریعہ سے بعض حالات کی خبر دینا اور تسخیر کرنا ہے۔

قیافہ۔ ظاہری صورت کی علامات اور نشانیوں پر اعتماد کرتے ہوئے نسب کے الحاق ترتیب دینا اور یہ اسی صورت میں حرام ہوگا جب اس پر کوئی ایسا واجب یا حرام مرتب ہو جو شرعی دلائل سے ثابت نہ ہو مثلاً جواز نظر یا حرمت تزویج یا استحقاق میراث وغیرہ۔

شعبدہ۔ دھوکہ بازی اور اشتباہ میں ڈالنا اور سرعتِ عمل کے ذریعہ غیر حقیقی شکل و صورت بنا کر دکھلانا۔

ہشتم۔ گمراہ کن کتابوں کی تعلیم دینا یا تعلیم حاصل کرنا اور ان کو لکھنا اور حفظ کرنا البتہ اگر ان کے عقائد کے سبب اتمام حجت کے لئے ان کی تردید و ابطال مقصود ہو تو حرام نہ ہوگا۔

نہم۔ عورتوں کی آرائش کے لئے مشاطہ کی دھوکہ دہی اور ایسی بناوٹی خوبیاں بنانا جو حقیقی نہ ہوں مثلاً بالوں کو رنگنا اور رنگ سرخ و سفید کرنا تاکہ اس کی طرف رشتہ طلب کرنے والوں کی توجہ مبذول ہو سکے اس عمل پر اجرت لینا بھی حرام ہے لیکن اگر عورت شادی شدہ ہو تو یہ جائز ہو گا کیونکہ یہ دھوکہ دہی کے ضمن میں نہیں آتا مشاطہ اس عورت کو کہتے ہیں جو عورتوں کے بناؤ سنگھار کا کام کرتی ہے۔

دھم۔ باطل کام کی اجرت لینا اور اسی طرح غیر نفع بخش مقصد سے خالی کام کرنے کی اجرت مثلاً تاریک رات میں قبرستان جانے کی اجرت۔

یازدھم۔ جانوروں کی نسل کشی پر مدت یا باری کے لحاظ سے یا مقررہ مرتبوں کے اعتبار سے اجرت لینا مکروہ ہے۔ لیکن اگر جانور نر کے مالک کو برسبیل عزت کچھ دے دے تو کوئی حرج نہیں اور نہ ہی مکروہ ہے۔

دوازدھم۔ پچھنے لگانے کا پیشہ اور اس کو ذریعہ معاش قرار دینا اور اس پر شرط لگانا اور اجرت کا تعین کرنا مکروہ ہے اور بلا شرط و تعین مکروہ نہیں۔

سیزدھم۔ ذباحت یا قصابی کو بطور معاش اپنانا مکروہ ہے اور ویسے اتفاقاً ذبح کرنا مکروہ نہیں جیسا کہ پہلے بھی بیان ہو چکا ہے۔

چہاردھم۔ پارچہ بافی یا جولاہے کا پیشہ جو کہ سوت کاتنے، بننے کے ساتھ مخصوص ہے مکروہ ہے البتہ کھجور کے پتوں اور بانس کے چھلکوں سے یا چاول و گندم کے پودوں کی چھال سے یا کسی اور نباتات کی قسم سے بننے کا کام مکروہ نہیں مثلاً موجودہ حالات میں نائیلون وغیرہ سے بنائی کرنا۔

احتکار

چور بازاری:

جس سے مراد بھاؤ بڑھنے کی توقع سے کھانے کی چند مخصوص چیزوں کو بازار میں لانے سے روک دینا ہے اس میں چند مسائل ہیں۔

اول۔ بعض اصحاب فقہاء نے اس کو مکروہ کہا ہے مگر اقویٰ یہ ہے کہ احتکار حرام ہے۔

دوم۔ احتکار شرعاً صرف کھجور، انگور، گندم، جو، گھی میں متحقق ہوتا ہے اور ان کے علاوہ باقی اشیاء خوردنی میں نہیں ہے مثلاً چاول، ماش، مسور، نباتاتی گھی لیکن اگر کسی ملک میں لوگوں کی خوراک کا انحصار و معاش ان اشیاء پر ہی ہو تو ان میں بھی احتکار ثابت ہو گا۔

چہارم۔ احتکار کی حرمت اسی صورت میں ہو گی جبکہ لوگ ان اشیاء کے ضرورت مند ہوں اور یہ اشیاء صرف مخصوص تاجروں کے زیرِ دست ہوں اور ان کے علاوہ یہ ناپید ہوں اور لوگوں کو ان کی ضرورت ہو عام حالات میں احتکار نہ ہو گا۔

پنجم۔ جب احتکار ثابت ہو جائے اور حاکم شرع کو اس کا علم ہو جائے تو وہ احتکاری کرنے والے کو علانیہ طور پر بھاؤ مقرر کئے بغیر فروخت کرنے کا حکم دے۔ اور اگر احتکار کرنے والا زیادہ قیمت طلب کرے اور زیادتی کرے تو حاکم شرع خود اپنی صوابدید پر اس کو نرخ کم کرنے کا حکم دے گا۔

آدابِ تجارت

اس میں چند مسائل ہیں۔

اول۔ تجارت کا کام شروع کرنے سے قبل اس کے فقہی مسائل سے آگہی حاصل کرنا۔ شیخ صدوق نے اصبغ بن نباتہ سے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت علی علیہ السلام سے یہ سنا کہ وہ منبر پر ارشاد فرماتے تھے آگے گروہ تاجراں پہلے فقہ پھر تجارت قسم بخدا اس امت میں سود صاف پتھر پر چلنے والی چیونٹی کی چال سے بھی زیادہ مخفی ہے اپنے اموال کو صدقہ دے کر محفوظ کرو کیونکہ تاجر فاجر ہے اور فاجر جہنمی ہے سوائے ان تاجروں کے جو حق لیں اور حق دیں۔

طلحہ بن زید نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ جناب امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا جو علم دین حاصل کئے بغیر تجارت کرے گا وہ سود کے دلدل میں پھنستا جائے گا۔

اور جناب امیر المومنینؑ ارشاد فرماتے تھے کہ بازار میں وہی بیٹھے جو خرید و فروخت کی شرعی حدود سمجھتا ہو۔

کتاب المقنعہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ جو شخص تجارت کا ارادہ کرے اس کو چاہیئے کہ اپنے دین میں فقہی معرفت حاصل کرے تاکہ اس کے ذریعہ اپنے حلال و حرام کی شناخت کر سکے اور جو شخص دین میں فقہی معرفت حاصل نہ کرے گا اور پھر تجارت کرے گا وہ شکوک و

شبہات میں پھنس جائے گا۔

اور کافی میں عمر بن ابی مقدام کی سند سے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ اے اہل کوفہ حضرت امیر المومنین تمہارے ہاں ہر صبح شام اپنی قیام گاہ سے نکل کر بازار بازار کا چکر لگاتے جبکہ تازیانہ آپ کے کندھے پر ہوتا تھا۔ جس کے دو گوشے تھے اور اس کا نام سبیبہ تھا اور ہر بازار والوں کے پاس کھڑے ہو کر ندا دیتے تھے اے تاجرو اللہ سے ڈرو جب تاجر آپ کی آواز سنتے تو جو کچھ ہاتھوں میں ہوتا تھا اس کو رکھ دیتے اور اپنے دلوں اور کانوں کی توجہ آپ کی طرف مبذول کر لیتے وہ فرمایا کرتے تھے استخارہ کو اولیت دو اور سہولت کو برکت سمجھو اور خریداروں سے قریب رہو اور بردباری سے آراستہ ہو جاؤ اور قسمیں کھانے سے گریز کرو اور جھوٹ بولنے سے کنارہ کشی کرو اور ظلم سے بچو اور مظلوموں کے لئے انصاف کرو اور سود کے قریب نہ جاؤ اور ناپ تول پورا رکھو اور زمین میں فساد نہ کرو پھر آپ کوفہ کے تمام بازاروں کا چکر لگاتے اور واپس تشریف لا کر لوگوں کے فیصلے کے لئے نشست سنبھال لیتے تھے۔

سکونی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلعم نے ارشاد فرمایا جو شخص خرید و فروخت کرے وہ پانچ باتیں ضرور یاد رکھے ورنہ ہرگز خرید و فروخت نہ کرے۔ سود، حلف، عیب پوشی، فروخت کے وقت تعریف اور خریداری کے وقت مذمت۔

سید رضی الدین بن طاؤس نے کتاب الاستخارات میں احمد بن محمد بن یحییٰ سے روایت کی ہے کہ ہمارے بعض احباب نے تجارت کے لئے باہر جانے کا ارادہ کیا تو کہا میں جانے سے قبل حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں ضرور جا کر ان سے مشورہ لوں گا اور ان سے دعا کی خواستگاری کروں گا پس جب وہ آیا تو امام نے اس کے لئے دعا کی اور فرمایا تم پر لازم ہے کہ اپنی بات میں سچ بولنے کو ملحوظ رکھو اور اپنی تجارت میں کوئی عیب ہو تو اس کو مت چھپاؤ اور جو گاہک تم پر بھروسہ کرتا ہے اس سے غبن مت کرو کیونکہ یہ تمہارے لئے جائز نہیں اور لوگوں کے لئے وہی کچھ پسند کرو جو تم اپنے لئے پسند کرتے ہو اور حق لو اور حق دو اور کوئی بات نہ چھپاؤ اور نہ خیانت کرو کیونکہ سچ بولنے والا تاجر بروز قیامت نیک سیرت اور اشراف ملائکہ کے ساتھ محشور ہو گا اور حلف سے پرہیز کرو کیونکہ جھوٹی قسم اپنے صاحب کو جہنم کا وارث بناتی ہے اور تاجر فاجر ہے سوائے اس تاجر کے جو حق ہی وصول کرے اور حق ہی ادا کرے اور جب تم سفر یا کسی اہم ضرورت کا ارادہ کرو تو زیادہ سے زیادہ دعا خیر مانگو اور اللہ سے خیر طلب کرو کیونکہ میرے پدر گرامی نے اپنے والد وجد گرامی کی سند سے جناب رسول اللہ صلعم سے روایت کی ہے کہ وہ اپنے اصحاب کو استخارہ یعنی طلب خیر کی اس طرح تعلیم دیتے تھے جس طرح ان کو

قرآن کے سورہ کی تعلیم دیتے تھے۔

دوم۔ فروخت کرنے والے کے لئے مستحب ہے کہ وہ تمام لوگوں سے یکساں برتاؤ کرے یعنی چھوٹے بڑے، امیر فقیر میں اور جاہل و باخبر اور شریف اور جھگڑالو میں کوئی فرق نہ کرے۔ البتہ زیادہ چیز خریدنے والے کو کم چیز خریدنے والے پر ترجیح دینا تو یہ معمول ہے اور اس میں کوئی حرج نہیں اسی طرح ارباب فضیلت و ایمان کو دوسروں پر ترجیح دینا بھی جائز ہے اس میں کوئی مانع نہیں ہے۔

سوم۔ اگر گاہک سے احسان اور اچھا برتاؤ کرنے کا وعدہ کر لے تو اس سے منافع لینا مکروہ ہے۔

چہارم۔ معاملات میں رعایت برتنا مستحب ہے اسی طرح اپنا حق طلب کرنے میں اور قرضہ ادا کرنے میں بھی جلدی اور سہولت کو مد نظر رکھنا بھی مستحب ہے۔

پنجم۔ فروخت کرنے والے کے لئے مستحب ہے کہ جب وہ خریدار کے لئے پیمائش یا وزن کرے تو بڑھائے اور جب اپنے لئے پیمائش کرتے وقت یا خریدتے وقت وزن کرے تو نہ بڑھائے اور اس کا برعکس حرام ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

"ہلاکت ہے ان کم تول کرنے والوں کے لئے کہ وہ جب لوگوں سے لیتے وقت پیمائش کرتے ہیں تو بڑھا لیتے ہیں اور ان کو دیتے وقت پیمائش کرتے ہیں تو ان کو خسارہ دیتے ہیں"۔ لیکن اگر فریقین کی رضامندی سے ایسا ہو تو مانع نہیں اور نہ یہ حرام ہے۔

ششم۔ کسی چیز کا لین دین مکمل کرنے کے بعد اگر بائع یا خریدار اس کو ختم کرنا چاہے تو اس کی خواہش قبول کر لینا مستحب ہے۔

ہفتم۔ انسان کا اس تجارت میں مشغول رہنا جس میں اس نے نفع کمایا ہو اور ایسی تجارت سے روگردان ہونا جس میں خسارہ ہو اور اس کو تبدیل کر لینا بھی مستحب ہے۔

ہشتم۔ چاہیئے کہ بائع اپنے مال کی تعریف کرنا ترک کرے اور خریدار بھی خریدے جانے والے مال کی برائی بیان کرنے سے گریز کرے۔ اور قسم کھانا بھی ترک کرے۔

نہم۔ جو شخص پیمائش اور وزن کو نہ جانتا ہو اس کے لئے مکروہ ہے کہ یہ کام خود انجام دے۔

دھم۔ اہلِ بازار سے قبل علی الصبح بازار جانا اور پھر ان کے چلے جانے کے بعد تک تاخیر کرنا مکروہ ہے۔

یازدھم۔ کسی بھی سامان کو خریدتے وقت تین بار تکبیر کہنا اور شہادتین بجا لانا مستحب ہے اور حدیث میں ہے جو شخص کچھ خریدنا چاہے تو یوں کہے:

یَاحَیُّ یَاقَیُّومُ یَادَائِمُ یَا رَؤُفُ یَا رَحِیمُ اَسْأَلُکَ بِعَوْنِکَ وَ قُدْرَتِکَ وَمَا اَحَاطَ بِهٖ عِلْمُکَ اَنْ تَقْسِمَ لِیْ مِنَ التِّجَارَةِ الْیَوْمَ اَعْظَمَهَا رِزْقاً وَّ اَوْسَعَهَا فَضْلاً وَّ خَیْرَهَا عَاقِبَةً فَاِنَّهٗ لَا خَیْرَ فِیْمَا لَاعَاقِبَةَ لَهٗ۔

اور روایت میں ہے کہ جو شخص تجارت کی جگہ بیٹھے تو یوں کہے۔

اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیکَ لَهٗ وَ اَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ اَللّٰهُمَّ اِنِّی اَسْأَلُکَ مِنْ فَضْلِکَ حَلَالاً طَیِّبًا وَّ اَعُوْذُبِکَ مِنْ اَنْ اَظْلِمَ وَ اُظْلِمَ وَ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ صَفْقَةٍ خَاسِرَةٍ وَّیَمِیْنٍ کَاذِبَةٍ۔

تو جو فرشتہ اس پر موکل ہوتا ہے وہ اس کو کہتا ہے تجھ کو بشارت ہو کہ آج بازار میں تجھ سے زیادہ خوش نصیب کوئی نہیں تو نے جلد نیکیوں کو پا لیا اور تجھ سے برائیاں مٹا دی گئیں اور عنقریب تیرے پاس وہ رزق آئے گا جو کہ تیرے لئے زیادہ طور پر تقسیم کیا گیا حالانکہ وہ تیرے لئے حلال و طیب و مبارک ہے"۔

اور تہذیب میں بسند صحیح معاویہ بن عمار سے روایت ہے کہ امام صادق علیہ السلام نے فرمایا۔ "جب تو بازار میں داخل ہو تو کہہ:

اَللّٰهُمَّ اِنِّی اَسْأَلُکَ مِنْ خَیْرِهَا وَ خَیْرِ اَهْلِهَا وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّهَا وَ شَرِّ اَهْلِهَا اَللّٰهُمَّ اِنِّی اَعُوْذُبِکَ مِنْ اَنْ اَظْلِمَ اَوْ اُظْلَمَ اَوْ اَبْغِیَ اَوْ یُبْغٰی عَلَیَّ اَوْاَعْتَدِیَ اَوْ یُعْتَدٰی عَلَیَّ اَللّٰهُمَّ اِنِّی اَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّ اِبْلِیسَ وَ جُنُوْدِهٖ وَ شَرِّ فَسَقَةِ الْعَرَبِ وَ الْعَجَمِ وَ حَسْبِیَ اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَیْهِ تَوَکَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ۔

اور الفقیہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ جو شخص بازار میں یا مسجد میں جماعت کی صورت میں داخل ہو اور ایک دفعہ یہ دعا پڑھے:

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیکَ لَهٗ وَاللّٰهُ اَکْبَرُ کَبِیراً وَّالْحَمْدُ لِلّٰهِ کَثِیْراً وَّ سُبْحَانَ اللّٰهِ بُکْرَةً وَّاَصِیْلاً وَلَا حَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ وَصَلَّی اللّٰهُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّآلِهٖ۔

تو اس کو ایک مقبول حج کے برابر ثواب ملے گا۔

دوازدھم۔ مستحب ہے کہ مال کو پہلے ہی منافع پر فروخت کر دے اگرچہ وہ کم ہو اور زیادہ کی توقع رکھ کر تاخیر کرنا مکروہ ہے جیسا کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

"جو شخص کم رزق طلب کرے گا وہ زیادہ رزق کے حصول کا وسیلہ بن جائے گا"۔

سیزدھم۔ اول وقت میں نماز کی طرف جلدی کرنا اور تجارت کا جو مال زیردست ہو تو چھوڑ دینا اور اس میں مشغول نہ رہنا مستحب ہے جیسا کہ باری تعالیٰ کا ارشاد ہے (وہ ایسے لوگ ہیں کہ جن کو تجارت اور بیع اللہ کی یاد سے غافل نہیں کرتی)

چھاردھم۔ غبن سے بچنے کے لئے معاملہ میں سعی اور کلام کرنا مستحب ہے سوائے چار مقامات کے اول ذبیحہ میں دوم کفن کی خریداری میں سوم غلاموں اور کنیزوں کی خریداری میں چہارم حج کے لئے وسائل کرایہ پر حاصل کرنے میں۔

عقد بیع اور اس کے آداب

اول:

عقد بیع اور وہ ایجاب و قبول ہے جو کہ مال معین کے مالک سے دوسرے شخص کو عوض معلوم کے بدلے منتقل ہونے پر دلالت کرے یا معاملہ کرنے والے دو شخص اس پر باہمی رضامند ہوں۔

پس محض مال دے دینا اور محض قیمت اور فروخت شدہ مال کی وصولی اس کے ثبوت کے لئے ناکافی ہے بلکہ ضروری ہے کہ ایسے الفاظ کہے جائیں جو ان دونوں کی باہمی رضامندی پر دلالت کریں ان کے بغیر معاملہ ثابت نہ ہوگا اگرچہ ایسے علامات پائے جائیں جو کہ قبض و اقباض یعنی قبضہ لینے اور قبضہ دینے پر دلالت کرتے ہوں البتہ ایسا لفظ کہنا کافی ہے جو کہ نقل و انتقال کے مفہوم کو ادا کرنے کے لئے مفید ہو یا فریقین کی رضامندی پر دلالت کرتا ہوں چاہے فریقین عربی ہوں یا عجمی۔

دوم:

شرط یہ ہے کہ ایجاب و قبول خاص لفظ کے ساتھ واقع ہوں مثلاً بائع کی طرف سے یہ کہنا کہ میں نے بیچا اور تجھ کو مالک بنایا اور خریدار کی طرف سے یہ الفاظ کہ میں نے خریدا اور میں مالک بنا اور ایسا معنی جو بعینہ اس مطلب کو سمجھا دے جبکہ صیغہ غیر عربی ہو کافی ہوگا۔ اسی طرح دوسرے الفاظ جو کہ عوضین کے نقل و انتقال اور طرفین کی رضامندی پر دلالت کریں جیسا کہ اس پر کثرت سے احادیث دلالت کرتی ہیں۔

سوم:

گونگے یا اس کے مشابہ شخص جو کلام پر قادر نہ ہوں ان کی طرف سے رضامندی پر دلالت کرنے والا اشارہ یا تحریری عبارت کافی ہوگی۔

چہارم:

اکثر فقہاء کے نزدیک صیغہ ماضی کے لفظ میں واقع ہونا چاہیئے جیسا کہ گزرا چاہے لفظ عربی ہوں یا عجمی اگرچہ وہ ماضی کے صیغہ کے بغیر بھی مطلب کی کفایت کرتے ہوں مثلاً خریدار کا فروخت کرنے

والے کو کہنا کیا تو اس مال کو اس عوض کے بدلے فروخت کرے گا؟ اور بائع کہہ دے ہاں۔ یعنی جس طرح کی عبارت بھی رضامندی پر دلالت کرے اور یہ قول قوت سے خالی نہیں لیکن احتیاط "مشہور قول" کی تائید میں ہے۔ اور اسی طرح ایجاب کا قبول پر مقدم کرنا واجب نہیں بلکہ جب خریدار کوئی ایک کلمہ کہہ دے جو کہ مال کے عوض قیمت کی منتقلی پر دلالت کرے چاہے قبول کے لفظ سے ہو یا رضا کے لفظ سے اور بائع بھی جواب میں مندرجہ بالا مفہوم ادا کر دے تو بیع صحیح ہو گی اور یہ قول مشہور ہے اور مقصد یہی ہے کہ اس کلمہ سے قیمت کے عوض مال کے انتقال کا مطلب ادا ہو جائے۔

پنجم:

صحت بیع میں شرط ہے کہ ایجاب اور قبول میں مطابقت ہو ورنہ بیع فاسد ہو گی مثلاً بائع خریدار سے کہے میں نے تجھ کو یہ دو کپڑے دس درہم میں فروخت کئے تو خریدار کہے گا کہ میں نے اتنی قیمت میں ان دونوں کپڑوں کو خریدا اور اگر کہے کہ میں نے ایک کپڑا چار درہم میں خریدا یا دونوں کو آٹھ درہم میں خریدا یا دونوں میں سے ایک کہے میں نے مذکورہ قیمت میں خریدا یا دونوں کہہ دیں کہ ہم نے ان کے نصف کو نصف قیمت میں خریدا تو یہ سب صحیح نہ ہو گا کیونکہ قبول ان تمام صورتوں میں ایجاب کے مخالف ہے۔ صرف یہی صورت صحیح ہے جس میں قبول ایجاب کے مطابق ہو۔

ششم:

فریقین کے درمیان بیع کے صحیح ہونے میں تلفظ ضروری ہے۔ ورنہ بیع صحیح نہ ہو گی مثلاً بائع خریدار سے کہہ دے کہ اس کپڑے کی قیمت تین دینار ہے اور خریدار قیمت ادا کر کے بلا تلفظ اداء صیغہ کپڑا لے لیکن یہ صورت فقہا کے نزدیک معاطاۃ کہلاتی ہے اور اس میں اور بیع میں لزوم اور عدم لزوم کا فرق ہے یعنی اس صورت میں دونوں کو یہ حق حاصل ہے کہ اگر تصرف کرنے سے قبل وہ سودا ختم کر کے مال واپس کر دیں اور قیمت طلب کریں تو جائز ہو گا کیونکہ دونوں میں کوئی مالک نہیں بنا۔

جیسا کہ دونوں کے لئے اس میں کسی مضائقہ کے بغیر تصرف جائز ہو گا اور تصرف ہی کی صورت میں بیع لازم قرار پائے گی۔ اور واپس کرنے کا حق ساقط ہو جائے گا چاہے تصرف دونوں چیزوں میں ہو۔ یعنی مال اور قیمت میں یا کسی ایک میں ہو اور چاہے تصرف اختیاری ہو یا اضطراری مثلاً ایک عوض کا مفقود ہو جانا یا سرقہ ہو جانا یا دوسرے کے مال میں مل جل جانا جبکہ اس کو جدا نہ کیا جا سکتا ہو۔ اور نہ علیحدہ اور ممتاز کیا جا سکتا ہو یا تصرف دونوں میں ہو یا ایک میں تا کہ اگر یہ معاملہ کریں تو قبض ایک چیز پر واقع ہو اور اس میں تصرف ثابت ہو تو بیع لازم ہو گی مثلاً زید نے عمرو کو ایک کپڑا دو دینار میں فروخت

کیا اور عمرو نے کپڑا وصول کرلیا اور اس میں تصرف کرلیا یعنی استعمال کرلیا یا اس کے پاس کپڑا تلف ہو گیا۔ اور اس نے ابھی تک قیمت اداء نہیں کی یعنی تب بھی بیع لازم ہو جائے گی۔ اور واجب ہو گا کہ وہ زید کو قیمت ادا کرے اور یہ معاطات صرف بیع میں صحیح ہے نہ کسی دوسرے معاملہ میں مثلاً اجارہ وغیرہ اس پر علماء امامیہ کا اجماع و اتفاق ہے کیونکہ غیر میں قواعد و دلائل کی مخالفت لازم آئے گی۔ اور بیع خلاف قواعد قرار پائے گی جیسا کہ ہم نے بیان کیا۔

ہفتم:

عقد بیع کرنے والوں میں مندرجہ ذیل شرائط کا پایا جانا ضروری ہے۔

اول :۔ بلوغ بنا بر مشہور

اور اس قول کے مطابق نابالغ بچہ کا معاملہ صحیح نہ ہو گا چاہے ولی شرعی اس کو اجازت دے یا نہ دے اور چاہے وہ خود مالک ہو یا ولی اور علماء کی ایک جماعت کا قول ہے کہ مذکورہ صورت میں معاملہ صحیح ہے اور یہ قول بہت قوی ہے اور اس پر تمام زمانوں اور تمام علاقوں میں معمول چلا آرہا ہے۔

دوم :۔ عقل

پس ایسے شخص کا معاملہ صحیح نہیں ہے جس کی عقل نہیں جیسے دیوانہ یا بیہوش یا زائل العقل نشئی جو بسبب نشہ امور کی تمیز نہ کرسکتا ہو لیکن اگر معاملہ کے عین وقت میں یہ لوگ باہوش ہوں اور نشہ میں نہ ہوں تو معاملہ صحیح ہو گا۔

سوم : قصد

یعنی بیع و خریداری کی طرف توجہ اور ارادہ پس سوتے ہوئے شخص اور صاحب سہو و لہو کا معاملہ صحیح نہیں اگرچہ یہ لوگ بعد میں اس کی اجازت دے دیں۔ کیونکہ بعد میں اجازت دینے کا کوئی فائدہ نہ ہو گا۔

چہارم :۔ اختیار

بیع پر ناحق مجبور کئے جانے والے شخص کا معاملہ صحیح نہیں ہے اگرچہ بعد میں اجازت ہی کیوں نہ دے دے اور جبر کی حد یہ ہے کہ اپنے نفس یا مال یا عزت یا اپنے برادران مومنین پر ضرر کا خوف ہو۔ اور بعض فقہاء نے کہا ہے کہ اگر بعد میں اختیار حاصل ہونے پر اجازت دے دے تو معاملہ صحیح ہو گا مگر یہ قول ضعیف اور تحقیق سے بعید ہے ہاں اگر برحق مجبور کیا گیا ہو یا شارع کا حکم ہو تو بیع صحیح ہے مثلاً

کوئی قرض خواہ اس سے اپنے قرض کا مطالبہ کر رہا ہو اور وہ تاخیر اور ٹال مٹول کر رہا ہو یا اپنے واجب النفقتہ کا خرچ دینے سے انکاری ہو تو حاکم شرع اس کے بعض اموال فروخت کرنے کے لئے اس کو مجبور کرے گا چاہے وہ رضامند نہ ہو۔ اور اسی طرح احتکار کرنے والے کو بھی مال فروخت کرنے پر مجبور کرنا صحیح ہوگا جبکہ لوگ اس مال کے محتاج ہوں یا مالک کسی حیوان کو پالتا ہو مگر اس پر خرچ نہ کرتا ہو تو حاکم اس کو فروخت کرنے پر مجبور کر دے گا۔ اور اس طرح دیگر حالات۔

ہشتم :۔

معاملہ کے لازم ہونے میں یہ شرط ہے کہ معاوضہ لینے اور دینے والوں میں سے ایک خود عوض کا مالک ہو یا مالک کا وکیل ہو لیکن بیع فضولی یہ ہے کہ غیر کا مال مالک کی اجازت کے بغیر فروخت کر دیا جائے مشہور قول کے مطابق یہ بیع صحیح ہے لیکن مستحکم نہیں بلکہ متزلزل ہے جس کا لزوم و بطلان مالک کی رضا یا عدم رضا پر موقوف ہے۔

لیکن اقویٰ یہ ہے کہ ایسا معاملہ صحیح نہیں ہے اور نہ لازم ہے۔ بلکہ تجدید بیع کرنا ہوگی اور یہی ہمارے علماء اخیار میں سے جلیل القدر علماء کا مسلک ہے اس عموماً و خصوصاً اس قول کی تائید میں روایات کثرت کی حد تک پہنچی ہوئی ہیں۔ پس معاملہ کے صحیح ہونے میں شرط ہے کہ بائع اور خریدار مالک یا مالک کے وکیل یا حاکم شرع یا ولی شرعی یا صاحب وصیت کی طرف سے اجازت یافتہ ہوں اور صاحبِ اختیار کو بعد میں حاصل ہونے والی اجازت نہ مفید ہے نہ ثمر آور اور اگر مالک خریدار کے ساتھ بیع کا عقد جدید کر لے تو درست ہوگا ورنہ فریقین کا مالک قابلِ واپسی ہوگا یعنی مالک مال واپس لے گا اور خریدار قیمت واپس لے گا۔ یعنی اگر یہ اصل مال اور قیمت موجود ہوں تو یہ بعینہ واپس ہوں گے اور اگر تلف ہو جائیں تو ان کا نعم البدل یا ان کی قیمت واپس کرنا ہوگی۔

یعنی اگر فروخت شدہ مال قیمت یا منفعت والا ہوگا جیسا کہ حیوانات جن کے اجزاء مختلف ہوں تو ایسی اشیاء کو قیمی کہا جاتا ہے۔ اگر یہ تلف ہو جائیں تو تلف ہونے کی صورت میں انکی قیمت دی جائے گی۔ اور اگر مثلی ہوں جیسے غلات اور دانے اور گھی تو تلف ہونے کی صورت میں ان کے مثل مال ہی کو واپس کیا جائے گا۔ جب فروخت شدہ مال قیمی ہوگا اور خریدار کو معلوم ہو کہ وہ غیر کا مال ہے اور بیع فضولی ہے تو واجب ہے کہ مالک کو بلند تر قیمت ادا کرے چاہے تفاوت باعتبار بازار ہو یا فروخت شدہ مال کمی بیشی یا منفعت کے بڑھنے گھٹنے سے اعتبار ہو۔ لیکن اگر وہ مسئلہ سے جاہل ہو تو مال تلف ہونے کے دن جو قیمت تھی وہی ادا کرنا اس پر لازم ہوگا۔ اور اگر وہ مال بصورت زمین ہو اور مشتری اس کو

کاشت کر دے تو مالک کو فصل کٹائی کے موسم تک انتظار کرنا پڑے گا۔ اور پھر وہ خریدار سے اس کی اجرت وصول کرے گا یا اس کو بروقت ہی موجودہ زراعت کی قیمت دے کر زمین بمع فصل واپس لے لے گا۔ ان دونوں صورتوں کو اختیار کر لینا اس کے لئے جائز ہے۔

اور اگر خریدار نے زمین پر کوئی عمارت بنالی ہے یا درخت کاشت کر لئے ہیں یا نہریں کھودی ہیں یا رکاوٹیں ختم کر کے اس کو آباد کر لیا ہے تو مالک سے اس کا کل خرچہ وصول کر سکے گا۔ اور اگر اس نے کوئی سابقہ عمارت گرا دی ہے یا درخت کاٹ دیئے ہیں تو اس پر واجب ہے کہ مالک کو نقصان کی تلافی کر کے دے۔

اور خریدار کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ قیمت کی بجائے وہ بائع سے مثل یا منافع کی قیمت یا تلف کے تاوان کا مطالبہ کرے۔ بلکہ وہ صرف وہی قیمت طلب کرے گا جو وہ ادا کر چکا تھا چاہے معاملہ کی کیفیت سے واقف ہو یا ناواقف اور چاہے قیمت موجود اور باقی ہو یا تلف قیمی ہو گئی ہو اور قیمت بصورت مثلی ہو یا قیمی پس خریدار بیع فضولی کرنے والے سے قیمت ہی لے گا۔ چاہے اس کے پاس قیمت موجود ہو یا نہ۔ اگر مال قیمی ہو تو وہی لے گا ورنہ اس کی مثل لے لے گا۔

چند ضروری مسائل

اس بحث میں چند مسائل ہیں جن کی نشاندہی کرنا ہمارے لئے ضروری ہے۔

اول:

اگر فروخت شدہ مال تلف ہو جائے تو مالک اور بائع کے درمیان کوئی نزاع نہیں رہتا کیونکہ ہمارے اختیار کردہ مسلک کے مطابق بیع فضولی صحیح نہیں ہے۔ بلکہ خریدار بائع سے اپنی قیمت واپس لے لے گا۔ اور اصل نزاع مالک اور بائع کے درمیان رہ جائے گا۔ وہ تلف کے دن کے مطابق مال کی اعلیٰ قیمت وصول کرنے کا حقدار ہو گا اگر مالک اپنا دعویٰ ثابت کر دے تو اس کے مطابق قیمت وصول کر لے گا ورنہ خریدار اپنا دعویٰ قسم کے ساتھ ثابت کرے گا اور مالک کو اپنے دعویٰ کے مطابق ادائیگی کرے گا۔

دوم:

نابالغ بچہ کی بیع اس کے ولی شرعی کی رضامندی یا اجازت کے بغیر صحیح نہیں ہے۔ اگر وہ کسی غیر کو ولی شرعی کی اجازت کے بغیر بیع کر دے تو بیع شرعاً لازم نہ ہو گی۔ چاہے بچہ بالغ ہونے کے بعد اس پر راضی ہی کیوں نہ ہو جائے بلکہ طرفین کے درمیان ایسے لفظ کا ادا ہونا ضروری ہو گا جو نقل و انتقال پر رضامندی ثابت کرے۔ البتہ اس دوران گزرے ہوئے دنوں کے منافع کو صحیح اور حلال کرنے کے لئے یا تو گاہک کو بری الذمہ قرار دے کر دے اس کی مصالحت کر لے۔

سوم:

اگر بیع فضولی کرنے والا بائع مالک اور مشتری کے درمیان رضامندی کے بغیر خود فروخت شدہ مال خرید لے اور پھر مالک اور مشتری کے درمیان سودا طے ہو جائے تو مشہور قول ہے کہ بیع صحیح ہے اور ہمارے فتویٰ مختارہ کے مطابق جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے بیع فضولی صحیح نہ ہونے کی وجہ سے جدید عقد بیع کی ضرورت ہو گی۔

چہارم:

اگر بیع فضولی کے بعد ایک ہی چیز پر متعدد عقود بیع واقع ہوں چاہے فروخت شدہ چیز پر یا اس کی قیمت پر سہی تو مالک کی اجازت و رضامندی نہ اثر انداز ہو گی نہ ثمر آور چاہے تمام عقود کی اجازت دے یا بعض کی یا اول کی یا آخر کی یا وسط کی کیونکہ تمام عقود بیع اصلاً ہی فاسد ہوں گے جیسا کہ ہم نے اختیار کیا مثلاً اگر بیع فضولی کے طور پر کوئی کسی دوسرے شخص کا کپڑا دو دینار میں فروخت کر دے اور خریدار آگے کپڑے کو تلوار کے عوض بیچ دے اور پھر وہ تلوار کو کتاب کے عوض بیچ دے اور پھر یہ شخص تلوار کو آگے دو دینار میں بیچ دے تو اصلاً تمام سودے فاسد ہوں گے اور تمام اشیاء اور قیمتیں اپنے اپنے مالکان کو واپس کر دی جائیں گی۔

پنجم:

اگر کوئی غیر کی ملکیت کو اپنی ملکیت کے ساتھ مل کر ایک ہی عقد بیع کے ساتھ فروخت کر دے تو صرف وہی بیع صحیح ہو گی جس کو اس کی ملکیت تھی چاہے دوسرا اجازت دے یا نہ دے۔ اور خریدار کو یہ اختیار نہیں ہے کہ سودا کے حصے کر دے اگرچہ وہ اس مسئلہ سے جاہل ہی کیوں نہ ہو کہ فروخت شدہ مال کا بعض حصہ بائع کی ملکیت نہیں ہو سکتا۔ اور اس کا بیان اپنے مقام پر آئے گا پس اس صورت میں غیر کی قیمت مجموعی نسبت کے لحاظ سے مشتری کو واپس کر دی جائے گی بشرطیکہ وہ پورے مال کی قیمت

ادا کر چکا ہو۔ ورنہ بائع کی ملکیت کی نسبت سے قیمت واپس کی جائے گی۔ اور واپس کرتے وقت ہی قیمت کا تعین کیا جائے گا۔ پھر ہر حصہ کی قیمت الگ الگ کی جائے گی۔ اور مجموعی نسبت سے مشتری اپنا حصہ اپنے قبضہ میں لے گا مثلاً اگر وہ دو کپڑے دس درہم کے فروخت کرے جبکہ ایک کپڑا اس کی اپنی ملکیت ہو اور دوسرا فضولی تو اگر وہ دوسرے کی قیمت واپس لینا چاہے گا تو دونوں کی قیمت لگائی جائے گی۔ مثلاً دونوں کی قیمت مجموعی طور پر بیس درہم تھی اور دوسرے کی ملکیت کی قیمت دس درہم تو مشتری بائع فضولی سے اس کی نصف قیمت یعنی پانچ درہم لے لے گا۔ لیکن اسی مثال میں اگر غیر کے مال کی قیمت چار درہم تھی تو چار بیس کا پانچواں حصہ ہے۔ اس طرح مشتری کو دو درہم ملیں گے۔ جو کہ اس کی رضامندی سے طے شدہ قیمت کا ۱/۵ ہے۔ اور اسی طرح اگر ملکیتی اور غیر ملکیتی مال فروخت کرے مثلاً ایک بھیڑ اور ایک خنزیر یا سرکہ اور شراب تو غیر مملوکہ کی قیمت بھی اس بیان شدہ نسبت سے واپس کی جائے گی۔ پس خنزیر اور شراب کی قیمت وہی لگائیں گے جن کے نزدیک یہ حلال ہو اور حلال کی قیمت دو عادل مسلمان لگائیں گے جو ان کی قیمت سے آگاہ ہوں یا جماعت کثیرہ کی خبر کے مطابق قیمت لگے گی جو مفید علم یا مفید ظن و تخمین ہو۔

ششم:

اگر بیٹا باپ کے مال کو اس کی اجازت کے بغیر یہ سمجھ کر فروخت کرے کہ وہ زندہ ہے اور اس کی بیع فضولی ہے اور پھر معلوم ہو کہ معاملہ کے وقت وہ فوت ہو چکا تھا اور مال وراثتہ لڑکے کو منتقل ہو چکا تھا تو اس صورت میں معاملہ صحیح ہو گا اور بظاہر دوبارہ بیع کا محتاج نہ ہو گا۔

ہفتم:

وکیل موکل کی زندگی تک اس کی طرف سے معاملہ کر سکے گا۔ اور موکل کی وفات کے بعد اس کو اس کی طرف سے بیع و شراء (خرید و فروخت) کا حق نہیں ہے۔ کیونکہ مال وارث کو منتقل ہو چکا ہو تو وہی مالک ہوتا ہے اور اس کی اجازت کے بغیر تصرف جائز نہیں ہوتا۔

ہشتم:

اگر خرید و فروخت کے متعلق وکالت عام ہو اور وکیل بھی اس بات کی وضاحت سے یا قرائن مفیدہ سے جانتا ہو تو وکیل کے لئے جائز ہے کہ موکل کا مال اپنے لئے خریدے یا اپنے موکل کو اپنا ذاتی مال بیع کر دے۔ لیکن یہ مکروہ ہے۔ اور جب وکالت مطلقہ ہو جس میں نہ وضاحت ہو یا قرائن مفیدہ تو

وکیل کے لئے جائز نہیں کہ اپنا مال مؤکل کو فروخت کرے اور نہ یہ کہ مؤکل کا مال خود خریدے اگر ایسا کرے گا تو خائن ہو گا اگرچہ وہ مؤکل کے مال کو بہت مہنگا خریدے یا اس کا اپنا فروخت کردہ مال بہت ہی قیمتی ہو لیکن اگر یہ احتمال نہ ہو کہ وہ اپنا مال بہت مہنگا فروخت کرے اور نہ کہ مؤکل کے مال کو بہت سستا خریدے اور اس کو اطمینان ہو کہ مؤکل اس کے بارے میں بدگمانی اور تہمت کا ارتکاب نہ کرے گا تو اس صورت میں مکروہ کے طور پر جائز ہے۔

نہم:

باپ اور دادا یا ان کے آباء یا اس وقت تک لڑکے کے ولی شرعی ہیں جب تک وہ کم سن بچہ ہو اس کے بالغ عاقل ہونے کے بعد ولایت نہیں ہے لیکن اس صورت میں جبکہ اس پر جنون یا کم سنی سے ہی پاگل پن کا حملہ ہو اور بلوغ کے بعد بھی جاری رہے تو ہر عمر میں ولایت باقی ہے اور اسی طرح باپ دادا کے انتقال کے بعد ان کا مقررہ کردہ وصی ہے اور یہ وصی بھی مر جائے تو حاکم شرع ولی ہو گا اور جن لوگوں پر بلوغ کے بعد جنون اور پاگل پن طاری ہو تو ان پر حاکم شرع ولی ہو گا اگرچہ اس کے باپ دادا زندہ سلامت ہو تب بھی حاکم شرع کی موجودگی میں ان پر اس پر قطعاً کوئی ولایت نہیں ہے۔

دھم:

والد اور اولاد کو ایک دوسرے کے مال میں اجازت کے بغیر تصرف کا حق نہیں ہے۔ چاہے لڑکا بالغ راشد ہو یا نہ ہاں اگر لڑکا کم سن ہو تو اس کی مصلحت کو ملحوظ رکھتے ہوئے والد اس کے مال میں تصرف کر سکتا ہے۔ اگر ان میں ایک فقیر ہو اور دوسرا تونگر تو فقیر بقدر ضرورت اس کے مال میں تصرف کر سکتا ہے کیونکہ وہ شرعاً واجب النفقہ ہے اور یہ تب جائز ہو گا جب تونگر اپنے فرض کی ادائیگی میں بخل کرے اور شرعی حقوق ادا نہ کرے اور اگر اپنی شرعی تکلیف پر عمل کرتا ہو اور فقیر کی حاجت روائی کرتا ہو تو چاہے والد ہو یا اولاد کسی کو بھی کسی طرح ایک دوسرے کے مال میں تصرف کا حق نہیں ہے۔

یازدھم:

وصی کے لئے جائز ہے کہ کم سن کے مال میں اپنی مصلحتی صوابدید کے مطابق تصرف کرے جیسا کہ یہ حق باپ دادا کو بھی حاصل ہے۔ اور ان کے لئے مال خریدے اور ان کا مال اپنے لئے خریدے اور طرفین سے خود ہی عقد بیع کرے کیونکہ وہ حقیقی ولی ہے۔

اور اس کو یہ حق بھی حاصل ہے کہ کم سنوں میں سے کسی کا مال دوسرے کم سن کے لئے

خریدے اور ایجاباً قبولاً عقد بیع کا صیغہ جاری کرے اور یہ بھی اس کے لئے جائز ہے کہ ان کے اموال قرضہ میں لے اور ان کو اپنی تحویل میں لے کر خود اپنی تجارت کرے اور جو نفع نقصان حاصل ہو اور جو خمس و زکوٰۃ نکلے وہ اسی کا شمار ہو گا لیکن اگر اس کا اپنا ذاتی مال شامل نہ ہو اور کل مال کم سنوں کا ہو تو نفع ان کا ہو گا اور نقصان کا وہ ذمہ دار ہو گا اور مال تلف ہونے کی صورت میں ضامن بھی ہو گا۔ بشرطیکہ انکے مال سے اپنی تجارت کرے۔ اگر تجارت ان کے لئے ہی کرے تو نفع و نقصان ان کی طرف عائد ہو گا اور ان کے غیر مکلف ہونے کی وجہ سے ان پر خمس و زکوٰۃ عائد نہ ہو گی۔

دوازدھم:

باپ دادا اور وصی کے بعد حاکم شرع ہی یتیموں کا ولی ہے اور ان کے لئے صوابدید و صلاح کے مطابق بیع و شراء کر سکتا ہے اور اسی طرح اس کو کسی غائب کے مال میں اختیار ہے کہ وہ ثبوت شرعی کے بعد اس کے مال میں سے اس کا قرضہ بھی ادا کرے۔

بعض دیگر شرائط جن پر صحت معاملات کا دارومدار ہے

پہلی شرط:

واجب ہے کہ فروخت شدہ مال خالصتہً بائع کی ملکیت ہو اور کسی غیر کی اس میں مداخلت نہ ہو لہٰذا رہن رکھنے والا مالک رہن کا مال بیع نہیں کر سکتا۔ جب تک صاحبِ رہن اجازت نہ دے اور نہ ہی صاحبِ رہن اصل مالک کی وکالت لئے بغیر اس کو فروخت کرے گا۔ اگر رہن رکھوانے والا مطلوبہ مال کی ادائیگی سے انکاری ہو اور بیع رہن کی اجازت بھی نہ ہو تو اس صورت میں رہن کا مالک حاکم کی طرف رجوع کرے گا اور وہ رہن والے کو مجبور کرے گا کہ صاحبِ رہن کا مطلوبہ مال ادا کرے یا رہن فروخت کرے اگر وہ پھر بھی انکار پر باقی رہے تو اس کی مرضی کے خلاف رہن کو فروخت کر دے گا اور اگر حاکم کی طرف رجوع ممکن نہ ہو مثلاً کہ وہ موجود ہی نہ ہو یا کوئی وجہ تب اس کے لئے جاز ہے کہ رہن فروخت کر کے اپنی طلب پوری کرے چاہے رہن والا اس کی اجازت نہ دے۔

اس طرف "وقف" کو بھی دو مقامات پر فروخت کرنا جائز ہے۔

پہلا مقام:

اگر وقف دائمی نہ ہو مثلاً کسی نے کوئی مال اپنی اولاد کے پہلے طبقہ پر وقف کیا ہو یا وقف شدہ چیز زائل ہونے والی ہو۔ مثلاً غلام یا کنیز یا حیوان اور وہ بھی اولاد کی خدمت کے لئے وقف ہو۔ اور جن لوگوں پر یہ وقف کیا گیا ہو وہ اپنی ضروریات کے لئے اس وقف کو فروخت کرنے کے سخت ضرورت مند ہوں یا اس وقف کے لئے کوئی تنازع اور اختلاف پیدا ہو گیا ہو اور وہاں کسی کے قتل یا اموال کے تلف ہونے کا اندیشہ ہو اور یہ لوگ اگر وقف کرنے والے کے وارث ہوں تو ان کے لئے کل یا بعض وقف کو اس مقصد کے لے فروخت کرنا جائز ہے۔ لیکن اگر وقف مؤبد ہو تو اس کو فروخت کرنا کسی صورت میں بھی جائز نہیں ہے۔ چاہے موقوف علیہم حضرات سخت ضرورت مند ہی کیوں نہ ہوں اور ان میں شدید سے شدید تنازع ہی کیوں نہ واقع ہو اس صورت میں ناظر وقف یا حاکم شرع تولیت کرے گا اور پورے محاصل وصول کر کے ان میں بقدر استحقاق تقسیم کرے گا۔

دوسرا مقام:

وقف شدہ چیز مٹ جائے یا وقف کے مقاصد کے قابل ہی نہ رہے مثلاً مسجد کی چٹائی جو اس قدر پرانی ہو جائے کہ اس پر نماز وغیرہ ممکن نہ رہے تو اس کو فروخت کر کے اس کی قیمت مسجد میں صرف کی جائے گی یا موقوف علیہ اہلیت وقف کے قابل نہ رہے اور اس سے وقف کی صفت زائل ہو جائے مثلاً کسی نے کوئی چیز اپنی مسلمان اولاد کے لئے وقف کی اور وہ مرتد ہو جائے یا ضروریات اسلام کا انکار کرنے لگے اور دوسری اولاد نہ ہو تو اس کے منافع کو نیکی اور احسان کے موارد میں صرف کر دیا جائے گا۔

دوسری شرط:

واجب ہے کہ متعلق معاملہ کے اجزاء یکجا ہوں اس صورت میں صرف جملہ منافع کا بیع و شراء جائز نہیں ہے چاہے یہ غلاموں اور کنیزوں کے ہوں (اگر بالفرض اس زمانہ میں ہوں کیونکہ ان کا موضوع ہی اب ختم ہو چکا ہے) بلکہ یہ اجارہ کے طور پر ہی جائز ہو گا۔

تیسری شرط:

واجب ہے کہ بیع شراء کی متعلقہ چیز بائع و مشتری کو بلحاظ جنس، مقدار، وصف معلوم ہو کیونکہ ان سے ناواقفیت ضرر یا دھوکہ کی مستلزم ہو گی لیکن کیونکہ اجناس کا معلوم ہونا بھی وزن، ناپ، عدد،

مشاہدہ، سونگھنے، چکھنے وغیرہ کے لحاظ سے مختلف ہے لہٰذا ان کا تذکرہ بھی یہاں واجب ہے۔ جو کہ چند مسائل ہیں۔

اول:

اگر مال ناپ اور تول سے تعلق رکھتا ہو مثلاً دانے، تیل وغیرہ تو ضروری ہے کہ ان کا اعتبار بھی رائج عادی طریقہ کے مطابق کیا جائے اس کے علاوہ جائز نہ ہو گا جس طرح کہ ڈھیری کا مشاہدہ کر لیا جائے اور نہ ہی نامعلوم ناپ کے ساتھ جائز ہو گا مثلاً حاضر پیالہ کے حساب سے سودا کرنا اور نہ مجہول وزن کے ساتھ جیسے نامعلوم باٹ پر یا کسی نامعلوم معین مشکیزہ پر اگرچہ ان کی مقدار معلوم ہو اور فریقین ان پر رضامند ہوں۔ اور بعض اشیاء ناپ اور تول اور شمار کے لحاظ سے زمانہ اور مکاں کے لحاظ سے مختلف ہوتی ہیں۔ مثلاً اخروٹ، مالٹا یا دیگر مرکبات یا ککڑی اور بینگن وغیرہ تو مقامی رواج کے مطابق ان کا معاملہ کرنا بلاحرج ہے اور اگر تھوڑا بہت تفاوت ہوتا تو شرعاً معاف ہو گا۔

دوم:

اگر قابلِ شمار مال کی کثرت کی وجہ سے ضرورت ناپ سے پوری ہو جاتی ہو تو اسی ناپ کا اعتبار کیا جائے گا۔ بلکہ ہر قابلِ وزن اور قابلِ شمار مال کو ناپ کے ساتھ فروخت کرنا جائز ہے۔ لیکن جب ضرورت نہ ہو تو وزن ناپ کی نسبت اختیاری حالات میں زیادہ محفوظ اور قابلِ ترجیح ہے۔

سوم   زمین اور باغ کا معاملہ محض مشاہدہ کرنے سے یعنی پیمائش کا علم حاصل کئے بغیر ہو سکتا ہے اسی طرح بچھانے کے قالین اور لباس وغیرہ بھی پوری طرح دیکھے بغیر انکی خرید و فروخت کا معاملہ جائز ہے مقصد یہ ہے کہ قابل فروخت مال کے تمام اجزاء کا مشاہدہ کرے البتہ اگر یہ لپٹے ہوئے ہوں اور ان کا صرف ایک جزو نظر آتا ہو اور باقی مخفی ہوں تو معاملہ جائز نہیں ہاں اگر ان کے اجزاء ایک جیسے ہوں اور مختلف نہ ہوں تو کل کی بجائے صرف جزء کا مشاہدہ کافی ہے۔

چہارم   تھن کے اندر ہی دودھ کا بیع کرنا یا پانی میں ہی مچھلی کا بیع کرنا جائز نہیں ہے لیکن اگر پانی کا تالاب محدود ہو اور کسی کی ملکیت میں ہو تو بمع مچھلیوں کے ان کی بیع جائز ہے چاہے اس کے ساتھ کوئی ضمیمہ ہو یا نہ ہو اور چاہے مچھلیاں قابل مشاہدہ ہوں یا نہ ہوں ہاں اگر ان کے ساتھ کسی معلوم چیز کا ضمیمہ بھی شامل ہو اور وہ اصلاً بھی اور قیمت کے لحاظ سے ضروری بھی ہو تو کوئی حرج نہیں ہے اگرچہ اس کے ساتھ تھن کا دودھ یا تالاب کی مچھلیاں حاصل ہوں یا نہ ہوں ہاں اگر وہ اصلاً قابل ضرورت نہ ہو بلکہ عرضاً مقصود ہوں تو اس بیع کے صحیح ہوتے ہی اشکال ہے اور اگر ان سے کچھ بھی حاصل نہ ہو تو باتفاق فقہاء قیمت میں کمی نہیں کی جائے گی اسی طرح حیوان کے پیٹ میں ہونے والے بچے کا اسی حالت میں بیع کرنا جائز نہیں اور اس حیوان کی ماں کے ساتھ جائز ہے کیونکہ وہ مقصود بالذات اور بچہ مقصود بالعرض ہے۔

لیکن اون، بال اور بُر کو کاٹنے سے پہلے بیع کرنا مشاہدہ کے ساتھ مطلقاً جائز ہے اور اگر ایک معین مدت تک ان کو کاٹنے یا باقی رکھنے کی شرط لگائی جائے تو اس کو صحت معاملہ میں کوئی دخل نہیں ہوں گا ہاں تنازع جھگڑا وغیرہ قطع کرنے میں ان کو کاٹنے کی شرط لگائی جاسکتی ہے اور انکو باقی رکھنے کی صورت میں بائع کا مال چونکہ مشتری کے مال کے ساتھ مخلوط ہو جائے گا لہذا دونوں اس بیع میں شریک ہوں گے اور اہل تجربہ کی نظر کے مطابق یا مصالحت کے ساتھ یہ دونوں کی قیمت تقسیم کریں گے اسی طرح جانور کے پیٹ میں ہونے والے بچے کے ساتھ اس جانور کے بالوں اون کے ضمیمہ کے ساتھ فروخت کرنا جائز ہے لیکن، جانوروں کی زندگی میں ہی ان کی کھالوں کا سودا کر لینا مشاہدہ کے ساتھ بھی باجماع اصحاب فقہاء جائز نہیں،

پنجم   مشاہدہ کی صورت میں وصف معلوم کئے بغیر مشاہدہ ہی بیع کیلئے کافی ہے اور مشاہدہ کے بغیر وصف کے ساتھ فروخت کرنا صحیح ہے مثلاً بائع خریدار سے کہتا ہے کہ میں نے تمہیں فلاں کارخانے کے بنے ہوئے کپڑے کا بیس میٹر اسکی فلاں نفیس قسم سبز رنگ جس کا عرض ستر سینٹی میٹر ہے بیس

دینار میں فروخت کیا تو بیع صحیح ہو گی اور واجب ہے کہ ہر اس وصف کا ذکر کرے جس کے وجود یا عدم سے مال کی قیمت میں تفاوت ہو سکتا ہو۔

اور اسی طرح اگر بائع مشتری کو کوئی مال پیش کر کے کہتا ہے میں اس قسم کے مال کے دس عدد تمہیں پچاس دینار کے فروخت کئے اور دونوں صورتوں میں مشتری کا حق ہے کہ وہ یہی وصف اور یہی نمونہ وصول کرے اگر اس کے مطابق وصول نہ ہو تو مشتری کو اختیار ہے کہ مال رد کرے اور قیمت واپس طلب کرے یا طے شدہ بات کے مطابق مطالبہ کرے جس پر دونوں رضامند ہو سکیں اگر مال کا بعض حصہ وصف کے مطابق نہ ہو تو مشتری کو اختیار ہے کہ معاملہ فسخ کر دے اور تمام مال واپس کر کے قیمت طلب کرے یا معاہدہ کے مطابق ساماں کو دیکھ کر باقی کو واپس کر دے یا اس کا عوض طلب کرے۔

ششم کستوری کو اس کے قدرتی خول میں فروخت کرنا جائز ہے جو کہ جلد کی صورت میں اس پر لپٹی ہوئی ہوتی ہے اگرچہ شگافتہ کرنے کے بعد صحیح سلامت نہ پایا جائے اگر کستوری عیب دار نکلے تو مشتری کو اختیار ہے کہ تاوان کے ساتھ قبول کرے یا واپس کر کے قیمت لوٹا لے اور اس طرح ہر اس چیز کی بیع جائز ہے جس سے خاص ذائقہ یا بُو مطلوب ہو اور اصل صحت پر بناء کرتے ہوئے آزمائش نہ کی گئی ہو لیکن اگر مشتری آزمائش سے زیادہ تصرف کر لے تو پھر اس کو واپس کرنے کا اختیار نہ ہو گا بلکہ صرف عیب کا تاوان طلب کرے گا۔

اور اگر مال ایسا ہو جو کہ آزمائش کرنے سے خراب ہو جاتا ہو مثلاً تربوز اور خربوزہ اور انڈہ تو بلا آزمائش اس کا معاملہ جائز ہے اور توڑنے اور کاٹنے کے بعد اگر اس قدر عیب دار اور فاسد نکلے کہ بے قیمت ثابت ہو تو وہ بائع کو واپس کر کے مشتری اپنی پوری قیمت طلب کرے گا چاہے اس نے صحیح ہونے کی شرط کے ساتھ خریدا ہو یا نہ اور چاہے بائع نے ذمہ داری دی ہو یا نہ لیکن اگر بے قیمت نہ ہو تو پھر بائع کو واپس نہ کیا جائے گا بلکہ مشتری تاوان کے ساتھ اس کو رکھ لے گا۔ لیکن اگر بائع نے اس سے بری الذمہ ہونے کی شرط عائد کی ہو اور اس نے قبول کی ہو تو پھر تاوان طلب کرنے کا حق نہ ہو گا۔

ہفتم: اگر مشتری نے خریدنے سے قبل مال کا مشاہدہ کیا ہو اور اتنا عرصہ نہ گزرا ہو کہ معاملہ کے وقت تک اس میں تبدیلی کی گنجائش ہو تو اسی مشاہدہ پر اکتفاء کرنا جائز ہے اور اسی کے مطابق بیع صحیح ہے اور بنا بریں اگر مشاہدہ اور معاملہ کے درمیان مال میں تبدیلی نہ ہوئی ہو یا قابل معافی معمولی تبدیلی ہوئی ہو تو مشتری کو سودا فسخ کرنے کا اختیار نہیں ہے اور اگر تبدیلی ہوئی ہو اور بہت ہی زیادہ فرق آگیا ہو اور مشتری قسم کھا کر اس کو ثابت کر دے تو اس کو اختیار ہے کہ معاملہ جاری رکھے یا فسخ کر دے۔ لیکن کافی

عرصہ گزر جانے کے ساتھ اور قطعی تبدیلی واقع ہونے کی صورت میں از سر نو مشاہدہ کے بغیر یا ایسی صفت کے بغیر جو مفید یقین اور دافع جہل ہو معاملہ کرنا جائز نہیں ہے۔

ہشتم: قابل ناپ یا تول یا گنتی کی پہچان میں عرف پر دار و مدار ہوگا اور اس مال کے بارے میں علاقہ کی عادت اور رواج کو ملحوظ رکھا جائیگا مثلاً مرکبات بعض ملکوں میں تول کے ساتھ اور بعض ملکوں میں شمار سے فروخت ہوتے ہوں تو عادت کی پیروی کی جائے گی۔

نہم: بیع کے صحیح ہونے کی ایک شرط سودا طے کرنے سے قیمت کا تعین ہے اور اس کا ابہام جائز نہیں مثلاً اگر کہے کہ میں نے یہ مال اتنے میں بیع کیا جتنا کہ میرا ساتھی کہتا ہے یا تیرا ساتھی یا ہمارا پڑوسی کہتا ہے یا یہ گزرنے والا کہتا ہے یا جو میں معاملہ طے ہونے کے بعد بتلاؤں گا یا جس پر ہم رضامند ہو جائیں یا اسطرح دیگر مجہول وصف بیان کرنا صحیح نہیں ہے اگر اس طریقہ پر مال مشتری کی طرف منتقل ہوا تو وہ ضامن ہوگا اور اس کو بائع کی طرف واپس لوٹانا واجب ہوگا اور اگر وہ تلف ہو جائے یا مثلی ہو جیسا کہ گندم اور جو اور گھی تو اس کی مثل یا قیمت واپس کرنا واجب ہے بشرطیکہ وہ عام نہ پائی جانے اور قیمت کا اعتبار اس کے ناپید ہونے کے دن کی قیمت کے مطابق ہوگا اور اگر فروخت شدہ مال قیمی ہو مثلاً حیوان تو اس کی قیمت ادا کرے گا اور یہ قیمت مال وصول کرنے کے دن کے مطابق معتبر ہوگی چاہیے قیمت کا اختلاف بازار کے مطابق ہو یا فروخت شدہ مال کے حالات کی تبدیلی کی حیثیت سے اور اس دوران اسکے منافع اور پیداوار مثلاً (حیوان کا بچہ) ہو جائے تو اس کو بھی واپس کرنا واجب ہوگا۔

اور اگر وہ مال کرایہ اور اجرت کی قبیل سے ہو جیسے خچر اور گدھا یا مکان یا دکان تو اسکی اجرت بھی بائع کے سپرد کرنا واجب ہے۔ اور مشتری کے پاس اس مال میں نقص یا عیب واقع ہو جائے تو اس کو تاوان دینا بھی واجب ہوگا اور اگر مشتری کے پاس رہنے کے دوران اسکی قیمت بڑھ جائے مثلاً اس خام مال کو رنگ دیا جائے یا کنیز یا غلام ہو اور تعلیم یافتہ ہو جائے یا کوئی صنعت سیکھ لے اور کامل ہو جائے تو اسکی قیمت بائع سے وصول کرے گا اسی طرح اس کی حفاظت اور زندگی کا خرچہ مثلاً حیوان کا چارہ وغیرہ کا خرچ بھی بائع سے لے گا۔

ہاں۔ اس میں کوئی مانع نہیں ہے کہ بائع قیمت لگانے یا اندازہ کرنے کا حق مشتری کے فیصلہ پر چھوڑدے اور مشتری وصف و جنس کے اعتبار سے اپنی مرضی کی قیمت لگائے جس کو بائع بھی تسلیم کرے تو بیع صحیح ہوگی اور معاملہ کامل ہوگا۔

اور اگر بائع اس مشتری کی مقرر کردہ قیمت پر راضی نہ ہو تو اس سے بازار کی قیمت وصول کرے گا جیسا رفاعہ نامی راوی کی صحیح السند حدیث سے ثابت ہوتا ہے جو کتاب کافی تہذیب اور الفقیہ میں ہے

اگرچہ وہ مشہور قول کے خلاف ہے اور احوط ہے کہ معاملہ سے قبل قیمت کا تعین کر لیا جائے جیسا کہ ہم نے کہا۔

دہم: مشاہدہ کی جانے والی جنس کے اجزاء یا مساوی ہوں گے مثلاً دانے۔ اور تیل وغیرہ یا مختلف ہوں گے مثلاً جواہر اور حیوانات، پہلی صورت میں مثلاً گندم یا جَو کی ڈھیری کی مقدار اگر معلوم ہو تو اس کی بیع یا لجملہ یا اس کا کچھ جانا پہچانا حصہ ہو تو اس کی بیع مشترکہ بلا اشکال جائز ہے اور یہ بھی جائز ہے کہ اس سے مقدار معین پیمانہ ناپ کے ساتھ بیع کی جائے اور مالک مشتری سے کہہ دے کہ میں نے یہ پوری ڈھیری بیع کی اس میں سے ہر پیمانہ دس درھم کا ہے یا کہے کہ میں نے اس کے دس پیمانے سو درھم کے فروخت کئے تو یہ معاملہ صحیح ہے اس میں کوئی فریب دھوکہ نہیں نہ اس میں ضرر ہے جو اس کے فاسد ہونے کا سبب ہو بلکہ صحیح ہے اگرچہ ڈھیری کی مقدار نہ معلوم ہو ہاں اگر ڈھیری نامعلوم ہو اور اس پر معاملہ بالجملہ یا جزوی طور پر بلاوزن و ناپ جاری کیا جائے تو بیع فاسد ہو گی اور صحیح نہ ہو گا۔

لیکن حیوانات مثلاً بھیڑوں کا ایک ریوڑ تو اس میں کسی ایک فرد کی مشترکہ بیع جائز نہیں ہے کیونکہ افراد گوسفند میں بہت فرق ہے حتی کہ دو گوسفند بھی مساوی صفت کے ساتھ نہیں پائی جاتیں اس لحاظ سے معاملہ صحیح نہیں ہے ہاں اگر جملہ کی مقدار معلوم ہو تو نصف یا ثلث کی بیع مشترکہ طور پر بلا اشکال جائز ہے جیسا کہ ایک فرد معین کی بیع بھی جائز ہے جبکہ بالجملہ تعین نہ ہو اور باقی اجناس مثلاً اراضی اور کپڑے بھی جن کے اجزاء میں بہت اختلاف اور فرق ہے وہ حیوان اور جواہر کے حکم میں ہے اور اگر ایسا نہ ہو بلکہ معمولی اختلاف و فرق ہو وہ بھی دانوں اور تیلوں کے حکم میں ہوں گے۔

چوتھی شرط: فروخت کردہ مال کو مشتری کے سپرد کرنے پر قدرت کا حاصل ہونا لہذا اڑتے ہوئے کبوتر کی بیع جائز نہیں مگر اس صورت میں وہ کبوتر سیکھے ہوئے ہوں اور عادتاً اڑ کر واپس آ جاتے ہوں اور گم شدہ حیوان کا معاملہ ضمیمہ کے ساتھ صحیح ہے بلکہ بلا ضمیمہ بھی جائز ہے مگر یہ ملحوظ رکھنا ہو گا کہ اس کو پکڑ کر مشتری کے سپرد کرنا ممکن ہو۔ ایسا ممکن نہ ہو تو بیع باطل ہو گی اور یہاں کچھ ایسے مسائل ہیں جن کا تعلق بھاگے ہوئے یا گم غلام کے ساتھ ہے مگر ہم ان کے بیان سے اعراض کرتے ہیں کیونکہ ہمارے اس زمانہ میں غلاموں کا موضوع ہی موجود نہیں۔

اقسام خیارات

پہلی قسم (خیار مجلس)

وہ اس طرح ہے کہ عقد بیع اور صیغہ بیع جاری کرنے کے بعد بائع و مشتری کو اختیار ہو گا کہ وہ اپنی جگہ سے برخواست ہونے سے قبل اور جدا ہونے سے پہلے معاملہ فسخ کر دیں اور اس میں چند مسائل ہیں۔

اول: اگر بائع و مشتری اپنی جگہ سے برخواست ہو جائیں مگر جدا نہ ہوئے ہوں اور باہر جا کر ان میں اتنا ہی فاصلہ ہو جتنا اندر تھا تو دونوں کو بیع فسخ کرنے کا اختیار باقی رہے گا لیکن اگر ایک دوسرے سے دور چلے گئے ہوں اور جدا ہو گئے ہوں تو اس وقت اختیار نہ رہے گا مثلاً معاملہ کے وقت ان میں ایک میٹر کا فاصلہ تھا اور وہاں سے نکلے اور جدا ہو گئے مگر فاصلہ ایک میٹر سے نہ بڑھا ہو تب بھی اختیار باقی رہے گا۔

دوم: اگر مشتری و بائع عقد بیع کے ضمن میں ہی یہ شرط عائد کر دیں کہ ان کو خیار مجلس حاصل نہ ہو گا یا وہ عقد بیع سے قبل شرط لگائیں اور اس شرط پر ہی بیع کریں تو محض عقد بیع ہوتے ہی یہ اختیار نفی ہو جائے گا چاہے وہ مجلس بیع سے نہ نکلیں اور جدا بھی نہ ہوں اگر ان دونوں میں کسی ایک کے اختیار ساقط ہونے کی شرط ہوئی ہو تو اسی کا اختیار ساقط ہو گا نہ دوسرے کا اگر وہ صیغہ بیع جاری کرنے کے بعد کہہ دیں کہ ہم نے یہ اختیار حاصل کیا اور اس بیع کو قبول کیا تب بھی دونوں کا اختیار ساقط ہو جائے گا اسی طرح اگر ان میں سے ایک کہے اور دوسرا راضی ہو جائے لیکن اگر ایک کہے اور دوسرا راضی نہ ہو اور اس کی تصدیق نہ کرے تو صرف قائل کا اختیار ساقط ہو گا اور اگر ان میں سے ایک دوسرے کو کہے کہ اس معاملہ کو اختیار کرو یا فسخ کر دو اور دوسرا خاموش رہے تو خاموش کا اختیار باقی رہے گا جیسا کہ قائل کا اختیار بھی اپنی حالت پر باقی رہ جائے گا۔

سوم: اگر بائع اور مشتری اپنے منتقل کردہ مال میں یا قیمت میں تصرف کرلیں تو دونوں کا اختیار ساقط ہو جائے گا اور اگر ان میں سے ایک تصرف کرے تو اسی کا ساقط ہو گا دوسرے کا نہیں چاہے وہ مشتری ہو یا بائع لیکن اگر ان میں سے ایک کا تصرف ملکیت سے دوسرے کو منتقل ہو جائے مثلاً مشتری نے اسی مجلس بیع میں مال کسی دوسرے کو فروخت کر دیا اور دوسرے سودے میں بیع لازم کے تمام شرائط مکمل ہوں تو آیا بائع کو فسخ کرنے کا اختیار باقی رہے گا اور وہ اپنا مال دوسرے خریدار سے واپس کرا لے گا یا پہلے خریدار سے قیمت لے لے گا اس میں اصحاب فقہاء کے نزدیک اشکال ہے اگرچہ بائع کا

قیمت کیلئے رجوع کرنا یا مثل کا مطالبہ کرنا قوت سے خالی نہیں ہے۔

چہارم: بائع و مشتری اگر لزوم عقد کے بعد مجلس بیع کے اندر رہتے ہوئے اپنے مابین کوئی چیز حائل کرلیں تب بھی ان کا خیار ساقط نہ ہوگا اسی طرح اگر ان کو جبراً قہراً آپس میں جدا کردیا جائے اور وہ کسی خوف وغیرہ کے سبب اظہار فسخ نہ کرسکیں تب بھی جب تک وہ مجلس میں ہیں ان کا خیار باقی رہے گا یہاں تک کہ خوف و جبر وقہر دور ہو جائے لیکن اگر وہ اسی حال میں متفرق ہو جائیں اور ان کیلئے فسخ سے کوئی مانع نہ ہو اور وہ فسخ نہ کریں تو خیار ساقط ہوگا اور اگر ان میں سے ایک قہراً ایسی حالت میں ہو اور مجلس بیع سے نکال دیا جائے تو جب تک دوسرا وہاں موجود ہے انکا اختیار ساقط نہ ہوگا اور اگر یہ بھی اپنی مرضی سے وہاں سے نکل جائے تو صرف اسی کا اختیار ساقط ہوگا نہ کہ دوسرے کا جو کہ مجبور و مقہور ہے۔

پنجم: خیار مجلس صرف عقد بیع کیلئے مخصوص ہے اور اس کیلئے باقی تمام عقود و معاوضات میں خیار مجلس نہیں ہے۔

ششم: اگر عقد بیع کے بعد بائع و مشتری میں تنازع واقع ہو جائے اور ایک کہے کہ مجلس بیع سے جدائی واقع ہو گئی ہے جبکہ دوسرا انکار کرے اور وہاں گواہ بھی موجود نہ ہوں تو انکار کرنے والے کا قول قسم کے ساتھ مقدم قرار دیا جائے گا۔ اسی طرح اگر وہ فسخ یا عدم فسخ کے متعلق اختلاف کریں جبکہ مجلس سے جدا ہو چکے ہوں تب بھی قسم کے ساتھ منکر کے قول کو ترجیح حاصل ہو گی لیکن اگر ایک کہتا ہو کہ ہم فسخ سے قبل جدا ہوئے اور دوسرا کہے کہ ہم نے جدائی سے قبل ہی سودا فسخ کیا اور وہاں کوئی ثبوت موجود نہ ہو تو کسی ایک کے قول کو دوسرے پر ترجیح دینے میں اشکال ہے اور اس صورت میں معاملہ کو صلح ہی سے رفع دفع کرنا بہتر اور موجب سلامتی ہے۔

ہفتم: خیار مجلس صرف بائع و مشتری میں منحصر ہے چونکہ بیع میں ایجاب و قبول کرنے والے چاہے دونوں مالک ہوں یا وکیل یا ایک مالک ہو اور دوسرا خریدار کا وکیل جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا دو بیع کے متعلق اس وقت تک فسخ کا اختیار ہے جب تک کہ بائعین جدا نہ ہو جائے یا بروایتے یہاں تک کہ وہ دونوں جدا ہو جائیں اور جب دونوں کے وکیلوں میں عقد بیع سے واقع ہو گا اور خیار ان کیلئے ہی ہو گا چاہے مالکان فسخ کی اجازت دیں یا نہ دیں اور چاہے وہ حاضر ہوں یا غیر حاضر پس وکیلوں کے جدا ہوتے ہی خیار ساقط ہو گا چاہے مالکان جمع ہوں یا جدا اور اس طرح خیار کی تمام صورتوں میں یہیں حکم ہے یعنی ایجاب و قبول کرنے والوں کو ہی یہ حق حاصل ہے۔

ہشتم: خیار مجلس کے ثبوت میں ایجاب و قبول کرنے والوں کا جدا جدا ہونا شرط ہے جیسا کہ بعض

علماء کا قول ہے لیکن اگر ایجاب کرنے والا خود ہی قبول کرنے والا ہو جیسا کہ دو بالغ بچوں کا ولی شرعی جب دونوں کیلئے بیع کر رہا ہو یا ایک ہی نا بالغ بچے کا ولی شرعی جب اس کے ولی ہونے کی وجہ سے اس کیلئے بیع و شراء کرے چاہے وہ خود ایسا کرے یا دونوں یا وکیل بن کر صیغہ جاری کرے تو ایسے مقامات میں خیار مجلس ثابت ہونے کے بارے میں اصحاب فقہاء کے مابین اختلاف ہے اور ایسے حالات میں واجب ہے کہ یقین کو حاصل کیا جائے جو کہ عقد بیع کا لازم ہونا ہے اور سب کے نزدیک عقود میں لزوم ہی اصل ہوا کرتا ہے جب تک کہ اس کے خلاف یقین ہونا ثابت نہ ہو جائے۔

نہم: اگر بائع ایک ہو اور مشتری دو یا بائع دو اور مشتری ایک ہو اور عقد بیع کے بعد ایک بائع مجلس بیع سے نکل جائے تو کیا دوسرے بائع یا مشتری کو مطلقاً خیار مجلس کا حق باقی رہ جائے گا یا ساقط ہو جائے گا اور آیا مشتری باقی نصف مال کا سودا فسخ کر سکتا ہے یا نہیں؟ اور جب مجلس میں موجود بائع سودا فسخ کر دے تو کیا مشتری کا خیار ساقط ہو جائے گا یا نہیں اور آیا وہ بیع کو قطعی کرنے میں یا فسخ کرنے میں صاحب اختیار ہے یا نہیں اقویٰ یہ ہے کہ آخری احتمال قوی تر ہے جس سے سودا جزوی طور پر واقع ہو جائے گا واللہ العالم۔

دھم: اگر آزاد اپنے غلام لڑکے کو خرید لے یا غلام اپنے آزاد باپ کو خرید لے (اگرچہ یہ موضوع اس دور میں کالعدم ہے) تو اجماعاً مشتری کا خیار مجلس ساقط ہو جائے گا کیونکہ معاملہ ہوتے ہی غلام آزاد ہو جائے گا لیکن بائع کا اختیار تو اس کے متعلق اقویٰ یہ ہے کہ وہ بھی ساقط ہے خصوصاً جب ہو معاملہ کی صفت سے آشنا ہو اور خریدا ہوا غلام اس سے آزاد ہو رہا ہو لیکن عدم سقوط کا قول تو اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ قہراً مشتری کی وجہ سے آزاد ہو رہا ہے جو کہ تلف شدہ بیع کی مانند ہے اس میں وہ صرف قیمت وصول کرے گا اور بس۔

قسم دوم خیار حیوان

حیوانات کی خرید و فروخت کے معاملہ میں عقد بیع سے تین روز تک سودا فسخ کرنے کا اختیار ثابت ہے جس کو خیار فسخ کہا جاتا ہے جس کی ابتداء صیغہ جاری ہونے سے شروع ہوتی ہے اور اسی سے بیع لازم ہو جاتی ہے اگر حیوان کی خریداری کی گئی ہے تو فسخ کرنے کا اختیار مشتری کو ہو گا یا کسی دوسری چیز کی خریداری حیوان کو بطور عوض دے کر کی گئی ہے تو اختیار بائع کو ہو گا یا دونوں پر سودا

ہوا ہو تو بائع و مشتری دونوں کو خیار فسخ حاصل ہو گا اور اگر عقد بیع کے ضمن میں یا خارج میں لزوم بیع کو شرط قرار دیا گیا ہو تو خیار ساقط ہو گا اسی طرح حیوان میں تصرف کرنے کی وجہ سے بھی خیار ساقط ہو جائیگا چاہے تصرف سے ملکیت بالفعل منتقل کر دی گئی ہو جیسا کہ وہ کسی اور کو بیع یا ھبہ کر دے یا وصیت کی وجہ سے منتقل ہوئی ہو یا منتقل نہ ہو مثلاً گھوڑے کو سواری کے طور پر استعمال کر لیا گیا ہو یا بکری کو دودھ کیلئے دوھ لیا گیا ہو ہاں اگر ایسا اختیار و قصد سے کیا گیا ہو اور اس میں حد سے تجاوز نہ ہوا ہو تو خیار ساقط نہ ہو گا۔

قسم سوم خیار شرط

وہ یہ ہے کہ بائع و مشتری آپس میں اور ایک کیلئے یا کسی تیسرے کیلئے مخصوص اور مقررہ مدت کر لیں جس میں کمی بیشی کا احتمال نہ ہو مثلاً پانچ دن یا ایک ماہ یا ایک سال اور بیع میں یہ شرط کی جائے کہ وہ اس مقررہ مدت کے اندر سودا فسخ کر دیں لیکن ایسی مدت مقرر نہ کریں جس میں کمی بیشی کا احتمال ہو یا معین و مضبوط نہ ہو مثلاً فصل کی کٹائی یا انگوروں کی چنائی یا عمر بھر کی مدت مقرر کرنا اس طرح شرط و عقد باطل ہوں گے جس میں کوئی شک و شبہہ نہیں اور یہاں چند مسائل ہیں۔

اول: جب مدت معین ہو جائے تو اس کی ابتداء عقد بیع کے تمام ہونے اور صیغہ جاری ہونے سے شروع کی جائے گی لیکن اگر اس کی ابتداء مجلس بیع سے خروج کو قرار دیں تو عقد و شرط باطل ہو گی کیونکہ خروج کا وقت مقررہ نہیں ہے

دوم: اگر بائع و مشتری یا باہمی سودا کرنے والے عقد کے ضمن میں یہ شرط لگائیں کہ وہ کسی تیسرے شخص سے مشورہ کریں گے اور مدت مقرر کریں گے تو ان کا اختیار مشورہ کے بعد ہی ہو گا پس اگر مشیر اس کو منظور کرے اور درست قرار دے تو بیع مطلقاً لازم ہو گی اور اس میں کوئی اشکال نہیں ورنہ اگر وہ فسخ کا مشورہ دے تو شرط لگانے والے کو اختیار ہے کہ بیع جاری کر دے یا فوراً فسخ کر دے۔

سوم: تمام عقود میں مطلقاً خیار شرط جائز ہے۔ چاہے وہ عقود لازم اور جائز ہوں سوائے نکاح وقف عتق اور ابراء (بری الذمہ کرنے کے) اور عقود جائزہ میں خیار کا ثمرہ یہ ہو گا کہ مشروط میں تصرف جائز نہ ہو گا مثلاً ایک شخص دوسرے کو عاریتاً کوئی چیز دے دے اور مقررہ مدت کیلئے خیار کی شرط کرے تو عاریتاً لینے والے کیلئے اس چیز میں تصرف جائز نہ ہو گا جب تک کہ عاریہ کی مدت نہ گزر جائے

لیکن اگر شرط کے بغیر عاریہ دے تو لینے والا وصول کرتے ہی اس میں تصرف کر سکتا ہے اگرچہ عاریتہً دینے والے کو اختیار ہے کہ وہ جب چاہے عاریتہً دی جانے والی چیز واپس لے لے۔

چہارم: فروخت شدہ مال میں تصرف کرتے ہی خیار شرط ساقط ہو جاتا ہے لیکن بائع کا خیار باقی رہتا ہے جب تک کہ وہ قیمت میں تصرف نہ کرے اور تصرف کرنے سے اس کا خیار بھی ساقط اور زائل ہو جائے گا لیکن اگر بائع فروخت کردہ مال میں جان بوجھ کر ایسا تصرف کر دے جو فسخ بیع پر دلالت کرتا ہو اور تصرف بھی ایسا ہو جو مطلقاً عرف عام میں تصرف کہا جاتا ہو اگرچہ وہ تصرف ناقل نہ ہو جیسے حیوان پر سواری کر لینا یا دودھ لینا یا کپڑے کو پہن لینا سوائے اس صورت کے کہ بطور آزمائش ایسا کیا گیا ہو تو اس سے خیار ساقط نہ ہو گا۔ مگر تصرف حد سے زیادہ ہوا گرچہ تھوڑا ہی تو خیار ساقط ہو گا اور عرف کی شہادت پر ہی یہ فیصلہ ہو گا کہ تصرف آزمائشی تھا یا زیادتی کے طور پر اگرچہ ان صورتوں میں اقویٰ مشتری کا قصد ہے ہاں تصرف میں دو مقامات مستثنیٰ ہیں جن سے خیار ساقط نہیں ہوتا۔

اول: جب مشتری خیار کی مدت کے اندر پشیمان ہو اور سودا بھی حیوان کا ہو اور وہ بائع کو واپس کرنا چاہتا ہو اور وہ ضرر سے بچنے کیلئے اسکو بائع کی طرف منتقل کر دے اور اس کو مالک ہی کی امانت سمجھتا ہو تو ایسی حالت میں تصرف خیار کے زائل ہونے کا موجب نہ ہو گا۔

دوم: اگر حیوان وحشی ہو جس کو مالک کے پاس واپس کرنے کیلئے ہانک کر لے جانے کی بجائے اس پر سوار ہو کر لے جانا ضروری ہو تو یہ سواری مخل نہ ہو گی اور نہ اس سے خیار زائل ہو گا۔

پنجم: واجب نہیں ہے کہ خیار شرط کی مدت زمانۂ بیع سے متصل ہو بلکہ اس میں جدائی بھی جائز ہے مثلاً اگر کسی مہینہ کے اول میں بیع ہوئی ہو تو اس کی دس تاریخ مقرر کر دے تاہم ان دس ایام میں اس کو فسخ کا اختیار نہ ہو گا حتی کہ یہ گزر جائیں۔

ششم: بائع کیلئے جائز ہے کہ وہ مشتری پر یہ شرط لگا دے جب وہ قیمت واپس کر دے گا تو یہ فروخت کردہ مال کو واپس کرنے کا پابند ہو گا اور یہ واجب نہیں کہ قیمت بصورت نقد واپس کرے بلکہ اس کی مثل کوئی قیمتی چیز بھی دی جاسکتی ہے اسی طرح مشتری بھی بائع کیلئے یہ شرط لگا سکتا ہے کہ قیمت کی واپسی کی صورت میں وہ اپنا مال واپس لینے کا حقدار ہو گا لیکن اس صورت میں واجب ہے کہ بائع نقد قیمت واپس کرے اور مثل کافی نہ ہو گا مگر اس صورت میں جبکہ بائع بھی اس پر راضی ہو جائے۔

ہفتم: دونوں سودا کرنے والوں میں سے ہر ایک کیلئے جائز ہے کہ اپنے لئے اس اختیار کی شرط لگا دیں کہ مدت مقررہ کے اندر مال واپس کرلیں گے۔

مثلاً اگر کپڑا اگر دس میٹر کا ہو اور بائع یہ شرط عائد کر دے کہ اگر مشتری چاہے گا وہ بیس روز تک۔

کیلئے وہ یہ ۵ میٹر کپڑا اور نصف قیمت واپس کردے گا تو یہ عقد و شرط دونوں صحیح ہیں اور اس طرح مشتری کیلئے بھی یہ شرط لگانا صحیح ہے کہ وہ اگر بائع کو خرید کردہ مال سے نصف یا تہائی یا کم و بیش معینہ مدت کے اندر اندر واپس کردے گا تو اس کی نسبت سے قیمت واپس لینے کا حقدار ہوگا۔

ہشتم: اگر مدت خیار میں حیوان تلف ہو جائے چاہے وہ شرط کریں یا نہ کریں اور چاہے تلف کی وجہ قضاء و قدر الٰہی ہو یا بائع کی طرف سے اور چاہے قبضہ سے پہلے ہو یا بعد ان تمام صورتوں میں بائع کے مال سے حساب کیا جائے گا اور مشتری کو اختیار ہوگا کہ بیع فسخ کر کے قیمت واپس کرائے یا معاوضہ لے لے لیکن اگر تلف کرنے والا کوئی اجنبی شخص ہو تو بائع اس سے قیمت وصول کرے گا اور مشتری کو واپس کردے گا اگر حیوان کی بجائے کوئی اور چیز ہو تب بھی یہی حکم ہے۔

بشرطیکہ وہ مشتری کے قبضہ میں آنے سے قبل بائع کے پاس تلف ہوئی ہو لیکن اگر مشتری کی جانب سے تلف ہوئی ہو تو اس کے مال سے محسوب کی جائے گی اور بائع ضامن نہ ہوگا اور اس کو اختیار ہوگا کہ بیع کردے یا قیمت کی واپسی کا مطالبہ کرے یا مشتری سے اس کی مثل یا معاوضہ وصول کرے۔

اور جاننا چاہیے کہ خیار قبضہ دینے اور لینے سے قبل ہوگا جب کہ دونوں نے ابھی قیمت اور فروخت کردہ چیز وصول نہ کی ہو ورنہ اگر ان میں سے کوئی بیع کے ذریعے منتقل ہونے والی چیز قبضہ میں لے لے اور مالک راضی ہو جائے تو قبضہ کی تاخیر کا اختیار اس صورت میں نفی ہو جائے گا۔

نہم: اگر فروخت شدہ مال حیوان کی بجائے کوئی اور ہو اور تلف ہو جائے تو وہ خریدار کے ذمے محسوب ہوگا چاہے خیار صرف بائع کیلئے ہو یا مشتری کیلئے یا دونوں میں مشترک ہو یا ان کیلئے کسی غیر کیلئے ہو یا مشتری اور اجنبی کے درمیان ہو اور چاہے تلف کی وجہ غیبی آفات ہوں یا تلف بائع یا مشتری یا اجنبی کی وجہ سے ہوا ہو۔

لیکن اگر تلف آفات سماوی کی وجہ سے ہو تو خیار صرف مشتری کیلئے ہوگا اور اس صورت میں اس کیلئے جائز ہوگا کہ بیع فسخ کردے اور بائع سے قیمت واپس لے لے اور بائع بھی یا قیمت دے یا اس کی مثل یا سودا کنفرم کردے اور معاملہ پر راضی ہو جائے اس صورت میں قیمت بائع کی ہوگی اسی طرح اگر خیار صرف بائع کا ہو یا صرف اجنبی کا تو ان دونوں میں سے ہر ایک مشتری کا رویہ اختیار کرسکتے ہیں اور اگر خیار بائع اور مشتری دونوں کیلئے ہو یا صرف مشتری اور اجنبی کیلئے تو اگر دونوں لزوم بیع پر متفق ہو جائیں تو قیمت بائع کی ہوگی یا اگر دونوں فسخ پر متفق ہو جائیں تو قیمت مشتری کی ہوگی اور بائع قیمت واپس کردے گا یا مثل دے گا اور اگر دونوں اختلاف کریں تو فیصلہ فسخ کرنے والے کا تسلیم کیا جائے گا اور اگر تلف بائع کی وجہ سے ہوا ہے اور اختیار مشتری کا ہے تو مشتری کو اختیار ہے کہ یا بیع جاری کر

دے اور فروخت شدہ مال کی قیمت یا مثل وصول کرے یا فسخ کردے اور قیمت واپس لےلے اور اگر خیار صرف بائع کا ہو اور فسخ کردے تو وہ قیمت مشتری کو لوٹا دے گا اور اگر خیار اجنبی کا ہو اور وہ بیع کا فیصلہ کرے اور اس کو جاری بھی کردے تو مشتری قیمت یا اس کی مثل لے لے گا یا وہ فسخ کردے اور بائع سے قیمت واپس کرے۔

اور اگر تلف اجنبی کی طرف سے ہو اور خیار مشتری کیلئے تو یا لزوم بیع کو اختیار کرے گا یا بائع سے قیمت یا مثل لے لے گا یا فسخ کردے گا اور قیمت لے گا اور بائع مثل یا قیمت وصول کرنے میں تلف کرنے والے کی طرف رجوع کرے گا۔

اور اگر خیار صرف بائع کا ہو تو اس کیلئے جائز ہے کہ لزوم بیع کو جاری کردے اور مشتری تلف کرنے والے سے مثل یا قیمت وصول کرے گا یا فسخ کرنے کی صورت میں قیمت مشتری کو واپس کرے گا اور تلف کرنے والے سے مثل یا قیمت لے گا اور اگر خیار اجنبی کا ہو تو اور وہ بیع فسخ کردے تو مشتری بائع سے قیمت وصول کرے گا اور بائع تلف کرنے والے سے مثل یا قیمت لے گا یا وہ بیع جاری کردے تو مشتری تلف کرنے والے سے مثل یا قیمت لے گا اور جب خیار سب کے مابین مشترک ہو تو وہی حکم ہو گا جو ہم نے تمام صورتوں میں مقرر کیا ہے اور عقد بیع اور تلف کے درمیان کی مدت میں جو بھی منافع وجود میں آئے گا وہ مشتری کا حق ہو گا۔

دہم:
اگرچہ یہ موضوع اس زمانہ میں کالعدم ہے تاہم بالغرض اگر کوئی شخص کنیز خریدے چاہے وہ بااختیار ہو یا مجبور اور خیار حیوان یا مطلقاً مدت خیار میں اور اس کے استبراء کے بعد اس سے اپنے گھر میں یا بائع کے گھر میں مجامعت کر لے تو اگر وہ کنیز باکرہ نہ ہو تو خیار اگر بائع مشتری دونوں کا ہو یا صرف مشتری کا تو محض دخول سے ہی خیار باقی نہ رہے گا۔ اور اس کے بعد اس کو فسخ بیع کرنے کا حق باقی ہو گا اور اگر خیار صرف بائع کے لئے ہو اور فسخ اختیار کرے تو اس کو اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ قیمت وصول کر کے کنیز مشتری کے حوالے کرے اور اگر کنیز باکرہ ہو اور مشتری ازالہ بکارت کر دے اور وہ حاملہ ہو جائے تو بچہ مشتری کا ہو گا اور بائع قیمت کا مستحق نہ ہو گا ہاں اگر بائع نے مشتری کے لئے دخول نہ کرنے کی شرط عائد کی ہو تو مشتری پر واجب ہے کہ وہ بچہ کی قیمت بھی ادا کرے اور عدم حمل کی صورت میں بائع کو حق ہے کہ وہ قیمت کا دسواں حصہ واپس کرے جبکہ کنیز باکرہ ہو اور اگر کنیز باکرہ نہ ہو تو بائع مشتری کو بیسواں حصہ واپس کرے گا۔

یازدھم:
اگر مدت خیار میں فروخت شدہ چیز میں اضافہ ہو جائے تو یہ اضافہ فسخ کرنے والے کی ملکیت ہو گا ورنہ خریدار کا حق ہو گا اور اگر پیداواری اضافہ فروخت شدہ چیز سے جدا ہو مثلاً حیوان کے لئے دودھ اور بچہ تو سب کا سب مشتری کا ہو گا چاہے وہ بیع پر فسخ کی پیشکش کرے یا نہ کرے۔

دوازدھم:
ثابت حقوق مالک کی موت کے بعد وارث کی طرف منتقل ہو جاتے ہیں۔ مثلاً شفعہ کا حق یا تحجیر کا حق جس کا بیان آئے گا اور خیارات کی تمام اقسام۔

قسم چہارم خیار غبن

اور قیمت نہ معلوم ہونے کی صورت میں یہ بائع و مشتری دونوں کے لئے ثابت ہے یعنی اگر بیع

مناسب قیمت سے کم پر واقع ہو اور خریداری اس سے زیادہ پر کی گئی ہو اور اس میں چند مسائل ہیں۔

اول:

اگر بائع و مشتری دونوں فروخت شدہ مال اور اس کی بازاری قیمت سے بوقت بیع واقف ہوں تو نہ کوئی غبن ہو گا نہ خیار اور اسی طرح اگر مال کی قیمت معاملہ کے زمانہ میں یا صیغہ بیع جاری کرتے وقت ایسی ہو جس پر فریقین رضامند ہوئے ہوں تو اس کے بعد کمی اور بیشی سے غبن ثابت نہیں ہو سکتا چاہے کمی بیشی بہت ہی زیادہ ہو اور اگر دونوں میں سے ایک بیع کے بعد یہ دعویٰ کرے کہ وہ قیمت سے بے خبر تھا اور بیع کے وقت اس کو قیمت کا علم نہ تھا اور دوسرا اس کی لاعلمی کا منکر ہو تو فیصلہ اسی کے حق میں ہو گا جس کے پاس گواہ اور ثبوت ہو ورنہ اگر مدعی ایسا ہو کہ اس کے حق میں اس کا دعویٰ تسلیم کیا جا سکتا ہے تو قسم کھانے پر اس کا دعویٰ قبول کر لیا جائے گا ورنہ اس کے دعویٰ کا کوئی اعتبار نہ ہو گا۔

دوم

خیار غبن اسی وقت ثابت ہو گا جب کمی بیشی معمول سے زیادہ ہو جس کو عادۃً معاف نہ کیا جا سکتا ہو مثلاً جب دینار میں درہم ہوں کم پیسوں کی صورت میں خیار نہ ہو گا۔ اور نہ ہی غبن کمی کی شناخت عرف عام سے کی جائے گی۔

سوم:

خیار غبن اسی وقت ثابت ہو گا جب کمی بیشی بالکل فاحش ہو جس کو عادتاً معاف نہ کیا جا سکتا ہو مثلاً جب دینار میں کئی درہم ہوں لیکن اگر کم پیسے ہوں تو نہ خیار ہو گا نہ غبن اور عرف عام ہی سے اس کی شناخت ہو سکتی ہے۔

سوم:

خیار غبن فوری شرط کے ساتھ ہوتا ہے یعنی جس کے ساتھ غبن ہوا ہو وہ جب غبن پر مطلع ہو تو حتی الامکان اسی وقت اسی گھڑی میں غبن کرنے والے کو آگاہ کرے یا امکان کے زمانہ کے شروع ہو ورنہ اگر تاخیر کرے تو کوئی خیار نہ ہو گا اسی طرح جب غبن کا علم ہو اور یہ معلوم نہ ہو کہ یہ موجب خیار ہے یا نہیں تب بھی یہی حکم ہے یعنی جب معلوم ہو تو واجب ہے کہ غبن کرنے والے پر اس کا اظہار کرے ورنہ سستی اور لاپرواہی کی وجہ سے تاخیر کرنے سے خیار ساقط ہو گا اور اگر غبن کی اطلاع میں تاخیر کرے اور یہ دعویٰ کرے اور اس کو وقت اطلاع تک اس کا علم نہ تھا یا یہ دعویٰ کرے کہ اس کو خیار غبن کا علم

نہ تھا اور غبن کرنے والا دعویٰ کرے کہ اس نے جان بوجھ کر تاخیر کی ہے تو فیصلہ اسی کے حق میں ہو گا جس کے پاس دلیل ہو ور نہ غبن والے کی قسم کے ساتھ اس کے حق میں فیصلہ ہو گا لیکن بشرطیکہ اس کے متعلق جہل کا احتمال ممکن ہو ور نہ اس کا دعویٰ مطلقاً ساقط ہو گا۔

چہارم:

اگر غبن کرنے والا مغبون کو مقدار غبن واپس کرے تو بیع لازم ہو گی اور خیار ساقط ہو جائے گا۔ کیونکہ اصل عقود میں یہ ہے کہ وہ لازم ہوتے ہیں اور دلیل کے بغیر ان سے خروج ممکن نہیں ہو سکتا۔ اور خیار غبن کی دلیل اس حدیث پر منحصر ہے لاضرر ولاضرار ولا اضرار یعنی کسی کو کوئی ضرر اٹھانے یا ضرر پہنچانے کا کوئی حق نہیں ہے۔ اور جب غبن کرنے والا مقدارِ غبن واپس کر دے تو غبن ہی رفع دفع ہو جائے گا اور خیار ساقط ہو گا پس علت کی نفی سے معلول نفی ہو جائے گا اور عقد بیع سے کسی معارض کے بغیر باقی رہ جائے گا۔ اور اس کا تقاضا لزوم ہے۔

پنجم:

قیمت میں تصرف کرنے سے یا غبن کا علم ہونے کے بعد یا اسکے موجبِ خیار ہونے کا علم ہونے کے بعد فروخت شدہ چیز میں تصرف کرنے سے خیار ساقط ہو جائے گا اور ضابطہ یہ ہے کہ مغبون کو جب غبن کا علم ہو جائے یا اس کے موجبِ خیار ہونے کا علم ہو چاہے وہ بائع سے ہو یا مشتری جب وہ قیمت میں یا مال میں ایسا تصرف کرے جس سے اس کی مالیت بڑھ جائے مثلاً رنگ کرا دیے یا کم قیمت ہو جائے یا کسی کو منتقل کر دے تو اس صورت میں خیار ساقط ہو جائے گا۔

لیکن اگر وہ اس سے لاعلم ہو اور ایسا تصرف نہ کرے جس سے نقصان ہو تو شرائط مذکورہ کے ساتھ خیار ساقط نہیں ہو گا۔

لیکن اگر وہ لاعلمی کی صورت میں ایسا تصرف کرے جو موجب نقصان ہو اور علم ہوتے ہی مغبون غبن کرنے والے کو آگاہ کر دے تو اس کو فسخ کرنے کا حق حاصل ہو گا مگر غبن کرنے والے کو نقصان کا تاوان ادا کرنا ہو گا اور اگر تصرف غبن کرنے والے کیطرف سے ہو جس کی طرف مال یا قیمت منتقل ہوئی ہو تو اس کی کئی صورتیں ہو سکتی ہیں ہم قارئین کرام کی سہولت کے لئے ان کا تذکرہ کئے دیتے ہیں۔

۱۔ اگر غبن کرنے والے خریدار کا تصرف موجب نقصان نہ ہو اور بائع محض غبن کا علم ہوتے ہی سودا فسخ کر دے مثلاً خریدار خرید کردہ حیوان پر سواری کر لے یا کپڑا پہن لے تو بائع مشتری کو اصل قیمت

واپس کردے گا اور اپنا مال کسی بھی ضمیمہ کا مطالبہ کئے بغیر وصول کر لے گا۔
۲۔ اگر غبن کرنے والے کا تصرف ضمیمہ کے بغیر اضافہ کا موجب ہو مثلاً خریدار کپڑے خریدے اور اس کو کاٹ دے یا دانے پیس دے اور غلام کو کوئی صنعت سکھا دے تو بائع جس سے غبن ہوا ہے وہ اپنا مال واپس لے لے گا اور قیمت واپس کردے گا مگر ساتھ اس کو اس اضافی کام کی اجرت بھی ادا کرنی ہو گی لیکن اگر اضافہ اس کے ساتھ کسی شئے کو ضم کرنے کے ساتھ ہو مثلاً خریدے ہوئے کپڑے کو رنگ کردے اور پھر بائع کی طرف سے فسخ ہو جائے تو بائع و مشتری رنگ کی وجہ سے کپڑے کی بڑھی ہوئی مالیت کی مقدار میں برابر کے شریک ہوں گے۔
۳۔ اگر خرید کردہ مال بیع کے بعد مشتری کی تحویل میں ہو اور فاسد ہو جائے جس سے اس کی قیمت کم ہو جائے مثلاً کپڑے کو بار بار پہن کر میلا اور کہنہ کر کے اس میں تصرف کردے یا بغیر تصرف کے کپڑا رطوبت سے متاثر ہو جائے یا ہوا کی کثافت سے اس میں فرق آجائے اور غبن معلوم ہونے پر بائع میں بیع کو فسخ کردے اور اس صورت میں اس بائع کو اپنا مال اسی حالت میں واپس لیناہ و گا اور قیمت پوری پوری واپس کرنی ہو گی۔
۴۔ اگر فروخت شدہ مال عقد لازم کے ذریعہ سے مشتری سے کسی دوسرے کو منتقل ہو جائے اور واپسی ممکن نہ ہو اور غبن کی وجہ سے بائع بیع کو فسخ کردے تو اس صورت میں وہ اس کی مثل کا مستحق ہو گا مثلاً اگر وہ چیز مثلی ہو جیسے دانے اور تیل یا قیمی ہو مثلاً حیوان لیکن مثل واپس کر دینے کے بعد پھر کسی وجہ سے مشتری خریداری کے ذریعے سے یا کسی دوسرے ذریعہ سے اس چیز کا دوبارہ مالک بن جائے تو بائع کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ اس سے واپس طلب کرے چاہے اس سے وہ مثل یا قیمت وصول کر چکا ہو۔
۵۔ اگر مشتری خرید کردہ چیز کو اپنے ہاتھ سے نکال چکا ہو مگر بغیر لزومی صورت کے کسی اور طریقہ سے دوبارہ اس کا مالک بن جائے اور اس کو واپس کرنے پر قادر ہو جائے مثلاً اس کا کوئی رشتہ دار تبدیلی کے بغیر وہ چیز اس کو ہدیہ میں دے دے یا وہ کسی اجنبی کو ہدیہ کردے چاہے وہ اس میں تصرف کر کے اس کو بدل دے یا نہ یا اس کو آگے فروخت کردے اور مدت خیار باقی ہو اور بائع غبن کے سبب بیع کو فسخ کردے تو مشتری پر لازم ہے کہ دوسرا معاملہ فسخ کر کے مال بائع کو واپس کردے اور اگر مشتری اس سے انکاری ہو تو بائع فسخ کے لئے حاکم شریعت کی طرف رجوع کرے گا جو مال مذکور کو لے کر بائع کے سپرد کردے گا اور اگر وہ حاکم تک رسائی حاصل نہ کر سکتا ہو تو بائع خود ہی مشتری کا دوسرا معاملہ فسخ کر کے مال کو اپنی تحویل میں لے کر قیمت مشتری کو واپس کردے گا۔

۶۔ اگر خرید کردہ مال مملوکہ غلام ہو اور مشتری نے معاملہ کے بعد اس کو آزاد کر دیا ہو تو بائع مشتری سے اس کی موجودہ قیمت وصول کر کے اصل قیمت مشتری کو واپس کر دے گا۔

۷۔ اگر فروخت کردہ مال کنیز ہو جس کو خرید کر مشتری نے اس سے مجامعت کرلی ہو اور وہ حاملہ ہو کر بچہ جن چکی ہو تو بائع اگر بیع فسخ کر دے تو اس کی موجودہ قیمت ہی فسخ کر سکے گا اور کنیز واپس کرانے کا حقدار نہ ہوگا حتیٰ کہ اگر بعد میں بچہ فوت ہو جائے تو یہ قیمت لے گا لیکن اگر قیمت لینے سے قبل ہی بچہ مر جائے تو یہ کنیز واپس کرا کے قیمت مشتری کو ادا کر دے گا۔

۸۔ اگر خرید کردہ چیز کو مشتری سے کوئی تیسرا شخص اجرت پر لے لے اور پھر بائع بیع کو فسخ کر دے تو اس پر واجب ہے کہ مشتری کو قیمت ادا کرے۔ اور مدت اجارہ ختم ہونے کا انتظار کرے اور اس کے بعد وہ مال اپنی تحویل میں لے لے اور یہ حکم مشتری کے تمام معاملات میں ہوگا جن میں وہ فروخت کردہ مال کے منافع سے عقد لازم کے ساتھ کسی اور کو دے دے اور اس کے فسخ کرنے پر قادر نہ ہو لیکن اگر بر سبیل عاریہ کسی کو دے تو واجب ہے کہ وہاں سے واپس لے کر بائع کے سپرد کرے اور اجرت کے علاوہ جو منافع ہو مثلاً حیوان کے بچے ہو جائیں تو وہ سب بائع ہی کے ہوں گے۔

۹۔ اگر مشتری خرید کردہ مال کو کسی دوسری جنس میں اس طرح خلط ملط کر دے کہ اس کو جدا کرنا ممکن نہ ہو مثلاً گندم کی ایک قسم کو اس کی مساوی دوسری قسم میں ملا دے یا اس سے کم درجہ گندم میں مخلوط کر دے تو بائع اگر بیع کو فسخ کر دے تو وہ مجموعی گندم میں مشتری کا شریک بن جائے گا لیکن اگر مشتری نے اعلیٰ قیمت کی جنس میں مخلوط کیا ہو تو اس صورت میں مصالحت بہتر ہے اور یہی حکم ہوگا جب بائع خلط کرے اور قیمت میں تصرف بھی کر دے اور فسخ کرنے والا مشتری ہو جس سے غبن کیا گیا ہو اور تفصیل واضح ہے۔

قسم پنجم خیار تاخیر

اور وہ یہ ہے کہ طرفین مدت معین کئے بغیر نقد معاملہ کریں تاکہ فروخت کردہ مال خریدار کے حوالے کر دیا جائے تاکہ یہ بیع سلامت ہو اور قیمت کا تعین بھی نہ کرے تاکہ بیع ادھار ہو اور بائع محض صیغہ جاری کرنے سے قیمت کا مستحق ہو جائے اور مشتری مال کا مگر ان میں سے ہر ایک دوسرے سے کچھ بھی نہ وصول نہ کرے یعنی بائع کو مال نہ مشتری قیمت کو تو اس صورت میں اگر تین روز کے اندر

مشتری قیمت بائع کو ادا کر دے تو بائع پر بھی واجب ہے کہ وہ مال اس کے سپرد کر دے اور تین روز کے بعد اس کو اختیار ہے کہ بیع جاری کر دے یا فسخ کر دے اور یہی قول مشہور ہے لیکن اقویٰ یہ ہے کہ تین روز کے بعد بیع اصلاً ہی فاسد ہو گی اور نئے صیغہ کے ساتھ نیا معاملہ کرنا ہو گا جیسا کہ احادیث سے مستفاد ہوتا ہے اور یہی قول شیخ الطائفہ طوسیؒ اور صاحبِ حدائق شیخ یوسفؒ بحرانی اور دیگر علماء علام اور میرے جد امجدؒ معظم اعلی اللہ مقامہ کا ہے۔ اور اس قسم میں چند مسائل ہیں۔

اول:

تین دن کے اثناء میں بیع مال یا قیمت میں جزوی طور پر لازم نہ ہو گی بلکہ لازم ہو گا کہ پوری قیمت دے کر پورا مال وصول کیا جائے تاکہ لزوم بیع کا موجب ہو جائے بنا بریں اگر تین دن کے بعد بیع از سر نو ہو جائے تو مشتری اور بائع اپنے اپنے حق کے مالک بن جائیں گے ورنہ وہ مال اور قیمت امانت ہو گی جس کو مالکان کی طرف واپس کر دیا جائے گا۔

دوم:

اگر بائع تین دن کے اندر اندر پوری قیمت وصول کر لے یا مشتری پورا مال وصول کر لے تو بیع لازم ہو گی اور معاملہ صحیح ہو گا اور اس کے بعد بائع کو کوئی خیار حاصل نہ ہو گا۔

سوم:

اگر بائع جبراً قہراً مشتری کی مرضی کے بغیر اس سے قیمت وصول کر لے تو مشتری اس طرح جبراً بائع سے مال چھین لے تو بیع لازم نہ ہو گی جب تک کہ تین دن کے اندر اندر یہ ایک دوسرے کو رضامند نہ کر لیں اور یہی حکم اس صورت میں بھی ہو گا جب کہ وہ ایک دوسرے کو وہ مال حوالے کریں جس کے وہ مالک نہ ہوں یعنی نہ مشتری کی قیمت اپنی ملکیت ہو نہ بائع کا مال اس کا ذاتی ہو۔

چہارم:

جب بائع مال مشتری کے سپرد کر دے مگر اس سے قیمت وصول نہ کر سکے تو اس کو فسخ کرنے کا حق نہیں ہو گا بلکہ وہ صرف قیمت ہی کا مستحق ہو گا اور اگر ممکنہ طور پر مشتری سے اپنا حق چھین لے اگرچہ فروخت کردہ مال کی واپسی ہی سہی تو دیکھا جائے گا۔ اس مدت کی اثناء میں اس مال کی قیمت بڑھی ہے یا کم ہوئی ہے وہ اس کے مطابق اپنا اصل حق واپس لے گا اور زائد واپس کر دے گا۔

پنجم:
اگر ان تین دن کے اندر مال بائع ہی کے پاس تلف ہوجائے تواس کی ذمہ داری اسی پر عائد ہوگی نہ مشتری پر اور یہی صورت ہے جب مال مشتری کے پاس تلف ہوجائے چاہے تین دن کے اندر ہو یا ان کے بعد۔

قسم ششم خیار رؤیت

اور وہ یہ ہے کہ کسی چیز کی وصف پر ہی اس کو دیکھے بغیر سودا طے کرلیا جائے پس اس کو تحویل میں لیتے وقت اگر معلوم ہو کہ وصف کے مطابق نہیں تو مشتری کو اختیار ہے کہ بیع فسخ کردے اس میں چند مسائل ہیں۔

اول:
اگر دیکھے بغیر محض وصف پر کسی چیز کو بیع کیا جائے تو بائع پر واجب ہے کہ وہ تمام اوصاف بیان کرے جو قیمت کی کمی زیادتی کا موجب بنتی ہے۔ مثلاً اگر بنی ہوئی اشیاء کی کسی خاص قسم کی بیع کرتا ہے تو واجب ہے کہ ان کا طول، عرض، موٹائی، رنگ اور مادہ بیان کرے کہ آیا وہ ادنی ہے یا روئی کا بنا ہوا اور چاہیئے کہ موجودہ دور کی اوصاف کا بھی اضافہ کرے کہ فلاں سامان ایرانی ہے یا جرمنی یا امریکی یا جاپانی یا کسی خاص کارخانہ کی صفت مثلاً یہ عبا سعودی ہے یا سوریہ کی یا لندن کی وغیرہ وغیرہ۔

دوم:
خیار فسخ فوری ہوگا پس اگر مشتری کو مال وصف کے مخالف نظر آئے تو واجب ہے کہ بائع کے نوٹس میں لاکر فوراً بیع فسخ کردے ورنہ تاخیر کرنے کی صورت میں اس کے لئے خیار باقی نہ رہے گا۔

سوم:
یہ جائز نہیں کہ بائع و مشتری عدم خیار کی شرط لگادیں کیونکہ ایسی شرط اصلاً فاسد ہوگی بلکہ ساتھ اصل معاملہ ہی فاسد ہوگا۔

چہارم:
اگر بائع کا معین مال ہو جس کو اس نے بیع کرتے وقت خود بھی نہ دیکھا ہو اور محض وصف پر

فروخت کر دے پھر ظاہر ہو کہ وہ خلاف وصف تھا لیکن مال ایک لحاظ سے اعلیٰ ہو اور ایک لحاظ سے وصف بیان شدہ سے ادنیٰ مثلاً ایک تھان کے متعلق یہ وصف بیان کی گئی کہ وہ بیس میٹر لمبا اور ایک میٹر چوڑا ہے۔ پھر ظاہر ہوا ہو کہ وہ دس میٹر لمبا اور دو میٹر چوڑا ہے تو اس معاملہ میں بھی خیار بائع و مشتری دونوں کے لئے ہے اگر وہ بیع کو قبول کرلیں صحیح ہوگی ورنہ فیصلہ اسی کے حق میں ہوگا جو بیع فسخ کرے دے۔

پنجم:

اس بیان شدہ مثال میں اگر فروخت کردہ مال وصف سے اعلیٰ نکلے تو بلااشکال بائع کو فسخ کرنے کا حق حاصل ہے۔

ششم:

اگر مشتری نے فروخت شدہ مال کا بعض حصہ دیکھا ہو اور بیع کے بعد معلوم ہو کہ باقی حصہ دیکھے ہوئے حصے کے مطابق نہیں تو اس کو تمام مال میں فسخ بیع کرنے کا اختیار ہے۔

ہفتم:

اگر کوئی معین شئی وصف کے مطابق فروخت کی جائے پھر اس کا خلاف ظاہر ہو جائے تو مشتری کے لئے خیار فسخ ثابت ہوگا۔ جیسا کہ ہم نے بیان کیا لیکن اس کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ بائع سے اس کا تاوان طلب کرے یا اس سے ایسا مال طلب کرے جو وصف کے مطابق ہو ہاں اگر مال غیر معینہ ہو اور بائع نے یہ پابندی کی ہو کہ وہ مقررہ مدت تک مطابق وصف مال مشتری کے سپرد کرے گا مگر پھر مخالف وصف مال لے آئے تو اس صورت میں مشتری کو حق حاصل ہے کہ مال واپس کر دے اور وصف کے مطابق مال طلب کرے۔

ہشتم:

یہ جائز ہے کہ معلوم مال جو موجود ہو اس کو کسی دوسرے موجودہ معلوم مال کے عوض بیع کر دے اسی طرح حاضر معینہ مال کو ادھار کے وقت فروخت کرنا بھی جائز ہے چاہے وہ مال نقد ہو یا جنس اور مدت معینہ کے بعد کسی چیز کی بیع جائز نہیں ہے لیکن اس صورت میں جبکہ قیمت نقد اور حاضر ہو۔

نہم:
کسی چیز کا کسی ایسی وصف معین کے ساتھ فروخت کرنا جائز ہیں جو اس میں موجود نہ ہو جبکہ اس کے عوض کی شرط بھی قائم ہو اور وہ چیز وصف معین کے مطابق نہ نکلے۔ پس ایسی بیع اصل سے ہی باطل ہے ہاں یہ جائز ہے کہ مشاہدہ کے بغیر ہی بائع بشرط عوض کسی وصف کے ساتھ فروخت کرے مگر وہ وصف کے مطابق ظاہر نہ ہو اس صورت میں اگر وہ وصف کے مطابق ظاہر ہو جائے تو بیع صحیح ہو گی ورنہ از سر نو جدید بیع کرنے کی محتاج ہو گی۔

دہم:
اگر مشتری بائع کی بیان کردہ وصف کے علاوہ کسی دوسری وصف کا دعویٰ کرے اور بائع اس سے انکاری ہو تو قسم کھانے کی صورت میں فیصلہ بائع کے حق میں ہو گا لیکن اگر مشتری مدعی ہو اور بائع سے کہے کہ تم نے فلاں مال سفید رنگ کا کہا تھا اور تم نے گندمی رنگ کا دیا ہے اور بائع اس کے دعویٰ سے انکاری ہو تو اس صورت میں اگر مشتری قسم کھائے تو فیصلہ اس کے حق میں ہو گا۔

قسم چہارم خیار عیب

اور وہ یہ ہے کہ فروخت کردہ مال میں عیب نظر آ جائے چاہے وہ عقد بیع سے قبل ہی معیوب ہو یا بعد میں مگر قبضہ لینے سے قبل تو مشتری کو ہر حال میں بیع فسخ کرنے کا اور قیمت واپس لینے کا اختیار ہے۔ اور اس کو یہ بھی اختیار ہے کہ تاوان کے ساتھ مال قبول کر لے بشرطیکہ وہ عقد بیع سے قبل ہی معیوب ہو لیکن اگر بعد میں معیوب ہو جائے تو بھی اس کو فسخ کا یا بلا تاوان مال وصول کر لینے کا اختیار ہے اور اس میں چند مسائل ہیں۔

اول:
اگر اہلِ خبرہ قیمت میں اختلاف کریں تو درمیانہ درجہ کی قیمت کا لحاظ کیا جائے گا اور مقصد یہ ہے کہ تمام آراء میں غور کرنے کے بعد عادلہ قیمت طے کی جائے مثلاً اگر ایک کہتا ہو کہ یہ معیوب چیز دو دینار کی ہے اور دوسرے کہے نہیں بلکہ یہ چار دینار کی ہے یا تیسرا کہے کہ یہ چھ دینار کی ہے اور اوسط قیمت جو منتخب کی جائے گی وہ چار دینار ہے جو کہ دو، چار، چھ کی مجموعی قیمت کا ۱/۳ حصہ ہے۔
اور یہ جاننا چاہیئے کہ اگر مال عیب دار نکل آئے اور اس کی قیمت تاوان میں اختلاف واقع ہو جائے

تو یہ مسئلہ تین صوٗرتوں سے خالی نہ ہو گا۔

اول:

اہل خبرہ حضرات فروخت کردہ مال سالم یا عیب دار کی قیمت میں اختلاف کریں اور ایک کہے کہ سالم کی قیمت دس دینار اور عیب دار کی قیمت چھ دینار ہے اور دوسرا کہے کہ سالم کی قیمت چھ دینار اور عیب دار کی قیمت دو دینار ہے تو اوسط قیمت سالم مال کے لئے آٹھ قرار دی جائے گی جو کہ دس اور چھ کے مجموعہ کا نصف ہے اور عیب دار کی اوسط کا نصف ہے اور چار کی نسبت بھی آٹھ کے لحاظ سے نصف ہے اور اگر فرض کرلیں کہ معاملہ کے مطابق مال کی قیمت دس دینار تھی تو مزید دینار جو کہ نصف ہے تاوان کے طور پر ہو گا اور بائع پر واجب ہو گا کہ وہ یہ تاوان عیب دار مال کے ساتھ ہی مشتری کے سپرد کردے اور ہمیشہ مقدارِ تاوان میں اختلاف کی صورت میں اس طرح مقدار کا تعین کیا جائے گا۔

دوسری صورت:

اختلاف صرف عیب دار مال میں واقع ہو تو اس صورت میں دونوں قیمتوں کو جمع کیا جائے گا اور سالم مال کی دگنی قیمت رکھ کر عیب دار قیمت اس سے منہا کر کے واپس کی جائے گی مثلاً اگر ایک شخص کہے کہ اس عیب دار مال کی قیمت آٹھ دینار ہے اور دوسرا کہے کہ سات دینار ہے اور فرض کیا جائے کہ کل قیمت دس دینار تھی تو آٹھ اور سات کا مجموعہ پندرہ دینار ہو گا جس کی نسبت بیس کی طرف ۳/۴ ہو گی اور تاوان کل قیمت کا ۱/۴ ہو گا کہ جو کہ اڑھائی دینار بنیں گے جو دس کا ۱/۴ حصہ ہوں گے۔

تیسری صورت:

یہ ہے کہ اختلاف صرف سالم کے متعلق ہو اور دونوں کو جمع کرے معیوب کی نسبت سالم سے دگنی قیمت لگائی جائے گی اور اسی نسبت سے ۱/۴ یا نصف واپس کیا جائے گا یا سالم کی دو مختلف لگائی ہوئی قیمتوں کے نصف کو معیوب کی طرف نسبت دی جائے گی مثلاً ایک کہے کہ سالم کی قیمت دس دینار ہے اور دوسرا کہے کہ چھ دینار ہے اور دونوں معیب مال کی قیمت پر متفق ہو کر کہیں کہ وہ چار دینار ہے تو سالم کی دونوں قیمتوں کا نصف ۸ ہو گا اور چار تاوان کے طور پر ہو گا یعنی اگر فرض کیا جائے کہ کل قیمت ۸ دینار تھی تو تاوان ۴ دینار ہو گا۔

دوسرا مسئلہ:

چند مقامات پر مشتری سے خیار ساقط ہو گا ان میں اس کو نہ خیار کا حق ہو گا نہ تاوان وصول کرنے کا۔

اول:
اگر مشتری کو خریداری سے قبل ہی علم ہو کہ مال عیب دار ہے مگر وہ دیدہ دانستہ اس کو خرید کرنے پر رضامند ہو۔

دوم:
بیع سے قبل ہی وہ عیب دار مال کی خریداری پر راضی ہو یا خریداری کے بعد وہ حق خیار و تاوان کو خود ہی ساقط کر دے اور ایسا لفظ استعمال کرے جو سقوط کا مفہوم ادا کر دے۔

سوم:
بائع مشتری سے کہے میں نے فلاں مال باوجود عیبِ فلاں کے تجھے معلوم قیمت میں فروخت کیا یا یوں کہے میں نے مال میں ہر عیب کے باوجود اس کو تیرے ہاتھ فلاں معلوم قیمت میں فروخت کیا اور بیع بھی مشتری کے قبول و رضا کے مطابق واقع ہو تو اسکے بعد اس کو فسخ یا طلبِ تاوان کا اختیار نہ ہو گا۔

تیسرا مسئلہ:
اگر مشتری کوئی مال خریدے اور معاملہ کے بعد اس میں عیب ظاہر ہو لیکن مشتری کے نزدیک مزید بھی کوئی دوسرا عیب نکل پڑے تو اس صورت میں بھی اس کو خیار فسخ نہ ہو گا بلکہ وہ صرف تاوان کا مطالبہ کر سکے گا چاہے مشتری خود وجود عیب کا سبب بنے یا وہ بقضاء و قدر الٰہی پیدا ہو جائے ہاں اگر مال حیوان ہو اور اس میں عیب نکل آئے مگر مشتری کے سبب نہیں بلکہ بقضاء قدر الٰہی اور وہ بھی خریداری کے بعد تین دن کے اندر معلوم ہو تو اس کو خیار فسخ حاصل ہو گا اسی طرح اگر عیب مشتری کے کسی دوسرے خیار کی مدت میں نمایاں ہو تب بھی اس کو خیار حاصل ہو گا۔

چہارم:
اگر مشتری مال میں تصرف کرے اور اس میں بیع سے قبل ہی عیب نکل پڑے تو مشتری کو تاوان کے مطالبہ کا حق ہو گا فسخ کا نہ ہو گا چاہے تصرف فروخت شدہ مال کے لئے ناقل ہو یا غیر ناقل لیکن حیوان کو غذا کھلانا تصرف نہیں کہلاتا اور نہ اس سے خیار ساقط ہوتا ہے اور اگر فروخت کردہ مال تلف ہو جائے تو وہ صرف تاوان کا مطالبہ کرے گا۔

پنجم:

اگر مشتری دو الگ الگ چیزیں خریدے اور ان ہی سے ایک چیز میں عیب نکل آئے تو وہ دو صورتوں میں سے ایک صورت اختیار کرے گا یا دونوں کا سودا فسخ کر دے گا یا تاوان کا مطالبہ کرے گا اور اس کو صرف عیب دار مال کی بیع فسخ کرنے کا اختیار نہیں پس اگر ان دونوں میں سے ایک تلف ہو جائے یا اس میں تصرف کر لے تب بھی اس کو صرف تاوان لینے کا حق ہو گا۔

ششم:

اگر دو آدمی ایک چیز کو ایک ہی ایجاب کے ساتھ مشترکہ طور پر خرید کریں اور وہ چیز عیب دار نکل آئے تو دونوں کو مشترکہ طور پر بیع فسخ کرنے کا حق ہو گا صرف ایک کو نہیں ہو گا پس واجب ہے کہ یا دونوں فسخ کر دیں اور دونوں اس کو قبول کر کے تاوانِ عیب کا مطالبہ کریں اور بائع پر بھی تاوان ادا کرنا واجب ہو گا چاہے مال دونوں میں تقسیم ہو یا نہ ہو اسی طرح اگر دو شریک ایک ہی شخص سے متعدد چیزیں خرید کریں اور ایک ہی قبول واقع ہو اور بعض چیزوں میں عیب نکل آئے تو مشتری کو حق نہ ہو گا کہ سالم کی بجائے عیب دار چیز کی بیع فسخ کرے بلکہ یا سب اشیاء کی بیع فسخ کرے گا یا سب کو تاوان عیب کے ساتھ قبول کرے گا۔

ہفتم:

اگر کوئی چیز معلوم قیمت کے ساتھ فروخت کرے مثلاً کسی حیوان کو کسی معلوم و حاضر کپڑے کے عوض فروخت کر دے اور وہ عیب دار نکل آئے تو اس کو فسخ کا اختیار ہو گا لیکن اگر اس حیوان کو ایسے کپڑے کے عوض فروخت کرے جو معلوم الوصف ہو مگر فعلاً غیر موجود ہو اور مشتری بائع کو مخالفِ وصف کوئی اور کپڑا دے دے تو بائع کو فسخ کا اختیار نہ ہو گا بلکہ اس کو سالم بے عیب کپڑے کا مطالبہ کرنے کا حق ہو گا۔

ہشتم:

اگر فروخت کردہ مال عیبدار ہو اور بائع و مشتری اس میں اختلاف کریں اور مشتری دعویٰ کرے کہ یہ پہلے ہی سے عیب دار تھا اور بائع کہے نہیں بلکہ تیرے قبضے میں آنے کے بعد عیب دار ہو گیا ہے اور اس کے پاس کوئی گواہ یا دلیل نہ ہو تو فیصلہ بائع کے قسم کھانے کے ساتھ اس کے حق میں ہو گا اور اگر عیب قیمت میں ہو اور دونوں اس میں اختلاف کریں تو فیصلہ مشتری کے قسم کھانے کے ساتھ اس کے حق

میں ہو گا اور اگر بائع کہے کہ میں نے یہ چیز تجھے ہر عیب موجود بتلا کر فروخت کی ہے اور مشتری اس سے انکاری ہو تو قسم کھانے کے ساتھ مشتری کے حق میں فیصلہ ہو گا جبکہ وہ گواہ اور دلیل نہ رکھتا ہو۔

نہم:

اگر مشتری عیب سے باخبر ہونے کے باوجود بھی فروخت شدہ مال میں تصرف کردے تو اس کو صرف عیب کے تاوان کا مطالبہ کرنے کا حق ہو گا ہاں اگر وہ مال بالفرض کنیز ہو اور دوسرے اس سے دخول کر لے اور اس کو حاملہ دیکھے تو اس کو واپس کرنا جائز ہے مگر مشتری نصف قیمت کا حق دار ہو گا۔ اور دوسری نصف قیمت تصرف کرنے کی وجہ سے بائع ہی کے پاس رہے گی اور اگر دخول کے بعد حمل کے علاوہ کسی دوسرے عیب کا مشاہدہ کرے تو اس کو صرف تاوان طلب کرنے کا حق ہو گا۔

دہم:

بائع کے لئے مستحب ہے کہ اگر فروخت کردہ مال میں کوئی ظاہری عیب ہو تو مشتری کو صاف صاف کہہ دے کہ میں نے اس میں ہر عیب کے ہوتے ہوئے تجھ کو بیع کیا ہے لیکن اگر عیب مخفی ہو جس پر مشتری مطلع نہ ہو سکتا ہو تو اس کا اظہار واجب ہو گا۔

یازدھم:

عیب پر مطلع ہونے کے باوجود اگر مشتری سے عدم فسخ کے ساتھ خیار ساقط نہیں ہوتا اگرچہ وہ بہت طویل مدت تک تاخیر کرے جب تک کہ خود وہ خیار کو ساقط نہ کرے

دوازدھم:

اگر ایسا غلام یا کنیز خریدے جو خریدتے وقت از خود آزاد ہو جائے مثلاً کوئی آزاد اپنے غلام باپ یا کنیز ماں کو خرید لے اور ان میں عیب ظاہر ہو جائے تب بھی اس کو بیع فسخ کرنے کا اختیار نہ ہو گا بلکہ وہ عیب کا تاوان طلب کرے گا۔

سیزدھم:

دو مقامات پر مشتری عیب دار چیز کا تاوان طلب نہیں کر سکتا۔

اول جب عیب دار چیز کی قیمت سالم چیز سے زیادہ ہو مثلاً خصی غلام دوم جب بیع کسی سود والی جنس میں ہو مثلاً سونے کی ایک قسم کی مقدار کو سونے کی کسی دوسری مقدار سے فروخت کرے تو تاوان لینا سود کو مستلزم ہو جائے گا جو حرام ہو گا۔

چہاردہم:

جس شخص کے لئے خیار عیب ثابت ہو جائے وہ بیع کو فسخ کرنے پر پورا تسلط رکھتا ہے اور اگر بائع غائب ہو تو اس کے حاضر ہونے پر اس کو اس سے مطلع کرے کہ اس نے اس کی عدم موجودگی میں عیب کی وجہ سے بیع فسخ کر دی تھی۔ اور اگر بائع خود فاسخ ہو اور مشتری اس سے انکاری ہو تو اگر بائع کے ساتھ کوئی ثبوت ہو تو ٹھیک ورنہ تنازع سے ہی از خود بیع فسخ ہو جائے گی بشرطیکہ اس نے فروخت شدہ مال میں ایسا تصرف نہ کیا ہو جو مانع فسخ ہو یا وہ تلف نہ ہوا ہو تو اس حال میں بائع قسم کھائے گا اور فیصلہ اس کے حق میں ہوگا ہاں اگر مشتری نے نہ بائع پر دعویٰ کیا ہو اور وہ کہتا ہو تو جانتا ہے کہ میں نے تیری عدم موجودگی میں مال کے تلف ہونے سے قبل ہی بیع فسخ کر دی تھی یا میں نے اس میں کوئی تصرف کرنے سے قبل ہی ایسا کیا تھا اور بائع اس سے انکاری ہو تو مشتری کو یہ حق حاصل ہوگا کہ وہ عدم علم کی صورت میں بائع سے قسم اٹھانے کا مطالبہ کرے۔

پانزدہم:

اگر مشتری بیع فسخ کر دے اور زمانۂ عقد بیع اور زمانۂ فسخ کے درمیان کئی منفعتیں ظاہر ہو جائیں جو کہ متصل ہوں جیسے حیوان کی اون، بال وغیرہ وہ سب مالک کے تابع ہوں گی اور اگر جدا ہوں مثلاً بچہ اور دودھ تو یہ مشتری کی ملکیت ہوں گی۔

شانزدہم:

جو عیوب خیار فسخ کے موجب ہوں وہی عرف عام اور تاجران کے نزدیک قیمت کی کمی کے موجب ہوتے ہیں چاہے ان میں کوئی کمی بیشی ہو یا ذات و صفت میں تبدیلی آئی ہو مثلاً معاملہ اونی کپڑوں کے متعلق کیا گیا تھا مگر وہ سوتی نکلے یا سفید رنگ کے کپڑوں کا تھا اور وہ زرد نکلے اور اسی طرح حیوان وغیرہ بھی عرف کے مطابق عیوب معتبر ہوں گے۔

ھفدھم

اگر کنیز میں باکرہ کی شرائط عائد کر کے خریدے مگر وہ غیر باکرہ نکلے اور عقد بیع سے قبل ہی اس کی بکارت زائل ہو چکی ہو تو اس کو اختیار ہے کہ بیع فسخ کر دے یا تاوان لے لے اور اگر عقد سے قبل ازالۂ بکارت نہ ہوا ہو تو اسکے لئے نہ خیار ثابت ہوگا نہ تاوان کیونکہ امکان ہے کہ وہ عقد بیع کے بعد دوسرے اسباب یا کسی حادثہ یا اچھلنے سے زائل ہوئی ہو اور اگر عدم بکارت کی شرط سے خریدے مگر وہ باکرہ نکلے

تب بھی اس کو فسخ کا اختیار ہے یا وہ تاوان لئے بغیر بیع قبول کر لے لیکن اگر وہ کسی بھی شرط کے بغیر خریدے تو اس کو کوئی اختیار نہیں چاہے وہ باکرہ ہو یا نہ ہو۔

قسم ہشتم خیار تدلیس

اور وہ یہ ہے کہ بائع اپنے مال میں دھوکہ کرے اور ایسا کام کرے جس سے وہ مال لوگوں کی نظروں میں مرغوب و حسین نظر آئے مثلاً کنیز کے چہرے پر کوئی پسندیدہ رنگ لگائے یا سرخی سے اس کو روشن کرے یا اس کے بالوں میں مصنوعی بال شامل کر دے یا بھیڑ بکری گائے کو کئی دن نہ دوھے تا کہ بیع کے وقت زیادہ دودھ نظر آئے ان حالات میں مشتری کو خیار فسخ حاصل ہے اور اس کو بیع جاری کرنے اور تاوان لینے کا کوئی حق نہیں ہے۔

نوٹ:

تدلیس دو طریقوں سے ثابت ہوتی ہے اول آزمائش مثلاً بکری یا گائے کو بیع کے بعد تین دن تک دوہ کر دیکھے اور بیع کے وقت اس کے تھنوں میں جتنا دودھ تھا اس سے بہت کم دودھ نکلے تو اس سے تدلیس یعنی دھوکہ دہی ثابت ہو گی۔

دوم تدلیس کے لئے ثبوت مہیا کرنا یا تین روز پورے ہونے سے قبل بائع کا اقرار کر لینا دوسری صورت میں اگر اللہ کی برکت سے دودھ زمانۂ بیع کے دودھ سے مساوی یا زائد ہو تو مشتری کو اختیار نہ ہو گا چاہے بائع تدلیس کا اعتراف کر لے یا اس پر کوئی دلیل مل جائے یا دو گواہ شہادت دیں اور اسی طرح وہ تمام عیوب جو مشتری کی اطلاع سے قبل رفع دفع ہو سکتے ہوں ان میں بھی اس کو خیار نہ ہو گا اور یہ جاننا چاہیئے کہ آزمائشی مدت میں زمانۂ فسخ تک سارا دودھ مشتری ہی کی ملکیت ہو گا۔

قسم نہم خیار شرکت

اور وہ یہ ہے کہ مشتری ایک چیز خریدتا ہے اور پھر معلوم ہو کہ اس کا بعض حصہ بائع کی ملکیت

ہی نہیں ہے تو اس صورت میں مشتری کو حق حاصل ہے کہ یا بیع فسخ کردے یا بائع کے اپنے حق کی بیع کو تسلیم کرکے دوسرے مالک کا شریک بن جائے اور بائع سے اس غیر مملوکہ حصہ کی قیمت واپس کرا لے اور اگر وہ دو چیزیں خریدے اور بعد میں معلوم ہو کہ دوسری چیز بائع کی ملکیت نہیں ہے تب بھی اس کو اختیار ہے کہ بیع فسخ کردے یا صرف بائع کا ذاتی ملکیت کا مال خریدنے پر انحصار کرکے دوسرے مال کی قیمت واپس طلب کرے اور اس خیار کو عربی میں خیار تبعیض الصفقتہ کہتے ہیں اور اگر فروخت شدہ مال قبضہ سے قبل کسی دوسری ایسی چیز سے مخلوط ہو جائے جس سے جدا کرنا ممکن نہ ہو تب بھی مشتری کو فسخ بیع کا اختیار ہے یا وہ اس پر راضی ہو جائے اور بقدر حصہ دوسرے مالک کا شریک بن جائے۔

قسم دہم خیار تعذر تسلیم

اور وہ یہ ہے کہ دو طرفین میں بیع واقع ہو اور دونوں یقین رکھتے ہوں کہ خرید کردہ مال پر قبضہ لینا ممکن ہے مگر بعد میں معلوم ہو کہ ایسا نہیں ہے اور بائع اس مال کو خریدار کے سپرد کرنے پر قادر نہیں مثلاً مشتری ایک اونٹ خریدے اور عقد بیع ہو جائے مگر قبضہ لینے سے قبل ہی اونٹ بھاگ جائے اور بائع کے لئے اس کو پکڑوا کر مشتری کے حوالے کرنا ناممکن ہو تو مشتری کو بیع فسخ کرنے کا اختیار ہو گا۔

باہمی بیع کی ضمنی شرائط کا بیان

اول:

بائع و مشتری دونوں کے لئے جائز ہے کہ عقد بیع کے ضمن میں شرعاً واجب شرطوں کو طے کریں مثلاً مشتری بائع کے لئے یہ شرط لگائے کہ وہ معاملہ کے بعد ایک یا دو ماہ تک قیمت ادا کرے گا یا بائع یہ شرط لگائے کہ مشتری خریدے ہوئے غلام کو بیع کے بعد آزاد کر دے گا یا دونوں یہ شرط عائد کریں کہ وہ فلاں مقام پر مال یا قیمت ایک دوسرے کے سپرد کریں گے پس ان صورتوں میں مشروط علیہ پر لازم ہے کہ شرط پوری کرے اور اگر وہ تساہل برتے تو شرط لگانے والا اپنا معاملہ حاکم شرع کے پاس لے جائے جو اس کو شرط پوری کرنے پر آمادہ کرے لیکن اگر وہ شرط پوری کرنے سے عاجز ہو تو شرط لگانے والے کے لئے فسخ کا اختیار حاصل ہے۔

دوم:

اگر بائع یہ شرط لگائے کہ وہ بیع طے ہو کے بعد فروخت کردہ مال اپنی تحویل میں رکھے گا اور جب چاہے گا مشتری کے سپرد کرے گا یا مشتری شرط لگائے کہ وہ اسی طرح جب چاہے قیمت بائع کے سپرد کرے گا تو ان دونوں شرطوں کی صورت میں شرط اور اصل معاملہ دونوں باطل ہوں گے۔ کیونکہ ان میں مال یا قیمت کی سپردگی کی مدت نامعلوم ہے اور مدت نامعلوم ہونے سے قیمت یا فروخت کردہ مال کا نامعلوم ہونا لازم ہوگا۔ مثلاً اگر ایک چیز ایک دینار میں فروخت کرے اور ساتھ یہ شرط عائد کرے کہ وہ ایک ماہ کے بعد قیمت وصول کرے گا لیکن اگر قیمت وصول کرنے کی مدت طویل یا کم ہو جس کی کمی بیشی سے خود قیمت کی کمی بیشی کا امکان ہو تو بنا بریں اگر مال کا قبضہ دینا یا قیمت ادا کرنے کی مدت مجہول ہُو اور بائع و مشتری کے ارادے پر منحصر ہو تو قیمت بھی مجہول ہو گی اور شرط بھی اصل بیع باطل ہو گی پس ہر وہ شرط جس سے قیمت یا فروخت کردہ مال یا دونوں کی مجہولیت لازم آئے یہ تمام صورتیں اصل معاملہ کے باطل ہونے کا موجب ہوں گی۔

سوم:

اگر عقد بیع کے ضمن میں یہ شرط ہو کہ مشتری مال کو آگے نہ فروخت کرے گا اور نہ ھبہ اور نہ اس سے کوئی خدمت لے گا تو بظاہر یہ شرط اور اصل معاملہ دونوں باطل ہیں لیکن حلبی کی صحیح السند روایت اور دو دوسری مرسل روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ بیع صحیح ہے اگر بائع مشتری پر یہ شرط

لگائے کہ مال آگے کسی کو نہ فروخت کرے نہ ھبہ اور مشتری پر شرط پوری کرنا واجب ہے یہ قول قوت نہیں جیسا کہ ہمارے بعض علماء اعلام نے اس کو اختیار کیا ہے۔

چہارم:

اگر بائع و مشتری ایسی شرط عائد کریں جو ان کی قدرت سے خارج ہو مثلاً ناقہ خریدتے وقت یہ شرط لگائیں کہ وہ حاملہ ہو یا زراعت خریدتے وقت یہ شرط لگائیں کہ وہ پھل دے تو یہ شرط اور اصل معاملہ دونوں باطل ہوں گے کیونکہ حاملہ ہونا یا بار آور ہونا انسان کی قدرت میں نہیں ہے۔

پنجم:

اگر مشتری بائع پر یہ شرط لگائے کہ اگر مال غصب ہو گیا یا بیع میں اس کو خسارہ ہوا تو اس کو قیمت واپس کرنی ہو گی تو یہ شرط اور اصل معاملہ بھی دونوں باطل ہیں۔

ششم:

عقد بیع کے ضمن میں یہ جائز ہے کہ وہ دوسرے مال کے متعلق معاملہ کرنے کے لئے یا ایک دوسرے سے قرض لینے یا ھبہ کرنے یا ضامن ہونے یا رہن وغیرہ کی شرط لگالیں کیونکہ یہ شرطیں ان کی قدرت میں ہیں اور شرعاً جائز اور مرغوب بھی ہیں۔

ہفتم:

بوقت بیع مال کو کوئی گنا زیادہ قیمت پر اس شرط پر فروخت کرنا جائز ہے کہ بائع مشتری کو ایک مقررہ مدت تک ایک مقررہ مبلغ قرضہ دے گا مثلاً وہ استعمال شدہ موٹر فروخت کرے جو دو سو کی مالیت کی ہے مگر یہ اس کی پانچ سو کی مالیت کے ساتھ اس شرط پر فروخت کرے کہ وہ مشتری کو چار سو دینار ایک سال کی مدت کے لے قرضہ دے دے لیکن اگر معاملہ الٹ ہو اور وہ اس کو مقررہ مدت تک اس شرط پر قرض دے کہ وہ اس معلوم مال کو دگنی قیمت میں فروخت کر دے تو قرض اور بیع دونوں باطل ہوں گے۔

ہشتم:

اگر بائع مشتری سے ایک خاص مبلغ طلب کرے اور وہ اس کو کئی گنا زیادہ قیمت پر مال فروخت کرے اور یہ شرط لگا دے کہ وہ ایک مقررہ مدت تک اس کی طلب مؤخر کر رہا ہے تو یہ معاملہ اور تاخیر جائز ہے۔

نہم:

بیع العریان جائز نہیں اور یہ ہے کہ بائع قیمت کی ایک قسم عقد بیع کے ضمن میں لے لے اور کہے اگر مشتری مقررہ مدت تک باقی رقم لے آیا اور معاملہ بحال ہو جائے گا ورنہ اگر وہ باقی قیمت کی ادائیگی سے عاجز ہوا یا اس نے معاملہ سے دستبرداری کر لی تو جو مبلغ وہ بائع کو ادا کر چکا ہے وہ اس کی ملکیت ہو گی اور وہ اس میں تصرف کر سکے گا یہ جائز نہیں ہے۔

دہم:

اگر مشتری کوئی مال ایک مقررہ مدت میں قابل ادا موجل قیمت کے ساتھ خریدے اور عقد بیع کے ضمن میں یہ شرط لگا دے مشتری کوئی معلوم و معین رہن رکھوائے تو معاملہ صحیح ہو گا اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ لیکن اگر مشتری رہن پیش کرنے میں تاخیر کرے تو بائع کو فسخ کرنے کا اختیار ہے یا بائع کے سپرد کرنے سے قبل رہن میں کوئی عیب ظاہر ہو جائے تب بائع کو فسخ کا اختیار ہے حتیٰ کہ اگر ثابت ہو جائے کہ رہن عقد بیع سے قبل ہی معیوب تھا تب بھی بائع کو فسخ کرنے کا اختیار ہے ہاں اگر بائع از خود اس معیوب رہن کو قبول کر لے تو بیع صحیح ہو گی اور اس کے بعد اس کو عوض کا مطالبہ کرنے کا حق نہ ہو گا پس اگر وہ معیوب وصول کر لے اور پھر وہ تلف ہو جائے تو اس کو فسخ کا اختیار نہیں اور جب دونوں تنازع کریں اور بائع کہے کہ رہن قبضہ میں آنے سے قبل تلف ہوا اور مشتری کہے کہ قبضہ دینے اور اس کے سپرد کرنے کے بعد تلف ہوا اور اگر بائع قسم اٹھا لے تو اس کا دعویٰ قابلِ قبول ہو گا۔ اور اگر معاملہ برعکس ہو یعنی مشتری بائع سے قبل دعویٰ کردے اور بائع اس سے انکاری ہو تو قسم اٹھا لینے کی صورت میں مشتری کا قول قابلِ قبول ہو گا اسی طرح اگر وہ عیب کے بارے میں تنازع کریں تب بھی یہی حکم ہے۔

یازدھم:

اگر یہ شرط ہو کہ مال خود رہن رہے گا تو مقررہ مدت تک اس مال کو مؤجل قیمت کے ساتھ فروخت کرنا جائز ہے۔

دوازدھم:

اس مال کو اس شرط پر آگے فروخت کرنا جائز ہے کہ وہ مشتری کوئی معین ضامن پیش کرے اگر بعد میں مشتری ضامن سے دستبردار ہو جائے تو بائع کو اختیار ہے اور ضامن پر لازم نہیں کہ وہ

ضمانت قبول کرے اگرچہ وہ معاملہ کے وقت ضمانت کا وعدہ کر لے اور اگر دونوں عقد بیع کے وقت شرط کریں کہ مشتری ضامن پیش کرے اور ضامن کا تعین نہ ہو تو شرط باطل ہو گی اور ساتھ معاملہ بھی باطل ہو جائے گا۔

سیزدھم:

اگر وہ مال کو اس شرط پر بیع کرے کہ مشتری وہ مال پھر بائع ہی کو فروخت کرے گا تو یہ شرط اور اصل معاملہ باطل ہوں گے۔

چہاردھم:

اگر معاملہ میں رہن کی شرط ہو تو اس کے لئے بیع کے صیغہ کے علاوہ دوسرا صیغہ ادا کیا جائے گا۔

سود اور اس کے احکام کا بیان

سود جیسا کہ کتاب و سنت اور ہمارے آئمہ کرام علیہم السلام کی احادیث سے مستفاد ہوتا ہے بہت ہی مہلک گناہانِ کبیرہ میں سے ہے اور مومن پر فرض ہے کہ وہ اپنے معاملات میں احتیاط کرے اور کسب و تجارت میں اپنے دینی مسائل حفظ کرے تا کہ محرمات میں واقع نہ ہو جائے اور نہ ہی سود خوری کا مرتکب ہو کیونکہ سود میں دنیا و آخرت کا خسارہ ہے اور سود خور کبھی کامیاب نہیں ہوتا اس میں چند مسائل ہیں۔

اول:

سود ہر وہ بیع ہے جو ناپ اور تول کی ہر جنس و نوع میں کسی ایک کے ساتھ بطور اضافہ ہو ناپ و تول علاقوں کے عرف و رواج کے مطابق پہچانے جائیں گے اور تین امور میں سود ثابت ہوتا ہے۔

اول:

کسی چیز کو اس کی جنس کے ساتھ فروخت کرنا مثلاً سونے کو سونے کے ساتھ اور چاندی کو چاندی کے ساتھ اور گندم کو گندم کے ساتھ پس سونے کو گندم یا چاندی کو جوَ کے ساتھ یا کپاس کو

ریشم کے عوض بیع کرنا جائز ہے اور بے مضائقہ ہے اگرچہ ان میں ایک جنس دوسری جنس سے بڑھ کر لی جائے کیونکہ جنس مختلف ہے۔

دوم:

فروخت کردہ مال ناپ یا تول سے تعلق رکھتا ہو لیکن اگر کوئی مال گنتی کے ساتھ فروخت ہوتا ہو تو اس میں اضافہ حاصل کرنے میں کوئی حرج نہیں اس میں سود نہیں ہو سکتا۔ مثلاً ایک تھان کی ایک بالشت کی مقدار کو اس قسم کی دو بالشت کی مقدار سے فروخت کرنا یا ہندی اخروٹ کو دو اخروٹوں کے ساتھ فروخت کرنا۔

سوم:

سود اسی صورت میں متحقق ہو گا جب دو فروخت شدہ جنسوں میں سے ایک میں زیادتی ہو مثلاً ایک مثقال سونا اتنے ہی مثقال کے بدلے یا گندم کا ایک پیمانہ اسی جنس کے پیمانہ کے ساتھ فروخت کرنا نہ سود ہے اور نہ حرام ہے۔ کیونکہ دونوں صورتوں میں زیادتی نہیں۔

دوسرا مسئلہ:

سود صرف ناپ و تول سے تعلق رکھنے والی اشیاء میں منحصر ہو گا لہذا جو اجناس عدد کے ساتھ فروخت ہوتی ہیں مثلاً ہندی اخروٹ یا پیمائش کے ساتھ فروخت ہوتی ہیں مثلاً بُنے ہوئے کپڑے یا مشاہدہ کے ساتھ بیچی جاتی ہیں جیسے حیوانات اور درخت اور ہتھیار اور ان کے معاوضوں میں زیادہ اضافہ طلب کرنا چاہے کئی گنا ہو سود کے ضمن میں نہیں آتا۔

نوٹ:

جب بعض اجناس کے متعلق بعض ملکوں میں ناپ و تول کے ساتھ فروخت کرنے کا رواج ہو اور بعض میں گنتی کے ساتھ فروخت کرنے کا تو معاوضہ کا حکم بھی اسی رواج کے تابع ہو گا مثلاً خربوزہ اور ککڑی مالٹا اور تمام مرکبات پس ان میں سود ثابت ہو گا اور وزن و ناپ کے ساتھ معاملہ کی صورت میں معاوضہ حرام ہو گا اور اگر عدد کے ساتھ فروخت کرنے کا رواج ہو تو حرام نہ ہو گا اور مباح ہو گا اگر یہ اشیاء ایک ہی شہر میں کہیں ناپ یا تول کے ساتھ فروخت ہوتی ہوں اور کہیں عدد کے ساتھ تو احوط یہ ہے کہ سود میں پڑنے سے گریز کرتے ہوئے اور شکوک و شبہات سے فرار کرتے ہوئے ان سے اجتناب کیا جائے۔

سوم:

وحدت جنس کا ضابطہ یہ ہے کہ اور ایک ہی لفظ اور اسم کا اطلاق دونوں قابلِ بیع و معاوضہ چیزوں پر صادق و منطبق ہوتا ہو مثلاً گندم جو زرد، سرخ، اقسام پر بھی مشتمل ہے۔ ان میں سے کسی کو دوسری جنس کے بدلے اضافہ کے ساتھ فرخت کیا جائے تو سود ثابت ہوگا اور یہ حکم تمام اقسام پر لاگو ہوتا ہے اسی طرح کھجور اور اسکی اقسام و مختلف رنگوں کا حکم ہے اور اسی طرح انگور، جَو وغیرہ کیونکہ لفظ ہر قسم پر حقیقی طور پر بولا جائے گا اور اسی طرح سونا، چاندی چاہے سکہ دار ہوں یا نہ ہوں چاہے ان کو ڈھالا گیا ہو یا نہ چاہے ان سے کوئی چیز بنوائی گئی ہو یا نہ کیونکہ اسم علی الاطلاق ان پر منطبق ہوتا ہے۔

نوٹ:

گندم اور جو سود کے باب میں دو متحد جنسیں شمار ہوں گی اگرچہ زکوٰۃ میں یہ مختلف اجناس قرار دی جائیں گی۔ جیسا کہ ہمارے آئمہ علیہم السلام سے منقول ہے۔

چہارم:

یہ جائز ہے کہ ناپ والی چیز کو تول والی چیز کے ساتھ فروخت کیا جائے مگر یہ جائز نہیں کہ تول والی چیز کو ناپ کے پیمانہ کے ساتھ فروخت کیا جائے کیونکہ اصل پیمانہ ترازو ہی ہوتا ہے۔

پنجم:

گائے اور بھینس کا گوشت ایک جنس شمار ہوگا اسی طرح گوسفند اور بکری کا گوشت ایک جنس شمار ہوگا اور لفظ غنم عربی میں دونوں کے لئے عام ہوتا ہے اور اسی طرح اونٹوں کی مختلف اقسام کے گوشت ہیں ان کو بطور معاوضہ زیادتی کے ساتھ فروخت نہیں کیا جائے گا لیکن بطخ اور مرغابی کے گوشت کو مرغی یا مرغے کے گوشت کے عوض میں زیادتی طلب کرنے کے ساتھ فروخت کرنا بلااشکال جائز ہے کیونکہ دونوں پر علی الاطلاق ایک ہی نام نہیں بولا جاتا جس طرح کہ بکری کے گوشت کو گائے کے گوشت کے ساتھ اضافی زیادتی کے ساتھ بیچنا جائز ہے۔ اور ان کو دودھ کا حکم بھی جواز و حرمت میں گوشتوں کے حکم میں ہے۔

ششم:

خصئے اور چربی ایک ہی جنس ہیں اور گوشت کے ساتھ ان کی جنس متفاوت ہے۔

ہفتم:

اخروٹ کے تیل کو زیتون کے تیل کے ساتھ اضافی زیادتی کے ساتھ فروخت کرنا جائز ہے اسی طرح دیگر مثالیں۔

ہشتم:

جائز ہے کہ کھجور کی اقسام کا سرکہ کو منقیٰ اور انگور کے سرکہ کے ساتھ اضافی زیادتی کے ساتھ فروخت کیا جائے لیکن اگر ایک ہی جنس کے تیل ہوں تو زیادتی کے ساتھ انکو فروخت کرنا جائز نہ ہوگا۔

نہم:

یہ جائز ہے کہ ناپ اور تول والی اجناس کا ان ہی اجناس سے نقد اور کسی اضافہ کے بغیر تبادلہ کر لیا جائے لیکن مؤجل کی صورت میں مساوی یا اضافہ کے ساتھ اسی جنس کے ساتھ تبادلہ جائز نہیں ہے۔ اسی طرح نقداً تفاوت کے ساتھ بھی ان کا باہمی معاوضہ کرنا جائز نہیں ان مسائل پر ہمارے علماء کا اتفاق ہے۔

البتہ اگر قرض کا عنوان ہو تو یہ جائز ہے مثلاً کوئی شخص دو مثقال سونا دو ماہ تک کے لئے بطور قرض دیتا ہے تو اس میں کوئی اشکال نہیں پس ایک مثقال سونا دو ماہ کے لئے مثلاً اتنی ہی مقدار کے بدلے فروخت کرنا یا ایک ٹن کپاس یا ڈیڑھ ٹن کپاس ایک ماہ کے لئے نقداً اتنی ہی کپاس کے بدلے فروخت کرنا حرام ہے اور ہر گز جائز نہیں۔

دہم:

ناپ اور تول والی اجناس کو دوسری اجناس کے بدلے مساوی یا اضافہ کے ساتھ فروخت کرنا جائز ہے چاہے نقد چاہے ادھار مثلاً جب ایک ٹن گندم دو ٹن چاول کے بدلے یا تین ٹن کپاس کے بدلے نقداً یا قرضاً فروخت کرنا بلااشکال جائز ہے۔

یازدہم:

ناپ اور تول والی اجناس کو دیگر اجناس کے عوض فروخت کرنا مطلقاً جائز ہے یا کمی کے ساتھ ہو یا زیادتی کے ساتھ یا نقد ہو یا قرض۔

دوازدہم:

اگر دو قابلِ ناپ یا تول اجناس کا باہمی سودا صحیح شرعی صورت کے ساتھ ہو تو مجلس عقد بیع میں

جدا ہونے سے قبل ان کا قبضہ دینا فوراً واجب نہیں لیکن اگر قیمت اور مال خرید سونا یا چاندی کی صورت میں ہوں تو مجلسِ عقد بیع میں ان کا قبضہ دینا فوری واجب ہو گا ورنہ معاملہ باطل ہو گا۔

سیزدھم:

اگر خریدار اور بائع دونوں سود کے حرام ہونے سے ناواقف ہوں تو علم ہو جانے کے بعد اضافی سود واپس کرنا واجب نہیں ہے چاہے عین واصل باقی ہو یا نہ جیسا کہ امام علیہ السلام نے ایسے ہی ایک مسئلہ کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ اس کو خوشگواری اور مسرت کے ساتھ کھالو۔

چہاردم:

فریقین اگر حرمت سود کو جانتے ہوں تو ہر ایک پر واجب ہے کہ وہ اپنا اصل مال فریق دوم سے واپس کرا لے بشرطیکہ اصل باقی ہو کیونکہ معاملہ اصل ہی سے باطل ہے اور اصل مال تلف ہو جانے کی صورت میں سود ہی واپس کرنا ہو گا اور یہ اس صورت میں ہو گا جب قیمت اور مال صفت میں مساوی ہوں مثلاً خالص سونے کو خالص سونے کے عوض زیادتی کے ساتھ فروخت کیا گیا ہو لیکن اگر دونوں صفت میں تفاوت رکھتے ہوں مثلاً قیمتی اور اعلیٰ گندم کو اضافہ کے ساتھ ردی گندم کے بدلے خریدا گیا ہو تو فریقین اپنے اصل مال کو واپس کرائیں گے اگر وہ باقی ہو تو ورنہ تلف کی صوت میں دونوں اس کے ہم پلہ گندم واپس کریں گے۔ اور اگر وہ بھی مشکل اور ناممکن ہو تو فریقین قیمت کی صورت میں ایک دوسرے سے واپس کریں گے۔

۱۵-

یہ جائز نہیں ہے کہ ناپ اور تول والی اجناس کو اصل اور زیادتی کے ساتھ فروخت کیا جائے جبکہ معاوضہ بھی اسی طرح ہو مثلاً دودھ کو لسی کے ساتھ پنیر اور مکھن، گھی وغیرہ کو اسی طرح فروخت کرنا کیونکہ معاوضہ میں اس قسم کی زیادتی سے سود لازم آئے گا۔

لیکن اگر یہ اشیاء ایسی ہوں جو کہ ایک دوسرے کے بدلے حاصل کی جائیں اور عرف میں ایک جنس شمار نہ ہوتی ہوں تو زیادتی کے ساتھ ان کی فروخت جائز ہے مثلاً گھی کو پنیر کے عوض بیچنا لیکن اگر دونوں عرف عام میں ایک ہی جنس سمجھی جاتی ہوں تو اضافہ لینا جائز نہ ہو گا مثلاً مکھن اور گھی اور پنیر اور دودھ اگرچہ مشہور قول یہ ہے کہ دونوں صورتوں میں اضافہ جائز نہیں ہے۔

۱۶-

جو پیداوار اصل میں ناپ یا تول سے متعلق رکھتی ہو اور بعد میں ایسی صورت اختیار کر لے کہ وہ

ناپ تول میں سے نہ ہو توانکی بیع میں اضافہ لینا جائز ہے مثلاً کپاس دے کر بنا ہوا کپڑا لے لینا اور اس قسم کی دیگر اشیاء میں سود متحقق نہیں ہوتا۔

۱۷۔

دو مختلف چیزوں میں سے ایک ناپ سے تعلق رکھتی ہو دوسری تول سے تو ان کی بیع میں بھی اضافی معاوضہ لینا جائز نہیں مثلاً گندم اور آٹا لیکن ان کو برابر کے حساب سے بیع کرنے میں کوئی اشکال نہیں ہے۔ خصوصاً جبکہ معاوضہ وزن کے ساتھ ہو۔

۱۸۔

یہ جائز ہے کہ ناپ یا وزن سے تعلق رکھنے والی کوئی پیداوار کو دوسری پیداوار کے ساتھ ملا کر اضافہ کے ساتھ فروخت کیا جائے مثلاً کھجور اور انگور کو یکجا دے کر ان کے عوض ان کا شیرا لے لینا ایسے معاوضہ کے صحیح ہونے میں مطلقاً کوئی اشکال نہیں ہے۔

لیکن اگر کھجور کے عوض دو قسم کے شیرے یا صرف انگور کا شیرہ حاصل کرنا تو اس کے جواز میں یہ شرط ہے کھجور اور انگور شیروں میں استعمال شدہ جنس سے کافی مقدار میں زیادہ ہوں مثلاً اگر دونوں شیروں کا وزن دس من ہو اور ہم کھجور کے عوض لینا چاہیں اور ہمیں معلوم ہو کہ کھجور کا شیرہ پانچ من ہے تو ضروری ہے کہ کھجور بھی مقدار میں پانچ من زیادہ ہو جو شیرۂ انگور کے مساوی بن جائے اس میں کوئی فرق نہیں ہے کہ دونوں شیرے ایک ہی ظرف میں مخلوط ہوں یا دو الگ الگ برتنوں میں ہوں لیکن بیع ان دونوں پر واقع ہو گی۔

۱۹۔

پانی، مٹی، گیلی مٹی، پتھروں میں سود نہیں ہوتا بلکہ ان کو باہمی معاوضہ کے طور پر اضافہ کے ساتھ فروخت کرنا جائز ہے اور کمی بیشی میں کوئی حرج نہیں۔ لیکن مٹی کی چند خاص اقسام جو سر دھونے میں استعمال ہوتی ہیں اور ان کو وزن کے ساتھ فروخت کیا جاتا ہے تو ان کو زیادتی کے ساتھ بیچنا سود ہو گا مثلاً ارمنی، خراسانی اور خاوہ مٹی یا ملتانی مٹی جو ہمارے ہاں پاکستان میں بھی سر دھونے میں کام آتی ہے۔ (مترجم)

۲۰۔

یہ جائز نہیں ہے کہ پختہ کھجور کو سرخ کچی کھجور کے بدلے یا انگور کو منقّیٰ کے بدلے اور خشک

گوشت کو تازہ گوشت کے بدلے اور خشک روئی کو تازہ روئی کے بدلے فروخت کرے چاہے برابر کے وزن کے ساتھ ہو یا زیادتی کے ساتھ۔

۲۱۔

ایک چیز کو اس کے تیل کے ساتھ مساوی طور پر فروخت کرنا جائز ہے مگر اضافی زیادتی کے ساتھ جائز نہیں مثلاً اخروٹ اور بادام اور زیتون کو ان کے تیلوں کے عوض فروخت جائز نہیں مگر تساوی کی صورت میں۔

۲۲۔

حیوان کو اس کے گوشت کے عوض کے ساتھ فروخت کرنا ناجائز ہے مثلاً زندہ بکری دے کر اتنا ہی گوشت لے لینا ہاں اگر گوشت کسی دوسرے حیوان کا ہو تو جائز ہے مثلاً گائے کا گوشت اور زندہ بکری اور اسی طرح باقی جانور۔

۲۳۔

یہ جائز ہے کہ دو مثقال سونے اور دو مثقال چاندی کو یکجا تین مثقال سونے اور تین مثقال چاندی کے عوض فروخت کیا جائے کم یا زیادہ اضافہ کے ساتھ اس معاوضہ میں سودا متحقق نہ ہوگا کیونکہ یہاں سونا چاندی کے مقابلے میں اور چاندی سونے کے مقابلے میں ہے اس طرح دو مثقال سونا اور دو گز تھان کو چار مثقال سونے کے عوض فروخت کیا جائے اس طرح چاندی اور ہر ناپ تول والی جنس کو کمی یا زیادتی میں کسی دوسری جنس کے مقابلے بہت ہی بیش بہا قیمت کا ہو بلکہ اس قدر کافی ہے کہ اس میں عوض بننے اور بیع کرنے کی صلاحیت موجود ہو مثلاً ایک مثقال سونے کو ایک ٹن چاندی کے ساتھ ملا کر دو ٹن چاندی کے عوض فروخت کرنا۔

۲۴۔

سود صرف بیع میں ہی متحقق نہیں ہوتا بلکہ تمام معاوضات حتیٰ کہ صلح میں بھی عام ہوتا ہے اس پر فقہاء کا اجماع ہے۔ اور احادیث میں علت کی نص وارد ہے اور لغت اور عرف میں سود کا معنی سب کو معلوم ہے اور یہی احوط ہے۔

۲۵-

سود سے متعلقہ اجناس میں اعلیٰ اور ردی اور صحیح اور معیوب اشیاء ایک ہی جنس حساب کی جاتی ہیں اور ان کا معاوضہ زیادتی کی صورت میں جائز نہیں اگرچہ زیادتی کا تعلق ردی اور معیوب اشیاء ہی کے ساتھ کیوں نہ ہو۔

۲۶-

یہ ممکن ہے کہ انسان حرام سود سے بچنے کے لئے سود سے متعلق اجناس میں جو ناپ یا تول سے تعلق رکھتی ہوں شرعی جائز ذرائع استعمال کرے مثلاً دو مثقال سونا مشتری کو بیس درہم میں دے کر قیمت وصول کرے پھر اسی سے تین مثقال سونا بیس درہم میں خرید کر لے اور قیمت اس کو واپس کر دے۔ یا اس طرح کہ دو مثقال سونا اس بلامعاوضہ ھبہ کر دے۔ اور وہ شخص اس کو تین مثقال بطور ھبہ بلامعاوضہ دے دے یا وہ کسی کو دو مثقال سونا یا دو مثقال سونے ہی کے بدلے فروخت کرے اور زیادہ اضافہ مشتری کو بلا بیع ھبہ کر دے یا بائع اور مشتری ایک دوسرے کو زیادہ یا نقصان کے ساتھ کوئی مال قرد دیں پھر وہ ایک دوسرے کو بری الذمہ کر دیں اور اسی طرح ان چاروں صورتوں میں معاوضہ شرعاً صحیح ہو جائے گا۔

۲۷-

چار قسم کے معاوضہ گیروں میں سود متحقق نہیں ہو سکتا اور وہ ایک دوسرے سے اضافی مال وصول کر سکتے ہیں۔

اول:

باپ اور اس کا صلبی و نسبی فرزند ان کا آپس میں سود لینا دینا جائز ہے مگر دادے اور پوتے اور نانا اور نواسے اور والدہ اور اس کی اولاد اور رضاعی باپ اور اس کی اولاد کے درمیان یہ رعایت نہیں ہے اور ان کا باہمی سود لینا حرام ہے رضاعی باپ سے مراد اس عورت کا شوہر ہے جس نے کسی غیر بچے کو شرعی حدود کے مطابق دودھ پلایا ہو۔

دوم:

میاں بیوی کے درمیان چاہے وہ بیوی دائمی عقد کے ساتھ ہو یا متعہ کے عقد کے ساتھ۔

سوم:

آقا اور اس کے غلاموں اور کنیزوں کے مابین سود نہیں ہے۔

چہارم:

مسلمان اور کافر حربی کے درمیان بشرطیکہ زیادتی منفعتی مسلمان کی جانب ہو یعنی مسلمان ہی کافر سے سود وصول کرے اور "مخالف" مطلقاً کافر حربی کے حکم میں ہے جیسا کہ غالب احکام میں ہے اور اس معنی میں بہت سی متواتر اور کثیر اور صریحہ احادیث وارد ہیں اور ہمارے پاس آیات کریمہ سے بھی اس پر دلائل و براہین موجود ہیں۔

لیکن کافر ذمی مسلمانوں کے حکم میں ہے ان کے مابین اضافہ کے ساتھ معاوضہ جائز نہیں ہے چاہے منفعتی اضافہ مسلمان کے لئے ہو

بیع صرف کے احکام

بیع صرف سے مراد یہ ہے کہ سونے کو سونے کے ساتھ اور چاندی کو چاندی کے ساتھ یا سونے کو چاندی کے ساتھ اور چاندی کو سونے کے ساتھ بیع کیا جائے اس میں چند مسائل ہیں۔

(۱) چار صورتوں میں یہ شرط ہے کہ مجلس عقد بیع میں ہی قیمت اور مال فریقین آپس میں وصول

کر لیں اور جدا ہونے سے قبل ہی لین دین سے فارغ ہو جائے وہ صورتیں یہ ہیں (۱) سونے کی بیع سونے کے ساتھ (۲) سونے کی بیع چاندی کے ساتھ (۳) چاندی کی بیع سونے کے ساتھ (۴) چاندی کی بیع چاندی کے ساتھ۔

(۲) جدائی اس حالت میں متحقق ہو گی جبکہ بائع و مشتری مجلس بیع سے اٹھ کھڑے ہوں اور ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں اگرچہ ایک قدم چل کر ایسا کیوں نہ کریں۔

(۳) جدائی سے قبل فریقین کا قیمت اور مال کو قبضہ میں لینا صحت معاملہ میں شرط ہے ورنہ اس کے بغیر بیع صرف باطل ہو جائے گی۔

(۴) اگر بائع اور مشتری مال اور قیمت میں سے کچھ حصہ وصول کر لیں اور کچھ باقی رہ جائے تو اصحاب کے نزدیک مشہور یہ ہے کہ معاملہ صحیح ہے لیکن اگر وہ معاملہ میں کوتاہی کریں تو کوتاہی کرنے والے کو اختیار نہیں ہے۔ لیکن اقرب یہ ہے یہ معاملہ باطل ہے جیسا کہ حلبی کی صحیح روایت میں ہے گویا کہ انہوں نے مال اور قیمت میں سے کچھ بھی وصول نہیں کیا۔

اگر بائع اور مشتری بیع صرف کے ساتھ معاملہ کریں اور دونوں میں سے ہر ایک فروخت کردہ مال اور قیمت وصول کرنے کیلئے اپنا وکیل مقرر کریں تو وکیل پر لازم ہے کہ وہ اپنے موکل کا مال مجلس بیع سے جدائی سے قبل ہی قبضہ میں لے لیں۔ ورنہ بائع اور مشتری کے جدا ہونے کے بعد قبضہ کا مطالبہ معاملہ کے باطل ہونے کا موجب ہو گا اگرچہ دونوں کے وکیل آپس میں جدا نہ ہوئے ہوں لیکن اگر فریقین عقد بیع اور قبضہ دونوں کیلئے وکیل مقرر کریں تو وکیلوں کے جدا ہونے سے قبل ہی قبضہ لینا واجب ہو گا چاہے فریقین قبضہ سے قبل جدا ہو گئے ہوں یا بعد۔

(۶) اگر ایک شخص کسی دوسرے شخص سے سونا اور چاندی خریدے پھر اس کا قبضہ لینے سے قبل ہی اس سونے اور چاندی کے عوض اور سونا چاندی خرید لے تو یہ دوسرا معاملہ باطل ہو گا اور پہلا صحیح ہو گا اور اپنی صحت پر باقی رہے گا۔

(۷) اگر عمرو کے ذمے زید کی مقررہ مقدار میں چاندی ہو اور وہ اس سے اس چاندی کے بدلے سونا خرید لے اور وہ عمرو ہی کو سونے کا قبضہ لینے کیلئے وکیل مقرر کرے اور وہ وکالت قبول کر لے تو معاملہ بلا اشکال مکمل اور صحیح ہو گا اور اگر بائع کے لیے مشتری کے ذمہ کوئی سونا یا چاندی ہو اور وہ اس کو قیمت

وصول کرنے کیلئے وکیل مقرر کرے تب بھی بلاتفاوت یہی حکم ہے۔
(۸) اگر سونا تانبے یا کسی دوسری دھات کے ساتھ مخلوط ہو اور مالک ارادہ کرے کہ خالص سونے کے ساتھ اس کا معاملہ بیع کرے تو اس کی چار صورتیں ہوں گی۔
اول سونے کا وزن مجموعی طور پر معلوم ہو کہ وہ مثلاً ایک مثقال ہے اور ملاوٹ کی مقدار مطلقاً نا معلوم ہو تو اس کا معاملہ بیع خالص سونے کے ساتھ صحیح ہو گا۔
دوم اگر مجموعی طور پر اس کا ایک مثقال خالص سونے کے ساتھ معاملہ کرنا یا اس سے زیادہ سونے کے ساتھ ہو یہ سب جائز ہے۔
سوم مجموعی وزن دو مثقال ہو اور ہمیں یہ علم ہو کہ ملاوٹ نصف سے زیادہ ہے۔ تو اس صورت میں اس کو ایک مثقال خالص سونے کے ساتھ فروخت کرنا صحیح نہیں ہے۔ اور یہی حکم ۱/۳ اور ۱/۴ حصہ سونے کی صورت میں بھی ہے۔
چہارم ملاوٹ مجموعی طور پر مطلقاً نا معلوم ہو جیسا کہ پہلی صورت میں ہے تو اس صورت میں ایک مثقال سے کم سونے کے ساتھ معاملہ جائز نہیں ہو گا اور اگر ملاوٹ مقرر مقدار میں تشخیص شدہ ہے مثلاً مجموعی مقدار سے نصف ہے تو اس کو ایک مثقال خالص سونے کے عوض فروخت کرنا جائز ہے اور بلا تفاوت چاندی کا حکم بھی سونے کے حکم کی طرح یکساں ہے۔
(۹) ہم نے گزشتہ بیان سے یہ جان لیا کہ سونے کی بیع سونے کے ساتھ اور چاندی کی چاندی کے ساتھ صرف مساوی طور پر ہی جائز ہے۔ حتیٰ کہ اگرچہ ایک ان میں سے سالم اور دوسری شکستہ ہو تب بھی واجب ہے کہ وہ وزن میں مساوی ہوں ورنہ معاملہ باطل ہو گا اگرچہ فریقین ایک ہی مجلس بیع میں قبضہ لیں اور دیں اور اسی طرح اگر ایک ان میں ڈھلا ہوا ہو اور دوسرا بغیر ڈھلا ہوا۔
(۱۰) یہ جائز نہیں ہے کہ کان سے نکالا ہوا مٹی میں ملا ہوا سونا یا سنار کی مکان سے جمع کردہ یا خالص سونے کے ڈھالنے کی جگہ سے جمع کئے ہوئے سونے یا چاندی کو خالص سونے اور چاندی کے ساتھ فروخت کیا جائے اور یہ جائز ہے کہ ملاوٹ شدہ سونے اور ملاوٹ شدہ چاندی کو یکجا کر کے خالص سونے اور چاندی کے ساتھ اجتماعی یا انفرادی طور پر فروخت کیا جائے بشرطیکہ کہ اس آخری شق میں یہ یقینی طور پر علم ہو کہ خالص سونا اور چاندی ملاوٹ شدہ سونے اور چاندی سے مقدار میں زیادہ ہے پس یہ زیادتی دوسری جنس کے مقابلہ میں مقصود ہو گی جیسا کہ چاندی کے ساتھ ملاوٹ شدہ سونے کو خالص چاندی کے ساتھ یا خالص سونے یا ملاوٹ شدہ سونے کے ساتھ فروخت کرنے بلا اشکال جائز ہے۔

نوٹ:
سونے یا چاندی کا برادہ جو ڈھالنے کی جگہ پر مٹی پر ملا ہوا ہو اگر اس کا مالک معین اور معلوم شخص ہو تو سنار پر واجب ہے کہ وہ اس کے سپرد کر دے اور اگر وہ ایک سے سونے سے زیادہ ہوں جن میں کوئی معلوم اور کوئی نا معلوم افراد ہوں تو معلوم کو اس کا حق دے دیا جائے گا اور اور مجہول کا حق اس کی جانب سے صدقہ کر دیا جائے گا اور اس سب کے سب مجہول ہوں تو سب کی طرف سے بطور صدقہ کسی مستحق کو دے دیا جائے گا۔

(۱۱) نقلی سونے یا چاندی کی بنی ہوئی اجناس چاہے وہ حقیقت میں تانبہ یا لوہا ہوں یا کوئی اور جنس ان کی بیع خالص سونے اور چاندی کے ساتھ جائز ہے چاہے یہ معلوم ہو کہ ان کی اصل مقدار سونے اور چاندی کے چڑھے ہوئے پانی سے زیادہ ہے یا نہ اسی طرح سے ایسے مکان یا دوکان کی فروخت بھی جائز ہے جن پر سونے اور چاندی کی سجاوٹ بنائی گئی ہو۔ ان کو خالص سونے چاندی کے عوض فروخت کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

(۱۲) سونے اور چاندی کے کھوٹے سکے اگر لوگوں کے ہاں پہچانے ہوئے ہوں اور ان کا کھوٹا ہونا اور متداول رائج ہونا معلوم ہو تو ان کے ساتھ معاملہ کرنا اور ان کو تصرف میں لانا بے اشکال ہے لیکن اگر سکے نہ معلوم ہوں اور تفاوت تسلیم کرنا واجب ہے ورنہ معاملہ حرام ہو گا اور صورت حال سے واقف کار ذمہ مشغول رہے گا یعنی یہ ذمہ داری ان کی گردن پر باقی رہے گی۔ حتی کہ اگر وہ جاہل سے عالم کی طرف منتقل ہوں اور وہ پھر ان کو اسی بائع اول جاہل کی طرف منتقل کرنا چاہے تب بھی اس کو ان کے کھوٹے ہونے سے باخبر کرنا واجب ہو گا اور فرق دور کرنے کے مطابق معاوضہ دے کر ہی معاملہ حلال ہو گا اور اس سے بری الزمہ ہو جائے گا۔

(۱۳) سونے اور چاندی کو یکجا طور پر دوسری قسم کے سونے اور چاندی کے عوض فروخت کرنا جائز ہے اگر دونوں کی بیع مساوی نہ ہو بلکہ زیادتی کے ساتھ ہو۔

(۱۴) سونے اور چاندی کے برتنوں کو اجتماعی طور پر خود سونے اور چاندی کے ساتھ فروخت کرنا جائز ہے چاہے برتنوں کا وزن معلوم ہو یا نا معلوم اور چاہے ان کو ایک دوسرے سے علیحدہ کرنا ممکن ہو یا نہ اسی طرح ان کا سونے اور چاندی کے ساتھ انفرادی طور پر معاملہ کرنا بھی جائز ہے بشرطیکہ یہ سونا اور چاندی وزن میں ان برتنوں سے زیادہ ہو۔

(۱۵) ایسے آلات کا فروخت کرنا جائز ہے جو سونے اور چاندی کے پانی سے آراستہ ہوں چاہے وہ فی الواقع لوہے کے ہوں یا تانبے کے یا کھالوں کے یا بافتہ یعنی بنے ہوئے ہوں مثلاً تلواریں، خنجر، آئینے اور کپڑے ان سب کی بیع ایسی نقد رقم کے ساتھ جائز ہے جو ان کی جنس سے غیر ہو جس طرح بھی فریقین

باہمی طور پر رضامند ہوجائیں مثلاً آلات سونے کے پانی سے مزین ہوں اور نقدی چاندی کی ہو یا بالعکس لیکن اگر نقدی بھی اسی جنس سے ہو تو ضروری ہے کہ اگر ان کا وزن معلوم ہو تو وہ ان سے زیادہ ہونے چاہئیں ورنہ لازم آئے گا کہ معاملہ غیر جنس سے واقع ہو یا ان نقدیوں کی طرف دوسری جنس اضافہ کیا گیا ہو تب جائز ہوگا۔

(۱۶) یہ جائز ہے کہ خالص اور سالم چاندی کے معاوضہ میں خالص اور شکستہ چاندی دی جائے مگر ان پر شرط کرنا جائز نہیں کیونکہ شرط کی صورت میں زیادتی حکمی ہوگی جو کہ عینی زیادتی کی طرح سود کو مستلزم ہوگی ہاں یہ شرط لگانا جائز ہے کہ اگر ان میں سے ایک ملاوٹ والی نکلی تو اس کے عوض میں وہ بھی ملاوٹ والی چاندی دے گا پس خالص چاندی کے مالک کیلئے جائز ہے کہ ملاوٹ والی چاندی کے مالک پر یہ شرط عائد کرے کہ وہ اپنی چاندی کے کھوٹ کے بدلے اس کو انگوٹھی بنوا کر دے جیسا کہ راوی ابوالصلاح کنانی کی حدیث سے ثابت ہے اسی طرح حرف بحرف سونے کا حکم ہے۔

(۱۷) اگر زید عمرو سے مطالبہ کرے کہ وہ اس کو ایک انگوٹھی بنا کر دے اور دونوں باہمی طور پر یہ شرط لگائیں کہ انگوٹھی بنانے والا عمرو زید سے بیس مثقال خالص لے گا اور اس کے بدلے وہ اس کو بیس مثقال ناقص سونا دے گا تو حرام ہے کیونکہ ہم یہ بیان کر چکے ہیں کہ سود صرف بیع ہی منحصر نہیں ہے بلکہ مبادلہ و معاوضہ کے تمام امور کو عام ہے اور یہ بات اپنے مقام پر ثابت ہو چکی ہے کہ حکمی زیادتی عینی زیادتی کی طرح مستلزم سود اور مستلزم حرمت ہے کیونکہ جنس کے اعتبار سے ناقص اور خالص میں کوئی فرق نہیں ہے۔

(۱۸) اگر زید عمرو کو پانچ مثقال چاندی سونے کے نصف سکہ دینار کے عوض فروخت کرے تو اگر وہ یہ دیکھے کہ وہاں آدھے دینار کے سکے رائج اور متداول ہیں تو اس پر لازم ہے کہ وہ اس کو ان میں سے ایک ایسا ہی سکہ دے دے ورنہ وہ سالم دینار کو دو برابر حصوں میں تقسیم کر کے ایک حصہ اس کو دے دے۔

(۱۹) اگر زید عمرو کو دس مثقال چاندی ایک مثقال سونے کے عوض فروخت کرے تو اس سے ایک مثقال چاندی کم کر سکتا ہے اور ایسا معاملہ جائز ہے اگر فریقین کو معلوم ہو کہ چاندی کے مثقال کی نسبت سونے کے مثقال کے ساتھ کیسی ہے تو بیع بھی صحیح ہے ورنہ اگر ان دونوں کو اس کا علم نہ ہو تو بیع حرام ہوگی کیونکہ مستثنیٰ شدہ چاندی کی نسبت سونے کے ساتھ نامعلوم ہے۔

(۲۰) اگر کوئی شخص ایک کپڑا ایک مثقال سونے کے ساتھ فروخت کرے اور اس سے ایک مثقال چاندی جتنی مالیت کم کر دے تو بیع صحیح ہوگی بشرطیکہ سودا نقد ہو اور سونے چاندی کی باہمی نسبت معلوم ہو ورنہ معاملہ ہر حال میں باطل ہوگا۔

(۲۱) اگر کوئی شخص کوئی مال معینہ سکہ کے ساتھ فروخت کرے تو مشتری پر واجب ہے کہ وہ بائع کو اسی وصف کا معینہ سکہ اداء کرے لیکن اگر بائع کسی بھی دوسرے سکے یا معاوضے پر راضی ہو جائے تو بیع بلا اشکال صحیح ہے۔

(۲۲) اگر کوئی شخص کوئی مال حاضر ظاہر معین درھم کے ساتھ فروخت کرے مگر وہ درھم بائع کو دینے سے قبل ہی مشتری کی طرف سے تلف ہو جائیں تو معاملہ فسخ ہوگا اور اگر بائع دوسرے درھم یا دیناروں پر راضی ہوجائے تو بیع کا ازسر نو جدید صیغہ جاری کرنا لازم ہوگا۔

(۲۳) اگر کوئی سکہ دار دیناروں اور درھموں کو دوسرے سکہ دار معینہ دینار و درھم کے ساتھ فروخت کرے اور پھر ظاہر ہو کہ دینار یا درھم سونے کے نہ تھے بلکہ بطور مثال تانبے کے تھے تو معاملہ فسخ ہوگا لیکن اگر ان میں سے بعض خالص اور سالم اور بعض معیوب ہوں تو بائع سب کو واپس کرنے کا حقدار نہیں بلکہ وہ مشتری سے صحیح سکے طلب کرے گا بلکہ اس کو یہ بھی حق حاصل ہے کہ معاملہ اصلاً فسخ کر دے اور جو دینار و درھم دے چکا ہے وہ مشتری واپس لے لے یا ان کو صحیح سکوں کے ساتھ تبدیل کر لے یا عیب دار سکے واپس کر دے ہاں اگر بائع کو یہ علم ہو کہ مشتری کے دینار یا درھم عیب دار ہیں تو اس کو فسخ کا اختیار نہیں اور معاملہ صحیح ہوگا۔

(۲۴) اگر مشتری بائع سے معین و حاضر و بامشاہدہ دراھم و دینار دوسرے دراھم و دینار کے بدلے خرید لے اور پھر معلوم ہو کہ بائع کے درھم و دینار سلطان وقت کے نام کے سکہ دار نہیں اور رائج الوقت نہیں تو اس کو اختیار ہے کہ معاملہ فسخ کر دے یا اس سے بیع پر راضی ہو جائے اور اس کو یہ حق نہیں کہ اس سے بدل یا تاوان کا مطالبہ کرے کیونکہ عقد بیع ان پر ہی واقع ہوا ہے اور اس کو یہ بھی حق نہیں کہ ان میں سے بعض سکے رکھ لے اور بعض واپس کر دے کیونکہ اس سے بیع جزوی ہو جائے گی۔

(۲۵) اگر مشتری عقدِ بیع کی مجلس میں ہی دس سکہ دار چاندی کے معروف و مشہور دراھم کی بیع دوسرے دراھم سے کرے پھر ظاہر ہو کہ وہ سکے تانبے یا سیسے کے تھے تو اگر مجلس بیع سے جدا ہونے سے قبل ہی ان دراھم کی کھوٹ معلوم ہو جائے تو مشتری کو حق ہے کہ انکو رد کر دے اور ان کے عوض چاندی کے معین صفت کے دراھم طلب کرے لیکن اگر مجلس سے جدا ہونے کے بعد علم ہو جائے تو معاملہ اصلاً باطل ہوگا اور فریقین اپنے اپنے دراھم واپس لے لیں گے۔

لیکن اگر بعض دراھم کھوٹے نکلیں تو مشتری کو حق حاصل ہے کہ ان بعض دراھم کے بدلے صحیح درھم طلب کرے بشرطیکہ ان کے کھوٹے ہونے کا علم مجلس بیع سے جدا ہونے سے قبل ہو ورنہ بعد میں معلوم ہونے کی صورت میں صحیح دراھم کی بیع باطل ہوگی اور مشتری کو عوض طلب کرنے کا

حق نہ ہوگا۔

لیکن اگر تمام دراھم خالص چاندی کے ہوں لیکن ان کا سکہ بد شکل اور کہنہ ہو تو اس کو اختیار ہے کہ اپنے دراھم اصیلہ واپس لے کر قیمت واپس کر دے یا قبول کرے اور رکھ لے اور ناقص سکوں کا بدل طلب کرے لیکن اس کو تاوان کا مطالبہ کرنے کا حق نہیں ہے۔ لیکن اگر بعض دراھم مدھم نقش والے یا پرانے ہوں اور جدائی سے قبل ان کا علم ہو جائے تب بھی کس کو ان کا بدل طلب کرنے یا سب کے سب واپس کر کے اپنے قیمت واپس کرنے کا اختیار ہے اور یہ بھی اختیار ہے کہ صحیح دراھم قبول کرے اور ناقص دراھم کے سکوں کی تبدیلی کا مطالبہ کرے اور یہ اختیار نہیں کہ ناقص یہ دراھم واپس کر کے ان کی قیمت واپس کرے اور صحیح دراھم قبول کرے کیونکہ اس سے بیع کا جزوی ہونا لازم آئے گا جو صحیح نہیں ہے۔

(۲۶) اگر سکہ دار سونے کے دینار کو کسی حاضر دینار کے عوض فروخت کرے۔ اور بیع کے بعد معلوم ہو کہ بائع کا دینار وزن میں اس کے دینار سے بھاری ہے تو بیع باطل ہو گی اور ہر ایک اپنے اپنے دینار واپس لے لے گا۔

لیکن اگر ایسا دینار فروخت کرے جس کا وزن سکہ دار سونے کا ایک مثقال ہو اور سکہ بھی کسی خاص حکمران کے نام کا ہو اور اس کے عوض کا سکہ کسی دوسرے حکمران کے نام کا ہو اور اس کا وزن بھی ایک مثقال ہو مگر وہ حاضر اور قابل مشاہدہ نہ ہو اور غرضیکہ دینار مذکورہ وصف کا ہو اور بعد میں معلوم ہو کہ یہ دینار وزن میں زیادہ ہے تو بیع مذکور صحیح ہو گی مگر اضافی زیادگی اس کے پاس شرعی امانت ہو گی جس کو مشتری کو جلد سے جلد واپس کرنا واجب ہو گا۔ لیکن اگر اس نے عمداً علماً ایسا کیا ہو تو یہ اضافی زیادتی مالکانہ طور پر امانت ہو گی جس کو واپس کرنے میں جلدی واجب نہ ہو گی کیونکہ اصل مالک نے اس کو اپنے اختیار سے اس کا قابض بنایا ہے۔

(۲۷) اگر ایک معین و مشہور دینار کو مطلقاً کسی دوسرے معلوم الوصف دینار کے عوض فروخت کرے جس کا وزن نوع کے لحاظ سے مشہور ہو تو اگر وہ مشہور ناقص ہو اور موصوف کا وزن مشہور سے نوعاً زیادہ ہو تو بیع صحیح ہو گی اور اضافی زائد مالتی اس کے پاس شرعاً امانت ہو گی اگر سہواً ایسا کیا گیا ہو اور اگر عمداً ایسا کیا گیا ہو تو امانت مالکانہ ہو گی۔

(۲۸) اگر کوئی ایک دینار کسی مقررہ میعاد تک کیلئے قرض لے اور دینار کی قیمت قرض لیتے وقت مثلاً دس درھم تھی اور ادائیگی قرض کے موقعہ پر اس کا بھاؤ بڑھ جائے یا کم ہو جائے تو قرضہ دینے والے کا اصل حق بعینہ وہی دینار ہی ہو گا اور کمی بیشی کا قرضے کے ساتھ کوئی دخل نہ ہو گا اسی طرح اگر کوئی معلوم

مدت تک کوئی چیز مقررہ مدت کیلئے ایک دینار میں خریدے تو بائع کو حق نہیں ہوگا کہ مدت کے اختتام پر معینہ دینار سے زیادہ کا مطالبہ کرے چاہے اس کا بھاؤ اس وقت بڑھ جائے یا گھٹ جائے۔

(۲۹) اگر کوئی سونے کا سکہ دار عراقی دینار قرضہ کے طور پر حاصل کرے اور قرضہ دینے والا شرط لگائے کہ وہ اس کے عوض اس سے کویتی دینار وصول کرے گا تو اس میں کوئی حرج نہیں کہ کویتی دینار کی مالیت وصولی کے وقت عراقی دینار سے زائد ہو یہ اس صورت میں ہے جب شرط نہ کرے اور قرض دینے والا بھی قرض دیتے وقت اضافہ کی نیت نہ کرے ورنہ معاملہ باطل اور حرام ہوگا۔

(۳۰) اگر کوئی شخص مقررہ مدت تک مقررہ مبلغ کیلئے کسی کا قرضدار ہو اور قرض دینے والا جلدی اپنے قرضہ کا مطالبہ کرے اور جلد تر ادائیگی کیلئے رعایت کے طور پر کچھ رقم ساقط کر دے تو قرضدار کیلئے اسکو قبول کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے لیکن اگر قرض دینے والا حاضر وقت میں اپنے قرض کا مستحق ہو تو اس کے قرض کی تاخیر کے ساتھ ادائیگی میں مقروض کی طرف سے اصل رقم میں اضافہ کرنے کی پیشکش کرنا جائز نہیں ہے۔

(۳۱) اگر کوئی شخص سنار سے یہ مطالبہ کرے کہ اس کو چاندی کی انگوٹھی بنا دے اور وہ اسکو کہے کہ تیری اجرت سمیت تیری چاندی کی مقدار چاندی دوں گا اور اس پر ہی عقد بیع واقع ہو جائے تو اگر انگوٹھی پر سنار نے اپنی طرف سے نگینہ لگایا ہو تو ضروری ہے کہ خریدار کی چاندی انگوٹھی کی چاندی سے زیادہ ہو تاکہ وہ زیادتی نگینہ کے عوض قرار پائے ورنہ معاملہ میں سود واقع ہوگا اور وہ حرام ہو جائے گا۔ لیکن اگر وہ نگینے کے بغیر انگوٹھی بنا دے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ خریدار کی چاندی اس کے ساتھ وزن میں مساوی ہو اگرچہ وہ اس پر اُجرت وصول نہ کرے۔

(۳۲) اگر کوئی شخص زید سے ایک دینار قرض لے اور وہ عمرو سے دراھم کا مطالبہ رکھتا ہو تو یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے مال کو جو عمرو کے ذمے ہیں اپنے ذمے زید کے قرضہ کے عوض فروخت کر دے۔

(۳۳) اگر زید کے ذمے اس کے کئی دینار ہوں پھر وہ ان کے عوض اس سے تدریجاً کئی بار درھم وصول کرتا رہے اور آخر میں معاملہ ان سب پر واقع ہو جائے تو تدریجاً وصول شدہ معلوم دینار فروخت کر دیئے جائیں یا دونوں میں سے ہر ایک دوسرے کو بری الذمہ قرار دے۔

(۳۴) بیع صرف کی اقسام تین ہیں۔

اول۔ عین کو عین کے عوض فروخت کرنا اور وہ اس طرح ہے کہ قابل مشاہدہ دینار و درھم قابل مشاہدہ دیناروں اور درھموں کے عوض فروخت کئے جائیں۔

دوم۔ ذمہ کو ذمہ کے عوض فروخت کرنا اور وہ اس طرح ہے کہ ممیز صفات کے دیناروں کو ایسے

ہی دیناروں کے عوض فروخت کیا جائے اور اس طرح درھم بھی اس بیان کردہ صفت سے فروخت کئے جائیں اور دینار و درھم کے صفات ایسے مقام پر بیان کرنے واجب ہیں جہاں وہ صفات کے بغیر نا قابل شناخت ہوں لیکن اگر دینار و درھم شہروں میں عام متعارف ہوں۔ جن کی طرف فریقین کی توجہ فوراً مبذول ہو جائے تو وہاں وصف بیان کرنے کی حاجت نہیں ہے اور معاملہ صفت بیان کرنے سے مستغنی ہو گا۔

سوم۔ عین کو ذمہ کے عوض فروخت کرنا اور وہ یہ ہے کہ دیکھے ہوئے دینار کو محض صفت بیان کئے ہوئے دینار کے عوض فروخت کرنا جو صفت اس کو دیگر سے ممتاز کر دے ان تینوں صورتوں میں واجب ہے کہ فریقین کی طرف سے جدائی سے قبل ہی قبضہ دے دیا جائے ورنہ معاملہ باطل ہو گا اور یہی حکم درھم کا ہے۔

(۳۵) یہ جائز نہیں ہے کہ سونے کے بنے ہوئے تاگے کو قیمت میں خود سونے کے ساتھ زیادتی کے ساتھ فروخت کیا جائے اور یہی حکم چاندی کے بنے ہوئے تاگے کا ہے ہاں البتہ مساوی طور پر ان کو فروخت کرنا جائز ہے۔

لیکن اگر سونے اور چاندی کا بنا ہوا تاگہ ملاوٹ شدہ ہے تو اس کو خود سونے کے ساتھ زیادتی کی معیت میں فروخت کرنا جائز ہے یہ زیادتی اس چاندی کے مقابلہ میں ہو گی جو اس تاگے میں تھی ایسی صورت میں بھی قیمت اور مال کو ایک مجلس میں ایک دوسرے کے قبضہ میں دینا واجب ہے جیسا کہ سابق مسائل میں گزر چکا ہے۔

(۳۶) سابقہ مباحث میں گزر چکا ہے کہ سونے اور چاندی کے ان ہی دھاتوں کے عوض فروخت کرنے میں مساوی طور پر فروخت شرط صحت بیع ہے اور یہ بھی شرط ہے کہ بائع و مشتری اپنے اپنے حقوق (قیمت و مال) کو مجلس بیع سے جدا ہونے سے قبل وصول کر لیں اگرچہ اس مقام پر چند شرعی حیلے بھی ہیں جن سے انسان دونوں شرطوں کی خلاف ورزی کر کے حرام سے اجتناب کر سکتا ہے جیسا کہ ہم نے بعض کا تذکرہ سود کے بیان میں کر دیا اور باقی یہاں کر رہے ہیں مثلاً اگر بائع کے پاس دو دینار ہو اور مشتری کے پاس بیس درھم اور معاملہ کا موضوع دس دینار ایک سو درھم کے عوض ہو اور ضروری طور پر وہ قیمت اور عوض جدا ہونے سے قبل ہی مجلس بیع میں وصول کر لیں گے اور بائع دو دینار مشتری کے سپرد کرے گا وہ ان کو مال کا عوض سمجھے گا اور وہی مال اس سے بطور قرض لے لے گا پھر دوبارہ مال کے عوض کی نیت سے اس کے سپرد کر دے گا اور پھر بعنوان قرض اس سے لے لے گا اور پانچ مرتبہ ایسا کرے گا اور آخر میں مشتری کے ذمے آٹھ دینار باقی رہیں گے جبکہ وہ مال مکمل طور پر مجلس میں ہی

مشتری کے حوالہ کر چکا ہے اور اسی طرح مشتری بائع کو قیمت کی نیت سے بیس درھم دے کر پھر قرض کے عنوان سے لے لے گا اور اسی طرح پانچ مرتبہ کرے گا اور آخر میں اس کے ذمے بائع کے اسی درھم بچ جائیں گے اور وہ دونوں اس طرح سے شرعی حیلہ کے ساتھ حرام سے اجتناب کر سکیں گے۔

اور اسی طرح حرام سود سے بچنے کا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ اور اس میں دونوں مجلس بیع میں قیمت و عوض وصول کرنے کے بھی پابندی نہیں ہونگے وہ اس طرح ہے کہ بائع سونے یا چاندی کے عوض مشتری کو ایک مقدار ریشم یا خاص وصف کی کپاس دے دے اور پھر وہی بائع اسی مال کو سونے یا چاندی کے عوض فروخت کر دے تو معاملہ بلااشکال صحیح ہوگا۔

نقد اور ادھار کے متعلقہ احکام کا بیان

اس میں چند مسائل ہیں۔

(۱) بطور معجل و مؤجل باہمی بیع فروخت کردہ مال اور قیمت میں یا ان میں سے کسی ایک میں چار قسم پر ہے۔

۱۔ دونوں معجل ہوں تو بائع و مشتری میں ہر ایک عقد بیع کے بعد بلا تاخیر اس کا مستحق ہے مگر جب بائع قیمت کی تاخیر پر یا مشتری فروخت شدہ مال کی وصولی میں تاخیر پر رضامند ہوں تو ان کو اس کا حق حاصل ہے اور اس بیع کو بیع معجل یا نقد بمقابلۂ نقد کہتے ہیں۔

۲۔ بیع معجل ہو اور قیمت مؤجل تو بائع کیلئے لازم ہے کہ عقد کے بعد نقداً فروخت کردہ مال مشتری کے سپرد کرے اور مشتری پر واجب ہے کہ وہ مقررہ مدت کے بعد قیمت بائع کے حوالے کر دے اس کو بیع معجل یا نسیئہ کہتے ہیں۔

۳۔ قیمت معجل ہو اور فروخت کردہ مال مدت مقررہ کے بعد تک ادھار ہو۔

۴۔ دونوں ادھار ہوں جس کو بیع الکالی بالکالی کہتے ہیں پہلی تین صورتیں شرعاً جائز اور صحیح ہیں جبکہ چوتھی صورت غیر شرعی اور باطل ہے۔

(۲) اگر کوئی شخص نقد و ادھار کی وضاحت کے بغیر کوئی مال فروخت کرے اور وہ مشتری کے حوالے بھی کر دے تو اس اطلاق سے ''نقد'' ہی تصور کیا جائے گا اور بائع موقعہ پر فوری قیمت وصول کرنے کا

مستحق ہوگا۔

(۳) ادھار میں یہ واجب ہے کہ مدت مقررہ طور پر معلوم ہو جس میں کمی بیشی کا احتمال نہ ہو مثلاً سال مہینہ یا معلوم طور پر شمار شدہ دن۔ اگر ان میں کمی بیشی کا احتمال ہو تو بیع باطل ہوگی۔ مثلاً اس طرح مدت مقرر کرے "کہ جب عورت بچہ جنے گی" یا "فلاں شخص فوت ہو جائے گا" یا "حجاج کرام واپس آئیں گے" یا "فصل کاٹی جائے گی" پس اگر مدت مضبوط اور معین ہو تو معاملہ صحیح ہوگا اگرچہ وہ مدت لمبی ہی ہو مثلاً نوے سال یا اس سے بھی زیادہ ہاں اگر خریدار اس طویل مدت کی اثناء میں وفات پا جائے تو اس کی موت کی وجہ سے جلد وعدہ وفاء کا مطالبہ کیا جائے گا اور وارث پر لازم ہوگا کہ وہ بائع یا اس کے پسماندگان وارثوں کو معجل قیمت اداء کردے۔ اگرچہ طے شدہ مدت میں ابھی کئی سال باقی ہوں اور وارث معاملہ فسخ کرنے پر قدرت نہ رکھتا ہو اور اگر معیاد تین سال سے زیادہ ہو۔ تو اس میں شرعاً شدید کراہت ہے"

(۴) اگر بیع مؤجل ہو اور بائع مال مشتری کے سپرد کرنے میں تاخیر کرتے حتیٰ کہ مدت مقررہ گزر جائے تو مشتری کو معاملہ فسخ کرنے کا حق نہیں ہے بلکہ اس پر واجب ہے کہ قیمت اداء کر کے مال وصول کرے چاہے تاخیر بائع کی طرف سے سہواً یا نسیاناً ہو یا تساہل یا عمداً یا ظلماً ہو۔

(۵) اگر کوئی شخص کوئی مال اس طرح فروخت کرے کہ اگر معجل کے طور پر کوئی خریدے تو ایک دینار قیمت ہوگی۔ اور مؤجل کے طور پر دو دینار اور مشتری اس کو وصول کر کے چلا جائے تاکہ وہ دونوں طریقوں میں سے کس کو اختیار کرے تو بیع باطل ہوگی۔ اور نیز اس طرح بھی صحیح نہ ہوگی کہ اگر کوئی شخص مال فوری ایک مقررہ قیمت پر فروخت کرے اور طویل مدت کیلئے مہنگا فروخت کرے اور مشتری قبول کر کے چلا جائے تاکہ وہ دونوں طریقوں میں سے کسی کو اختیار کرے۔

(٦) اگر کوئی شخص اپنا مال مقررہ مدت تک فروخت کرے پھر اس خریدار سے اسی قیمت یا کم و بیش مدت پوری ہونے سے قبل ہی خرید لے تو یہ بیع بلا اشکال صحیح ہے اور اقویٰ یہ ہے کہ بخلاف مشہور طریقہ مکروہ نہیں ہے حتیٰ کہ اگر دانے بھی اس طرح فروخت کئے جائیں البتہ اگر مدت مقررہ سے قبل یہ بیع ادھار کی صورت میں ہو تو ظاہر یہ ہے کہ ناجائز ہے۔

(۷) اگر کوئی شخص اپنا مال مقررہ مدت تک فروخت کرے اور مال بائع کے پاس ہی رہ جائے اور پھر مدت پوری ہونے کے اور قیمت کی وصولی کے استحقاق کے وقت وہ مشتری سے مساوی یا اعلیٰ یا کم قیمت پر خرید لے تو بیع صحیح اور جائز ہوگا اور اس کو معاملہ عینیہ کہا جاتا ہے۔

(۸) اگر کوئی اپنا مال مقررہ مدت تک فروخت کرے تو وہ مدت پوری ہونے سے قبل مشتری سے قیمت وصول کرنے کا حق نہیں رکھتا البتہ مشتری از خود مدت پورے ہونے سے پہلے قیمت اداء کرے

تو کوئی حرج نہیں ہے لیکن اگر موت مقررہ کے بعد قیمت اداء کرے تو ضروری ہوگا مالک اسے قبول کرنے کا یقین حاصل کرے اگر بائع زائد المیعاد کے طور پر قیمت قبول کرنے سے انکاری ہو تو حاکم شرع کی طرف سے رجوع کرے گا حتی کہ وہ مصلحت کے مطابق کوئی اقدام کرے اور اگر حاکم شرع تک وصولی ناممکن ہو اور قیمت تلف ہو جائے تو مشتری نے اگر قیمت میں تصرف نہیں کیا تھا تو خسارہ بائع پر عائد ہوگا لیکن اگر مشتری کے تصرف کے بعد تلف ہو جائے تو بائع دوبارہ مطالبہ کرنے کا حقدار ہوگا اور یہی حال بیع سلف بلکہ تمام حقوق حالیہ و مؤجلہ میں بلا تفاوت ہے لیکن یہ شرط ہے کہ جو کچھ اداء کرے وہ ہر لحاظ سے اس کے مافی الذمہ حقوق کے مساوی ہو۔

(۹) اگر زید کے عمرو کے ذمہ مقررہ مدت تک دس دینار ہوں تو اس کو مبلغ بڑھانے کا حق نہیں ہے بلکہ زیادتی کے مقابلہ میں اس کو کئی دن مہلت دے گا لیکن یہ جائز ہے کہ وہ مدت کم کر دے اور اس سے نقداً کمتر رقم طلب کرے مقروض کو باقی رقم سے بری الذمہ کر دے یا مقروض سے کہے کہ میں تجھ سے دس دینار کی بجائے نو دینار پر مصالحت کرتا ہوں بشرطیکہ تو میرا قرضہ نقد دے دے اور یہ مصالحت علماء کی اصطلاح میں حطیطیہ کہلاتی ہے۔

(۱۰) یہ جائز ہے کہ کوئی شخص کوئی مال اس طرح فروخت کرے کہ کچھ قیمت مجلس بیع میں نقداً دے اور کچھ مقررہ مدت کے بعد مؤجل کے طور پر دے اسی طرح دو مختلف چیزوں کو ایک ہی عقد بیع میں اس طرح فروخت کرے کہ ایک کی قیمت مجلس بیع میں نقد اداء کرے اور دوسری مقررہ مدت کے بعد اداء کرے۔

(۱۱) ہر ایسی چیز جس کا فی الحال حاصل ناممکن نہ ہو اس کی بیع جائز نہ ہو اس کی بیع جائز ہے اگرچہ وہ فعلاً بائع کے پاس موجود نہ ہو بلکہ عقد بیع سے کچھ مدت کے بعد حاصل کر کے مشتری کے حوالے کرے لیکن اگر اس کا فی الحال حاصل کرنا ممکن نہ ہو اور وہ بائع کے پاس موجود بھی نہ ہو بلکہ لازم ہے کہ کچھ مدت تاخیر کرے تاکہ اس کا حصول ممکن ہو جائے۔

(۱۲) اگر کوئی شخص مقررہ قیمت کے ساتھ کوئی مال خریدے بشرطیکہ وہ اس کو مقررہ مدت کے بعد قیمت ادا کرے گا۔ پھر اس کا ارادہ بن جائے کہ وہ اس قیمت پر مال کسی دوسرے کو فروخت کر دے یا منافع پر آگے فروخت کر دے یا اس سے کم قیمت پر تو یہ کافی نہیں ہوگا کہ خرید کو اصل قیمت بتائی جائے بلکہ یہ بھی واجب ہوگا کہ وہ بائع و مشتری کے مابین طے شدہ مدت سے بھی آگاہ کرے اور عدم اطلاع کی صورت میں مشتری کو اختیار ہوگا کہ معاملہ جاری کرے یا فسخ کر دے۔

قبض و تسلیم کے احکام

اس میں چند مسائل ہیں۔

(۱) قبض و تسلیم سے مراد یہ ہے کہ بائع مشتری کو فروخت کردہ مال کا قبضہ دے اور خریدار بائع کو قیمت کا قبضہ دے دے مگر ہر جنس اور مال کی خاص صورت ہو گی مکان کا قبضہ دینے کا مطلب یہ ہے مکان خالی کر دے۔ یعنی بائع اس سے دستبردار ہو کر اس کو مشتری کے تصرف میں دے تاکہ وہ جس طرح چاہے اس مکان کو استعمال میں لاسکے اور یہی حکم اراضی باغات کھجور کے درختوں دکانوں کا ہے اور حیوانات کپڑے کے تھانوں، رقوم اور دیگر اموال مثلاً سونا چاندی معدنی آلات اور ظروف و برتن وغیرہ کا قبضہ دینے کا مطلب یہ ہوگا کہ ان کو دوسری جگہ منتقل کر دے یا ان سے دستبردار ہو جائے چاہے وہ مشتری کرے یا بائع یعنی یہ اپنی قیمت لے کر مال مذکور کو دوسرے کی تحویل میں دے دیں البتہ قابل وزن و ناپ اور ان کے قبض و اقباض کے بارے میں تفصیل گزر چکی ہے۔

(۲) اگر مال سپرد کرنے اور قبضہ دینے سے قبل ہی کسی غیبی آفت سے تلف ہو جائے تو خسارہ بائع کو اٹھانا ہوگا اور اگر وہ قیمت وصول کر چکا ہے تو وہ خریدار کو واپس کرنا ہوگا اور اس طرح زمانہ تلف تک ہر قسم کی اضافی چیزیں مثلاً دودھ اون، بال، بچے، پھل یہ سب مشتری کی تحویل میں دینے ہوں گے اور اگر تلف بائع کی طرف سے تحویل میں دینے کے عمل سے قبل ہو تو مشتری کو اختیار ہے کہ بیع فسخ کر دے اور قیمت واپس لے لے یا عوض کا مطالبہ کرے چاہے مثل کی صورت میں یا قیمت کی صورت میں اور اگر تلف کسی تیسرے اجنبی کی طرف سے ہو تو اس کے بارے میں بھی مشتری کو بائع کے ساتھ سلوک کرنے کی طرح اختیار حاصل ہے کہ چاہے تو فسخ کر دے یا بدل طلب کرے۔

اور اگر تلف مشتری کی طرف سے ہو تو خسارہ اسی کو اٹھانا ہوگا اور قبضہ سے قبل اور بعد قیمت کا حکم اور اس کی پیداوار کا حکم فروخت کردہ مال کی طرح بلافرق ہے۔

(۳) اگر مال بائع کے پاس ہی ہو اور مشتری کے قبضہ میں دینے سے قبل اس میں عیب لگ جائے تو مشتری کو اختیار ہے کہ چاہے تو بیع فسخ کر دے یا تاوان کے بغیر ہی بخوشی اس کو قبول کرے قیمت کا حکم اس مسئلہ میں بعینیہ فروخت کردہ مال کے حکم کی طرح ہے مگر یہاں فسخ کرنے کا اختیار مشتری کو ہے جبکہ وہاں بائع کو ہے۔

(۴) اگر عقد بیع کے بعد مال کسی دوسرے مال سے خلط ملط ہو جائے اور ابھی تک مشتری نے اس کا

قبضہ نہ لیا ہو اور اس طرح امتزاج ہو جائے کہ جدا کرنا ناممکن ہو۔ مثلاً فروخت کردہ مال ایک ٹن گندم ہو جو کسی دوسری ایک ٹن گندم میں مخلوط ہو جائے یا گھی ہو جو کہ دو ٹن میں مخلوط ہو جائے اور خلط کرنے کی وجہ بائع خود ہو تو مشتری کو اختیار ہے کہ یہ معاملہ فسخ کر دے اور قیمت واپس طلب کرے یا مالک بائع کے ساتھ کل گندم یا گھی میں شریک بن جائے اور جس مقدار میں اس نے سال خرید ا تھا اس کا اتنا ہی حصہ ہو گا چاہے نصف ہو یا ۱/۳۔

(۵) اگر بائع متعدد چیزیں ایک ہی عقد میں فروخت کرے اور بعض ان میں سے بعض چیزیں قبضہ دینے سے قبل خود بائع کے پاس ہی تلف ہو جائیں تو مشتری کو اختیار ہے کہ خیار فسخ کو عمل میں لائے یا معاملہ کو موجودہ صورت حال کے مطابق ہی قبول کر لے اور تلف کرنے والے سے قیمت لے لے۔

(۶) بائع پر واجب ہے کہ مال تحویل میں دینے کے وعدہ کے مطابق عمل کرے بشرطیکہ کوئی رکاوٹ نہ ہو تا کہ مشتری اس سے منفعت لے سکے مثلاً اگر ایک مکان کا سودا ہوا ہے تو لازم ہے کہ وہ اس کو خالی کر کے مشتری کی تحویل میں دے دے یا اگر زمین فروخت کی ہے اور مالک نے وہاں کاشت کر رکھی ہے اور فصل کی کٹائی یا باغات کے پھولوں کے پکنے کا موسم ہے تو اپنی فصل کٹائے اور پھل اٹھوائے اور زمین یا باغ کا قبضہ دے البتہ اگر فصل ابھی ناپختہ ہو یا پھل کچے ہوں تو بائع کیلئے تاخیر جائز ہے اور مشتری پر واجب ہے کہ صبر کرے اور فصل کی کٹائی کا انتظار کرے اور یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ مذکورہ وصف کے مطابق فروخت کردہ مال کو مشتری کی تحویل میں دینا اگرچہ واجب ہے مگر صحت بیع کی شرط نہیں ہے پس اگر خریدار مال قبضہ میں لے لے تو بیع لازم ہو جائے گی اور بائع کی ضمانت ساقط ہو گی اگرچہ مشتری کسی رکاوٹ کی وجہ سے اس سے فائدہ نہ اٹھا سکتا ہو لیکن اگر مشتری اس رکاوٹ سے لا علم ہو اور بائع بھی معقول طور پر مناسب وقت تک مشتری کو قبضہ نہ دے اور رکاوٹ دور نہ کر سکے تو مشتری کو خیار فسخ حاصل ہے۔

(۷) اگر عقد بیع کے بعد اور قبضہ دینے سے قبل مال کو کوئی آدمی چھین لے تو بائع پر واجب ہے وہ غاصب سے مال چھڑوائے اور مشتری کے سپرد کر دے اور مشتری کو حق نہیں ہے کہ خیار فسخ استعمال کرے بشرطیکہ غصب تھوڑی مدت کیلئے ہو اور واپسی جلد ممکن ہو لیکن اگر طویل مدت گزر جائے یا طویل انتظار کرنا پڑے تو مشتری کو اختیار ہے کہ بیع فسخ کر دے یا اتنا انتظار کرے کہ بائع اس کو متعلقہ مال غاصب سے دلوا سکے لیکن۔

(۸) اگر مال قابل ناپ یا تول ہو تو اس کو ناپ تول سے قبل فروخت کرنا جائز نہیں البتہ اگر خرید اس مال کی بیع کے وقت موجود ہونے کی وجہ سے ناپ تول کا وزن جانتا ہو یا بائع پر اعتماد رکھتا ہو تو جائز

ہے۔
(۹) مشہور بین الاصحاب یہ ہے کہ اگر مال قابل ناپ یا تول ہو تو قبضہ لینے سے قابل ان کی بیع مکروہ ہے لیکن اقویٰ یہ ہے اگر مال طعام کی صورت میں تو قبضہ سے قبل اس کی بیع حرام ہے۔ کیونکہ ائمہ اطہار علیہم السلام سے مروی ہماری صحیح السند احادیث میں اس سے منع وارد ہے اور نہی کا استعمال حرمت کے معنی میں حقیقی ہوتی ہے اور اس کو کراہت پر محمول کرنا حجت سے خالی ہے اور احوط ہے کہ اس قسم کے معاملہ سے اجتناب کیا جائے۔
(۱۰) اگر مال کسی کی طرف بیع کے علاوہ کسی اور طریقہ سے منتقل ہوا ہو مثلاً وارثت تو اس کو قبضہ میں لینے سے قبل بیع کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے اگرچہ وہ وزن یا ناپ سے متعلق ہو یا طعام ہو اسی طرح وراثت میں ملنے والے مال کو قبضہ سے قبل ہی ھبہ کرنا بیع کرنا یا اجرت پر دینا شرعاً صحیح ہے۔
(۱۱) اگر زید عمر سے کوئی مال بیع سلف سے خریدے اور بکر اس مال کو زید سے اسی طریقہ سے خرید کر لے تو کوئی حرج نہیں اور اس میں بھی کوئی مضائقہ نہیں کہ زید یہ حکم دے دے کہ بکر یہ مال براہ راست عمر سے وصول کرے کیونکہ یہ بیع وکالت یا حوالہ کے طور پر ہے اور معاوضہ نہیں ہے اور بیع سلف سے مراد یہ ہے کہ مال کو دیکھے بغیر محض صفت معلوم ہونے پر غائبانہ خرید لیا جائے اور قیمت نقد دے کر مال کچھ مدت کے بعد اٹھوایا جائے جیسا کہ اس کا بیان آگے آئے گا۔
(۱۲) اگر کوئی کسی کو مال بیع سلف کے ساتھ فروخت کرے پھر مشتری مال کا مطالبہ فوری کرنے لگے تو بائع کیلئے جائز ہے کہ اس کو قیمت واپس کر دے یا اس سے وہی مال دوبارہ خرید کر لے جس کا اس نے مقررہ مدت کے بعد قبضہ دینا تھا اس میں نہ کوئی حرمت ہے نہ کراہت اگرچہ وہ قابل وزن ہو یا ناپ کیونکہ کراہت یا حرمت اسی صورت میں ہوتی ہے جب وہ مشتری مذکور کی بجائے مال کسی اور کو فروخت کر دے نہ کہ اس کیلئے جس کے متعلق اس کے ذمہ میں فروخت کردہ مال کی ادائیگی ہے۔
(۱۳) اگر کوئی شخص بطور بیع سلف زید کا ایک نوع کے سامان کیلئے مقروض ہو تو زید پر کوئی حرج نہیں کہ اس کو دراھم دے دے اور اس کو کہہ دے کہ تو میرے لئے فلاں مال خرید لا اور پھر اس کو اپنے مطلوبہ مال کے عوض خود رکھ لے ایسا معاملہ صحیح ہے لیکن اگر اس کو یہ کہے کہ یہ دراھم لے لے اور خود بنا کر اپنی طلب کے عوض فلاں مال خرید لے تو یہ اکثر فقہاء کے نزدیک جائز نہیں ہے لیکن علامہ حلی مرحوم نے کہا ہے کہ یہ صحیح ہے اور احادیث مطلقاً دونوں صورتوں کے صحیح ہونے پر دلالت کرتی ہیں لیکن چونکہ دونوں صورتوں میں تہمت کا احتمال ہے لہذا دونوں صورتیں مکروہ ہوں گی۔
(۱۴) اگر کوئی زید سے قرضہ لے پھر اس سے کوئی تیسرا شخص قرضہ لے لے اور زید کیلئے کوئی مضائقہ

نہیں کہ وہ اپنے مقروض کو قرضہ دینے والے حوالے کر دے تاکہ وہ اس سے براہ راست قرضہ وصول کرے اس میں کوئی اشکال نہیں ہے اسی طرح یہ بھی جائز ہے کہ ایسا معاملہ بطور بیع سلف ہو یا ایک کا معاملہ بطور قرض اور دوسرے کا بطور سلف ہو۔

(۱۵) اگر زید ایک ٹن کپاس ایک خاص مقدار کے تھان کے عوض فروخت کر دے اور خریدار کپاس وصول کر کے کسی تیسرے شخص کو بیچ دے اور کپڑے کا تھان بائع کے سپرد کرنے سے قبل ہی تلف ہو جائے تو بلااشکال آخری بیع صحیح ہے اور زید کو اس سے خریدنے والے گاہک کو یہ حق نہیں کہ اس معاملہ کو باطل قرار دیں بلکہ زید اپنے خریدار یعنی بائع ثانی سے رجوع کرے گا اور اس سے ویسا ہی کپڑے کا تھان طلب کرے گا اور اگر ویسا تھان نایاب ہو تو اس کی تلف کے روز کے مطابق قیمت وصول کرے گا۔

(۱۶) اگر کوئی زید کا بعنوان سلف مقروض ہو اور زید وصولی سے قبل ہی مال کسی اور کو فروخت کر دے تو صحیح ہو گا لیکن اگر مال قابل وزن یا ناپ ہو تو ان کے مابین معاملہ باطل ہو گا۔

(۱۷) اگر کوئی شخص زید کو کوئی مال قیمت کے ساتھ فروخت کرے اور مال وصول کرنے سے قبل ہی قیمت کو کسی دوسرے کے ہاتھ فروخت کر دے تو یہ صحیح ہے چاہے قیمت بامشاہدہ یا مؤجل یا با وصف خاص ہو۔ ہاں اگر مؤجل ہو تو لازم ہے کہ عوض بر موقع اور معجل ہو تا کہ بیع صحیح ہو سکے لیکن اگر مال اور قیمت سونے یا چاندی کے ہوں یا خود سونا چاندی ہوں تو لازم ہے کہ مجلس بیع میں حاضر اور قابل قبضہ ہوں۔

(۱۸) قرض اور سلف میں اطلاق عقد بیع کے شہر کے مطابق قرار دیا جائے گا جیسا کہ اصحاب فقہاء میں مشہور ہے لیکن اگر بائع یا مقروض وصولی کیلئے کوئی خاص معلوم جگہ تجویز اور معین کریں تو اقویٰ یہ ہے کہ وہ اسی جگہ کا پابند ہو گا اور دوسری جگہ کا مطالبہ کرنے کا حقدار نہ ہو گا اور اگر مشتری یا قرض گیر اپنا مال و حق وصول کرنا چاہیں تو اس پر واجب نہیں ہے کہ دوسری جگہ میں قبول کرے۔ اسی طرح اگر وہ کوئی جگہ مقرر تو نہ کریں مگر قرائن سے وہ جگہ معلوم ہو اور اگر قرائن سے جگہ کا تعین معلوم نہ ہو تو بائع یا مقروض کو حق ہے کہ وہ جہاں چاہیں مطالبہ کریں۔

(۱۹) اگر کوئی غاصب مال کو کسی معین شہر میں غصب کرے تو مال کے مالک کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ غاصب سے واپسی مال کا مطالبہ جس شہر میں چاہیں کر لیں اور اگر ویسا مال وہاں نہ ملتا ہو جہاں کا وہ مطالبہ کرتا ہے اسی کے مطابق اس کو مال کی قیمت کا مطالبہ کرنے کا حق حاصل ہے۔

(۲۰) اگر کوئی شخص کوئی مال خریدنے کا مطالبہ کرے اور دوسرا کہے مجھے بھی اس سودے میں شریک بنا لو اور وہ قبول کر لے تو یہ صحیح ہے چاہے وہ دونوں قیمت سے آگاہ ہوں یا نہ ہوں یا ان میں سے ایک آگاہ ہو دوسرا جاہل اور بعض اصحاب نے صرف پہلی شق کو صحیح قرار دیا ہے۔ اگر وہ اس سے بیع پوری ہونے کے بعد شراکت طلب کریں تو دونوں پر واجب ہے کہ قیمت معلوم کر لیں ورنہ شراکت صحیح نہ ہو گی۔

اصل سرمایہ کے اعتبار سے بیع کی اقسام

یہ قسمیں پانچ ہیں کیونکہ یا بائع بیع کے وقت فروخت کردہ اصل سرمایہ کا اعلان کرے گا یا نہیں کرے گا دوسری صورت کو مساومت کہتے ہیں جو کہ بیع کی افضل اقسام میں سے ہے اور پہلی صورت میں یا باہمی خرید و فروخت بغیر کسی زیادہ اور نقصان کے ہوگی تو اس کو تولیہ کہتے ہیں یا اس میں زیادتی واقع ہوگی تو اس کو مرابحہ کہتے ہیں یا نقصان کے ساتھ ہوگی تو اس کو مواضعہ کہتے ہیں یا اس میں کوئی دوسرا شریک ہوگا تو اس کو تشریک کہتے ہیں پس پہلی قسم مساومت بیان اور تفصیل کی محتاج نہیں ہے جبکہ باقی چار اقسام کے شرائط و اقسام کے بیان کی ضرورت ہے۔

قسم اول تولیہ اور وہ اصل سرمایہ کے ساتھ بیع و شراء کا نام ہے۔ اور اس کی شرط یہ ہے کہ بائع و مشتری کو اس کا علم ہو اور اس کا صیغہ اس طرح ہوگا کہ بائع کہے گا میں نے فلاں چیز تجھ کو اسی قیمت میں فروخت کی جس میں میں نے خود خریدی اور مشتری کہے میں نے قبول کیا اور یہ بھی جائز ہے کہ بائع کہے میں نے تجھ کو اس کام کا متولی بنایا اور مشتری کہے کہ میں نے تولیت قبول کی۔

دوسری قسم مرابحہ

اور وہ زیادتی کے ساتھ بیع کرنے کا نام ہے اور اس میں چند مسائل ہیں۔

(۱) بیع مرابحہ کرنے والے پر واجب ہے کہ پہلے اپنے مال کے اصل سرمایہ کو معین کرے اور پھر خریدار کو اس سے آگاہ کر دے پھر اپنا منافع اور اس کی مقدار بیان کرے اور اس کے بعد صیغہ جاری کرے اور کہے کہ میں نے تجھے فلاں مال اتنے نفع میں فروخت کیا اور مشتری کہے میں نے قبول کیا پس اگر اصل سرمایہ یا نفع نامعلوم تھا ہے دونوں اس سے ناواقف ہوں یا ان میں سے ایک تو بیع باطل ہوگی۔

(۲) اگر رائج الوقت نقدی لوگوں میں وزن و صرافی کے لحاظ سے معروف و معلوم ہو تو صحیح ورنہ اگر نقدی مختلف اور متفرق ہو تو اس کا نوع و وزن کے لحاظ سے تعین کرنا واجب ہوگا اور اس کے بغیر بیع باطل ہو گی۔

(۳) اگر کوئی شخص کوئی مال خریدے اور اس میں کوئی تصرف نہ کرے اور کوئی ایسا عمل نہ کرے جو زیادتی کا موجب ہو اور اس کو بیع کرنے کا ارادہ کرے تو اس کے اصل سرمایہ کا بیان واضح ہونا چاہیے اور

اگر ایسا عمل کرے جو زیادتی کا موجب ہو تو اجرت عمل کے ساتھ اصل سرمایہ کا بیان واجب ہو گا مثلاً کوئی دو سو درھم کا سونا خریدے اور اس کی ڈھلائی کر دے اور مشتری سے کہے سونے کی اصل قیمت دو سو درھم ہے جبکہ ڈھلائی کی اجرت بیس درھم ہے یا کہے یہ سونا مجھے دو سو بیس درھم میں پڑا ہے۔

(۴) اگر مشتری کوئی مال خریدے جو معیوب نکلے اور بائع سے اس کا تاوان لے اور پھر اگر وہ اس کو آگے مرابحہ یا مواضعہ کے ساتھ فروخت کرنا چاہے تو اصل مال سے تاوان کی رقم منہا کر سکتا ہے اور باقی رقم کو اصل رقم ظاہر کر سکتا ہے یہ جائز اور کافی ہے۔

(۵) اگر مشتری کوئی حیوان یا باغ خریدے جو ثمر آور ہو جائے اور وہ اس سے فائدہ اٹھائے پھر اس کو مرابحہ یا مواضعہ کے ساتھ فروخت کرنا چاہے تو یہ واجب نہیں کہ وہ مشتری کو ان فوائد سے آگاہ کرے یا پھلوں کی قیمت اصل قیمت سے منہا کرے۔ بلکہ وہ دراھم جن سے وہ حیوان یا مال خرید چکا ہے وہی ان کی اصل قیمت ہو گی اور اس میں کوئی کمی بیشی نہ کی جائے گی جسطرح اس نے خریدا ہے فروخت کر دے معاملہ میں پھل کا دخل نہیں ہو گا۔

(۶) بیع مرابحہ میں کوئی فرق نہیں کہ بائع مشتری سے کہے کہ میں نے یہ مال دس دینار میں خریدا ہے اور اب میں اس میں مزید دس درھم منافع چاہتا ہوں یا کہے کہ میں نے یہ دس دینار میں خریدا ہے اور تجھ سے دینار پر ایک ایک درھم منافع چاہتا ہوں تو دونوں صورتوں میں کوئی کراہت نہیں اگرچہ دوسری صورت کے بارے میں مشہور ہے کہ کراہت ہے جب کہ حلبی اور ابن مسلم کی صحیح السند روایات سے استناد ثابت ہوتا ہے لیکن ان روایات سے زیادہ خود مرابحہ کی کراہت اور بیع مساومت کا رجحان ثابت ہوتا ہے۔

(۷) اگر مشتری ارادہ کرے کہ خریدے ہوئے مال کو فروخت کرے اور خریدی ہوئی رقم سے زیادہ بیع کا اعلان کرے اور پہلے وہ چیز اپنے باپ یا بیٹے کو بیچ دے اور پھر ان سے مہنگی قیمت میں خرید لے اور پھر اس کو مرابحہ کے طور پر فروخت کرنا چاہے تو اس دوسرے معاملہ بیع کو اصل قیمت ظاہر کر سکتا ہے اور بعض علماء نے ایسے مرابحہ کے جواز کا قول اختیار کیا ہے جبکہ ہمارے نزدیک ایسا کرنا مطلقاً جائز نہیں ہے بلکہ حرام ہے اور مشتری کو اگر اس کا علم ہو جائے تو وہ بیع فسخ کر سکتا ہے اگرچہ وہ بعد میں اس پر مطلع ہو یہ معاملہ غیر شرعی حیلہ ہے ہاں اگر وہ باپ یا بیٹے کو صحیح قیمت پر کسی حیلہ سے علیحدہ ہو کر فروخت کرے اور پھر ان سے اسی قیمت پر خریدے تو بیع صحیح اور حلال ہو گی اور منافع بھی جائز ہو گا جیسا شہیدین رضوان اللہ علیہما کا قول بھی ہے اگرچہ وہ ہمارے موضوع سے خارج ہے۔

(۸) اگر کوئی اپنا مال مرابحہ کے ساتھ فروخت کرے اور عقد بیع کے بعد مشتری کو معلوم ہو کہ بائع نے

اصل قیمت سے زائد رقم وصول کی ہے تو مشتری کو خیار فسخ حاصل ہو گا اور اگر وہ چاہے تو بیع قبول بھی کر سکتا ہے اگر مال مشتری کی تحویل میں تلف ہو جائے تو بائع کو فسخ کرنے کی صورت میں مشتری سے مثل یا حقیقی قیمت وصول کر لے گا۔

(۹) اگر بائع کہے کہ میں نے یہ مال بیس درھم میں خریدا اور پھر اعتراف کرے کہ اس نے دس درھم میں خریدا پھر کہے نہیں بلکہ میں نے پندرہ درھم میں خریدا تو اس کا دس درھم کا قول ہی قابل قبول ہو گا اور آخری قول قبول نہیں کیا جائے گا اگرچہ اس پر گواہ یا دلیل بھی لائے لیکن اگر قرائن سے اس کا اشتباہ اور غلط بیانی ثابت ہو تو مشتری پر اس سے قسم لینا ضروری نہیں لیکن اگر بائع یہ دعویٰ کرے کہ وہ مشتری جانتا ہے کہ مجھ کو اشتباہ ہوا اور میں نے اسکو ابھی بتلائی صورت میں قیمت سے زیادہ میں مال خریدا تھا تو بائع کو اس وقت مشتری سے حلف لینے کا موقع دیا جائے گا اور مشتری بھی حلف اٹھائے گا کہ اس کو علم نہیں تھا۔

(۱۰) اگر کوئی شخص کوئی مال معین قیمت میں خریدے اور پھر بائع ایک مقدار معلوم قیمت بطور ھبہ مشتری کیلئے تخفیف کرے تو اگر مشتری اس کو بطور مرابحہ فروخت کرنا چاہیے تو اس مثال میں اصل قیمت وہی ہو گی جو بائع نے پہلے مقرر کی اور اس کے ھبہ کی تخفیف نہیں کی جائے گی۔

(۱۱) اگر کوئی مال دلال کے ہاتھ میں دے اور اس کیلئے قیمت مقرر کر دے اور کہے مجھے اتنا دلوا دو باقی تمہارا حق ہو گا اور صیغہ بیع جاری نہ کرے تو اس صورت میں دلال کیلئے بطور مرابحہ بیع جائز نہ ہو گی بلکہ اس کو مساومت کے مطابق بیع کیلئے پیش کرے گا اور مشتری کو اصل قیمت کی خبر دے گا اور صورت حال اس پر واضح کرے گا اس صورت میں مالک کیلئے لازم ہے کہ وہ اپنی مطلوبہ قیمت وصول کر کے باقی فاضلہ رقم دلال کو دے دے لیکن اگر وہ بیان واقع کے بغیر مرابحہ کے ساتھ فروخت کرے تو مالک کیلئے پورا منافع لینا جائز ہے اور وہ صرف اجرت المثل دلال کو دے گا اور اگر مالک کی مطلوبہ قیمت سے کم پر فروخت کرے تو بیع باطل ہو گی اور مالک کو اس سے اپنا اصل مال واپس لینے کا حق ہو گا۔

(۱۲) اگر مشتری ایک ہی صیغہ میں ایک ہی مقررہ قیمت کے ساتھ کئی مال خرید لے تو اس کیلئے جائز نہیں ہو گا کہ بعض مال کو مرابحہ کے طور پر فروخت کرے چاہے اجزاء مساوی ہوں مثلاً دانے، چاول، شکر، گھی یا متفاوت ہوں مثلاً برتن اور بافتہ کپڑے اور چاہے انکی قیمتیں مساوی ہوں یا کم و بیش کسی حال میں بھی وہ جملہ اور مجموعی طور کے بغیر ان کو جزوی طور پر فروخت نہیں کر سکے گا یا پھر مساومت کے ساتھ اصل قیمت بتلائے بغیر بیچے یا بیان واقع کے مطابق بیچے گا۔

(۱۳) اگر دو یا کئی اشخاص کئی قسم کے سامان خریدیں اور باہمی تقسیم کے بعد ہر شریک اپنا حصہ مرابحہ

کے ساتھ فروخت کرے یہ جائز ہے بلکہ مساومت اور بیان حال کے مطابق بھی فروخت کر سکتا ہے۔
(۱۴) اگر مشتری کوئی مال مدت معینہ تک معلوم قیمت کے ساتھ خریدے اور پھر اس کو مرابحہ کے ساتھ یا اصل قیمت میں خریدے یا مواضعہ سے فروحت کرنا چاہے تو لازم ہے کہ مشتری کو مدت اور اصل قیمت بتلا دے اور اگر مدت بتلائے بغیر فروخت کر دے تو مشتری کو مدت معلوم کرنے کے ساتھ بیع رد کرنے یا قبول کرنے کا حق حاصل ہے۔ جیسا کہ ہمارے بعض علماء کا مسلک ہے اور بعض علماء کا کہنا ہے کہ دوسرے مشتری کو اختیار ہے کہ پہلے بائع اور دوسرے بائع کے مابین طے شدہ مدت قبول کرے اور یہ قول بڑا قوی ہے اور ھشام بن حکم کی صحیح روایت اور شیخ طوسیؒ کی مرسلہ روایت اور مشائخ ثلثہ شیخ صدوقؒ، شیخ طوسیؒ، شیخ کلینیؒ کی روایت مدعی کے مطابق بالکل واضح ہے۔

تیسری قسم مواضعہ

اور یہ وہ ہے کہ مال کو اصل قیمت سے کم پر فروخت کیا جائے اور اس کے احکام بیع کے وقت اصل قیمت کے بیان یا عدم بیان میں ویسے ہیں جو مرابحہ کی بحث میں بیان ہو چکے اور بائع کہے گا میں یہ مال جتنے میں خریدا اس سے اتنے پیسے کم کرنے پر تجھ کو فروخت کیا مشتری کہے گا میں نے قبول کیا۔

قسم چہارم تشریک

اور وہ یہ ہے کہ کوئی مال مقررہ قیمت میں خرید کر اس میں مقدار معین نصف یا ثلث یا ۱/۵ میں کسی کو شریک کر لے اور اسی مقدار کے مطابق قیمت وصول کر لے اور در واقع تشریک کی تعریف یہ ہے کہ مال معین کے اصل سرمایہ میں مقرر جزء کو کسی دوسرے شخص کو فروخت کر دینا اور اس میں بائع کہے گا کہ میں نے اس مال کو جتنے میں خریدا تھا اتنی قیمت سے نصف کی نسبت تجھے شریک بنایا اور وہ کہے میں نے قبول کیا۔

بائع و مشتری کے باہمی اختلافات کا بیان

جب باہمی بیع میں قیمت کا تعین ہو جائے تو مشتری پر واجب ہے کہ بائع کو طے شدہ قیمت اداء کر دے اور اگر قیمت کا تعین نہ ہو اور وہ اطلاق پر باقی رہے تو اگر نقدی فریقین کے شہر میں ایک ہی رائج الوقت سکہ پر منحصر ہو تو مشتری پر واجب ہے کہ وہی اداء کرے اور اگر نقدیاں متعدد و مختلف ہوں تو جو نقدی غالب ہو وہی دے اور اگر معاملات میں نقدیاں مساوی ہوں اور عند الاطلاق نقدی کا نام کسی فرد معین پر منحصر نہ ہو تو بیع ہی باطل ہو گی کیونکہ بائع بیش بہا نقدی طلب کرے گا اور مشتری چاہے گا کہ

سستی سے سستی نقدی اداء کرے اور ان دونوں میں سے کسی کے قول کو دوسرے پر ترجیح دینا ترجیح بلا مرجح ہوگا اور یہی حکم وزن اور ناپ کے بارے میں بھی ہے جبکہ وہ کسی شہر میں کسی خاص قسم پر منحصر ہو یا متعدد ہو اور ایک قسم غالب ہو یا دونوں مساوی ہوں اور فریقین ان میں اختلاف کریں تو اس کی متعدد صورتیں ہوں گی۔

(۱) اگر فریقین قیمت میں اختلاف کریں اور بائع کہے کہ میں نے تجھے یہ چیز دو دینار میں فروخت کی اور مشتری کہے ایک دینار میں فروخت کی اور وہاں کوئی گواہ اور دلیل نہ ہو تو بائع کا قول قسم کے ساتھ قابل قبول نہ ہوا اگر فروخت شدہ چیز اپنے حال پر باقی اور بعینہ موجود ہو اور اگر وہ کل کی کل یا بعض مشتری کے پاس ہی تلف ہو جائے یا اس سے آگے کسی کو منتقل ہو جائے یا اس کی حالت بدل جائے جیسے گندم کو پسوا کر آٹا بنا دیا جائے۔ تو قول مشتری کا قبول ہو گا مگر اس کو دعویٰ کے ساتھ قسم اٹھانا ہو گا جیسا کہ مشائخ ثلثہ رضوان اللہ علیہم کا مسلک ہے اور اس قول کا استناد حدیث پر ہے اور اجماع مرکب ہے لیکن اگر وہ مال بائع کے پاس ہو اور مشتری کے حوالے کرنے سے قبل ہی تلف ہو جائے تو موضوع از خود نفی ہو جائے گا اور بیع فسخ ہو جائے گی۔ ہاں اگر قیمت بائع کے پاس ہو اور وہ اس کو واپس کرنا چاہے اور دونوں میں اختلاف ہو جائے اور بائع کہے کہ تو نے ایک دینار دیا تھا اور مشتری کہے کہ دو دینار دئیے تھے اور وہاں کوئی شاہد یا دلیل نہ ہو تو قسم کے ساتھ بائع ہی کا قول مستند ہو گا۔

یہ صورت تب ہو سکتی ہے جب قیمت مشتری کے ذمہ ہو اور بائع کے سپرد کر چکا ہو۔ ورنہ اگر وہ وہاں حاضر موجود ہو اور بائع کہے کہ میں نے یہ چیز تجھ کو اس موجود دینار میں فروخت کی اور مشتری کہے نہیں بلکہ اس درہم میں فروخت کی اور وہاں کوئی گواہ یا دلیل موجود نہ ہو تو ہر ایک دوسرے کے دعویٰ کو باطل کرنے کا حلف اٹھائے گا اور اختلاف رفع ہو جائے گا اور بائع اپنا مال واپس لے کر قیمت مشتری کو واپس کر دے گا۔

(۲) اگر مشتری کوئی چیز مدت معینہ میں خریدے اور قبضہ لینے دینے کے بعد کسی شرعی سبب سے معاملہ فسخ ہو جائے اور وہ بائع سے قیمت واپس طلب کرے۔ اور ان میں اختلاف ہو جائے اور مشتری کہے کہ میں نے تجھ کو دس درہم دئیے تھے اور بائع کہے کہ آٹھ درہم دئیے تھے تو بائع ہی کا قول قسم کے ساتھ قبول کیا جائے گا۔

(۳) اگر اختلاف فروخت کردہ مال کے بارے میں ہو اور بائع کہے کہ میں نے دو فلاں معلوم برتن تجھے دو درہم میں فروخت کئے اور مشتری کہے کہ نہیں تین برتن دو درہم میں فروخت کئے تب بھی قسم اٹھانے کی صورت میں بائع کے قول کو ترجیح دی جائے گی۔

(۴) اگر کوئی شخص کوئی چیز خرید کر بائع سے اپنے زیر قبضہ لے لے اور پھر دعویٰ کرکہ اس کا وزن کم تھا اور بائع اس کے دعویٰ سے انکاری ہو تو اگر مشتری تول کے وقت غیر حاضر ہو تو اس کا قول قسم کے ساتھ قابل قبول ہوگا۔ لیکن اگر وہ قول کے موقع پر خود حاضر ہو تو اصحاب کے مابین مشہور قول یہ ہے کہ بائع کا قول قسم کے ساتھ قابلِ قبول ہوگا کیونکہ مشتری اپنا پورا مال وصول کا اہتمام کرتا ہے اور شاید اسی شہرت کی وجہ سے ظاہر کو اصل پر ترجیح دی گئی ہے ورنہ اصل یہ ہے کہ حق تمام کا تمام مشتری کے پاس پہنچا ہی نہیں اور جب ظاہر و اصل کا تعارض ہوجائے تو اصل مقدم ہوگی۔

(۵) اگر فریقین میں اختلاف نقد و ادھار کے متعلق ہو اور بائع یہ دعویٰ کرے کہ میں نے تجھے اپنا یہ مال اسی لئے فروخت کیا ہے کہ تم سے نقد قیمت وصول کروں اور مشتری کہے کہ میں نے ادھار کی شرط کی بناء پر یہ مال خریدا تھا تو قسم کے ساتھ بائع کا قول قبول کیا جائے گا۔

(٦) اگر فریقین کا اختلاف ادھار کی مدت کے تعین کے بارے میں ہو اور بائع کہے کہ میرے اور تمہارے درمیان ایک ماہ کی شرط تھی اور مشتری کہے کہ دو ماہ کی شرط تھی تب بھی بائع کا قول قسم ہی کے ساتھ قبول کیا جائے گا۔

(۷) اگر بائع یہ دعویٰ کرے کہ اس بیع میں یہ شرط تھی کہ تم مجھ کو رہن یا وثیقہ یا معین با اثر ضامن دو گے اور مشتری اس سے انکاری ہو تو مشتری کا قول قسم کے ساتھ قبول کیا جائے گا اور اگر مشتری ہی مدعی رہن و ضمان ہو اور بائع منکر ہو تو بائع کا قول قسم کے ساتھ قبول کیا جائے گا۔

(۸) اگر فریقین میں سے ایک شخص ایسا دعویٰ کرے جو صحت بیع کا موجب ہو۔ مثلاً ایک کہے کہ بیع کا موضوع "سرکا" تھا اور دوسرا دعویٰ کرے کہ جو اس کے لئے باعث فساد ہو اور کہے کہ وہ "نشہ آور تھا" تو صحت کے مدعی کا قول قیمت کے ساتھ ہی مقدم ہوگا۔

(۹) اگر مشتری دعویٰ کرے کہ ہم نے جدائی سے قبل ہی کسی شاہد و دلیل کے بغیر بیع فسخ کر دی تھی اور بائع اس کے دعویٰ سے انکاری ہو تو بائع کا قول قسم کے ساتھ قابل قبول ہوگا اور اسی طرح اگر بائع فسخ کا دعویٰ کرے اور مشتری انکاری ہو تو مشتری کا قول قسم کے ساتھ قبول کیا جائے گا۔

(۱۰) اگر دونوں فروخت شدہ مال کی تعین میں اختلاف کریں اور بائع کہے کہ میں نے تجھ کو یہ حاضر مال دو دینار میں فروخت کیا اور مشتری کہے کہ نہیں بلکہ تو نے مجھے فلاں مال حاضر دو دینار میں فروخت کیا اور دونوں کے پاس شاہد و دلیل نہ ہو تو اگر ان میں سے ہر ایک دوسرے کے دعویٰ کی نفی پر حلف اٹھائے تو بیع باطل ہوگی اور بائع مشتری سے وہ چیز واپس لے لے گا جس کیلئے وہ دعویٰ کر رہا ہے اور اس کے حسب مدعا اس کو چیز نہ دے گا کیونکہ مشتری نے بائع کے دعویٰ کا انکار کر کے استحقاق سے محرومی

قبول کرلی اور بائع بھی اپنے دعویٰ کی بناء پر اس سے وہ مال واپس لے لے گا لیکن بائع جس کا دعویٰ کر رہا ہے اور جس کی بیع کا اعتراف کرتا ہے اگر اس کے پاس ہو تو وہ جس کی بیع کا اعتراف کیا ہے یا مشتری کے پاس ہو اور وہ اس سے چھین کر واپس لینے پر قادر نہ ہوگا کیونکہ اس نے بیع کا اعتراف کیا ہے اور وہ چیز بیع کے ذریعے ہی مشتری کو منتقل ہوئی ہے الاینکہ وہ اس کو اپنے استحقاق دعویٰ کے مطابق قیمت کے عوض میں منہا کر لے اس قسم کی بیع کو تحالف کہا جاتا ہے کیونکہ فریقین ایک دوسرے کے دعویٰ سے انکاری ہیں اگر وہ ایک دوسرے کے خلاف حلف اٹھائیں گے تو بیع باطل ہو گی اور ہر کوئی اپنے مال یا اپنی قیمت کا مالک ہوگا۔ لیکن اگر ان میں سے ایک فریق دوم کے دعویٰ کی نفی پر قسم کھا کر حلف اٹھائے جبکہ دوسرا اپنے دعویٰ سے منحرف ہوجائے تو یہاں اختلاف ہے اور بعض اصحاب نے کہا ہے کہ حلف اٹھانے والے کا دعویٰ ثابت ہے اور دوسروں نے کہا ہے کہ وہ اپنے دعویٰ کے اثبات اور صدق پر دوبارہ حلف اٹھانے کا محتاج ہوگا۔

نوٹ:

فریقین بائعین کے وارثوں کا حکم مندرجہ بالا مسائل میں مورثوں کے حکم کے مطابق ہے اور ان میں کوئی تفاوت نہیں ہے۔

بیع سلف اور اس کے شرائط

فصل اول بیع سلف کی تعریف

بیع سلف سے مراد یہ ہے کہ کسی غیر حاضر چیز کو دیکھے بغیر محض اس کی معینہ صفات کی بناء پر مقرر مدت کیلئے فروخت کرنا اور قیمت مجلس بیع میں ہی نقد وصول کر لینا اس بیع کو بیع سلم بھی کہتے ہیں پس مشتری کہے گا کہ میں نے تجھ کو دو دینار نقد دے کر ایک من فلاں قسم کی کھجور کیلئے چھ ماہ کی مدت تک بیع سلف کی اور بائع کہے میں نے قبول کی اور مشتری کیلئے جائز ہے کہ اس طرح "بیع سلم کا لفظ یا سلف و اسلاف کا لفظ استعمال کرے اور بیع سلف یا سلم کا ذکر کئے بغیر اس طرح بھی کہہ سکتا ہے کہ میں نے تجھ کو فلاں معلوم قسم کھجور ایک من کیلئے جو میں نے چھ ماہ کی مدت تک بیع سلف کی اور بائع کہے میں نے قبول کی اور مشتری کیلئے جائز ہے کہ اس طرح "بیع سلم کا لفظ یا سلف و اسلاف کا لفظ استعمال کرے اور بیع سلف یا سلم کا ذکر کئے بغیر اس طرح بھی کہہ سکتا ہے کہ میں نے تجھ کو فلاں معلوم قسم

کھجور ایک من جو میں نے چھ ماہ کی مدت کے بعد تجھ کو دوں گا اس کو دو دینار میں فروخت کیا اور مشتری کہے کہ میں نے قبول کیا۔

فصل دوم بیع سلف کی شرطیں

بیع سلف کی اقسام چار پر تقسیم ہو سکتی ہیں تین ان میں سے صحیح اور موافق شریعت ہیں اور چوتھی قسم باطل اور حرام ہے اور وہ سونے اور چاندی کو خود سونے اور چاندی کے ساتھ فروخت کرنا کیونکہ اس معاملہ میں یہ شرط ہے کہ مجلس بیع کے اندر ہی آپس میں لین دین مکمل کیا جائے جیسا کہ اس کی تفصیل سابقہ فصول میں گزر چکی ہے۔

اور اس کی جائز اقسام جو کہ شرعاً صحیح ہیں مندرہ ذیل ہیں۔

(۱) سونے اور چاندی کی نقدی وصول کر کے نادیدہ مالک و محض وصف کی بناء پر مقررہ مدت کے بعد قبضہ میں دینا۔

(۲) اس صورت کے برعکس مقررہ مال مشتری کے سپرد کر کے معلوم مدت کے بعد مذکورہ بالا قسم کی نقدی وصول کرنا۔

(۳) قیمت اور اس کا بدل غیر نقدی ہوں اور ان میں سے ایک کی ادائیگی بطور نقد اور دوسرے کی ادھار ہو پس اگر دونوں قابل وزن یا ناپ ہوں اور ان میں یہ شرط ہے کہ وہ ایک جنس کے نہ ہوں مثلاً گندم کے مقابلہ میں گندم اور روئی کے مقابلہ میں روئی اور گھی کے مقابلہ میں گھی پس اگر دونوں کی جنس مختلف ہو اور وزن اور کیل (ناپ) سے متعلق نہ ہو تو ان کی باہمی بیع میں کوئی حرج نہیں ہے مثلاً کپڑے کے تھان اور دیگر بنی ہوئی مصنوعات وغیرہ پس بیع سلف کی کل پانچ شرطیں ہیں۔

شرط اول:

جو مال خریدار کے سپرد کرنا مقصود ہو لازمی ہے کہ وہ ذات و صفت کے اعتبار سے معین ہو اور ایسی صفت کا ذکر کرنا واجب ہے جس سے قیمت میں کمی بیشی ہو سکتی ہے لیکن ایسی صفت جس کے وجود یا عدم سے قیمت میں کوئی فرق نہیں پڑتا ان کا ذکر واجب نہیں اور بسا اوقات شہروں اور ملکوں کے لحاظ سے اوصاف میں تفاوت ہوتا ہے اور یہ ممکن ہے کہ کسی ملک میں کسی خاص صفت کے وجود یا عدم سے مال کی قیمت کم یا زیادہ ہو جبکہ دوسرے ملک میں ایسا نہ ہو۔ اور یہ جاننا چاہیئے کہ ہر وہ چیز جس کے صفات کے ضبط و تعین سے وہ دوسری چیز سے ممتاز ہو جائے اس کا معاملہ بیع سلف سے کرنا جائز ہے۔ مثلاً پھل فروٹ، کھجور اور انگور اور اخروٹ اور بادام اور دانے اور سبزیاں اور دودھ یا حیوانات کی

اقسام انڈے، کپڑے، شکر، چائے، نیل، الائچی، زعفران، دار چینی اور موتی اور اسی طرح کی دیگر اشیاء۔

لیکن جن اشیاء کی صفت کو محدود کرنا ناممکن ہو مثلاً بڑے جواہر اور بڑے موتی جن کی قیمتیں تھوڑے سے فرق کے ساتھ ہی متفاوت ہو جاتی ہیں انکا معاملہ بیع سلف کے ساتھ کرنا جائز نہیں بلکہ ان کو معاملہ کے وقت دیکھ لینا ضروری ہے۔ اسی طرح اراضی، گوشت، تلوار، بندوق وغیرہ بھی اسی حکم میں ہیں لیکن کھالیں چمڑے اگر انکا تعیّن اور امتیاز ہو سکتا ہے تو ان کی بیع سلف جائز ہے مثلاً اونٹ گائے بکری کی کھالیں۔

دوسری شرط:

فریقین کی باہمی جدائی سے قبل بائع کو قیمت ادا کر دینا شرط ہے ورنہ بیع باطل ہو گی اور موضوع سلف کالعدم ہو گا اور جب بائع ایک مقدار قیمت وصول کر لے اور کچھ اس میں سے مشتری کے ذمہ باقی ہو تو ادا شدہ قیمت کے مطابق بیع سلف صحیح ہے اور باقی میں باطل ہے اور بائع کو اختیار ہے کہ جزوی بیع کے طور پر چاہے تو ساری بیع فسخ کر دے لیکن اگر قیمت وصول کرنے میں کوتاہی اسی کی طرف سے ہو تو پھر فسخ کا اختیار نہ ہو گا اور جب بائع کا ذمہ مشتری کے ادا کردہ قرض کے ساتھ مشغول رہے گا مشتری کے لئے بھی بیع سلف میں یہ جائز نہیں کہ وہ بائع پر ضمن عقد میں یہ شرط عائد کرے کہ اس کا قرضہ معلوم حال کے بارے میں ہی ہے ایسی شرط کرنا مبطل بیع ہو گا ہاں اس میں کوئی مانع نہیں ہے کہ عقد بیع کے بعد قرضے کو مال سلف کی قیمت تصور کر لے اور جدائی سے قبل اس پر اتفاق ہو جائے تو صحیح ہے اگر وہ قیمت جس پر معاملہ مکمل ہوا ہے جنس وصف میں قرضہ کے مطابق ہو تو قرض لامحالہ قیمت سے شمار کیا جائے گا مثلاً اگر معاملہ کویتی دینار کا ہو اور قرضہ بھی کویتی دینار میں ہو۔

تیسری شرط:

اگر فروخت کردہ مال بیع سلف میں وزن و ناپ سے متعلق ہو تو یہ بھی واجب ہے کہ مقدار معین اور معلوم ہو اور اگر فریقین نامعلوم وزن یا ناپ پر اعتماد کریں تو معاملہ ہی باطل ہو گا اگرچہ وہ ترازو یا پیمانہ مشہور ہو۔

پس بائع کے لئے یہ جائز نہیں کہ کہے میں نے تجھ کو اس مال کے دس پیمانے اور اس وزن سے دگنے مال فروخت کئے کیونکہ واجب ہے کہ بیع ایسے وزن یا ناپ کے ساتھ کرے جو لوگوں کے درمیان متعارف اور عادتاً استعمال ہو۔

اور اگر مال بصورت بنے ہوئے کپڑے کے ہو تو بالشت یا میٹر یا گز کا تعین کرنا واجب ہے اور

اگر مال کی بیع عدد کے اعتبار سے معروف ہو مثلاً انڈے، اخروٹ، کیلے، ککڑی تربوز وغیرہ بعض علاقوں کے مطابق تو بہت فقہاء کا قول ہے کہ ان کی بیع سلف جائز نہیں ہے کیونکہ ان میں چھوٹے بڑے سائز کا فرق ہوتا ہے اور اخروٹ اور انڈے کے افراد میں معمولی فرق ہوتا ہے اور حق یہ ہے کہ دونوں قسموں میں عدداً بیع سلف جائز ہے۔

چوتھی شرط:

بیع سلف میں تعین مدت کرنا واجب ہے اور تعین اس طرح کا ہو کہ اس میں کمی بیشی کا امکان نہ ہو ورنہ اگر مدت نامعلوم ہو تو بیع باطل ہو گی اور میں چند مسائل ہیں۔

۱۔ مدت فریقین میں سے ہر ایک کو معلوم ہو اور دونوں کے علم میں نہ ہو تو معاملہ باطل ہو گا اگرچہ وہ ذاتاً معلوم ہو مثلاً یہ کہے کہ عقد بیع سے لے کر ماہ رمضان کے آخر تک اور فریقین مہینے کے حساب سے ناواقف ہوں اگرچہ وہ اپنی ذات کی حد تک معلوم ہے لیکن معاملہ اس طرح صحیح نہیں ہے۔

۲۔ بیع سلف میں تھوڑی یا زیادہ مدت میں کوئی فرق نہیں ہے یہ دنوں یا سالوں میں بھی ہو سکتی ہے۔

۳۔ اگر مدت ایک ماہ ہو اور عقد بیع مہینے کے اول میں ہو تو دوسرے مہینے کے چاند ظاہر ہونے تک مال مشتری کے سپرد کرنا واجب ہے ورنہ اگر سودا وسط ماہ میں طے ہو رہا ہو تو اس سے آگے تیس دن شمار کئے جائیں گے۔

۴۔ اگر مال وصول کرنے کی مدت ربیع یا جمادی میں مقرر کی جائے اور اول یا ثانی کی قید نہ لگائی جائے تو ان میں تعیین کا کوئی قرینہ بھی نہ ہو تو اس کو ربیع الاول، جمادی الاولیٰ پر حمل کیا جائے گا۔

۵۔ اگر مدت حال عقد بیع سے فلاں مہینہ یا فلاں دن میں معین کی جائے تو اس مہینے کے یا اس دن کے اول یوم میں مال کی سپردگی واجب ہو گی۔

پانچویں شرط:

اصحابِ فقہاء کے نزدیک مشہور یہ ہے کہ سلف میعاد مقررہ میں کافی مقدار میں عام ہونی چاہیئے مثلاً کھجور کی چنائی یا دانوں کی کٹائی لیکن اقویٰ یہ ہے کہ اگر معیاد مقررہ کے مطابق سلف کا قبضہ دینا ممکن ہو تو بیع صحیح ہو گی جیسا کہ زرارہ کی صحیح روایت اور عبدالرحمن بن حجاج اور خالد بن حجاج کی موثق روایت سے مستفاد ہوتا ہے اور پر علماء اخیار کی جماعت کا فتویٰ ہے ہاں اگر معیاد کے مطابق اس چیز کا فقدان ہو تو بہت نایاب ہو تو بیع صحیح نہ ہو گی۔

فصل سوم

بیع سلف کے متعلقہ احکام

۱۔ بعض اصحاب کے بقول سلف کے جملہ شرائط میں ایک یہ بھی ہے کہ مال کی وصولی کا مقام عقد بیع کے ضمن میں ہی معین کیا جائے ورنہ بیع باطل ہو گی اور دیگر فقہاء نے اس شرط کو واجب قرار نہیں دیا۔ احوط یہی ہے کہ جو پہلے قول میں ہے کیونکہ اس شرط کے وجود و عدم کے درمیان فریقین کی رغبت میں بہت تفاوت ہو گا۔

۲۔ مدت گزرنے سے قبل سلف کی بیع جائز نہیں ہے مدت گزرنے کے بعد اور قبضہ لینے سے قبل جائز اور صحیح ہے لیکن اگر وہ مال وزن یا پیمانہ سے تعلق رکھتا ہو تو بائع کے ہاتھ فروخت کرنا جائز نہیں کسی دوسرے کو فروخت کر سکتا ہے۔

۳۔ مال کا قبضہ دینے کی جگہ کا تعین فریقین کے مابین شرط ہے اور بائع پر واجب ہے کہ شرط پر عمل کرے اور اسی جگہ مال کا قبضہ دے البتہ اگر وہ دونوں کسی دوسری جگہ پر رضامند ہو جائیں تو جائز ہے۔

۴۔ اگر بائع مقررہ شرط کے مطابق مال لے آئے تو مشتری پر اس کو وصول کرنا واجب ہے اگر وہ خود تاخیر کرے تو بائع اس مال کو حاکم شرع کے سپرد کرے گا اور اگر یہ مشکل ہو یعنی حاکم شرع مفقود ہو یا کوئی اور وجہ ہو تو وہ مشتری سے یہ لفظ کہے: "یہ رہا تیرا مال اس کو وصول کر کے اس کے بعد مجھ پر اس کی کوئی ذمہ داری نہیں ہو گی" اگر وہ پھر بھی انکار کرے اور قبضہ لین میں کوتاہی کرے اور مال تلف ہو جائے تو خسارہ کی ذمہ داری مشتری پر عائد ہو گی۔

۵۔ اگر مشتری کے قبضہ لینے کے بعد سلف کا مال عیب دار نکلے تو اس کو اختیار ہے کہ قبول کرے یا بائع کو واپس کر دے اور اس کے بدلے صحیح و سالم مال کا مطالبہ کرے۔

۶۔ اگر مال کو مقررہ اور قابل دید قیمت پر فروخت کرے اور پھر ظاہر ہو کہ قیمت عیب دار یا غصبی تھی چاہے وہ نقدی ہو یا کوئی جنس تو معاملہ باطل ہو گا۔

اور یہ جاننا چاہیئے کہ قیمت میں عیب یا اس کی جنس میں ہو گا مثلاً سکہ دار دینار کا وزن عام وزن سے کم ہو یا غیر جنس سے مثلاً دیناروں میں تانبے کی ملاوٹ ہو اور دوسری صورت میں یا قیمت کلہ عیب دار ہو گی یا بعض اور یا موصوف و معین ہو گی اور عیب کا ظہور مجلس عقد سے جدا ہونے سے یا معاملہ سے

قبل ہو گیا بعد اگر بعد میں ہو اور عیب تمام قیمت میں ہو تو معاملہ باطل ہے چاہے وہ موصوف ہو یا موجود و بامشاہدہ یا عیب بعض قیمت میں ہو گا تو بعض بقدر سالم صحیح ہو گی اور بقدر عیب باطل ہو گی اور اگر عیب کا ظہور جدائی سے قبل ہو تو بائع کا حق ہے کہ اس سے عیب دار مال کے بدلے صحیح مال طلب کرے چاہے مال مکمل عیب دار ہو یا جزوی طور پر لیکن اگر قیمت معین ہو تو بائع تمام میں باطل ہو گی بشرطیکہ تمام عیب دار ہو اور جزوی طور پر باطل ہو گی اگر وہ جزوی طور پر عیبدار ہو۔

اور اگر عیب قیمت کی جنس میں ہو اور قیمت معین ہو تو بائع کو اختیار ہے کہ یا قیمت ادا کر دے یا تاوان کے ساتھ مال قبول کر لے چاہے مال کلی طور پر عیب دار ہو یا جزوی طور پر اور چاہے جدائی سے قبل ہو یا بعد اور اگر قیمت باوصف ہو اور جدائی سے قبل اس سے کلی یا جزوی طور پر عیب نکلے تو بائع اسی کے مطابق نعم البدل طلب کرے گا لیکن اگر جدائی کے بعد قیمت میں عیب نکلے تو اس میں اشکال ہے۔

۷۔ اگر فریقین سلم کی قیمت قبضہ لینے کے بعد اختلاف کریں اور ایک کہے کہ اس نے جدائی سے قبل قیمت دے دی تھی اور دوسرا کہے کہ جدائی کے بعد دی ہے اور موقعہ پر کوئی گواہ نہ ہو تو پہلے کا قول قسم کے ساتھ قابلِ قبول ہو گا اور معاملہ صحیح ہو گا لیکن اگر ہر ایک اپنے دعویٰ پر گواہ قائم کرے تو بظاہر پہلے کی دلیل قابلِ قبول ہو گی جو کہ مثبت اور صحت عقد کا مدعی ہے اور دلیل قائم کرنے میں مثبت کا قول منفی کے مقابلہ میں مقدم ہوتا ہے اور اگر مشتری دعویٰ کرے کہ اس نے قیمت اداء کر دی اور اس کے پاس دلیل بھی نہ ہو اور بائع انکاری ہو تو بائع کا قول قسم کے ساتھ قبول کیا جائے گا چاہے جدائی کے بعد ہو یا قبل اور اگر دونوں اتفاق کریں کہ قیمت مشتری ہی کے پاس ہے اور بائع دعویٰ کرے کہ اس نے مجلس بیع میں جدائی سے قبل اس سے قیمت وصول کر کے پھر بطور امانت اس کو لوٹا دی تھی اور مشتری اس کا منکر ہو اور کہتا ہو کہ میں نے ہرگز قیمت لی ہی نہیں ہے تو اصحاب کی ایک جماعت کا قول یہ ہے کہ مشتری کا قول قسم کے ساتھ مقدم کیا جائے گا۔ کیونکہ وہ صحت بیع کا مدعی ہے اور مشتری کا قول فساد بیع کا مدعی ہے لیکن جو خارج از دلیل ہو پس مشتری پر واجب ہے کہ بائع کو قیمت واپس کر دے اور یہ بھی امکان ہے کہ قاعدہ اصل کے مطابق مشتری کا قول مقدم قرار دیا جائے۔

۸۔ اگر سلف کی میعاد گزر جائے اور بائع مال کو بعض رکاوٹوں کی وجہ سے مشتری کے سپرد نہ کر سکے یعنی یا مشتری غائب ہو یا بائع اس سے قاصر ہو اور مال بھی پھل فروٹ کی صورت میں ہو جس کا موسم گزر رہا ہو تو مشتری کو خیار فسخ حاصل ہے اور وہ یا قیمت واپس کرا لے یا قیمت کی عدم موجودگی میں اس کی مثل لے لے یا اگلے موسم تک انتظار کرے جبکہ پھل پک جائیں اور مال وصول کرے یا قیمت لے لے۔

اور اگر بائع میعاد کے اندر بعض مال سپرد کرنے پر قادر ہو تو بھی مشتری کو اختیار ہے کہ فسخ بیع کرے یا اگلی فصل کا انتظار کرے لیکن اگر مشتری مال کی وصولی سے قاصر ہو تو کسی حال میں اس کو خیار فسخ نہیں ہے اور اسی طرح مشتری کو میعاد مقرر پر مال نہ مل سکے تب بھی اس کو فسخ یا مزید سال انتظار کرنے کا حق حاصل ہے۔

۹۔ عقد بیع کے ضمن میں ہر مباح شرط رکھنا جائز ہے مثلاً بائع کو رہن یا ضامن کا پابند کرنا۔

۱۰۔ فریقین اگر مدت سلف کے گزرنے کے بارے میں اختلاف کریں اور مشتری کہے کہ مدت گزر چکی اور بائع کہے اب آنے والی ہے یا ابھی نہیں آئی اور وہاں کوئی بعینہ (دلیل) نہ ہو تو بائع کا قول قسم کے ساتھ قبول کیا جائے گا۔

۱۱۔ اگر دونوں جنس مال میں اختلاف کریں اور بائع کہے کہ میں نے تجھے کھجور بیچی تھی اور مشتری کہے کہ میں نے تجھ سے منقیٰ خریدا تھا اور ہر ایک دوسرے کے خلاف ابطال دعویٰ کا حلف اٹھائیں تو معاملہ باطل ہو گا اور مشتری اپنی قیمت وصول کرے گا۔

اقالہ کا بیان

اقالہ سے مراد معاملہ کا فسخ کرنا ہے یعنی تمام عقود مضاربہ، شرکت، اجارہ وکالہ وغیرہ اور اس کے متعلق یہاں چند مسائل ہیں۔

۱۔ فسخ کا صیغہ یہ ہے کہ کہے میں نے تجھے معاف کیا دوسرا کہے میں نے قبول کیا یا دونوں کہیں کہ ہم نے ایک دوسرے کو معاف کیا یا ہم نے باہمی معاملہ فسخ کر دیا۔

۲۔ فسخ میں یہ جائز نہیں ہے کہ فریقین قیمت کی واپسی یا مال کی کمی بیشی کی شرط لگائیں یعنی طے شدہ قیمت سے زیادہ کریں یا کم کریں اور اسی طرح مال میں کمی بیشی کریں چاہے کمی بیشی عینی ہو یا حکمی۔ عینی سے مراد یہ ہے قیمت پر کسی دوسری چیز کا اضافہ کر دے اسی طرح مال خرید کردہ میں اضافہ یا کمی کرے اور حکمی یہ ہے کہ وہاں ظاہراً کوئی کمی بیشی تو نہ ہو مگر فریقین فسخ میں یہ شرط کریں کہ بائع مدت کے بعد قیمت دے گا یا بائع یا مشتری شکستہ مال کے عوض صحیح مال یا اچھے مال کی جگہ ناقص مال دیں گے۔ اور احوال مذکورہ میں فسخ و شرط دونوں لغو ہو جائیں گے اور بیع بحال ہو جائے گی اور یہی حکم فسخ اجارہ وغیرہ کا ہے۔

۳۔ یہ جائز ہے کہ فریقین کی رضامندی سے کوئی معاملہ فسخ کر دیا جائے اور یہ بھی جائز ہے کہ بعض کو فسخ کر کے بعض کو باقی رکھا جائے چاہے معاملہ نقداً ہو یا سلفا یا بطور ادھار اگر فسخ بعض میں واقع ہو تو واجب ہے کہ قیمت کو مال پر تقسیم کر دیا جائے یا بائع سے قیمت کی مقدار وصول کردہ قیمت کی نسبت سے واپس کرالی جائے۔

۴۔ دلال کی اجرت فسخ معاملہ سے ساقط نہ ہو گی اور واجب ہو گا کہ اس کی اجرت حسب شرائط و تعین اس کو ادا کی جائے اور وہ فریقین میں سے اسی پر واجب ہو گی جس نے اس کو دلال مقرر کیا تھا اسی طرح وزن کرنے والے پیمانہ سے ناپنے والے کی اجرت بھی ساقط نہ ہو گی اور بائع کے ذمہ واجب ہو گی اور صراف کی اجرت مشتری پر عائد ہو گی۔

۵۔ فسخ کے بعد بائع اور مشتری ایک دوسرے سے اپنا مال اور قیمت واپس وصول کرلیں گے۔ اگر ان میں سے کوئی چیز تلف ہو گئی ہو تو وہ اس مثلی یا قیمی ہونے کی صورت میں مثل یا قیمت ادا کریں گے بشرطیکہ وہ چیز اصلاً مفقود ہو یا تلف شدہ چیز قیمی ہو اور اگر معیوب ہو تو تاوان کے ساتھ قیمت واپس کی جائے گی۔

۶۔ اگر مال میں نمو واقع ہو جائے چاہے جدا ہو جیسے بچہ یا دودھ، اون، بال وغیرہ تو وہ مشتری کے ہوں گے اور اگر متصل ہو جیسے چربی، اون، بال، جو جدا نہ کئے گئے ہوں تو بائع کے ہوں گے اگر مشتری فسخ سے قبل مال میں تصرف کرے مثلاً مکان کو تعمیر کرا لے یا دیوار نیچے کرا دے اور معاملہ فسخ ہو جائے تو بائع سے اس کا خرچہ لے لے گا۔

۷۔ فسخ کے بعد جائز ہے کہ بائع و مشتری میں سے ہر ایک رضامندی کے ساتھ ایک دوسرے سے قیمت یا مال فروخت شدہ کا عوض لے لیں مگر یہ جائز نہیں ہے کہ وہ ضمنِ فسخ میں اس کی شرط لگا لیں۔

کتاب الدین والقرض

دین سے مراد وہ مال ہے جو مدیون کے ذمہ میں ہو چاہے اس نے اس سے کوئی مال ادھار خریدا ہو یا بیع سلف کے ساتھ فروخت کیا ہو۔ قرض وہ مال ہے جس کو کسی کمی بیشی کے بغیر مالک کو لوٹانا واجب ہے اور اس کے عوض کوئی دوسری چیز نہ دی جا سکتی ہو پس دین عام ہے اور قرض خاص ہے اور قرض بھی دین ہی کی ایک قسم کا نام ہے اور اس میں چند فصول ہیں۔

فصل اول:

قرض کا ثواب

جاننا چاہیئے کہ قرض کے ثواب میں بہت سی اخبار و احادیث وارد ہیں اور وہ مستحب مؤکد ہے جیسا کہ قرض لینے کی کراہت کے متعلق بھی کئی احادیث و اخبار وارد ہیں۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا

جب معراج کی شب مجھے آسمانوں پر لے جایا گیا تو میں نے دروازۂ جنت پر یہ لکھا ہوا دیکھا کہ صدقہ کا ثواب دس درجہ ہے اور قرض کا ثواب اٹھارہ درجہ ہے اور امام محمد باقر علیہ السلام سے ارشاد فرمایا جس نے کسی غیر کو قرضہ دیا اسکا مال بڑھتا رہے گا۔ اور ملائکہ اس وقت تک اس کے لئے استغفار کرتے رہیں گے حتیٰ کہ مقروض اپنا قرض ادا کر دے اور امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ مذکورۂ آیتمیں معروف سے مراد قرض ہے جیسا کہ ارشاد ہے ان کی بہت ہی سرگوشیوں میں کوئی بھلائی نہیں سوائے ان کے جو صدقہ یا معروف یا لوگوں کے درمیان اصلاح کا حکم دیں اور آئمہ کرام علیہم السلام سے منقول ہے کہ قرض صدقہ سے افضل ہے اور اس کا ثواب اس سے دگنا ہے اور قرض لینے کے مکروہ ہونے کے متعلق جو احادیث وارد ہوئی ہیں ان میں چند یہ ہیں۔ آنحضرت صلعم نے ارشاد فرمایا: "قرض رات کو غم ہوتا ہے اور دن کو ذلت" اور امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: "راہِ خدا میں قتل ہونا اور شہادت پانا ہر گناہ سے بخشش کا کفارہ ہیں سوائے قرض کے اور اس کا کفارہ صرف یہ ہے کہ قرض ادا کیا جائے یا پھر معاف کرالیا جائے۔ ہاں البتہ یہ کراہت اختیاری حالت میں ہے اور مجبور اور محتاج کے لئے اس میں کوئی کراہت نہیں اور نہ کوئی حرج ہے جیسا کہ جناب رسول اللہ صلعم کے متعلق وارد ہے کہ وہ بوقت وفات مقروض تھے اس طرح بہت سے اصحاب واخیار بھی بوقت وفات مقروض تھے۔

فصل دوم:

صیغۂ قرض کا بیان

قرض دینے والا کہے گا (میں نے تجھے دو دینار بطور قرض دیئے) اور قرض لینے والا کہے گا (میں نے یہ قبول کیا) ہر لفظ جو اس بات پر دلالت کرے کہ قرض دینے والے کی طرف سے قرض لینے والے کو قرض میں تصرف کی اجازت ہے وہ کافی ہے اور صیغہ میں صحیح ہے اور اصحاب کے درمیان مشہور یہ ہے کہ قرض لینا اور دینا جائز ہے اور وہ اس پر متفق ہیں اور طرفین میں سے ہر ایک کے لئے قرض کو حسبِ منشاء فسخ کرنا بھی جائز ہے۔

فصل سوم:

جس جس چیز کے متعلق بیع سلف جائز ہے اس میں قرض بھی جائز ہے۔ چاہے وہ چیز قیمی ہو یا مثلی اور جن میں بیع سلف جائز نہیں ان میں قرض جائز ہے جیسے قیمتی جواہر اور گوشت اور روٹی جن اشیاء

کا وزن ہوتا ہو۔ اور اگر روٹیوں کے وزن مضبوط ہوں تو عدداً بھی ان کا قرض جائز ہے۔

فصل چہارم:

احکامِ قرض

اس میں چند مسائل ہیں۔

۱۔ قرض لینے والا قرض قبضہ میں لیتے ہی اس کا مالک بن جاتا ہے اگرچہ اس نے اس میں تصرف نہ کیا ہو اور قرض دینے والے کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ اس سے عین مال کا مطالبہ کرے اگرچہ وہ موجود ہو اگر وہ مال مثلی ہو تو وہ قرض واپس لیتے وقت مثلی لے گا اور اگر قیمتی ہو تو وہ قیمی ہی لے گا اور یہ قول بہت مشہور ہے اور زرارہ کی حدیث جو امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے وہ اس کے بارے میں بالکل واضح ہے۔

۲۔ اگر دونوں یہ شرط کریں کہ قرض دینے والا قرض لینے والے سے اپنے اصل قرض سے زیادہ واپس لے گا تو یہ قرض حرام ہو گا چاہے وہ قابل وزن اور ناپ اشیاء کے متعلق ہو یا کسی اور کے متعلق اور چاہے وہ زیادتی عینی ہو یا حکمی مثلاً ناقص مال قرض میں دے اور یہ شرط کرے کہ وہ اعلیٰ مال واپس لے گا اس قسم کی شرط میں قرض لینے والے کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ یہ مال قرض میں وصول کرے اگر وہ ایسا کرے گا تو ضامن ہو گا اور اس کو قرض دینے والے مالک کو لوٹانا واجب ہو گا اور اس میں تصرف حرام ہو گا اور اگر وہ تلف ہو جائے تو وہ اس کے عوض "مثل" یا قیمت ادا کرے گا ہاں اگر فریقین نے ضمن عقد میں ایسی شرط نہ کی ہو اور اپنی رضا و خوشی سے قرض لینے والا دینے والے کو کوئی چیز اضافی طور پر بطور ہدیہ دے دے تو اس میں کوئی حرج اور کراہت نہیں ہے۔ لیکن اگر قرض دینے والا قرض دیتے وقت اس قسم کا اضافی تحفہ لینے کی خواہش یا قصد کرے تو مکروہ ہو گا۔

۳۔ اگر وہ عقد کے ضمن میں یہ شرط کرے کہ مدت معینہ مثلاً چھ ماہ کے بعد قرض ادا کرے گا تو قرض لینے والے پر واجب ہے کہ آخر مدت تک صبر و انتظار کرے جیسا کہ صریح احادیث اور اقوال فقہاء اخیار رضوان اللہ علیہم میں وارد ہے۔

۴۔ قرض دینے والے کے لئے جائز ہے کہ قرض لینے والے سے رہن طلب کرے یا اپنے قلبی اطمینان اور ضمانت کے طور پر ضامن کا مطالبہ کرے۔

۵۔ اگر قرض میں اختلاف واقع ہو جائے اور مال بازار میں تفاوت رکھتا ہو اور اس پر کمی بیشی عارضی ہو گئی ہو مگر کمی بیشی وزن کی بجائے صرف قیمت میں ہو یا دونوں میں ہو تو قرض لینے والے کو حق ہے کہ وہ قرض دینے والے کو اسی صورت میں قرض واپس کرے اور اگر ایسا ممکن نہ ہو تو اس کو کسی دوسری جنس سے اس کی قیمت دے دے مگر وہ زائد نہ ہو تاکہ وہ حرام سود سے بچ جائے اور اگر اس کو ویسی ہی جنس واپس کرے جو اس نے خود دی تھی تو اولیٰ اور بہتر ہے کہ وہ باہمی مصالحت کے ساتھ ہو اور دونوں ایک دوسرے کو کمی زیادتی سے بری الذمہ قرار دیں۔

۶۔ اگر مال کا وزن یا مقدار مجہول ہو تو قرض کا لین دین صحیح اور جائز نہیں ہے اور قرض لینے والا اس کی عین کا ضامن ہو گا اور اس پر واجب ہو گا کہ وہ اصل مالک کو واپس کر دے اور اگر وہ تلف ہو جائے اور اس کی تشخیص کسی طرح بھی ممکن نہ ہو تو دونوں پر واجب ہے کہ باہمی مصالحت کر لیں۔

۷۔ قرض لینے والے کے لئے مستحب ہے کہ وہ قرض دینے والے کو اپنا حال بتلا دے کہ وہ تونگر ہے یا فقیر یا بخوبی قرض ادا کرنے والا ہے یا اس میں تساہل برتنے والا یا تاخیر کرنے والا۔

۸۔ اگر قرض کی ادائیگی کا مقام نہ لفظ میں معین کیا گیا ہو اور نہ ہی کوئی قرینہ اس پر دلالت کرتا ہو تو قرض دینے والے کے لئے جائز ہے کہ وہ جہاں چاہے مقروض سے قرض کا مطالبہ کرے اور یہ بھی جائز ہے کہ مقروض بھی جہاں پسند کرے وہیں اس کو قرضہ کی ادائیگی کرے۔

۹۔ اگر قبضہ لینے کے بعد مقروض کو یہ معلوم ہو کہ قرضہ کا مال عیبدار تھا تو اس کے لئے جائز ہے کہ وہ مالک کو واپس کر دے اور اگر وہ تلف ہو جائے تو قرض دینے والے پر لازم ہے کہ وہ اس جنس کی مثل یا قیمت موصول کرے جبکہ وہ معیوب ہو اور وہ اس حالت میں سالم یا اس کی قیمت طلب کرنے کا حقدار نہ ہو گا ہاں اگر مقروض اپنی خوشی سے اور اختیار سے اس کو دے دے تو کوئی حرج نہیں اور اگر مقروض کے پاس مال کے معیوب ثابت کرنے کے لئے کوئی شاہد یا دلیل نہ ہو اور قرض دینے والا اس کے دعویٰ سے انکاری ہو تو قسم اٹھانے کے ساتھ اس کا قول قابلِ قبول ہو گا۔

قرض سلف کے لین دین کے متعلقہ احکام

مطلقاً قرض کے چند مسائل ہیں۔

۱۔ مقروض پر واجب ہے کہ اس کا قصد اور نیت ہر حال، ہر وقت میں قرض کو ادا کرنا ہو حضرت امام

جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا جس شخص کی نیت یہ ہو کہ وہ قرض ضرور ادا کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے لئے دو فرشتے مقرر کر دیتا ہے جو قرض کی ادائیگی کے سلسلہ میں اس کی اعانت کرتے ہیں اور اگر اس کی نیت میں کوتاہی اور نقص ہو تو دونوں فرشتے اس کی نیت کے مطابق اس کی اعانت میں کوتاہی کرتے ہیں اور اگر اس کی نیت بالکل ہی قرض دینے کی نہ ہو تو وہ اس کی کوئی مدد نہیں کرتے۔

اور حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ جو فقر کے خوف سے کسی مومن کا حق روکے گا تو اس یہ جاننا چاہیئے کہ وہ خود تونگری پر اتنا قادر نہیں جتنا کہ اللہ تعالیٰ اس کو فقیر بنانے پر قادر ہے۔

نیز روایت میں ہے کہ جس نے قرضہ میں کوئی مال لیا ہو اور اس کی نیت قرض ادا کرنے کی نہ ہو تو اس کی منزلت چور کی منزلت ہے۔

جو شخص اپنا قرضہ ادا کرنے میں ٹال مٹول کرے تو حاکم شرع کو چاہیئے کہ اس کو قید کر کے اس کا مال قرض خواہوں میں تقسیم کر دے اور اگر وہ کسی عذر شرعی کے بغیر قرض ادا نہ کرے تو حاکم اس پر تعزیر جاری کر سکتا ہے تاکہ وہ لوگوں کے حقوق ادا کرے اور قرض دینے والے کے لئے بھی جائز ہے کہ وہ اس سے اس طرح سخت رویہ اختیار کرے کہ اس سے اپنا حق چھڑا سکے۔

۲۔ اگر قرض دینے والا غائب اور مفقود الخبر ہو جائے تو مقروض پر لازم ہے کہ ہر حال میں اس کا قرض ادا کرنے کا ارادہ کرے اور اس پر واجب ہے کہ اس کا قرض ادا رہے اور اس تک پہنچانے کی وصیت بھی کرے اور اگر یہ ثابت ہو جائے کہ وہ مر چکا ہے تو اس کے وارثوں کو دے اور اگر اس نے کوئی وارث بھی نہیں چھوڑا تو مقروض اس کی طرف سے کل قرضہ کسی مستحق کو بطورِ صدقہ دے دے۔

۳۔ اگر قرض دینے والے اور لینے والے دونوں شراکتی طور پر فرد کی بجائے پارٹی ہوں تو یہ جائز نہیں ہے کہ ان میں سے ہر فرد یا بعض افراد اپنے لئے قرضہ وصول کریں ورنہ قرض باطل ہو گا بلکہ جو کچھ حاصل ہو گا وہ سب کی مشترکہ ملکیت ہو گا اور وہ حاصل نہ ہونے کی صورت میں سب محروم ہوں گے ہاں مصالحت کے ساتھ ایسا کرنا جائز ہے مثلاً زید عمر سے کہے کہ میرا جو حق بکر کے ذمہ ہے اور تیرا جو حق خالد کے ذمہ ہے اس کے بارے میں میں نے تجھ سے مصالحت کی اس کے علاوہ کسی طرح جائز نہیں ہے۔

۴۔ اگر مقروض قرضہ دینے والے کو اپنے قرضے کے عوض قیمت مقرر کئے بغیر کئی اجناس دے دے جس کے بعد ان کی قیمتوں میں کمی بیشی سے تفاوت واقع ہوا ہو تو اس دن کا حساب اور ریٹ معتبر ہو گا جس دن اس نے اجناس قرض کے عوض ادا کی تھیں۔

۵۔ اگر قرض دینے والا مدت پوری ہونے سے قبل ہی انتقال کر جائے تو اس کے وارث کے لئے یہ جائز

نہیں ہے کہ وہ مقررہ میعاد سے قبل مقروض سے قرضہ کا مطالبہ کرجیسا کہ ابو بصیر کی حدیث اس پر دلالت کرتی ہے اور اس پر اصحاب فقہاء کی ایک جماعت ہے ہاں اگر قرض لینےوالا میعاد سے قبل انتقال کر جائے تو قرض دینے والے کے لئے جائز ہے کہ وہ فوری طور پر وارثوں سے اپنے قرض کا مطالبہ کرے کیونکہ اس کی موت سے قرض کی مدت ازخود پوری ہو چکی جیسا کہ اصحابِ فقہاء کا مسلک ہے۔

۶۔ فروخت شدہ یا قیمت یا عین ہوں گے یا قرض اور قرض یا معجل ہو یا مؤجل اور ان کی چھ اقسام ہیں۔

(۱) مؤجل قرض کو مؤجل قرض کے عوض بیع کرنا یہ باطل ہے۔

(۲) مؤجل کو حالاً فروخت کرنا مثلاً زید اپنے مؤجل قرض کو بکر کے فوری بروقت قرض کے عوض فروخت کرے یعنی زید کے ذمہ عمر کا مقررہ میعاد کا قرض ہو جس کا استحقاق اس کو دو ماہ بعد ہو اور بکر کا خالد کے ذمہ قرض ہو جس کا استحاق اس کو طے شدہ معاہدہ کے مطابق اسی روز حاصل ہو تو زید اور عمر اپنے قرضوں کو باہمی طور پر فروخت کر سکتے ہیں۔

۳۔ قرض مؤجل کو مال حاضر معین کے عوض فروخت کرنا۔

۴۔ حال کے قرضے کو کسی دوسرے وقت کے عوض فروخت کرنا۔

۵۔ حال کو مؤجل قرض کے عوض فروخت کرنا۔

۶۔ حال کے قرض کو حاضر معنی مال کے عوض فروخت کرنا۔ اقویٰ یہ ہے کہ یہ پانچوں صورتیں صحیح ہیں اور احوط یہ ہے کہ دوسری اور تیسری اور پانچویں صورت باطل ہے جیسا کہ مشہور ہے۔

مسئلہ ہفتم:

اگر قرض کوئی جنس ہو اور سودی نہ ہو تو اس کے قرض کو فروخت کرنا جائز ہے اور اگر سودی ہو تو ان میں تساوی واجب ہے لیکن اگر دونوں اجناس جداگانہ ہوں تو شرعاً ان میں کمی بیشی کرنے سے کوئی مانع نہیں ہے۔

۸۔ میرے جد معظم اخوند میرزا محمد باقر اسکوئی اعلیٰ اللہ مقامہ نے علامہ حلی علیہ الرحمہ سے نقل کیا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنا قرض فروخت کر دے تو اگر مقروض اس کو قرض ادا کر دے تو وہ مقصود و مطلوب ہے۔ ورنہ وہ قرض دینے والے بائع کی طرف رجوع کرے گا اور اس سے مطالبہ کرے گا میرے جدؒ نے فرمایا اس میں اشکال ہے کیونکہ اگر یہ معاملہ صحیح ہے تو بائع کا ذمہ عقد و معاملہ کے سبب فارغ ہو چکا اور اگر یہ معاملہ باطل ہے تو خریدار کو مقروض پر کوئی تسلط کا حق نہیں ہے لیکن اس صورت میں جب کہ مشتری کو خیار تعذر تسلیم حاصل ہے جو کہ یہاں شرعاً ثابت ہے لہذا مندرجہ بالا صورت میں اگر مشتری

کو قرضہ وصول نہ ہو سکتا ہو تو یہ خیار استعمال کرتے ہوئے معاملہ کو فسخ کردے گا اور بائع سے قیمت لے لے گا۔ اور اس سے قرض کا مطالبہ کرنے کا حق نہیں ہو گا۔

۹۔ اگر قرض دینے والا اپنا حق و قرض لینے سے عاجز ہو تو جب بھی وہ مقروض کے کسی مال پر آگاہی حاصل کرے اس سے اپنا حق و قرض منہا کر سکتا ہے جو اس کے لئے جائز ہے۔

۱۰۔ قرض دینے والے کے لئے مستحب ہے کہ وہ مقروض سے رواداری برتے اور اس کو مہلت دے اور اس سے طلب کے ذریعے دباؤ نہ ڈالے اور جب وہ اس کو کوئی تحفہ دے تو وہ اپنے دل میں اپنے قرض سے حساب کرے اور یہ بھی مستحب ہے کہ قرض کے لین دین پر گواہ مقرر کرے۔

۱۱۔ افضل یہ ہے کہ جس قدر ممکن ہو قرض نہ لے۔

۱۲۔ والدین کی زندگی میں یا ان کی موت کے بعد ان کا قرض اتارنا افضل قربات میں سے ہے اور حدیث میں وارد ہے کہ جس نے باوجود قدرت کے باپ کے مرنے کے بعد اسکا قرض نہ دیا تو وہ عاق ہو جائے گا اگرچہ وہ باپ کی زندگی میں اس کے حق میں فرمانبردار ہی کیوں نہ ہو۔

۱۳۔ قرض دینے والے کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ مقروض سے اس کی فقیری و مسکینی کے حال میں مطالبہ کرے اور اس وقت تک اس پر دباؤ ڈالنا اور اس کو قید کرانا جائز نہیں جب تک کہ وہ غنی ہو جائے اور قرض کی ادائیگی پر قادر ہو جائے۔

۱۴۔ مقروض پر واجب ہے کہ اپنے پاس موجود ہر چیز کے ذریعے اپنا قرض اتارے سوئے ان اشیاء کے جن کی طرف وہ زندگی میں انتہائی مجبوری کے تحت ضرورت مند ہو اور ان کو قرض دینے والے کے حوالے کرے حتیٰ کہ اپنے زیب و زینت کے لباس اور دیگر وسائل اور اگر مکان وسیع اور ضرورت سے زائد ہو تو اس کا کچھ حصہ بھی دے دے اور مقروض کا فقر اس وقت ثابت ہو گا جب قرض دینے والا حقدار اس پر مطلع ہو اور وہ اقرار بھی کرتا ہو اور اس پر دو عادل گواہ بھی گواہی دیں کہ یہ مقروض فقیر و مسکین ہے اور یہ بات ہمارے نزدیک واضح و ثابت ہے۔

۱۵۔ اگر مقروض فوت ہو جائے اور قرض کی ادائیگی کے لئے کوئی ترکہ نہ چھوڑ جائے تو اس پر اللہ کی طرف سے کوئی عذاب نہ ہو گا اور اللہ اس کے حقدار کو راضی کرے گا۔

۱۶۔ اگر مقروض قرضہ دینے کی استطاعت نہ رکھتا ہو تو قرض دینے کے لئے مستحب ہے کہ وہ اس کو اس کی وفات کے بعد اس کو بری الذمہ کر دے جبکہ وہ کچھ نہ چھوڑ گیا ہو حدیث میں ہے کہ: "جو اس فقیر کو بری الذمہ کرے گا اللہ اس کو ایک درہم کے دس درہم عوض عطا کرے گا"۔

۱۶۔ اگر مقروض غائب ہو اور قرض دینے والا حاکم شرع کے پاس اپنا حق ثابت کر دے تو حاکم کو

مقروض کے مال میں تصرف کا حق حاصل ہے تاکہ وہ اس سے اس کا قرض ادا کرائے۔ اگر قرض دینے والا غیر معتبر ہو تو واجب ہے کہ حاکم اس سے ضامن طلب کرے کہ جب مقروض غائب واپس آئے گا اور اس کے پاس کوئی حجت ہو گی تو یہ اپنے عہدہ سے خارج ہو جائے گا۔

کتاب المضاربہ

اس میں چند فصول ہیں۔

اول:

مضاربہ کا مفہوم یہ ہے کہ کوئی شخص کسی دوسرے شخص کو اس شرط پر مال دے کہ وہ اس کو تجارت میں استعمال کر کے منافع میں سے ایک طے شدہ مقررہ حصہ اس کو ادا کرتا رہے گا اور مال دینے والا مالک کہلاتا ہے جبکہ تجارت کرنے والا (ساعی) اس کی چار صورتیں ہو سکتی ہیں۔

اول:

طرفین کا منافع ایک مقررہ حد تک کا ہو گا اور اس کو مضاربہ و قراض کہتے ہیں۔

دوم:

منافع صرف اصل مالک کا ہو گا اور اس کو بضاعہ کہا جاتا ہے۔

سوم:

منافع صرف ساعی و عامل کا ہو گا اور یہ صرف قرض ہو گا جیسا کہ اس کی تفصیل گزر چکی۔

چہارم:

مالک ساعی کو بلا شرط مال دے دے اور منافع کل کا کل اسی کا ہو گا اور ساعی کو صرف اجرت المثل ملے گی اور مضاربہ میں واجب ہے کہ فریقین کے درمیان منافع کی مقدار معین ہو اور مال دینے والا یہ کہے: "میں نے تجھ سے مضاربہ یا مقارضہ کا معاملہ کیا اور عامل کہے کہ میں نے قبول کیا"۔ اور انکا صیغہ بعینہ یہی نہیں ہے بلکہ ہر ایسے صیغہ سے واقع ہو جائے گا جو اس کا مفہوم ادا کر دے اور یہ شرعاً جائز عقود میں سے ہے جس کا حسبِ منشاء فسخ کرنا بھی جائز ہے چاہے دونوں کی طرف سے یا کسی ایک کی طرف

سے ہو حتیٰ کہ اگر یہ اس کی کوئی مدت بھی مقرر کر دیں تو اس کو پورا کرنا واجب نہیں ہے ہاں البتہ اگر یہ مضاربہ کے لئے مدت مقرر کریں تو عامل کو اس مدت کے بعد کام نہیں کرنا چاہیئے بلکہ وہ مالک کے مال میں کوئی سعی و تصرف بھی نہیں کر سکتا اور اگر مالک عامل سے کہے کہ مثلاً کچھ نہ خرید تو عامل پر بھی اسکی تعمیل واجب ہے اور اگر وہ یہ شرط لگا دیں کہ ایک سال تک مالک کو کوئی اختیار نہ ہو گا تو اصل معاملہ بھی بمع شرط باطل ہو جائے گا۔

فصل دوم:

مال مضاربہ کی شرطیں:

اول:

مضاربہ کا مال سونے یا چاندی کے کھرے سکوں پر مشتمل ہو جو کہ نہ جعلی ہوں نہ کھوٹے سونے کے ٹکڑوں یا کھوٹے سکوں کا معاملہ صحیح نہیں ہے البتہ اگر کھوٹ تھوڑی سی ہو اور معاملہ کے طور پر رائج الوقت اور متداول ہو تو کوئی مانع نہیں اور ہمارے زمانہ میں یہ مطبوعہ کاغذات جن کو نوٹ کیا جاتا ہے یہ سونے کے دیناروں اور چاندی کے دراہم کے بدل ہیں ان کے قائم مقام ہیں۔

دوم:

مال عین ہو اگر یہ مال کسی دوسرے کے زیرِ قبضہ ہو تو اس کو وصول کرنے سے قبل مضاربہ میں نہیں لگایا جا سکتا اور واجب ہے کہ پہلے ان کا قبضہ لے پھر مضاربہ میں لگائے ورنہ معاملہ باطل ہو گا اور اسی طرح مالک عامل کو مقررہ مدت کے لئے کوئی قرض دے اور کہے مدت گزرنے کے بعد وہ اس کو مضاربہ میں لگا دے یہ جائز نہیں بلکہ واجب ہے کہ مدت گزرنے کے بعد وہ مال کو اپنے زیرِ قبضہ کرے اور وصول کے بعد از سر نو مضاربہ کا صیغہ جاری کرے۔

سوم:

اس کی مقدار اور صفت معلوم ہو پس اگر مال قابلِ مشاہدہ ہو اور نقد رائج الوقت میں ہو اور متعدد ہو لیکن اس کی مقدار و وصف نہ معلوم ہو تو مضاربہ باطل ہو گا مثلاً مالک کے پاس دو معلوم و قابل مشاہدہ سکے ہوں اور وہ عامل کو اختیار دے کہ ان میں سے جن کو پسند کرے مضاربہ کے لئے لے لے تو معاملہ باطل ہو گا لیکن اگر مال دو مختلف اشخاص کا مشترکہ ہو لیکن معلوم اور حاضر ہو تو یہ جائز ہے کہ اس کو تقسیم کرنے سے قبل ہی اپنے حصہ کے طور پر اپنا حق عامل کو دے دے۔

چہارم:

واجب ہے کہ مال عامل کے ہاتھ میں ہو ورنہ مضاربہ باطل ہو گا یہاں مزید چند مسائل ہیں۔

۱۔ اگر عامل اپنی استطاعت سے زیادہ عمل کے لئے مال وصول کرے اور مالک کے جانتے ہوئے صرف جزوی طور پر اس سے تجارت کرے تب بھی عقد صحیح ہو گا اور منافع معین ہی ہو گا لیکن اگر وہ فاضل مال عامل سے تلف ہو جائے تو اس کا ضامن ہو گا کیونکہ وہ امانت کی طرح نہیں ہے اور اسی طرح اگر پورے مال کے تجارت عملِ تجارت پر قادر ہو مگر عقد کے بعد اس سے عاجز ہو جائے تو اس پر واجب ہے کہ باوجود تمکن و قدرت کے بھی وہ فاضل مال مالک کو واپس کر دے ورنہ تلف کی صورت میں ضامن ہو گا۔

۲۔ اگر زید کوئی مال غصب کرے اور پھر مال رضامند ہو کر کہہ دے کہ اس سے مضاربہ کر تو مضاربہ اس صورت میں صحیح ہو گا لیکن اگر اس کے بعد مال تلف ہو جائے تو وہ ضامن نہ ہو گا۔

۳۔ اگر مالک کسی غیر کو مال دے اور کہے اس کو فروخت کر کے اس کی قیمت کی نقدی کو مضاربہ میں لگا دو یہ صحیح نہیں ہے۔

۴۔ اگر کوئی مضاربہ کے لئے نقدی دے اور دینے والا مالک عقد کے بعد انتقال کر جائے تو معاملہ باطل ہو گا پھر اگر وارث عامل کو عمل جاری رکھنے اجازت دے تو یہ اسی صورت میں صحیح ہو گا جب مال سب کا سب نقدی کی صورت میں ہو۔

۵۔ اگر عامل مالک کے مال کو کسی غیر مال کے ساتھ اس طرح مخلوط کر دے کہ اس کا جدا کرنا ناممکن ہو تو معاملہ صحیح ہو گا مگر منافع کمی بیشی کے اعتبار سے دونوں کے مجموعی مال کی نسبت سے ہو گا پھر اگر ایسا مالک کی اجازت سے ہوا ہو تو عامل تلف کا ضامن نہ ہو گا ورنہ بصورت دیگر ضامن ہو گا۔

عمل مضاربہ کے متعلقہ احکام

اس میں چند مسائل ہیں۔

۱۔ عامل جو مضاربہ سے منافع کا خواہاں ہے وہ تمام امور کا ذمہ ہو گا جن کی ذمہ داری اصل مالک پر عائد تھی مثلاً چیزوں کا بھاؤ مقرر کرنا اور ہر بائع و مشتری سے معاملہ کرنا اور وہ دیگر تمام امور جو تجارت کے معمولات میں شمار ہوتے ہیں اور تاجر ان کا مسئول اور مکلف ہوتا ہے پس اگر عامل ایسے امور کے لئے

کوئی کارندہ اجرت پر مقرر کرے تو وہ اس کی اجرت اپنے خاص ذاتی استحقاق سے ادا کرے گا اور مشترکہ منافع سے دینے کا مجاز نہ ہو گا لیکن دلال اور وزن کنندہ کی اجرت اور تمام دیگر امور جن کو تاجر خود انجام دیتے ہیں وہ دونوں کے مشترکہ ہوں گے جیسا کہ عادتاً ہے۔

ہاں اگر عامل ان امور کو بذات خود بجالائے مثلاً سامان اٹھائے اور وزن کرے تاکہ حق مضاربہ سے اہل و عیال کے توسیعی اخراجات کے لئے زیادہ اُجرت کما سکے تو کوئی حرج نہیں کہ مشترکہ منافع میں اپنی یہ اجرتیں وصول کر لے اگرچہ اس کا ترک احوط ہے کیونکہ بعض اصحاب رضوان اللہ علیہم نے اس سے منع کیا ہے۔ لہذا پرہیز بہتر ہے۔

۲۔ عامل کا نفقہ جو عمل تجارت کے لے سفر کرے گا اور دیگر مصارف جو عمل مضاربہ کے سلسلے میں درپیش آئیں گے وہ اصل مال سے منہا کئے جائیں گے نہ کہ منافع سے۔ حتیٰ کہ اگرچہ نفع ہی نہ ہو تب بھی چاہے وہ مصارف کھانےکے ہوں یا لباس کے یا سواری کے کرایہ کے یا موٹر وغیرہ کے یا منزل کی اجرت یا سفر کے دیگر لوازمات اور چاہے سفر قریب ہو یا بعید یا مسافت سے کم ہو یا زیادہ اور چاہے وہ وہاں رہائش کا قصد کرے یا نہ کرے ہاں اگر مالک کے ساتھ ایسی شرط طے ہو اور عامل نے اسکو قبول بھی کیا ہو کہ مضاربہ کے سفر کے متعلقہ اخراجات جملہ اسی کے شمار ہوں اور اس پر عقد واقع ہوا ہو تو اس پر واجب ہے کہ ان کو خود پورا کرے اور اصل مال سے تعرض نہ کرے لیکن اگر مصارف شغل تجارت کے متعلق نہ ہوں مثلاً ذاتی مصلحتوں کے لئے دوستوں کی ضیافت یا بیماری یا موت وغیرہ جس کا تعلق اس کے نجی سلسلہ سے ہو وہ اس کے ذاتی مال سے ہوں گے اور ان کا تجارت اور عمل مضاربہ سے کوئی تعلق نہ ہو گا یہ صورت تب ہو گی جب معاملہ ایک مالک اور ایک عامل کے مابین ہو لیکن اگر معاملہ دو یا زیادہ مالکوں سے ہو اور سرمایہ سب کا مشترکہ ہو اور عامل بھی اصل سرمایہ میں حصہ دار ہو تو کمی زیادتی کے ساتھ مصارف نسبتاً سب پر تقسیم کئے جائیں گے۔

۳۔ اگر مالک یہ شرط لگائے کہ عامل کسی معلوم مقام یا معلوم شہر میں عمل مضاربہ کرے اور صرف معلوم تاجر سے مال خریدے یا کسی معین شخص کو فروخت کرے اور فلاں مال کے ساتھ معاملہ نہ کرے تو اس پر ان شرائط کی پابندی واجب ہو گی اور اگر مخالفت کرے گا تو منافع دونوں کے مابین ویسے ہی برقرار رہے گا اور مختلف نہ ہو گا لیکن عامل مال کا ضامن ہو گا اور تلف ہونے کی صورت میں اس کو تاوان بھرنا پڑے گا۔

۴۔ اگر مالک تجارت اور خرید و فروخت کے امور کو عامل کی رائے پر چھوڑ دے اور مطلقاً کوئی پابندی نہ لگائے کہ اس نے فلاں شخص سے یا فلاں مال یا فلاں جگہ معاملہ کرنا ہے تو عامل کو بھی ان معاملات میں کلی

اختیار حاصل ہو گا البتہ اس کو سفر کا اختیار نہ ہو گا اور عقد کے شہر سے باہر جانے کا حقدار نہ ہو گا۔ اگر وہ مال لے کر بقصد تجارت کسی غیر شہر چلا جائے تو مال کا ضامن ہو گا اور تلف کی صورت میں وہ تاوان بھرے گا ہاں اگر مالک کی طرف سے اس پر کوئی پابندی نہ ہو یا وہ خاص طور پر سفر کی اجازت دے تو کوئی حرج نہیں ہو گا۔

۵۔ اگر مالک معاملہ اور مضاربہ کی نوع کو کسی نقد یا ادھار سے مقید نہ کرے تو عامل اپنی صلاح اور صوابدید کے مطابق معاملہ کرے گا لیکن اگر وہ نقد کی پابندی عائد کرے اور یہ ادھار کے ساتھ معاملہ کرے تو معاملہ فضولی ہو گا۔

لیکن اگر ہم بغرض بیع فضولی کو باطل قرار دیں جیسا کہ ہم نے گزشتہ مباحث میں بیان کیا تو مالک کے ادھار مذکور پر مطلع ہونے سے کوئی فائدہ نہ ہو گا اور معاملہ از سر نو جدید عقد سے کرنا پڑے گا اور اگر مالک راضی نہ ہو اور نیا صیغہ نہ کرے تو جو مال مشتری کے پاس موجود ہے مالک اس کو واپس کرا لے گا اور تلف کی صورت میں اس کی مثل یا قیمت طلب کرے گا چاہے ایسی صورت عامل سے ہو یا مشتری سے اس کو دونوں کے بارے میں اختیار ہے لیکن اگر وہ مشتری سے وصول کر لے تو مشتری کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ عامل کی طرف رجوع کرے اور جو کچھ اس سے مالک لے چکا ہے اس کی واپسی کا مطالبہ کرے لیکن اگر مشتری عامل سے وہ مال لے لے تو مالک مشتری کی طرف رجوع کر کے اس سے مثل یا قیمت کا مطالبہ کرے گا۔

۶۔ اگر مضاربہ کے متعلق یہ تعین ہو جائے کہ وہ نقد اور قیمت مثل سے ہو گا تو اس پر عمل واجب ہے لیکن اگر مالک علی الاطلاق کوئی پابندی نہ لگائے تو عامل بھی پابند نہیں ہو گا۔

اور اکثر اصحاب رضوان اللہ علیہم کا کہنا ہے کہ عامل کے لئے جائز نہیں کہ ادھار یا قیمت مثل سے کم پر مطلقاً معاملہ کرے اور نہ اس سے زیادہ پر خرید کرے جیسا کہ وکیل کے لئے ہے جس کو مؤکل مطلقاً وکالت عطاء کرے لیکن اقوی یہ ہے کہ اطلاق کی صورت میں عامل صوابدید و صلاح کے مطابق تصرف کر سکتا ہے اور اس کا تصرف تجارتی مصالح پر منحصر ہو گا اس کے لئے یہ جائز ہے کہ قیمت مثل سے زیادہ پر خریداری کرے اور ادھار پر فروخت کرے یا ثمن المثل سے کم پر بیع و شراء کرے جیسا کہ وہ مطابق مصلحت سمجھتا ہو اور یہ ہو سکتا ہے کہ ثمن المثل سے زیادہ پر فروخت کے سبب وہ مزید کئی اموال خرید کرے گا جن کی قیمت ثمن المثل سے کم ہو یا ان میں منافع زیادہ ہو یا ثمن المثل سے کم یا ادھار پر بیع سے وہ بہت سے اموال نقد خریدنے کے وسائل پر رسائی حاصل کرے البتہ ہاں اگر معاملات میں کوئی ایسی مصلحت جو نفع پر مبنی ہو موجود نہ ہو تو اس کے لئے یہ جائز نہیں ہے۔

۷۔ اطلاق کی صورت میں عامل کے لئے جائز ہے کہ ایک مال کے بدلے دوسرا مال خرید کرے اور اس پر یہ واجب نہیں ہے کہ وہ اپنے ملک کے ہی رائج سکہ میں فروخت کرے کیونکہ بسا اوقات دوسری کرنسی میں بیع زیادہ فائدہ مند اور موافق مصلحت ثابت ہوتی ہے۔

منافع کے شرائط واحکام

اس میں چند مسائل ہیں۔

۱۔ منافع کے لئے چار شرطیں ہیں۔

اول:

منافع مالک اور عامل کے درمیان مشترک ہوگا اگر وہ کسی ایک کے لئے مخصوص ہوا تو مضاربہ نہیں ہوگا۔

دوم:

منافع میں صرف عامل اور مالک ہی شریک ہوں گے اور یہ شرط جائز نہ ہوگی کہ کوئی تیسرا بھی اس میں حصہ بنایا جائے۔

سوم:

فریقین کے حصۂ منافع کو مخصوص کیا جائے گا اور اگر تعین نہ ہوگا تو مضاربہ باطل ہوگا۔

چہارم:

واجب ہے کہ مقدار منافع عام حصوں میں ہو مثلاً نصف یا ۱/۳ یا ۱/۴ اگر مالک عامل کو کہے کہ تجھ کو دو دینار دیئے جائیں گے اور باقی میرا ہوگا یا اس کے برعکس تو مضاربہ صحیح نہ ہوگا۔

۲۔ اگر مالک عامل کو نقدی کے بجائے کئی اموال دے کر کہے ان میں مضاربہ کرو تو یہ باطل ہوگا اور اگر ان سے تجارت کی بھی جائے تو پورا منافع مالک کا ہوگا اور عامل کو اس میں سے صرف اجرت المثل دی جائے گی بشرطیکہ ان کو معاملہ سے قبل معلوم ہو کہ اس طرح مضاربہ باطل ہے اور اگر ان کو بعد میں معلوم ہو تو عامل پر واجب ہے کہ مال اصل مالک کو واپس کر دے ورنہ تلف ہونے کی صورت میں اسی پر

ضمانت اور تاوان لازم ہوگا۔

۳۔ اگر مالک مضاربہ میں عامل پر یہ شرط عائد کرے کہ مکمل منافع اسی کا ہوگا تو مضاربہ فاسد اور باطل ہوگا اور مالک پورا منافع لے کر عامل کو اجرت المثل دے گا کیونکہ اگر مالک رقم کو عامل کے سپرد کرتے وقت مضاربہ کا لفظ استعمال نہ کرتا تو ہم اس کو پونجی یا قرض پر محمل کرے لیکن معاملہ اسی طرح ہے کہ اصل سے ہی باطل ہے اور اس کے بطلان کی وجہ سے عامل پر مال تلف کرنے کی صورت میں ضمان اور تاوان کی ذمہ داری عائد ہو گئی لیکن اگر مالک رقم دیتے وقت مطلقاً کوئی لفظ نہ کہے یا عامل کو کہے کہ یہ لے لو اور اس میں عمل تجارت کرو اور تمام منافع تمہارا ہوگا تو پہلی صورت میں مال کو اصل پونجی قرار دیا جائے گا اور دوسری صورت میں قرض اور ان دونوں صورتوں میں مال تلف ہونے پر کوئی ضمانت یا تاوان نہ ہوگا۔

۴۔ اگر مالک کچھ رقم دے کر عامل سے کہے کہ اس سے مضاربہ کرو اور منافع ہم دونوں کا ہوگا تو اس صورت میں برابر تقسیم کرنا واجب ہے۔

۵۔ اگر مالک عامل کو نقدی دے کر کہے تم اس سے مضاربہ کرو اور نصف منافع تمہارا ہوگا اور پھر خاموش ہو جائے تو مضاربہ صحیح ہوگا کیونکہ دوسرا نصف خود مالک کا ہوگا لیکن اگر یہ کہے کہ نصف منافع میرا ہوگا اور پھر خاموش ہو جائے تو مضاربہ باطل ہوگا کیونکہ عامل کا حصہ اس طرح مجہول رہ جائے گا جو کہ شرائط مضاربہ کے خلاف ہے۔

۶۔ گزشتہ مسائل میں گزر چکا ہے کہ منافع مالک اور عامل ہی کے لئے مختص ہے اور اس میں کسی اجنبی کو شریک کرنا جائز نہیں ہے لیکن اگر وہ تیسرا اجنبی خود عمل مضاربہ میں دخل رکھتا ہو یا یہ بالفرض مالک کا غلام ہو تو صحیح ہوگا کیونکہ غلام کی شرط مالک ہی کی طرف راجع ہوگی اور معاملہ صحیح ہوگا۔

۷۔ اور مالک کا عامل کو کہنا کہ مال کا نصف منافع تمہارا یا تمہارے لئے مال کا نصف ہوگا یہ دونوں قول برابر ہیں کیونکہ نصف نصف حصہ کی تقسیم کا مفہوم دونوں سے مستفاد ہے۔

۸۔ یہ جائز ہے کہ عامل متعدد ہوں اور نصف منافع ان سب کا مشترکہ ہو اور ۱/۴ حصہ منافع مالک کا ہو اور باقی ان کا مساوی ہو یا ان کے عمل کی مقدار کے مطابق متفاوت ہو۔

۹۔ اگر مالک اپنے مرضِ موت میں عامل کو مضاربہ کے لئے کچھ مال دے اور تو معاملہ صحیح ہوگا اور موت سے قبل جو منافع ہوگا وہ مطابق شرط دونوں میں تقسیم کیا جائے گا۔

۱۰۔ اگر مالک عامل کو دو دینار جدا جدا کر کے دے اور کہے کہ اس ایک دینار کا منافع میرا ہوگا اور اس دوسرے دینار کا منافع تیرا تو مضاربہ باطل ہوگا لیکن اگر دونوں دینار یکجا کر کے دے کر کہے کہ ان میں

مضاربہ کرو اور ان میں سے ایک کا منافع تمہارا ہوگا تو معاملہ صحیح ہے اور منافع دونوں میں نصف نصف ہوگا۔

مضاربہ کے چند متعلقہ احکام

اس میں چند مسائل ہیں۔

۱۔ منافع اصل سرمایہ کا تحفظ ہوتا ہے؛ اگر اصل سرمایہ میں سے کچھ حصہ تلف ہو جائے تو منافع سے حساب کیا جائے گا تاکہ خسارہ مالک اور عامل دونوں پر عائد ہو اور اس کا بوجھ صرف مالک پر نہ پڑے۔

اسی طرح اگر عقد کے بعد تلف کا اتفاق ہو جبکہ ابھی عامل نے عمل مضاربہ شروع ہی نہیں کیا تھا پس چاہیئے کہ عامل تلف کا خسارہ پورا کرنے کے لئے عمل مضاربہ شروع کر دے اور اسکے بعد جس قدر منافع حاصل ہوتا رہے گا عامل اس سے اپنے حصہ کا مالک بنتا جائے گا پس اگر عامل تلف کی صورت میں یہ ارادہ کرے کہ مضاربہ کرنے سے دستبردار ہو تاکہ اس کا وقت اور عمر ضائع نہ ہو تو معاملہ فسخ ہو جائے گا ورنہ اگر فسخ نہ کرے تو واجب ہے کہ نقصان پورا کرنے تک کام کرے۔ اور اصل سرمایہ پورا کرے بغیر اس کے کہ وہ اس مدت میں اپنے عمل سے کوئی نفع حاصل کرے اور اسی طرح اگر تلف عمل اور نفع کے بعد ہو تو اس کو فسخ کرنے کا نہ اختیار ہوگا نہ فرار سے کوئی مجال ہوگی۔

اور یہ اس صورت میں ہے جب منافع اپنے حال پر باقی ہو اور معین بھی نہ ہو تقسیم بھی نہ ہو سکا اور ہر ایک نے اپنا ملکیتی حصہ بھی اس سے وصول نہ کیا ہو۔

اور اگر تقسیم و تملک کے بعد کچھ تلف ہو جائے تو اس میں اختلاف ہے بعض اصحاب نے کہا ہے کہ تلف شدہ حصہ سرمایہ میں سے شمار کیا جائے گا اور خسارہ کا بوجھ صرف مالک پر آئے گا جبکہ دوسروں کا کہنا ہے بلکہ اس کو منافع سے بھی پورا کیا جائے گا۔ پس اگر منافع تلف شدہ حصہ سے زیادہ ہے تو مالک عامل سے اپنے حصہ کی مقدار واپس کر لے گا اور اگر مساوی یا کم ہو تو عامل کا پورا حصہ اس سے واپس کرے گا۔ اور یہ قول اس صورت میں اقویٰ ہے جبکہ تلف فسخ سے مقدم ہو ورنہ بعد کی صورت میں اس کا منافع سے کوئی ربط نہیں ہوگا اور خسارہ صرف مالک کا ہوگا اگرچہ تقسیم سے قبل واقع ہو جائے اسی طرح اگر سرمایہ کا کچھ حصہ تلف ہو جائے اور عامل مضاربہ کا کام شروع کرنے سے قبل منسوخ کرے اور پھر دوبارہ عقد واقع ہو اور عمل سے نفع ہو تو پہلے عقد میں تلف ہونے والے مال کی تلافی نئے منافع سے

نہیں کی جائے گی۔
۲۔ عامل امین ہے لیکن اس کا تلف مال کا دعویٰ قسم کے ساتھ قابل تصدیق ہو گا۔
۳۔ اگر مالک وفات پا جائے تو اس کے مال کا حصہ اس کے وارث کو منتقل ہو گا اور عامل کے لئے یہ جائز نہ ہو گا کہ وارث کی اجازت کے بغیر اس کے مال میں تصرف کرے اور جو منافع ہو گا وہ مضاربہ کے شرائط کے مطابق عامل و وارث میں تقسیم ہو گا اور اگر مال اپنے حال پر باقی ہو تو عامل اپنے تصرف میں وارث کے اذن کا محتاج ہو گا اور وارث کے لئے یہ حق نہیں کہ وہ عامل کو عمل پر مجبور کرے اس میں طرفین کی رضامندی ضروری ہے۔ اسی طرح فسخ مضاربہ کے وقت تمام مقامات میں یہی حکم ہے چاہے فسخ اختیاری ہو یا اضطراری۔ عامل پر دباؤ نہیں ڈالا جائے گا یا اگر عامل کا ارادہ ہو تو مالک کو اختیار ہے کہ اس کی پیش کش قبول کرے یا نہ کرے۔ اس پر بھی رضامندی واجب نہیں۔
۴۔ فسخ کے بعد مالک اپنا پورا مال واپس لے لے اگرچہ کچھ بھی منافع نہ ہوا ہو اور چاہے سب مال نقدی کی صورت میں ہو یا کچھ سامان کی صورت میں اور اگر نفع ہو تو ان دونوں میں سے ہر ایک اپنے حصہ کا مالک ہو گا اور مالک اپنی اصل پونجی اور نقدی سنبھال لے گا۔

(۵) اگر عامل آگے مال کسی تیسرے شخص کو دے دے تا کہ وہ مضاربہ کرے جبکہ اس سے اپنا منافع میں حصہ طے نہ کرے تو اگر مالک کی طرف سے اس کو اس کی اجازت حاصل تھی تو یہ عمل صحیح ہو گا۔ اور منافع مالک اور اس تیسرے شخص کے درمیان طے شدہ شرائط عقد کے مطابق تقسیم ہو گا۔ اور اگر اس نے تیسرے شخص سے اپنے لئے منافع کی شرط رکھی تھی تو مضاربہ باطل ہو گا اور منافع تمام مالک کا ہو گا۔ اور یہ تیسرا شخص صرف اجرت المثل کا مستحق ہو گا۔ اس طرح اگر مالک نے عامل کو اس کی اجازت نہ دی ہو تو منافع سب مالک کا ہو گا اور عامل ثانی صرف اجرت المثل کا حقدار ہو گا۔ لیکن اگر اس کی اطلاع ملنے پر مالک نے رضامندی ظاہر کر دی ہو تو منافع حسب ضابطہ دونوں میں تقسیم کیا جائے گا۔

(۶) مالک کے لئے جائز نہیں ہے کہ مضاربہ کے مال سے خریداری کرے ہاں اگر عامل نے اس کو اس کا حصہ واپس کر دیا ہو تو پھر ایسا کر سکتا ہے۔ اور مالک بھی عامل سے اپنا ملکیتی حصہ خرید سکتا ہے۔

(۷) اگر عامل یہ مطالبہ کرے کہ منافع تقسیم کیا جائے اور اس کو اس کا ملکیتی حصہ دیا جائے جو کہ نقدی ہو اور مالک اس سے انکاری ہو تو عامل کے لئے اس پر الزام دینا جائز نہیں کیونکہ ہم نے کہا تھا کہ منافع سرمایہ کا تحفظ ہوتا ہے۔ حتی کہ اگر مالک بھی مان جائے اور تقسیم پر راضی ہو جائے اور اس کے بعد اصل سرمایہ میں سے کچھ تلف ہو جائے تو اگرچہ منافع تقسیم بھی کیا جا چکا ہو تب بھی طرفین کے حصہ سے سرمایہ پورا کیا جائے گا۔

(۸) اگر مالک عامل کو ایک ہزار دینار دے اور عقد کے بعد اس سے ایک سو دینار تلف ہو جائے اور پھر مالک اس سے مزید ایک سو دینار نکال لے اور عامل آٹھ سو (۸۰۰) دینار کے سرمایہ سے مضاربہ کرے اور نوے دینار منافع کمائے تو واجب ہے کہ مالک سے گیارہ دینار اور ۱/۸ دینار لے لئے جائیں کیونکہ یہ کمی منافع میں مالک کے اصل سرمایہ میں کمی کی وجہ سے آئی ہے۔ پس نوے دینار منافع پر دس دینار کا اضافہ کر کے تلف شدہ ایک سو دینار پورا کیا جائے گا۔ اور باقی اسی حساب سے تقسیم کیا جائے گا۔ ہاں اگر آٹھ سو دینار سے ہی نوے دینار منافع ہوا ہو گویا ہر دس دینار پر $\frac{1}{8}$۱ دینار کا نفع ہوا ہو تو سو دینار کا نفع $\frac{1}{8}$۱۰ ہو گا جس کا آٹھواں حصہ $\frac{2}{8}$۱ حصہ ہوتا ہے۔ لہذا مالک سے $\frac{2}{8}$۱۱ دینار لے لئے جائیں گے۔

(۹) اگر مالک عامل کو مضاربہ کے لئے ایک ہزار دینار دے اور وہ اس سے ایک سو دینار منافع کمائے پھر وہ ایک اصل سرمایہ سے ۵۵۰ دینار نکال لے یعنی نصف سرمایہ اور نصف منافع کی مقدار اور عامل کے پاس بقایا رقم بطور سرمایہ رہ جائے اور تلف ہو جائے تو عامل اس صورت میں مالک کے نکالے ہوئے سرمایہ سے ۲۵ یعنی نصف منافع کا حقدار ہو گا۔ اور اس منافع کا تلف شدہ مال سے کوئی تعلق نہ ہو گا۔
(۱۰) اگر مضاربہ فاسد ہو جائے تو مالک کی اجازت کے ساتھ ہی نیا عامل مضاربہ کر سکے گا ورنہ عامل کو صرف اجرت المثل کا استحقاق ہو گا چاہے اس میں سے منافع ہو یا نہ ہو اور منافع تمام مالک ہی کا ہو گا اور اس صورت میں اگر سرمایہ تلف ہو جائے تو عامل ضامن نہیں ہو گا لیکن اگر اس نے حفاظت میں کوتاہی کی ہو تو پھر وہ ضامن بھی ہو گا۔

مالک و عامل کے باہمی اختلافات

اس میں چند مسائل ہیں۔
(۱) اگر مالک اور عامل سرمایہ کی مقدار میں اختلاف کریں اور وہاں کوئی گواہ یا دلیل نہ ہو تو عامل ہی کا قول قسم اٹھانے کے ساتھ قبول کیا جائے گا اسی طرح اگر مالک عامل کی طرف خیانت کی نسبت دے اور وہ انکاری ہو تب بھی یہی حکم ہے۔
(۲) اگر عامل دعویٰ کرے کہ مال تلف ہو گیا یا کم ہو گیا ہے تو اس سے حلف لیا جائے گا۔ اگر وہ پہلے منافع کا اعتراف کرے اور پھر انکار کرے اور اشتباہ کرنے کا دعویٰ کرے تو اس سے یہ بات قبول نہ کی جائے گی اور اس پر واجب ہو گا کہ پہلی بات جس کا اس نے اعتراف کیا تھا۔ تسلیم کرے ہاں اگر وہ منافع کا اعتراف کرنے پھر تلف کا دعویٰ کرے اور احتمال کا امکان ہو تو اس سے حلف لیا جائے گا۔ مثلاً اگر کساد بازاری ہو جائے اور تجارت میں خسارہ ہو جائے ورنہ جس منافع کا اس نے اقرار کیا وہ دینا واجب ہو گا۔
(۳) اگر فریقین میں منافع کے حصہ میں تنازع ہو جائے اور مالک عامل سے کہے ہمارے مابین ایک ثلث اور دو ثلث کی شرط طے ہوئی تھی کہ ایک ثلث تیرا اور دو ثلث میرے ہوں گے اور عامل کہے نہیں بلکہ ہمارے درمیان نصف نصف منافع کی شرط تھی اور وہاں کوئی ثبوت اور گواہ نہ ہو تو مالک سے حلف لیا جائے گا۔

(۴) اگر زید دعویٰ کرے کہ اس نے عمرو کو ایک مقدار مضاربہ کے لئے دی تھی اور عامل انکاری ہو اور مالک اپنا دعویٰ گواہوں کے ذریعے ثابت کر دے پس اگر اثبات کے بعد عامل یہ دعویٰ کرے کہ مال تلف ہو گیا تو اس کا دعویٰ ناقابل قبول ہو گا لیکن اگر وہ اپنے دعویٰ کے ساتھ مالک سے یہ کہے کہ میرے ذمہ کچھ بھی نہیں ہے اور مالک دلیل کے ساتھ ثابت کر دے مگر پھر یہ تلف کا دعویٰ کرے تو اس کا قول قسم کے ساتھ قبول کیا جائے گا۔

(۵) اگر عامل کوئی مال خریدے اور یہ دعویٰ کرے کہ اس نے یہ ذاتی طور پر اپنے خاص مال سے خریدا ہے اور مالک کہے کہ نہیں بلکہ یہ تو نے مضاربہ کے مال سے خریدا ہے اور وہاں گواہ موجود نہ ہوں تو عامل کا قول قسم کے ساتھ قبول کیا جائے گا اسی طرح اگر عامل دعویٰ کرے کہ وہ مضاربہ کے مال سے تھا اور مالک دعویٰ کرے کہ وہ عامل کا ذاتی ہے تو عامل سے حلف لیا جائے گا۔

(۶) اگر عامل دعویٰ کرے کہ وہ مال مالک کے سپرد کر چکا ہے اور مال اس سے انکار کرے تو مالک سے حلف لیا جائے گا۔

(۷) اگر زید دعویٰ کرے کہ جو مال اس نے عمرو کو دیا ہے وہ مضاربہ کا تھا اور عمرو کہے کہ وہ قرض سے تھا تو ان میں سے ہر ایک اپنے ساتھی کے بطلانِ دعویٰ پر حلف اٹھائے گا اور عامل اس کے بعد دو امور میں سے زیادہ کا مستحق ہو گا یعنی یا اجرت المثل یا وہ منافع جو مضاربہ میں مالک کے اقرار و اعتراف کے مطابق مشروط تھا۔

(۸) اگر مالک یہ دعویٰ کرے کہ مال قرض تھا اور عامل یہ دعویٰ کرے کہ مضاربہ تھا اور مال میں نقص ظاہر ہو جائے تو مالک سے حلف لیا جائے گا۔

(۹) اگر مالک یہ دعویٰ کرے کہ اس نے عامل کو فلاں مال خریدنے سے منع کیا تھا اور عامل اس سے انکاری ہو تو عامل سے حلف لیا جائے گا۔

(۱۰) اگر عامل یہ دعویٰ کرے کہ مالک نے اس کو مال ادھار فروخت کرنے کی اجازت دی تھی اور مالک اس سے انکاری ہو تو مالک کا قول قسم کے ساتھ قابل قبول ہو گا اسی طرح اگر عامل یہ دعویٰ کرے کہ مالک نے اس نے معاملہ میں کل اختیار دیا تھا اور اس کی عام اجازت دی تھی اور مالک اس سے انکاری ہو تو مالک سے حلف لیا جائے گا۔

کتاب الشرکہ

اس میں چند فصول ہیں۔

فصل اول   شرکت کی تعریف اور اس کے اسباب

شرکت کی تعریف یہ ہے کہ ایک ہی شے میں دو یا زیادہ اشخاص کا حقوق ملکیت میں مشترکہ حصہ دار ہونا" اور یہ ہر اس صیغہ سے منعقد ہو سکتی ہے جو اس پر دلالت کرے اور یہ جائز عقود میں سے ہے اور شراکت داران میں سے ہر فرد جب بھی چاہے اس کو فسخ کر سکتا ہے۔ اور اس کے چند اسباب ہیں۔

(۱) یہ کہ عقد ہو مثلاً دو یا زیادہ افراد کسی مال کی خریداری میں یا کسی جگہ یا مکان کی اجارہ داری میں شراکت دار ہوں یا کوئی ان دو افراد کو یا زیادہ کو کسی اور شخص کوئی چیز ھبہ کر دے جبکہ یہ سب اس میں شراکت دار ہوں۔

(۲) یہ کہ کوئی مال دو یا زیادہ وارثوں میں بطور وراثت مشترکہ ہو۔

(۳) دو یا زیادہ افراد کی دو یا زیادہ مخلوط اجناس ہوں مثلاً دانے وغیرہ جن کو ایک دوسرے سے جدا کرنا ممکن نہ ہو اور شراکت میں قاعدہ یہ ہے کہ اجناس ذات وصفت میں مساوی اور مخلوط ہوں مثلاً سرخ گندم اور اگر کچھ حصہ گندم اور کچھ حصہ جَو ہو یا بعض سرخ ہوں اور بعض زرد تو ان میں شراکت نہ ہو سکے گی بلکہ واجب ہو گا کہ وہ جدا گانہ ہوں یا ان کے بارے میں شراکت داران باہمی رضامند ہوں۔

(۴) اجتماعی طور پر دو یا زیادہ اشخاص کسی مباح چیز کو اپنی تحویل میں رکھیں جس کا کوئی مالک نہ ہو مثلاً کسی معقول مقصد کے لئے سنگریزوں کی مقدار یا کسی درخت کو اکھیڑنے میں یا کنویں سے پانی کے ڈول نکالنے میں پس اس کام میں بھی دو یا زیادہ افراد کی شراکت داری ثابت ہے۔

اور دوسرے اعتبار سے شراکت کی تین قسمیں ہیں۔

قسم اول   عین میں شراکت

قسم دوم   عین کی بجائے منافع میں شراکت

قسم سوم   حقوق میں شراکت مثلاً قصاص، حد، رہن شفعہ، راستہ، خیار شرط۔ خیار عیب جن کا ذکر کیا جا چکا ہے اس کتاب میں ہم اعیان میں شراکت کے احکام بیان کریں گے۔

اول   ایک عین یا متعدد اعیان میں ایسی شراکت کہ جس میں دو یا زیادہ شراکت دار ایسا مال دیں جو خلط ملط ہو اور اس کا باہمی امتیاز ناممکن ہو۔

دوم ابدان میں شراکت: یعنی دو یا زیادہ شراکت دار اپنی تجارت اور اپنے اعمال وفنون میں شراکت دار ہوں چاہے ان کی تجارت یکساں ہو مثلاً ان میں سے ہر ایک سنار ہو یا مختلف ہو مثلاً ایک سنار ہو دوسرا پارچہ باف اور تیسرا درزی۔

سوم اعتبار میں شراکت: یعنی شراکت داروں کا کوئی ذاتی مال نہ ہو لیکن وہ لوگوں کی نظر میں اعتماد رکھتے ہوں اور تاجروں سے مال اٹھاتے ہوں۔ اور فروخت کرکے اصل سرمایہ مالکان کو دے کر منافع میں حصہ دار ہوں یا ان میں کوئی ایک معروف صاحبِ وجاہت شخص اپنے اعتبار پر کسی تاجر سے مال اٹھائے اور دوسروں کو تجارت کے لئے دے جو اس پر عمل تجارت کریں اور منافع میں حصہ دار ہوں۔

چہارم وہ سب ایسے مال میں شراکت دار ہوں جو کسی ایک کے تصرف میں ہو جو اس میں ملکیت رکھتا ہو ان چار اقسام میں صرف پہلی قسم کی شراکت شرعاً صحیح ہے اور باقی تمام اقسام باطل ہیں۔

فصل دوم

احکام شراکت

(۱) اگر دو آدمی شراکت دار بنیں اور ان میں سے ہر ایک دوسرے کو مساوی مال اس شرط پر دے کہ وہ دونوں عمل میں حصہ دار ہوں گے تو منافع دونوں میں نصف نصف ہو گا چاہے دونوں نے عقد میں اس کی شرط لگائی ہو یا علیٰ الاطلاق معاہدہ کیا ہو پس اگر ان میں سے ایک دو دینار دے اور دوسرا ایک دینار تو دونوں کا کام کرنے کی شرط عائد کریں تو منافع دونوں میں تین ثلث ہو گا یعنی دو دینار والے کو دو ثلث اور باقی ایک ثلث ایک دینار والے کو ملے گا۔ چاہے انہوں نے دوران عقد اس کی شرط لگائی ہو یا نہ اور اگر اس مذکورہ صورت میں وہ نصف نصف منافع کی شرط لگائیں تو شراکت باطل ہو گی اگرچہ ایک دینار والے کا عمل دخل اہم یا زیادہ ہی کیوں نہ ہو لیکن اگر دونوں میں سے ہر ایک تقسیم سے قبل ہی اپنے عمل کی نسبت اجرۃ المثل لے لے اور پھر باقی منافع نصف نصف کرلیں تو یہ صحیح اور جائز ہے اور اسی طرح اگر ان میں سے ہر ایک دوسرے کو مساوی طور پر مال دے اور پھر یہ شرط لگائیں کہ جس کا کام زیادہ ہو گا اس کا حصہ بھی زیادہ ہو گا اور اسی صورت میں بالفرض یہ شرط عائد کریں کہ عامل کا حصہ کم

بیٹھنے والے سے زیادہ ہوگا تو یہ بھی صحیح ہے۔
(۲) اگر ایک جماعت مشترکہ طور پر کسی مال میں شراکت دار ہو تو سب کی اجازت کے بغیر اس مال میں تصرف جائز نہیں اور جس کو اجازت دی گئی ہو وہ اجازت کے مطابق ہی عمل کرے اس کے لئے جائز نہیں کہ مقررہ حدود کے تجاوز کرے۔ اگر وہ تجاوز کرے گا تو ضامن ہوگا تو تلف کی صورت میں تاوان ادا کرنے کا پابند ہوگا۔ مثلاً اگر وہ اس کو یہ حکم دیں کہ فلاں جگہ یا فلاں علاقے میں ہی معاملہ کرے اور کسی جگہ نہ کرے تو اس پر اس کی پابندی ضروری ہوگی اور اگر اس نے مخالفت کر دی اور ممنوع مقامات سے مال کو محفوظ رکھ کر منافع کمایا تو شراکت پر کوئی اثر نہ پڑے گا اور وہ اپنے مقررہ حصہ منافع کا مستحق ہوگا۔
(۳) جیسا کہ ہم نے کہا شراکت ایک جائز عقد ہے پس اگر وہ ایک پورا سال تک اس کو جاری و باقی رکھنے کی شرط کریں تو وہ جب چاہیں اس کو فسخ بھی کر سکتے ہیں۔ اور شرط پوری کرنا واجب نہیں۔
(۴) شریک امین ہے اور اگر اس کے ہاتھ سے مال تلف ہو جائے تو وہ ضامن نہ ہوگا۔ بشرطیکہ اس نے مال کی حفاظت میں کوتاہی نہ کی ہو پس اگر وہ تلف کا دعویٰ کرے تو اس کا قول قسم کے ساتھ قابل قبول ہوگا اور اگر دو شریکوں میں سے ایک دوسرے پر حفاظت میں کوتاہی اور لاپرواہی کی تہمت لگائے تو سوائے قسم کے اس پر کوئی حکم نہیں لگایا جائے گا۔
(۵) اگر دو آدمی کسی مال میں برابر کے شریک ہوں اور ان میں سے ایک دوسرے سے کہے تو کام کر منافع ہم میں نصف نصف ہوگا تو یہ صحیح ہے لیکن یہ شراکت نہ ہوگی کیونکہ شراکت میں فریقین کا مل کر کام کرنا شرط ہے اور یہ مضاربہ بھی نہیں ہے کیونکہ اس میں یہ شرط ہوتی ہے کہ سرمایہ ان میں سے کسی ایک کی ملکیت ہو پس یہ صورت صرف تجارت ہوگی۔
(۶) اگر دو شریکوں میں سے ایک مال خریدے اور کہے کہ میں نے اپنے لئے خریدا ہے اور دوسرا اس کی تکذیب کرے اور کہے نہیں بلکہ یہ تو نے شراکت کے مال سے خریدا ہے تو مشتری کا قول قسم کے ساتھ قبول کیا جائے گا۔
(۷) دو تنازع کرنے والوں کے حق میں اثبات حکم کا ضابطہ یہ ہے کہ دو عادل گواہ پیش کئے جائیں۔ صرف ایک قسم یا ایک عادل گواہ کے ساتھ ایک مرتبہ قسم کھانا ان کے متعلق قطعاً مفید نہیں ہے پس بنا بریں اگر زید عمرو کے ساتھ شراکت دار ہو اور عمرو بکر کے ہاتھ اپنے شریک زید کی اجازت کے ساتھ کچھ مال فروخت کر دے اور پھر بکر دعویٰ کرے کہ اس نے قیمت ادا کر دی تھی اور اس کے پاس کوئی گواہ نہ ہو اور عمرو اس سے انکاری ہو تو عمرو حلف اٹھائے گا پس اگر بکر اپنے دعویٰ میں سچا ثابت ہوا کہ اس نے قیمت عمرو کو دے دی تھی تو بکر زید سے بری الذمہ ثابت ہو گیا۔ پس اگر زید عادل تھا تو اس

کی گواہی عمرو کے حصہ میں بھی قبول نہ کی جائے گی۔ اور اگر بکر کوئی دوسرا گواہ لے آئے یا اپنے اثبات دعویٰ میں قسم کھا لے تو وہ دونوں حصوں سے بری الذمہ ہو جائے گا اور اس کے ذمہ عمرو کا کوئی حق باقی نہ رہے گا۔ اور اگر بکر عادل نہیں تھا تو اس کی گواہی صرف اس کے اپنے حصہ کے حق میں قابل قبول ہو گی اور اس صورت میں قسم عمرو پر عائد ہو گی اور وہ حلف اٹھا کر اپنا حصہ بکر سے وصول کر لے گا اور اگر عمرو قسم سے منحرف ہو جائے تو بکر حلف اٹھائے گا کہ اس نے کل قیمت عمرو کے سپرد کر دی تھی اور اس کا ذمہ بھی اپنے حصہ سے بری ہو جائے گا اور اگر بکر قسم سے منحرف ہو جائے تو وہ عمرو کے حصہ کی ادائیگی کا پابند ہو گا۔

نوٹ: یہ جاننا چاہیے کہ خریدار بکر اپنا دعویٰ دو عادل گواہوں کے ذریعے ثابت کر دے تو زید کا حق بنتا ہے کہ وہ عمرو کی طرف رجوع کرے اور اس سے اپنے حصے کا مطالبہ کرے اور اگر اس کے پاس دو گواہ عادل موجود نہ ہوں بلکہ وہ اپنا دعویٰ ایک گواہ اور ایک قسم کے ذریعے ثابت کرے یا اس کی قسم کو فروخت کنندہ عمرو رد کر دے تو زید کا کوئی حق نہیں کہ وہ عمرو کو اپنا حصہ لینے میں مجبور کرے اور اس کا عمرو پر سوائے قسم کے کوئی حق نہیں ہے۔ جیسا کہ ہم نے اس مسئلہ کی ابتداء میں ضابطہ بیان کیا ہے اور بکر پر بھی کسی طرح سے کوئی سبیل نہیں کیونکہ وہ خود اقرار کر چکا ہے اور گواہی دے چکا ہے کہ وہ پوری قیمت عمرو کو ادا کر چکا ہے۔

ہاں البتہ اگر زید اس بات پر دو عادل گواہ پیش کر دے کہ جس سے ثابت ہو کہ بکر عمرو کو قیمت ادا کر چکا ہے۔ اور قیمت اس کے قبضہ میں آ چکی ہے۔ تو پھر یہ صحیح ہے کہ وہ اپنے شریک عمرو سے اس کے حصہ میں مطالبہ کرے یہ سب اس صورت میں ہو گا کہ بکر دعویٰ کرے اور عمرو انکاری ہو اور زید گواہی دے کہ بکر قیمت ادا کر چکا ہے اور اس کا اعتراف کرے لیکن اگر خریدار مذکور (بکر) دعویٰ کرے کہ وہ پوری قیمت زید کو دے چکا ہے اور عمرو اس کی تصدیق کر دے اور زید اس سے انکار کر جائے تو اس صورت میں بکر سب کا ذمہ دار ہے اور اس پر زید کے حصہ کا ذمہ عائد ہے کیونکہ زید منکر ہے اور بکر کے پاس کوئی گواہ نہیں اور عمرو کی شہادت ناقابل قبول ہے کیونکہ اس کا شہادت مقام تہمت میں ہے اور یہ احتمال ہے کہ اس کی گواہی اس بنا پر ہو کہ زید نے اپنے حصہ میں اشتراک سے خوف فرار کی وجہ سے قیمت لی ہو جو اس نے بکر سے وصول کی ہے۔

ہاں بکر کا یہ حق بنتا ہے کہ زید سے قسم کا مطالبہ کرے اور بکر کا ذمہ عمرو کے حصہ سے اس لئے مشغول ہے کہ وہ زید کو قیمت دینے کا اقرار و اعتراف کر چکا ہے حالانکہ زید قیمت وصول کرنے میں عمر کی

طرف سے وکیل تھا۔ پس بکر کا ذمہ زید عمرو سے مشغول ہے اور عمرو بکر سے اپنے حصہ کا مطالبہ کرنے کا مستحق ہے اگرچہ وہ کل قیمت زید کے حوالے کرنے کی شہادت دے چکا ہے۔

(۸) اگر دو شراکت دار اپنا مال فروخت کر دیں پھر ان میں سے ایک کچھ قیمت وصول کر لے تو زیر قبضہ مال قابض اور اس کے شریک کی ملکیت ہو گا۔ پس اگر باقی قیمت تلف ہو جائے تو مقبوضہ مال دونوں میں تقسیم کیا جائیگا۔ اور یہی حکم متعدد شراکت داروں کے متعلق بھی ہے اگر ان میں ایک کچھ مال کی قیمت لے لے اور باقی تلف ہو جائے۔

(۹) اگر زید عمرو کا مال فروخت کر دے اور پھر وہ کہے کہ یہ مال میرا اور عمرو کا مشترکہ ہے اور بکر کہے کہ میں اس معاملہ پر راضی نہیں ہوں۔ پس اگر اس مال کا خریدار عمرو اس سے انکار کرے اور کہے کہ مال صرف زید کے لئے مخصوص ہے اور بکر کا اس میں کوئی حق نہیں تو اس کا قول قسم کے ساتھ قبول کیا جائے گا اور اگر بکر اپنی شراکت ثابت کر دے اور عمرو کہے کہ تو پہلے اس معاملہ پر راضی ہو چکا تھا اور اب اس سے انکار کرتا ہے اور بکر کہے کہ میں مطلقاً راضی نہیں تھا اور عمرو کے پاس کوئی گواہ نہ ہو تو بکر حلف اٹھائے گا پھر عمرو دو میں سے ایک صورت اختیار کرے گا یا معاملہ فسخ کر دے گا یا بکر کا حصہ واپس کر دے گا اور زید کا حصہ رکھ لے گا۔

(۱۰) اگر کسی وجہ سے پوری جماعت کے مابین شراکت باطل ہو جائے اور ان میں سے کوئی ایک مال کے ساتھ معاملہ کرے معاملہ صحیح ہو گا اور ہر ایک کی اس مال میں مداخلت جائز ہو گی کیونکہ ہر فرد اس میں تصرف کرنے کا مجاز ہے اگرچہ شراکت باطل ہو چکی ہے مگر ہر ایک کا حصہ دوسروں کے ہاتھ امانت ہے اور ان میں سے ہر ایک اپنے حصہ کی مقدار منافع وصول کرے گا اور عامل اپنے عمل کی نسبت سے مالکان سے اجرۃ المثل وصول کرے گا۔

(۱۱) اگر تین آدمی زراعت میں اس شرط پر شراکت دار بنیں کہ ان میں سے ایک بیج اور دیگر وسائل مثل بیل یا مشینری دے گا اور تیسرا کام کرے گا تو یہ شرکت باطل ہے اور زراعت کا ماحصل، بیج والے کی ملکیت ہو گا اور دیگر دو ساتھی اپنے وسائل اور عمل کی نسبت سے اجرت المثل کے حقدار ہوں گے اور اسی طرح اگر فصل کی سیرابی کے لئے کوئی اونٹ یا بیل دے اور دوسرا ڈول اور رسی دے اور تیسرا کام کرے تو حاصل شدہ نفع صرف سیرابی کرنے والے عامل کا ہو گا اور دیگر دو ساتھی اونٹ اور ڈول وغیرہ کی اجرت المثل لیں گے اور اموال یا ابدان کی مرکب شراکت باتفاق فقہاء باطل ہے۔

(۱۲) اگر شرکاء میں سے کوئی ایک وفات پا جائے تو شراکت باطل ہو گی۔

(۱۳) شرکاء میں سے کسی کے لئے جائز نہیں کہ شرکت کے اموال میں سے کوئی مال کسی کو ھبہ یا قرض

یا مضار بہ کے لئے دے یا اس کو اپنے مال یا کسی کے مال میں (سوائے شرکاء) کے مخلوط کر دے۔
(۱۴) مسلمان کے لئے مکروہ ہے کہ کافر ذمی سے شراکت کرے یا اس کو تجارت کے لیے پونجی دے یا اس کو کسی چیز پر امین سمجھے۔

تیسری فصل

شرکاء کیلئے اپنا حق جدا کرنے کے بیان میں

دو صورتوں میں شراکت کے مال کی تقسیم پر زبردستی کرنا جائز نہیں۔
(۱) اگر دو یا متعدد شرکاء کو تقسیم سے نقصان ہوتا ہو۔
(۲) تقسیم سے بچنے والے کو نقصان ہوتا ہو لیکن اگر ضرر طلب تقسیم پر ہو تو کوئی حرج نہیں لیکن شریک پر اس کی پیش کش قبول کرنا واجب نہیں۔ لیکن اگر وہ انکاری ہو تو یہ اس کو مجبور کر سکتا ہے اور اس طرح اگر تقسیم ہے دونوں شریکوں کو ضرر پہنچا ہو لیکن تقسیم طلب کرنے والے کا ضرر زیادہ ہو تو شریک پر تقسیم کی پابندی کرنا واجب ہے لیکن اگر وہ ایسا نہ کرے تو اس پر زبردستی کرنا واجب ہو گا۔

کتاب الوکالتہ

فصل اول: وکالت کا تعریف اور اس کے صیغہ اور متعلقات کا بیان اور اس میں چند مسائل ہیں۔
(۱) وکالت سے مراد یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے مال کے کسی بھی قسم کے تصرف میں کسی دوسرے شخص کو اپنا نائب مقرر کرے ایسے شخص کو موکل اور اس کے نائب کو وکیل کہا جاتا ہے۔
(۲) اس کا صیغہ یہ ہے کہ موکل کہے میں نے تجھے وکیل بنایا اور وکیل کہے کہ میں نے قبول کیا۔
(۳) وکالت ایک شرعاً جائز عقد ہے پس موکل کو یہ اختیار ہے کہ جب چاہے اپنے وکیل کی موجودگی یا عدم موجودگی میں اس کو وکالت سے معزول کرے لیکن اس عدم موجودگی یا عدم علم کی صورت میں اس

کے لیے تمام تصرفات کرنے کا حق ہے جب تک کہ موکل اس کو معزولی کی اطلاع کرنے دے اور اسی طرح وکیل کے لیے بھی جائز ہے کہ موکل کی موجودگی یا عدم موجودگی میں خود وکالت سے علیحدہ ہو جائے اور احوط یہ ہے کہ اپنے موکل کو اطلاع دینے سے قبل ہی وہ تصرف سے کنارہ کش ہو جائے اور دوبارہ تصرف کرنے کے لئے مالک سے تجدید اذن کی ضرورت ہو گی جیسا کہ مشہور ہے اور بعض علماء نے اس کی اجازت بھی دی ہے اور یہی اقویٰ ہے۔

(۴) عقد وکالت ایسے کام پر منحصر و متعلق کرنا جائز نہیں ہے جس کے واقع ہونے کا "محض" احتمال ہو اس پر تمام اصحاب کا اجماع ہے بلکہ ضروری ہے کہ قطعی طور پر یا مستقبل پر منحصر و موقوف کیا جائے اور یہ فی الواقع کوئی تعلق یعنی شرط نہیں ہے تاکہ اس پر عدم صحت کا دعویٰ کیا جائے۔ گویا کہ موکل اپنے وکیل سے کہے گا کہ تو فلاں کام میں میرا وکیل ہے یا معاملہ میں میرا وکیل ہے جیسا کہ میں کہہ رہا ہوں یا فلاں معلوم کام میں تو میری طرف سے وکالت کرتے ہوئے ایک سال تک تصرف کرتا رہ یا یہ کہ تو میرا وکیل ہے بشرطیکہ اسی طرح کام کر جس طرح کہ میں کہتا ہوں ان تمام صورتوں کا جواز اصحاب فقہاء کے مابین متفق علیہ ہے کیونکہ ان میں حدود وکالت کا تعین ہے نہ کہ شرط

(۵) وکالت چند اسباب سے باطل ہو جاتی ہے۔

اول- موکل وکیل کو معزول کر دے یا وکیل اپنے اختیار سے خود علیحدہ ہو جائے۔

دوم- ان میں سے کسی ایک کو موت آجائے

سوم- دونوں پاگل ہو جائیں یا بیہوش یا ان میں سے ایک ایسا ہو جائے چاہے جنون و بیہوشی دائمی ہو یا جزء وقتی یا طویل ہو یا کوتاہ

چہارم- متعلق وکالت تلف ہو جائے مثلاً کسی حیوان کی بیع کے لیے یا کسی عورت کی طلاق کے لیے وکیل بنا تھا اور ان کی موت واقع ہو جائے۔

پنجم- موکل بذات خود متعلق وکالت میں تصرف کرے تو موضوع وکالت ہیں نفی ہو جائے گا مثلاً وہ خود اس حیوان کو فروخت کر دے جس کے لیے اس نے کسی کو وکیل بنایا تھا۔

مسئلہ ششم

جو شخص معاملات میں وکیل مطلق ہو اگر وہ کوئی مال خریدنا چاہے تو واجب ہے کہ ثمن المثل سے زیادہ نہ خریدے بلکہ بازار میں اگر اس سے کم قیمت پر مہیا ہو تو ثمن المثل کے مطابق بھی نہ خریدے۔ اور اگر کوئی مال فروخت کرنا چاہے تو واجب ہے کہ کہ ثمن المثل سے کم قیمت پر فروخت نہ کرے اور

اگر لوگ اس کو ثمن المثل سے زیادہ قیمت دیں تو ثمن المثل کے مطابق فروخت نہ کرے۔
اور بغیر مصلحت کے اپنے موکل کے مال کو ادھار بھی نہ بیچے اور عیب دار مال بھی نہ خریدے اور اگر مال میں عیب ہو یا معاملہ میں غبن ظاہر ہو جائے تو یہ صورت دو وجوہ سے خالی نہیں۔
وجہ اول اگر عیب یا غبن مخفی ہو اور از روئے جہل وکیل اس میں مبتلا ہو جائے تو مال مالک کی طرف لے جائے جس کو خیار غبن یا خیار عیب حاصل ہے جن کا بیان پہلے گزر چکا ہے۔
وجہ دوم غبن اور عیب ظاہر ہو چکا ہے وکیل ان سے باخبر ہو یا نہ ہو معاملہ بناء بر مشہور بیع فضولی ہو گا جس کی صحت موکل کے اذن و رضا پر موقوف ہو گی جو ہمارے اختیار کردہ فتویٰ کے مطابق مطلقاً باطل ہے اور اس کے لئے عقد جدید کی ضرورت ہے۔ اور یہی حکم ہے اگر عیب اور غبن مخفی ہو اور وکیل عمداً او کو خریدے تب بھی یہی حکم ہے کہ بیع فضولی ہونے کی وجہ سے عقد جدید کی ضرورت ہو گی۔

فصل دوم

"وکالت کے جائز و ناجائز امور"

ایسے امور میں کسی کو وکیل مقرر کرنا جائز نہیں جو کہ شارع کی غرض سے وابستہ ہونے کی وجہ سے عمل مکلف کے متعلق ہوتے ہیں۔ مثلاً وضو اور غسل اور تیمم اور نماز، روزے، حج، اعتکاف، نذر، عہد قسم، ظہار، ایلاء، لعان اور لوگوں کے اموال کا غصب کرنا تو وکیل خود غاصب قرار پائے گا۔ اور اس میں موکل کا دخل نہ ہو گا بلکہ جو خود کوئی کام بجا لائے گا وہی شرعاً مسئول ہو گا۔
البتہ ایسے امور میں وکیل بنانا جائز ہے کہ شارع کی غرض ان امور کے حصول و تحصیل سے وابستہ ہے مثلاً بیع، قیمت کی وصولی، حوالہ، صلح، ضمان، رہن ارھان، شراکت، استعارہ، وکالت، حق شفعہ اور مقروض کو بری الذمہ کرنا، زکوۃ کی تقسیم اور صدقات کو مستحقین میں تقسیم کرنا، تامین، ایتمان، عقد نکاح کا صیغہ جاری کرنا، طلاق، اجراء حدود، قصاص، غلام آزاد کرنا، یا کسی حق کے اثبات کے لیے عدالت کی طرف رجوع کرنا وغیرہ۔

فصل سوم

"موکل کی ضروری شرطیں اور متعلقہ امور"

اس میں چند مسائل ہیں۔

(۱) اس کا بالغ کامل العقل ہونا ضروری ہے اور یہ کہ آزاد ہو غلام نہ ہو یا غلام ہو تو اس کے آقا کی طرف سے اس کو موکل بننے کی اجازت حاصل ہو۔

(۲) اگر غلام کو آقا کی طرف سے تجارت میں وکیل بننے کی اجازت حاصل ہو وہ تجارتی امور میں کی دوسرے شخص کو اپنا وکیل مقرر کر سکتا ہے۔

(۳) وکیل کے لیے جائز نہیں ہے کہ کسی خصوصی کام میں کسی اور شخص کو اپنا وکیل بنائے ہاں اگر موکل کی طرف سے اس کو عام یا خاص طور پر اسکی اجازت ہو تو جائز ہے۔

(۴) باپ کے لئے جائز ہے کہ اپنے فرزند کے معاملات میں کسی اور کو اپنا وکیل مقرر کرے اسی طرح دادا کے لیے بھی پوتے کے بارے میں توکیل جائز ہے (توکیل یعنی وکیل مقرر کرنا)

(۵) اصحاب فقہاء کے درمیان مشہور یہ ہے کہ اہل شرف کے لیے مکروہ ہے کہ تنازعات اور دعاوی میں خود پیش ہوں بلکہ احسن یہ ہے کہ کسی دیانتداری اور باخبر شخص کو وکیل مقرر کردیں۔

لیکن اقویٰ یہ ہے کہ مکروہ نہیں کیونکہ حضرت امیر المومنینؑ طلحہ کی زرہ کے کیس میں ایک اعرابی کے ساتھ تنازع میں خود قاضی شریح کی عدالت میں پیش ہوئے۔

اور امام زین العابدین علیہ السلام اپنی قبیلہ بنی شیبان سے تعلق رکھنے والی بیوی کے ساتھ حق مہر کے دعویٰ میں پیش ہوئے آنحضرت ﷺ ناقہ کے ساتھ ایک اعرابی کے ساتھ تنازع کے سلسلہ میں اول و ثانی کے پاس محاکمہ کے لیے گئے اور جناب امیر المومنین علی علیہ السلام نے اعرابی کو قتل کر کے تنازع ختم کر دیا کیونکہ وہ آنحضرت صلعم کی تکذیب کرتا تھا۔

آنحضرت ﷺ اور ان کی عزت شرف و فضلیت کے اصل سرچشمے ہیں وہ مکروہ فعل بھی انجام نہیں دیتے۔

فصل چہارم

شرائط وکیل

اول کمالِ بلوغ و عقل

دوم طلاق و نکاح اور تمام قابل وکالت امور میں عورت کا کسی دوسری عورت کو وکیل بنانا جائز ہے اور نکاح میں عدالت شرط نہیں

سوم مدعی موکل ہوتا ہے اور جو دعویٰ میں اس کا نائب ہو وہ وکیل ہوتا ہے اور مدعی علیہ موکل علیہ ہوتا ہے مذہب و دین کے اعتبار سے اس کی آٹھ صورتیں بنتی ہیں۔

اول وکیل موکل موکل علیہ تینوں مسلمان ہوں

دوم تینوں اہل ذمہ یعنی کافر ذمی ہوں

سوم صرف موکل مسلمان ہو

چہارم صرف موکل ذمی ہو

پنجم صرف وکیل مسلمان ہو

ششم صرف وکیل ذمی ہو

ہفتم موکل اور وکیل دونوں مسلمان ہوں

ہشتم موکل اور وکیل دونوں کافر ذمی ہوں

پس اگر وکیل ذمی ہو اور موکل علیہ مسلمان ہو تو وکالت باطل ہو گی چاہے موکل مسلمان ہو یا ذمی جیسا کہ چھٹی اور آٹھویں صورت میں ہے اور باقی صورتیں صحیح ہیں اور باقی تمام کفار بھی اہل ذمہ کے حکم میں ہیں۔

شرط چہارم وکیل موکل کے شرائط کا پابند ہو اور ان کے حدود سے تجاوز نہ کرے لیکن اگر قرائن سے اجازت معلوم ہو تو جائز ہے مثلاً اگر موکل کسی چیز کو ایک دینار میں فروخت کرنے کی اجازت دے اور یہ اس کو دو دینار میں فروخت کر دے یا یہ اس کو قرض کے طور پر دینار میں فروخت کرنے کی اجازت دے اور یہ اس کو نقد فروخت کر دے۔

البتہ اگر موجل بیع میں موکل کے مصالح و فوائد ہوں مثلاً خوف غصب اگر نقد ہو تو رقم کے غصب ہونے کا خدشہ ہے پس یہ مسائل قرائن کے ذریعے اذن شمار ہوں گے بلکہ موکل طبعاً اس قسم کے نفع بخش معاملہ سے راضی ہو گا۔

پنجم اگر موکل مال فروخت کرنے کے لئے کوئی خاص جگہ یا خاص قیمت مقرر کرے اور وکیل اس

کو اسی قیمت پر ہی دوسری جگہ فروخت کر دے تو بیع صحیح ہو گی بشرطیکہ وکیل کو یہ علم ہو کہ محل معین کرنے میں موکل کی کوئی خاص غرض نہیں ہے ورنہ اگر اس کی کوئی خاص صحیح غرض ہو تو وکیل کے لیے اس میں تبدیلی کفنا جائز نہیں ہے۔

ششم اگر موکل کسی خاص مشتری کا تعین کر دے تو وکیل کے لیے صحیح نہیں ہے کہ وہ دوسرے کو فروخت کرے اگرچہ زیادہ قیمت ہی کیوں نہ ملے۔

ہفتم اگر موکل کوئی معین مال عین و نقد معین کے ساتھ فروخت خرید کرنے کا حکم دے تو وکیل کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ قرض میں خریدے یا بالعکس کرے یعنی موکل اس کو قرض میں خریدنے کا حکم دے اور یہ نقد میں خریدے اگر مخالفت کرے گا تو بیع فضولی ہو گی۔ جس کے لزوم کے لئے موکل کی اجازت کی ضرورت ہو گی۔ جب کہ مشہور ہے اگرچہ ہمارے فتویٰ کے مطابق عقد جدید کی ضرورت ہے۔

ہشتم اگر وکیل صرف موکل کا حق ثابت کرنے کے لیے ہی وکیل ہو تو اس کو اس حق کی وصولی کا حق نہیں ہے جب تک کہ اس کے لئے خاص یا عام اذن نہ ہو اور اگر وہ وصول کرے گا اور اس سے تلف ہو گا یا غصب ہو گا تو اس پر واجب ہے کہ حق کو اس کے مالک کے سپرد کرے مثلاً اگر نائب صرف موکل کا حق وصول کرنے میں ہی نائب ہو اور موکل علیہ اس کو قبضہ دینے سے انکاری ہو تو وکیل کے لیے اس سے محاکمہ کرنا جائز نہیں کیونکہ اس کی وکالت صرف وصولی تک محدود تھی۔

نہم اگر موکل اپنے کام کے لیے مطلقاً بصورت اجتماع دو وکیل مقرر کرے تو ان کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ انفرادی طور پر کام کریں اگر ان میں سے ایک مر گیا تو وکالت باطل ہو جائے گی۔ اور حاکم پر لازم نہیں کہ وہ مرنے والے کی طرف سے دوسرا وکیل مقرر کرے پس اگر "توکیل" کسی عقد کے اجراء کے لیے ہو اور اس کو قرائن سے معلوم ہو جائے کہ ان دونوں میں سے ایک کا اجراء جائز ہے تو کوئی مانع نہیں اور ان میں سے ایک اپنے مالک کے اذن سے عقد کا پابند ہو گا اور اس کا کوئی شرعی مدرک موجود نہیں ہے کہ دو شخصوں کے لیے ایک ہی عقد کا اجراء کیا جائے چاہے یا ساتھ ساتھ یا یکے بعد دیگرے۔

دہم موکل علیہ کی موت سے وکالت باطل ہو جاتی ہے پس اگر وہ دیر سے کوئی حق معلوم لینے کے لیے وکیل مقرر ہو اور مر جائے تو وکیل کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وارثوں کے ساتھ محاکمہ کرے ہاں البتہ اگر وہ یہ کہے کہ میں نے تجھ کو اس کے لئے وکیل بنایا ہے کہ زید کے ذمہ میں جو میرا حق ہے وہ وصول کر تو اس صورت میں زید کی موت کے بعد اس کے وارثوں سے محاکمہ کرنا جائز ہے۔

یازدہم زید کے لئے یہ جائز ہے کہ وہ عمرو کو کسی مال کی خریداری کے لیے وکیل بنائے اور قیمت وہ مال مقرر کرے جو کے عمرو ذمہ ہے۔ پس اسی صورت میں اگر زید نے مال خرید لیا تو اس کا ذمہ بری ہو گیا۔ پس اس کے بعد اگر مال عمرو کے ہاتھ میں تلف ہو جائے تو وہ ضامن نہ ہو گا۔ بلکہ خود زید موکل اس خسارہ کا ذمہ دار ہو گا۔

دوازدہم مستحب ہے کہ وکیل جس مقصد کے لئے مقرر کیا گیا ہو اس سے بخوبی واقف ہو اور فصیح و بلیغ اور قادر الکلام ہو۔

فصل پنجم

ثبوت وکالت کے ذرائع

وکالت دو عادل گواہوں کی شہادت پر موقوف ہے پس ایک عادل مرد یا ایک عادل عورت کے بیان سے ثابت نہ ہو گی اور نہ ہی ایک شاہد عادل اور ایک قسم سے ثابت ہو گی اس طرح اس کے اثبات کے لئے صرف وکالت کا دعویٰ ناکافی ہے اگرچہ موکل اس کی تصدیق کرے۔

فصل ششم

وکالت کے متعلقہ احکام

اس میں چند مسائل ہیں۔

(۱) وکیل امین ہوتا ہے۔ اور اگر اس کے ہاتھ میں مال تلف ہو جائے تو وہ ضامن نہیں ہو گا لیکن اگر تلف کی وجہ موکل کے احکام کی خلاف ورزی یا فرائض کی ادائیگی میں تقصیر ہو تو وہ ذمہ دار ہو گا۔

(۲) اگر زید مدعی ہو کہ وہ بکر سے حق وصول کرنے کے لیے عمرو کا وکیل ہے تو اگر وہ دلیل سے ثابت کر دے تو فبہا ورنہ اگر وہ شاہد نہ لائے اور بکر اس سے انکار کرے تو مشہور یہ ہے کہ اس کا قول مطلقاً بلا قسم قابل قبول ہو گا۔ لیکن اس مسئلہ میں حق یہ ہے کہ اگر عمرو کی طلب عین ہو اور بکر اس کی وکالت کا منکر ہو تو زید کا حق ہے کہ وہ بکر کو وکالت کا علم نہ ہونے پر قسم اٹھائے پس اگر وہ اقرار کرے اور وکالت کی تصدیق کرے تو اس صورت میں زید کے لیے جائز ہے کہ مال حاصل کرے کیونکہ محض بکر کے اقرار سے وکالت ثابت نہیں ہوتی ہاں اگر زید مال کو زید کی رضامندی کے ساتھ وصول کرے اور اس کے لئے کوئی مانع نہ ہو تو کوئی حرج نہیں پس اس کے بعد اگر عمرو زید کی وکالت کی تصدیق کرے تو زید کا ذمہ بری ہو جائے گا۔ لیکن اگر وہ انکار کرے گا تو اس کا قول قسم کے ساتھ قبول کیا جائے گا۔ اور وہ اپنے حق کا مطالبہ کرے گا اور اس کا یہ حق ہو گا۔ کہ وہ زید اور بکر کو مال حاضر کرنے پر مجبور کرے پس اگر مال تلف ہو جائے تو عمرو کا حق ہے کہ وہ اپنے مال کا مطالبہ کرے اور ان دونوں میں سے جس سے چاہے وصول کرے اور اگر وہ زید سے وصول کر لے تو زید کے لیے عمرو کی طرف رجوع کرنے کا کوئی حق نہیں یا وہ بکر سے اپنے مال کا عوض وصول کرے گا۔ جبکہ مال بلا تفریط و تقصیر زید سے تلف ہو جائے اس صورت میں بھی بکر کو زید سے مطالبہ کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔

لیکن اگر زید نے مال کی حفاظت میں کوتاہی اور تفریط کی ہو یا اس میں خود تصرف کر لیا ہو تو بکر کو مطالبہ کا حق ہے۔ اور یہ بھی حق ہے کہ وہ اس مال کا عوض وصول کرے جو وہ عمرو کے لیے وصول کر چکا ہے۔

یہ تمام صورتیں تب ہوں گی جب طلب عین ہو گی لیکن اگر معین نہ ہو بلکہ صفات معلومہ کے ساتھ متصف ہو اور بکر کے ذمہ ہو اور وہ بھی زید کی وکالت کا معترف ہو تو اقویٰ یہ ہے مال اس کے سپرد کر دے پس اگر مالک عمرو اس کے بعد اس کی وکالت سے انکاری ہو جائے تو اس کا حق نہیں ہے کہ وہ اس سے مال کا مطالبہ کرے کیونکہ وہ اس کی وکالت کا انکاری ہو چکا ہے بلکہ وہ مقروض بکر کی طرف رجوع

کرے گا اور اس کے مال مطالبہ کرے گا۔ ہاں البتہ بکر مال کو عمرو کے سپرد نے کے بعد زید کی طرف رجوع کرے گا اور اس سے مطالبہ کرے گا۔ پس اگر مال زید کے پاس ازراہ تقصیر تلف ہوا ہو تو وہ اس سے اس کا مثل یا قیمت لے گا۔ اور اگر اس نے حفظ مال میں کوتاہی نہ کی ہو تو اس کو مال کا مطالبہ کرنے کا حق نہیں ہے اور نہ ہی مطالبہ کرنے کا کوئی جواز ہے۔

سوم اگر زید عمرو کو وکیل بنائے اور اس کو اجازت دے کر وہ بھر کسی غیر کو آگے وکیل بنا سکتا ہے اور عمرو زید کے لیے بکر کو وکیل بنا دے تو زید کے دو وکیل بن جائیں گے۔ پس اگر زید مر جائے یا مجنون ہو جائے یا بیہوش ہو جائے تو دونوں کی وکالت باطل ہو گی۔ اور ایک وکیل کے مرجانے کی وجہ سے دوسرے کی وکالت باطل نہ ہو گی۔ یہ اس طرح نہ جنون کے ساتھ اور نہ بیہوشی کے ساتھ اور کوئی موکل دوسرے کو معزول کرنے کا حق نہیں رکھتا ہاں اگر عمرو بکر اور اپنی طرف سے وکیل بنا دے تو وہ جب چاہے اس کو معزول کر سکتا ہے۔ اور اس کی وکالت بھی موت، جنون، بیہوشی سے باطل ہو جائے گی۔

چہارم وکیل پر واجب ہے کہ موکل کی طرف سے مطالبہ ہوتے ہی زیر قبضہ اس کے سپرد کر دے الا اینکہ وہ شرعاً معذور ہو اور اس کے تلف پر ضامن نہ ہو گا۔ لیکن اگر وہ کسی عذر شرعی کے بغیر تاخیر کرے اور مال تلف ہو جائے تو ضامن ہو گا اور تاوان بھرے گا۔ پس اگر وکیل دعویٰ کرے کہ اس کی کوتاہی اور تاخیر کے قبل ہی مال تلف ہو گیا تھا یا دعویٰ کرے کہ وہ مال مالک کے سپرد کر چکا ہے تو بعض علماء نے کہا ہے کہ اس کا قول قسم کے ساتھ قبول کیا جائے گا اور دوسرے علماء کا قول ہے کہ اس کا قول ناقابل قبول ہے اگرچہ دلیل بھی کیوں نہ قائم کرے۔

لیکن تحقیق اس مسئلہ میں یہ ہے کہ وکیل کا تاخیر کرنا یا مال موکل کو واپس کرنا دو صورتوں سے خالی نہیں ہے۔

پہلی صورت

وکیل کے دو قولوں کے درمیان تضاد نہ ہو مثلاً کچھ کہے بغیر تاخیر کرے پھر تلف کا دعویٰ کرے یا ابتداء حال میں کہے کہ میرے ذمہ کچھ نہیں ہے یا تیرا میرے پاس کوئی حق نہیں ہے۔ اس صورت میں اس کے حالات، کلمات اور دعوائے تلف میں کوئی تضاد نہیں ہے اس صورت میں واجب ہے کہ اس کا دعویٰ قسم کے ساتھ قبول کیا جائے۔

دوسری صورت

یہ کہے کہ میں نے تجھ سے کچھ نہیں لیا یا تو نے میرے سپرد کوئی مال نہیں کیا۔ اور اس کے بعد تلف کا دعویٰ کرے لہذا اس کے دونوں اقوال کے اور درمیان منافات اور پہلے کلام کے ساتھ تضاد کی وجہ سے اس کا بعد کا دعویٰ قابل قبول نہیں ہے اور وہ ایک گواہ اور قسم لائے گا۔

مسئلہ پنجم: جس کے زیر قبضہ یا در ذمہ کسی غیر کا مال ہو اس کا حق ہے کہ مال مالک کے سپرد کرتے وقت گواہ قائم کرے چاہے مال بعنوان امانت ہو یا بلاعنوان لیکن اس صورت میں جب کہ وہ گواہ قائم کرنے میں وسیع مدت کا محتاج ہو اور شاید یہ تاخیر صاحب مال کے ضرر پر منتج ہو لہذا اس کے لئے ضروری ہے کہ بلاتاخیر عرفی مالک کے سپرد کردے ورنہ وہ ضامن ہو گا اور تاوان بھرنے کا پابند ہو گا۔

ششم: اگر کوئی اجنبی زید کا وکیل مقرر کیا گیا ہو تاکہ وہ اس کے موکل زید سے طلب وصول کرے تو زید اگر اجنبی کی طلب اس کے وکیل کو گواہوں کے بغیر دے دے تو وہ ضامن نہ ہو گا۔ پس اگر قرضدار یہ اعتراف کرے کہ اس نے وکیل سے اپنی طلب وصول کر لی ہے تو فبہا ورنہ اگر وہ انکاری ہو تو زید کے لیے وکیل پر قسم کے سوا کچھ حق نہیں ہے۔ اور اس طرح اگر زید کسی شخص کو عمرو کے پاس مال بیمہ رکھنے کے لئے وکیل بنائے اور وہ شخص بلا گواہ مال عمرو کے پاس رکھ دے اور عمرو بعد میں امانت سے منکر ہو جائے تو زید کے لئے اس شخص پر قسم کے سوا کوئی سبیل نہیں ہے۔

ہفتم: اگر وکیل موکل کے حکم کی مخالفت کرے یا اپنے فرض کی ادائیگی میں کوتاہی کرے تو ضامن ہو گا اور تاوان بھرے گا لیکن وکالت اپنے حال پر رہے گی اور باطل نہ ہو گی۔

ہشتم۔ اگر زید عمرو کو اپنا کوئی مال خرید نے کیلئے وکیل بنائے اور وہ مال کا عقد بیع اپنے ساتھ جاری کر دے تو یہ جائز ہے اور بیع لازم ہے اسی طرح اگر کوئی عورت کسی مرد کو وکیل بنائے تاکہ اس کا عقد کر دے تو اس کیلئے اپنے لئے عقد نکاح کرنا جائز ہے اور کوئی حرج نہیں کہ وہ اکیلا ہی صیغہ ایجاب و قبول جاری کر دے اگرچہ اعتباری تعدد اس مقام پر کافی ہے لیکن عقد نکاح میں احوط ہے کہ وکلاء کا تعدد ہو اگر اپنا نکاح کرنے والا لازماً خود قبول بھی کرے گا اور اگرچہ اس عورت نے اس کو صراحتہً وکیل بنایا ہو اور نکاح کے علاوہ خصوصاً اس میں کوئی حرج نہیں جبکہ وکیل موکل کی تہمت اور سوء ظن سے محفوظ ہو اور اگر ایسا نہ ہو تو پاکدامنی اور اجتناب کا لحاظ اولیٰ ہو گا۔

نہم۔ اگر وکیل اپنے موکل کیلئے کوئی مال معین قیمت کے ساتھ خرید ے تو بائع کا حق ہے کہ وہ وکیل سے قیمت کا مطالبہ کرے چاہے قیمت اس کے اپنے پاس ہو یا موٗکل کے پاس۔ لیکن اگر مال کو کسی ایسی قیمت کے عوض خریدے جو فی الذمہ ہو مگر وصف سے شناخت کے قابل ہو اور موکل قیمت وکیل کے سپرد کر چکا ہو اور بائع کو وکالت کا علم ہو کہ وہ اپنے موکل کیلئے مال خرید چکا ہے۔ تو بائع کیلئے جائز ہے کہ ان دونوں میں سے جس سے چاہے قیمت طلب کرے لیکن اگر قیمت موکل کے پاس ہو اور اس نے وکیل کو اداء نہ کی ہو تو بائع اگر اس وکالت سے باخبر ہے تو ضروری ہے کہ وہ موکل ہی سے قیمت کا مطالبہ کرے اور اگر وکالت سے بے خبر ہو اور وکالت اس کے نزدیک ثابت نہ ہو تو موکل کی بجائے وکیل سے طلب کرے گا۔

دہم۔ وکیل کی شہادت اپنے موکل کے حق میں ایسے امور میں قابل قبول ہو گی جن میں وہ وکیل نہیں ہے لیکن اگر دونوں میں تنازع واقع ہو جائے اور وکیل معزول ہو جائے تو تمام امور میں اسکی شہادت قبول ہو گی۔

فصل ہفتم

وکیل و موٗکل
کے مابین اختلاف و تنازع کے بیان میں

اس فصل میں چند مسائل ہیں۔

اول۔ اگر دونوں وکالت میں اختلاف کریں اور ان میں سے ایک مطالت کا دعویٰ کرے اور دوسرا انکار کرے اگر وہاں کوئی گواہ اور دلیل نہ ہو تو منکر حلف اٹھائے گا اور اگر دونوں اصل وکالت میں متفق ہوں مگر اسکی کیفیات اور مقدارات میں اختلاف کریں مثلاً وکیل کہے تم نے مجھے تمام بیع شدہ مال میں وکیل بنایا تھا یا بیع مؤجل یا مثلاً بیس دینار میں خرید کرنے کا وکیل مقرر کیا تھا اور مؤکل اس سے انکار کرے تو انکار کرنے والا ہی حلف اٹھائے گا۔

دوم۔ اگر وکیل دعویٰ کرے کہ مال کی ایک مقدار تلف ہو گئی ہے۔ اور موکل انکار کرے اور وہاں کوئی گواہ اور دلیل نہ ہو تو وکیل حلف اٹھائے گا۔

دوم۔ اگر وکیل دعویٰ کرے کہ مال کی ایک مقدار تلف ہو گئی ہے اور موکل انکار کرے اور وہاں کوئی گواہ اور دلیل نہ ہو تو وکیل حلف اٹھائے گا۔

سوم۔ اگر موکل دعویٰ کرے کہ وکیل نے کوتاہی برتی اور اس کے پاس کوئی گواہ نہ ہو تو وکیل حلف اٹھائے گا۔

چہارم۔ اگر وکیل اور دیگر امانت دار لوگ دعویٰ کریں کہ انہوں نے مال یا امانت کلی یا جزوی طور پر واپس کر دی تھی اور ان کے پاس گواہ نہ ہو تو مدعی کا قول قسم کے ساتھ قابل قبول ہو گا چاہے وکالت از خود مقرر کردہ ہو یا نہ جب تک کہ اس کے امانت دار ہونے کی صفت باقی ہو۔ اور اگر یتیم بالغ ہو جائے اور اس کا ولی دعویٰ کرے کہ اس نے اس کا حق اس کے سپرد کر دیا تھا چاہے یہ ولی باپ ہو یا دادا یا ان کا وصی یا حاکم یا امین اور یتیم انکار کرے اور ان کے پاس دعویٰ کے گواہ موجود نہ ہوں تو تمام علماء کے اجماع کے مطابق یتیم حلف اٹھائے گا ہاں اگر کوئی ان میں سے یہ دعویٰ کرے کہ اس نے یتیم کے نفقہ پر ایک خاص مقدار صرف کی ہے تو اس کا دعویٰ قسم کے ساتھ قبول کیا جائے گا۔

پنجم۔ اگر وکیل دعویٰ کرے کہ اس نے فلاں معلوم مال فروخت کر دیا اور موکل اس کے دعویٰ سے انکاری ہو تو وکیل حلف اٹھائے گا۔

ششم۔ اگر وکیل دعویٰ کرے کہ اس نے فلاں معلوم سامان اپنے لئے خریدا ہے۔ نہ کہ اپنے موکل کیلئے یا یہ کہ اس نے موکل کیلئے خریدا ہے نہ اپنے لئے اور موکل اس کے دعویٰ سے انکاری ہو اور درمیان میں کوئی گواہ نہ ہو تو دونوں صورتوں میں وکیل حلف اٹھائے گا۔

ہفتم۔ اگر زید دعویٰ کرے کہ اس نے کسی معلوم عورت کا عقد نکاح عمرو کی طرف سے بطور وکیل اس سے کرا دیا ہے اور اس کے پاس کوئی گواہ نہ ہو اور عمرو بھی اس کو وکیل مقرر کرنے سے انکاری ہو تو عمرو کا قول قسم کے ساتھ قبول کیا جائیگا اور وکیل پر واجب ہے کہ اس عورت کا نصف مہر

اداء کرے اور اگر عورت دعویدار ہو کہ اس کو معلوم تھا کہ زید کو عمرو کو نکاح کا وکیل مقرر کیا تھا اور اسکے نزدیک یہ وکالت ثابت ہے تو اس صورت میں وہ نہ حق مہر کی مستحق ہو گی نہ اس کا مطالبہ کرنے کی حقدار ہو گی۔

ہاں اگر زید نے اسکے لئے مہر کی ضمانت دی ہے تو اس پر واجب ہے کہ وہ اس عورت کا پورا پورا حق مہر اداء کر دے چاہے وہ عورت اسکی وکالت کی تصدیق کرے یا نہ کرے۔

پس اگر عمرو حلف اٹھا دے کہ اس نے زید کو اس معاملہ میں وکیل مقرر نہیں کیا تھا اور وہ عورت بھی اس کی وکالت کی تصدیق نہ کرے تو اسکو اختیار ہے کہ کسی دوسری جگہ نکاح کرے لیکن اگر وہ اس وکالت کی تصدیق کرتی ہو تو جب تک عمرو اس کو طلاق نہ دے وہ دوسری جگہ نکاح نہیں کر سکتی۔ پس اگر عمرو نے مابینہ و بین اللہ زید کو اس عورت کے ساتھ نکاح کرانے کا وکیل مقرر کیا اور پھر جھوٹا حلف اٹھایا تو اس پر واجب ہے کہ وہ اسکو طلاق دے دے اور زید نے از راہ ظلم نصف مہر ادا کرنے کا جو نقصان اٹھایا ہے وہ اس کو پورا کر دے کیونکہ اس نے انکار اور جھوٹے حلف سے اس کو خسارہ میں مبتلا کیا ہے"

ہشتم۔ اگر وکیل دعویٰ کرے کہ موکل نے اس کو فلاں مال مثلاً دس دینار میں خریدنے کی اجازت دی ہے اور موکل اس سے انکاری ہو اور یہ کہے میں نے تو صرف پانچ دینار میں خریدنے کی اجازت دی تھی اور وہاں کوئی گواہ نہ ہو تو اس موقعہ پر منکر یعنی موکل حلف اٹھائے گا۔

نہم۔ اگر موکل کہے کہ میں نے تجھ کو فلاں مال خریدنے میں اپنا وکیل مقرر کیا اور وکیل کہے کہ نہیں بلکہ تو نے مجھے یہ موجود چیز خریدنے کا وکیل مقرر کیا اور وہاں کوئی گواہ نہ ہو تو موکل حلف اٹھائے گا۔

دھم۔ اگر وکیل و موکل دونوں مال خریدنے کے بعد اس کی قیمت کی مقدار میں اختلاف کریں اور وکیل کہے کہ میں نے یہ پچاس دینار میں خریدا ہے اور وہ اپنے دعویٰ کے مطابق مال بتلائے اور موکل کہے کہ تو نے چالیس دینار میں خریدا ہے اور اس کے پاس کوئی گواہ نہ ہو تو وکیل حلف اٹھائے گا۔

یازدھم۔ اگر زید عمرو کو بکر سے اپنا مال وصول کرنے کیلئے وکیل مقرر کرے اور عمرو اعتراف کرے کہ اس نے مال وصول کر لیا اور بکر بھی زید سے کہے کہ میں نے تیری طلب عمرو کے سپرد کر دی پھر زید انکار کرے اور کہے کہ میری طلب ابھی تک بکر کے پاس باقی ہے اور اس کے انکار کی وجہ وکیل کا سوء معاملہ اور اپنے مال پر خوف ہو جس کو عمرو نے بکر سے وصول کر کے تلف کر دیا تو دلیل نہ ہونے کی صورت میں عمرو جو کہ وکیل ہے حلف اٹھائے گا جبکہ بعض فقہاء کہتے ہیں کہ موکل کا قول قبول کیا

جائے گا لیکن اگر موکل وکیل کو ایک مال دے کر کہے کہ اسکو فروخت کر کے قیمت وصول کر لو اور وکیل مال کو فروخت کر کے قیمت بھی لے لے اور مشتری اقرار کرے کہ اس نے قیمت موکل کے سپرد کر دی پھر قیمت وکیل کے پاس ہی اس کی تقصیر کے بغیر تلف ہو جائے تو اگر موکل وکیل کی اس بات سے انکاری ہو کہ اس نے قیمت مشتری سے وصول کر لی تو وکیل حلف اٹھائے گا۔

دوازدھم۔ اگر کسی نے کسی شخص کو اپنا مال فروخت کرنے کا وکیل بنایا ہو اور اس کیلئے قیمت بھی مقرر کی ہو پھر دونوں میں وکالت کی کیفیت میں اختلاف واقع ہو جائے جبکہ وکیل بھی مال فروخت کر چکا ہو اور موکل کہے کہ میں نے تجھے اتنی قیمت میں فروخت کرنے پر وکیل بنایا تھا اور وکیل کہے بلکہ تو نے قیمت کا تعین کئے بغیر وکیل بنایا تھا اور وہاں کوئی گواہ بھی نہ ہو تو موکل حلف اٹھائے گا اور بیع بھی وکیل کی نسبت سے قسم اٹھا لینے کے بعد باطل ہو جائے گی اور اگر مشتری بھی اس وکالت سے انکار کرے تو اس کی نسبت سے بھی بیع باطل ہو جائے گی۔

لیکن اگر مشتری وکیل کی وکالت کی تصدیق کر دے تو اس کی نسبت سے بیع باطل نہ ہو گی بلکہ اگر موکل وکیل سے کہہ دے کہ تو جانتا ہے کہ میں نے فلاں کو وکیل بنایا اور مشتری اس کے اس قول سے انکار کرے تو موکل کو حق حاصل ہے کہ وہ اس سے نفئ علم پر قسم اٹھانے کا مطالبہ کرے اگر مشتری قسم اٹھانے سے منحرف ہو اور موکل حلف اٹھائے گا تا کہ اس کا دعویٰ اس پر ثابت ہو پس گر موکل مشتری پر اپنا دعویٰ حلف سے ثابت کر دے تو وہ اپنا مال مشتری سے واپس لے لے گا بشرطیکہ وہ مال باقی ہو اور اگر مشتری نے اس مقدار کی تصدیق نہ کی ہو تو وہ وکیل کو جو قیمت اداء کر چکا ہے اس سے واپس لے لے۔

لیکن اگر وہ اسکی تصدیق کر چکا ہو تو دیکھے گا کہ وہ کتنی مقدار وکیل کو دے چکا ہے اور موکل سے مال وصول کرتے وقت اس کی قیمت کتنی تھی پس دونوں نسبتوں سے کم از کم مقدار کی قیمت کا مشتری حقدار ہو گا اور زائد جو وکیل کے پاس ہے بقول بعض اصحاب وہ مجہول المالک ہو گا جو حاکم شرع کی طرف پلٹایا جائیگا جس کو وہ کسی امین شخص کے پس امانت رکھے گا یہاں تک کہ اس کے مالک کا تعین ہو جائے۔

لیکن اقویٰ یہ ہے کہ وہ زائد موکل کی طرف پلٹایا جائے گا کیونکہ وکیل اور مشتری دونوں اس پر متفق ہوئے ہیں کہ وہ موکل کا مال ہے لیکن اگر مال مکمل طور پر تلف ہو گیا ہو اور موکل حلف اٹھائے کہ اس نے کسی کو وکیل مقرر ہی نہیں کیا تو وہ وکیل یا مشتری دونوں میں سے جس سے چاہے رجوع کرے اور ان سے مثل یا قیمت وصول کرے اور مشتری اس بات سے انکار کرے کہ وکیل کو مقررہ قیمت پر

فروخت کرنے کیلئے وکالت دی گئی تھی تو وہ وکیل کی طرف رجوع کرے اور اس سے اپنا نقصان وصول کرے گا لیکن اگر وہ اس کے دعویٰ کی تصدیق کرے اور اس کو قیمت ادا نہ کرے تو اس سے قیمت کا مطالبہ کرنے کا حقدار نہ ہوگا اور اگر وہ قیمت کو وکیل کے سپرد کر چکا ہو تو اس پر واجب ہے کہ دونوں صورتوں کی نسبت کم تر قیمت اس سے واپس کرے جو وہ موکل کے سپرد کر چکا ہے اور زائد موکل کی طرف پلٹائی جائے گی کیونکہ دونوں اس کا اعتراف کر چکے ہیں۔

لیکن اگر موکل وکیل کی طرف رجوع کرے اور اس سے تلف شدہ مال کی قیمت وصول کرے تو وکیل نے اگر مشتری سے قیمت وصول نہ کی ہو تو وہ وکیل مشتری اس قیمت سے کم تر قیمت لے گا جو وہ موکل کے سپرد کر چکا ہے اور زائد قیمت موکل کی طرف پلٹے گی کیونکہ وکیل مشتری سے قیمت وصول کر چکا ہے لہذا وہ پھر اس کی طرف رجوع نہ کرے گا۔

سیزدھم۔ اگر زید عمرو کیلئے کوئی مال خرید کرے اور وہ مال عمرو کا ثابت نہ ہو جس کی وجہ یا تو اس کی خریداری کے متعلق زید کو وکیل مقرر کرنے سے انکار ہو یا اس قیمت کی اجازت سے انکار ہو جس میں وہ مال خریدا گیا اور زید کے پاس کوئی گواہ نہ ہو اور عمرو اپنے دعویٰ کے اثبات پر حلف اٹھائے پس اگر زید نے وہ مال عمرو ہی کے مال سے خریدا ہو اور وہ یہ دعویٰ کرے یہ اس نے اسی کیلئے خریدا ہے یا کسی غیر کے مال سے خریدا ہو اور بائع کو بھی اس کا علم ہو تو وہ مال نہ عمرو کی ملکیت ہوگا نہ زید کی چاہے زید نے خریداری کے وقت عمرو کا نام لیا ہو اور یہ دعویٰ کیا ہو کہ اس نے یہ عمرو کیلئے خریدا ہے اگرچہ وہ اس کے عین مال سے نہ ہو یا اس نے اس کا نام ہی نہ لیا ہو کیونکہ عقد بیع دونوں پر واقع نہ ہوئی لہذا دونوں کی نسبت یہ بیع باطل ہوگی اور مال بائع کی طرف راجع ہوگا اور اس پر قیمت واپس کرنا واجب ہوگا اور اگر زید نے اس کو عمرو ہی کے عین مال سے خریدا ہو تو عمرو اپنا عین مال وصول کر کے بائع کا مال اس کے سپرد کر دے گا اور اگر بائع تک رسائی سے عاجز ہو تو اپنا حق زید سے لے گا اور زید مال میں سے اتنا لے گا جتنے کی قیمت ادا کر چکا ہے اور باقی عمرو کو واپس کر دے گا اور اگر مال قیمت سے کم ہو تو کوشش کرے کہ اس سے اتنا لے جتنے سے اس کا نقصان پورا ہوسکے اور اگر مال ہی تلف ہو جائے تو عمرو ان دونوں میں سے جس کی طرف چاہے گا رجوع کرے گا اور اس سے اپنا حق لے گا اگر وہ بائع سے لے چکا ہے تو بائع زید کی طرف رجوع کرے گا اور اس سے واپس لے گا اور اگر وہ زید کی طرف رجوع کرے تو زید بائع سے اسکا مطالبہ کرے گا اور اس سے وصول کرے گا۔

اگر زید نے معاملہ کے وقت عمرو کا نام نہیں لیا اور اس کے عین مال سے یہ مال نہیں خریدا اور بائع نے اس کی تصدیق نہیں کی تو فروخت شدہ مال زید کا ثابت ہوگا اور اس پر واجب ہوگا کہ وہ اپنے

مال کا نقصان عمرو کے سپرد کرے اور فروخت کردہ مال سے اپنا حق وضع کرے یہ شقیں جو ہم نے بیان کی ہیں یہ شریعت کے متعلقہ ظاہری احکام سے تعلق رکھتی ہیں۔

لیکن فی الواقع اگر زید اپنے دعویٰ میں جھوٹا ہو اور وکیل نہ ہو تو باہمی بیع باطل ہو گی اور فروخت شدہ مال بھی بائع کی طرف پلٹے گا اور اگر وہ اپنے دعویٰ میں سچا ہو اور عمرو نے اس کو وکیل مقرر کیا ہو تو فی الحقیقت باہمی بیع صحیح ہو گی اگرچہ ظاہر شرع کے مطابق باطل ہو گی پس اگر چاہے کہ وہ اپنے پاس موجود مال کو حلال قرار دے تو واجب ہے کہ وہ اس کو بائع سے جدید عقد بیع کے ذریعہ سے خرید لے مگر یہ پہلی شق کے مطابق ہو گا جب بظاہر معاملہ باطل ہو یا وہ اس کو عمرو سے خرید لے گا جبکہ دوسری شق کے مطابق معاملہ صحیح ہے پس اس بیع کی صحت اس طرح ہو گی کہ عمرو زید سے کہہ دے کہ میں نے تجھ کو یہ مال فروخت کیا اگر میں نے تجھ کو یہ مال اپنے نفس کیلئے خرید کرنے کی غرض سے وکیل بنایا تھا یا اجازت دی تھی پس اگر زید بیع سے انکار کرے تو زید پر واجب ہے کہ مال فروخت کرے اپنا مال اس سے اٹھا لے اور باقی لوٹا دے اور اگر اس کی قیمت ادا کردہ عوض سے کم ہو تو باقی سے وضع کر کے اس کا نقصان مکمل کرے"

کتاب الحوالہ

اس میں دو فصلیں ہیں۔

فصل اول "حوالہ کی تعریف اور متعلقہ شرائط" کے بیان میں

اس میں چند مسائل ہیں۔

(۱) حوالہ سے مراد یہ ہے کہ ایک شخص کے ذمہ جو مال ہو وہ دوسرے شخص کے ذمہ منتقل ہو جائے مثلاً اگر زید عمرو کا مقروض ہے اور اس نے اس ادائیگی قرض کا مطالبہ بکر کے ذمہ منتقل کر دیا ہو تو اب یہ قرض زید کے ذمہ منتقل ہو کہ عمرو کے ذمہ میں منتقل ہو جائے گا اور فقہی اصطلاح میں زید کو "محیل علیہ"

کہا جائے گا۔
(۲) ضروری ہے کہ محیل و محتال کے مابین حوالہ کا صیغہ جاری کیا جائے پس محیل کہے گا میں نے اتنے مبلغ کے ساتھ تجھ کو فلاں کے حوالے کیا اور محتال کہے گا میں نے قبول کیا اور اس عقد میں ایسے الفاظ کافی ہوں گے جو اس معنی کا فائدہ دیتے ہوں۔
(۳) حوالہ کے اندر محتال کا رضامند ہونا مطلقاً شرط ہے اسی طرح محیل کی رضامندی بھی بلا اختلاف شرط ہے۔
لیکن اگر محال علیہ برضا در غبت یہ قرض اپنے ذمہ اٹھا لے تو فریق دوم کی رضامندی شرط نہیں مثلاً کوئی شخص ارادہ کرے کسی شخص کا فریق دوم کی اجازت کے بغیر ضامن بن جائے تو یہ جائز ہے پس اس صورت میں صیغہ محتال اور محال علیہ کے درمیان جاری کیا جائے گا اور محال علیہ کہے گا (جو قرضہ زید کے ذمہ میں تھا وہ میں نے اپنے ذمہ کی تحویل میں لیا) اور محتال کہے گا میں نے قبول کیا پس اگر محال علیہ کا ذمہ محیل کے ساتھ مشغول ہو تو محال علیہ کی طرف سے حوالہ قبول کرنا بھی شرط نہیں چاہے وہ طلبیں (یعنی محتال کی محیل سے طلب اور محیل کی محال علیہ سے طلب) متحد ہوں یا مختلف لیکن اگر اس کا ذمہ مشغول نہ ہو تو اس کا قبول کرنا بلا اختلاف حوالہ میں شرط ہے۔
(۴) جس شخص کا اپنا ذمہ کسی قرضہ سے بری ہو تو اس پر اسکی رضامندی کے ساتھ حوالہ کرنا جائز ہے ورنہ نہیں۔
(۵) قرض دینے والے پر واجب نہیں ہے کہ مقروض کا حوالہ قبول کرے اگرچہ محال علیہ تونگر ہی کیوں نہ ہو لیکن اگر وہ حوالہ قبول کرے اور محال علیہ غنی ہو تو اس کو حوالہ قبول کرنےکے بعد فسخ کرنا جائز نہیں ہے۔ اسی طرح اگر وہ فقیر ہو اور محتال اس کے فقیر سے باخبر ہو ہاں اگر محال علیہ فقیر ہو اور محتال اس سے بے خبر ہو اور پھر اس کا فقیر ہونا ظاہر ہو جائے اور وہ حوالہ پورا کرنے سے عاجز ہو تو اس کو فسخ کر دے گا اور وہ محیل کی طرف رجوع کر کے اسی سے اپنی طلب وصول کرے گا۔
(۶) اگر محتال حوالہ قبول کرے اور اس پر رضامند ہو جائے تو محیل اس سے بری الذمہ ہو جائے گا پس اگر قبول کرنے کے بعد محال علیہ سے اپنا حق چھڑوانے سے عاجز ہو جائے تو اس کو یہ حق نہیں کہ محیل کی طرف رجوع کرے اور اس سے مطالبہ کرے۔
(۷) حوالہ میں دور و تسلسل جائز ہے مثلاً زید عمرو کو بکر کی طرف تحویل کرے پھر بکر عمرو کو زید کی طرف تحویل کرے یہ "دور" ہو گا یا زید عمرو کو بکر کی طرف تحویل کرے اور بکر اس کو خالد کی طرف تحویل کر دے اور پھر خالد صالح کی طرف اس طرح یہ سلسلہ آگے چلتا جائے اس میں حوالہ مختلف نہ ہو گا جیسا کہ

محتال ایک ہے جو کہ ان تمام احوال میں عمرو ہی ہے وہ متعدد نہیں ہو گا چاہے حوالہ دور کی صورت میں ہو یا تسلسل کی صورت میں تعدد اور اختلاف صرف محیل اور محال علیہ میں واقع ہو گا۔
(۸) اگر زید عمرو کا مقروض ہے تو اس کیلئے جائز ہے کہ وہ اس کو اپنے دو قرضداروں کی طرف حوالہ کر دے جبکہ دونوں نے اپنے ساتھی کا قرضہ ادا کرنے کی ضمانت دی ہو۔
(۹) اگر زید عمرو سے طلب رکھتا ہے اور وہ اس کو اپنی طلب کی وصولی میں بکر پر تحویل کر دے پھر بکر کے عمرو سے وصولی کرنے سے قبل ہی یہ حوالہ بند ہو جائے تو اگر زید نے اپنے مقروض عمرو کے حکم و استدعا پر عمل کیا ہو تو زید اس کے بعد اس کی طرف رجوع کرے اس سے اپنا حق لے گا لیکن اگر اس نے اپنی طرف سے بخوشی حوالہ بند کیا ہو تو اس کیلئے اور بکر کیلئے بکر کیلئے عمرو سے مطالبہ کرنا جائز نہیں کیونکہ عمرو کا ذمہ قرض سے فارغ ہو چکا ہے۔
(۱۰) حوالہ کی صحت میں شرط ہے کہ مال بلحاظ جنس و صفت و مقدار معلوم ہو ورنہ مجہول ہونے کی صورت میں حوالہ باطل ہو گا مثلاً اگر زید عمرو کو بکر پر تحویل کرے کہ وہ اس سے وہ مال وصول کرے جو اس کے ذمہ ہے اور تعین نہ کرے تو یہ حوالہ باطل ہے۔
(۱۱) حوالہ میں شرط ہے کہ وہ محیل کا ثابت شدہ حق ہو ورنہ باطل ہو گا مثلاً اگر زید عمرو کو مکان بنانے کیلئے اجیر مقرر کرے اور عمرو جو کہ اجیر (مزدور) ہے وہ قبول کرے کہ وہ کام کرے گا اور مکان اجرت پر بنائے گا اور زید اس کو بکر پہ تحویل کردے کہ وہ اس سے اپنی اجرت وصول کرے تو یہ صحیح نہ ہو گا کیونکہ عمرو کا حق زید پر کام کرنے سے قبل ثابت نہیں ہو سکتا اور نہ ہی وہ مطالبہ کر سکتا ہے۔

فصل دوم "حوالہ کے بعض احکام" کا بیان

اس فصل میں چند مسائل ہیں۔
(۱) اگر زید کے عمرو کے ذمہ چاندی کی نقدی کے سکے ہوں اور عمرو کے بکر کے ذمے سونے کے تو اگر عمرو زید کو بکر کی تحویل میں دیتا ہے تا کہ وہ اس سے چاندی کے عوض سونا وصول کرے تو یہ صحیح اور جائز ہو گا بشرطیکہ زید اس کو قبول کرے اور اسی طرح اس حوالہ میں جائز ہے کہ وہ اپنے ذمہ میں واجب الاداء سونے کے عوض میں اس سے چاندی وصول کرے مگر یہاں بھی قبول کرنا شرط ہے"
(۲) اگر زید عمرو کو بکر پر تحویل کرے کہ وہ اس سے کوئی مبلغ رقم وصول کرے اور زید اس کا حوالہ قبول

کر کے وہ رقم عمرو کے سپرد کر دے پھر بکر زید سے یہ حوالہ طلب کرے اور زید اس کے خلاف دعویٰ کرے تو اگر بکر اس کا مقروض تھا اور اس نے عمرو کو اس کی تحویل میں دیا تا کہ اس سے اپنی طلب حاصل کرے اور بکر اس دعویٰ کا انکاری ہو اور زید کے پاس کوئی گواہ اور دلیل نہ ہو تو بکر حلف اٹھائے گا اور وہ زید سے وہ مال وصول کرے گا جس کا حوالہ اس نے عمرو کے سپرد کیا تھا۔

(۳) اگر زید عمرو کو مقروض ہو اور اس نے اس کو بکر کی تحویل میں دیا ہو تا کہ وہ اس کے پاس موجود اپنا مال وصول کرے اور عمرو مال وصول کر کے اس میں اپنی طلب واجب الاداء کے مقابلہ میں تصرف کر دے پھر دونوں میں تنازع ہو جائے اور زید کہے کہ میں نے تجھ کو بکر پر تحویل کیا تھا اور تجھے یہ حق نہیں دیا تھا کہ وہ تو اپنی طلب کے بالمقابل میرا مال خود وصول کر کے خرچ کرے بلکہ حوالہ کا مقصد یہ تھا کہ تو اس سے میری وکالت میں مال قبضہ میں لے کر میرے سپرد کر دے اور عمرو کہے کہ تو نے وہ مال میرے مطلوب حق کے عوض مجھے بخش دیا تھا تو بعض فقہاء کے بقول محیل زید قسم اٹھائے گا اور اس کا قول قبول ہو گا جبکہ دوسروں کے نزدیک عمرو محتال کا قول مع القسم قابل قبول ہو گا اسی طرح فیصلہ کی نوعیت میں انہوں نے اختلاف کیا ہے جب عمرو حوالہ کی رقم قبضہ میں لے اور زید سے کہے یہ پکڑ لو اور زید کہے کہ تیری میرے ذمہ طلب کے بالمقابل حوالہ ہے اور عمرو کہے بلکہ حوالہ کی غرض وکالت ہے تا کہ میں تیری طرف سے مال وصول کر کے تیرے حوالے کروں پہلی شق کے برعکس لیکن ظاہر یہ ہے دونوں صورتوں میں مدعیان حوالہ کا قول قسم کے ساتھ قبول کیا جائے گا کیونکہ دونوں حوالہ کا اعتراف کرتے ہیں اور تنازع صرف مراد و مقصد میں ہے اور مدعیٔ حوالہ کا قول قسم کے ساتھ اقویٰ ہے ہاں اگر دونوں میں سے ایک حوالہ کا لفظ استعمال کرے اور دوسرا وکالت کا تو مدعیٔ وکالت حلف اٹھائے گا۔

(۴) اگر زید عمرو سے کوئی مال خرید کر کے بکر کی تحویل میں دیتا ہے اور حوالہ کی وصولی سے قبل معلوم ہو جاتا ہے کہ مال عیب دار تھا تو حوالہ باطل ہو گا اور حوالہ کی رقم بکر محال علیہ کے ذمہ باقی رہے گی لیکن اگر عمرو نے حوالہ قبضہ میں لیا تو بکر بری الذمہ ہو جائے گا اور زید عمرو کی طرف رجوع کر کے اس سے وہ مال طلب کرے گا جو اس نے عمرو سے زیر قبضہ لیا ہے اور عمرو پر بھی واجب ہو گا کہ وہ مال زید کے سپرد کرے اگر وہ بکر کو پلٹا دے اور وہ اس کو واپس کر دے تو زید کا استحقاق ہو گا کہ وہ عمرو سے مال کا مطالبہ کرے پس اگر مال کسی طرح بھی تلف ہو جائے تو زید عمرو سے اس کا بدل طلب کرے گا۔

(۵) اگر زید عمرو سے کوئی مال خرید کرے اور قیمت کی وصولی کیلئے اس کو بکر کے تحویل کرے اور عمرو بائع بکر سے وصولی کیلئے خالد کو مقرر کرے تو اس صورت میں اگر زید مال عمرو کو واپس کر دے کہ اس میں کوئی عیب تھا جو ظاہر ہو گیا تو اس سے حوالہ باطل نہ ہو گا کیونکہ عمرو قیمت کو غیر کے سپرد کر چکا

ہے ہاں اگر یہ سودا اصلاً ہی باطل ہو جائے مثلاً فروخت شدہ مال غصبی نکلے تو حوالہ ہی باطل ہو گا۔

کتاب الصلح

اس میں چند مسائل ہیں۔

(۱) صلح سے مراد وہ عقد ہے جس کو صاحب شریعت شارع نے مسلمانوں کے باہمی نزاع و تخاصم کو ختم کرنے کیلئے مقرر فرمایا ہے اور ارشاد ہے (صلح تمام احکام کیلئے سردار ہے) فریقین میں سے ایک کہے گا میں نے معلوم امور پر معلوم شرائط کے مطابق تجھ سے صلح کی اور دوسرا کہے میں نے قبول کی۔

(۲) صلح ایک لازم عقد ہے اور فریقین میں سے کوئی بھی اس کو فسخ کرنے کا حق نہیں رکھتا چاہے یہ مجلس عقد میں ہو یا جدائی کے بعد۔ ہاں البتہ اگر دونوں فریقین اس کو فسخ کرنے پر رضامند ہوں تو صلح فسخ ہو جائے گی۔

(۳) اگر طرفین میں سے ہر ایک اقرار یا انکار کرے تو اسی صورت میں صلح جائز ہے البتہ اقرار کی صورت اس طرح ہے کہ ایک فریق دوسرے پر مال کا دعویٰ کرے اور دوسرا فریق اس دعویٰ کو قبول کر کے اس کی تصدیق کرے اور اس کے باوجود وہ مدعی کے بیان کردہ مقدار سے کم پر صلح کرنے کیلئے رضامند ہو جائیں لیکن اگر مدعی علیہ مدعی کے قول کا اقرار کرے اور اس کے باوجود اس کا حق ادا کرنے سے انکاری ہو جائے اور اس سے کم پر صلح کرنے پر آمادہ ہو اور مدعی اس سے اپنا پورا حق چھڑوانے سے عاجز ہو اور مجبوراً صلح پر راضی ہو جائے تو یہ صلح و مصالحت نہ ہو گی۔

لیکن انکار تو وہ اس طرح ہے کہ فریقین میں سے ایک فریق ایک مبلغ رقم کا دعویدار ہو اور دوسرا انکاری ہو تو نصف یا ثلث یا خمس پر ان کا باہمی مصالحہ کرنا جائز ہے اس صلح نے بظاہر دنیا میں ان کا تنازع رفع کر دیا لیکن اصل نزاع باقی رہے گا اور غاصب سے بروز قیامت خداوند عزیز و جبار کے سامنے اس کا محاسبہ ہو گا چاہے غاصب جھوٹا اور ناجائز مدعی ہو اور اس کے دعویٰ میں کچھ بھی حق نہ ہو یا مدعی علیہ نے مدعی حق کا حق غصب کیا ہو اور اس کا ذمہ اس کے ساتھ مشغول ہو گا ہاں اگر مظلوم جس کا مال غصب کیا گیا خود بخوشی اپنے حق سے دستبردار ہو کر ظالم غاصب کو معاف کر دے تو یہ اور بات ہے۔

(۴) ہر صلح جائز ہے سوائے اس صلح کے جو حلال کو حرام کرنے یا حرام کو حلال کرنے کا سبب ہو۔ مثلاً

فریقین کسی تنازع میں اس شرط پر صلح کریں کہ وہ نشہ کریں گے یا جوا کھیلیں گے یا زنا کریں گے یا کسی بے گناہ کو قتل کریں گے یا کوئی ایک فریق اپنی زوجہ کی ہم بستری ترک کرے گا یا دونوں اسی طرح کریں گے اور زوجہ کے قریب نہ جائیں گے۔

(۵) مدعی طلب کیلئے صلح جائز ہے جب وہ اپنے حق طلب کی مقدار سے ناواقف ہو اس طرح جب فریقین میں سے ہر فریق ایک دوسرے پر دعویٰ کرے اور مقدار طلب سے ناآشنا ہو یا ان میں سے ایک واقف ہو اور دوسرا ناواقف ہو تو ان تمام حالات میں صلح جائز ہے۔

(۶) اگر دو شریک اپنی شراکت فسخ کرنا چاہیں تو یہ جائز ہے کہ وہ اس بناء پر صلح کریں کہ ان میں سے ایک شریک اپنی اصل پونجی اٹھائے اور چلا جائے اور باقی مال کو بطور منافع یا خسارہ اپنے ساتھی کیلئے چھوڑ جائے۔

(۷) اگر زید عمرو پر کسی مال کا دعویدار ہو اور پھر وہ دونوں کسی دوسرے مال پر صلح کرلیں پس اگر یہ ثابت ہو جائے کہ دونوں میں سے ایک مال غصبی تھا تو صلح باطل ہو گی پس اگر غصبی مال وہی تھا جس کا زید نے دعویٰ کیا تو اصل مالک وہ مال عمرو سے وصول کرے گا اور عمرو زید کی طرف رجوع کرے گا اور اس سے وہ مال لے گا جس پر صلح واقع ہوئی اور وہ اسکو اس کے دعویٰ کا عوض دے گا لیکن اگر غصبی مال وہی نکلے جو مصالحت کا عوض تھا جو کہ عمرو نے زید کو دیا اور اس پر صلح کی گئی تو مالک اس کو زید سے لے لے گا اور زید اس بات کا مستحق ہو گا کہ وہ اپنے دعویٰ کی طرف رجوع کرے۔

اور یہ جاننا چاہیے کہ جو مال عمرو زید کو صلح میں دے رہا ہے۔ اگر وہ غصبی تھا اور وہ عین مال حاضر معین تھا تو صلح باطل ہو گی اور اگر وہ مال وصف بیان کردہ جنس تھا جس پر صلح واقع ہوئی اور زید کے اس مال مصالحت کو وصول کرنے کے بعد معلوم ہوا کہ وہ غصبی تھا تو صلح باطل نہ ہو گی بلکہ زید اس مال وصف شدہ کی مثل کا حقدار ہو گا اور اسی طرح منافع کے جملہ حقوق مثلاً اجارہ اور حقوق اولیت مثلاً تحجیر اور دیگر غیر مالی حقوق اگر ان پر کسی غیر کا استحقاق ثابت ہو تو یہ بھی مصالحت کے باطل ہونے کے موجب ہو گا۔

(۸) اگر زید عمرو پر دعویٰ کرے اور ان دونوں میں صلح ہو جائے اور عمرو اس کی طرف مصالحت کیلئے مشروط کوئی مالیت والی چیز اٹھا کر لے جائے پھر معلوم ہو کہ اس میں عیب تھا تو زید کو اختیار ہے کہ صلح فسخ کر دے مثلاً اگر اس کے ساتھ غبن کیا جائے تو اس کو خیار غبن کے ساتھ فسخ مصالحت کا اختیار بھی حاصل ہے۔

(۹) اگر زید کا غبن کا دعویٰ ہو تو فریقین کیلئے جائز ہے کہ وہ کسی عین یا منفعت پر صلح کرلیں اور اس طرح

اگر اس کا منفعت کا دعویٰ ہو تو جائز ہے کہ وہ عین یا منفعت پہ اسی طرح سے جیسا کہ بیان ہوا صلح کر لیں۔

(۱۰) یہ جائز نہیں ہے کہ کم اور زیادتی کے ساتھ سونے کی مصالحت سونے کے ساتھ یا چاندی کی چاندی کے ساتھ کی جائے کیونکہ اس شرط پر صلح کرنے سود کا سبب ہو گا اور احوط ہے سود سے فرار کرتے ہوئے کمی یا نقصان کی جانب کوئی اور جنس ضمیمہ کر دی جائے لیکن اگر دعویٰ سونے پر ہو اور چاندی پر صلح کر لیں تو یہ جائز ہے اگرچہ وہ اس کو مجلس مصالحت میں وصول نہ کرے کیونکہ صلح میں اس مسئلہ میں "صرف" کا حکم جاری نہیں ہوگا۔

(۱۱) اگر زید عمرو کی کوئی مثلی شئے تلف کر دے جس کی قیمت دس درھم ہو پس اگر دونوں میں صلح اس شرط پر جاری ہو کہ وہ زید کو بیس درھم دے گا تو یہ جائز ہے اور موجب سود نہیں کیونکہ صلح تلف کرنے والے پر جاری ہوئی ہے۔ لیکن اگر شئے مثلی کی بجائے قیمی ہو تو تلف واقع ہوتے ہی اس کے ذمہ صرف قیمت واقع ہو گی اور اس کی قیمت سے زیادہ قیمت پر صلح جائز نہیں کیونکہ قیمت پر مصالحت موجب سود ہے۔

(۱۲) اگر زید اور عمرو دونوں افراد بکر پر کسی مکان یا باغ یا مال پر دعویدار ہوں اور بکر زید کی تصدیق کرے اور اس کے دعویٰ کا اعتراف کرے اور عمرو ایسا نہ کرے اور وہ اپنے حصہ پر معلوم مال کے ساتھ مصالحت کر لے تو یہ صحیح ہے اگر دونوں کا دعویٰ اصل میں دونوں کو موجبات شراکت میں ہے مثلاً دونوں بھائی ہوں اور یہ دعویٰ کریں کہ مکان یا باغ یا معلوم مال ان کے باپ کی میراث ہے اور عمر اپنے بھائی زید اور مدعیٰ علیہ بکر کے مابین واقع ہونے والی صلح پر راضی ہو جائے تو صلح اس طرح صحیح ہو گی کہ زید اپنا پورا پورا مطالبہ وصول کرے اور عمرو بھی اس سے اپنا مقررہ حصہ وصول کرے اور صحیح ترین قول یہ ہے کہ یہ صلح صرف زید کے حصہ کی مقدار میں ہی واقع ہو گی۔

اور اگر دونوں کا دعویٰ بکر کے خلاف مدعیٰ میں شراکت کا موجب نہ ہو مثلاً زید دعویٰ کرے کہ نصف گھر میراث ہے اور عمرو دعویٰ کرے کہ دوسرا نصف بیع کی وجہ سے ملکیت ہے اور بکر زید کے قول کا اعتراف کرے اور اس کی تصدیق کرے اور عمرو ایسا نہ کرے۔ اور زید کسی معلوم مال کے عوض صلح کر لے تو یہ صحیح ہو گا۔ اور صلح کے عوض مال کل کا کل زید ہی کا ہو گا چاہے عمرو اس پر راضی ہو یا نہ ہو اور عمرو کا اس مصالحت میں کوئی حصہ نہ ہو گا۔

(۱۳) اگر زید دعویٰ کرے کہ اس کی طلب عمرو سے دو دینار ہے اور عمرو اس سے انکاری ہو اور دونوں باہمی طور پر صرف ایک دینار پر صلح کر لیں تو یہ صلح باطل ہو گی اور عمرو پر واجب ہو گا کہ وہ زید کو مزید

ایک دینار دے اور اسی طرح اگر زید مصالحت کے بعد اعتراف کرے کہ اس کا دعویٰ جھوٹا تھا تو اس پر واجب ہے کہ وہ عمرو کو وہ مال واپس کر دے جو اس نے بطریق مصالحت حاصل کیا ہے کیونکہ مصالحت باطل ہے لیکن اگر عقد مصالحت کے بعد زید ثابت کر دے کہ عمرو پر اس کا دعویٰ درست تھا تو بظاہر مصالحت باطل نہیں اور نہ وہ زیادہ کا مستحق ہے۔

(۱۴) اگر زید عمرو پر مکان کے بارے میں دعویٰ کرے کہ وہ اس کی ملکیت ہے اور عمرو انکار کرے اور دونوں میں اس بناء پر صلح ہو جائے کہ زید اپنے حق کے عوض مثلاً تین برس اس مکان میں سکونت اختیار کرے گا تو یہ صحیح ہے اور اس میں کوئی حرج نہیں۔

کتابُ الضمان

فصل اول۔ اس کی تعریف، صیغۂ عقد اور اس کے شرائط کے بیان میں اور اس میں چند مسائل ہیں۔

(۱) ضمان کا اطلاق اشتراک کے ساتھ دو معنوں پر ہوتا ہے۔

اول۔ ضامن یہ عہد کرے کہ وہ "وہ کسی شخص" کو سپرد کرنے کی ضمانت دیتا ہے اس کو کفالہ کہتے ہیں اور اگر کوئی مال کی سپردگی کی ضمانت دے تو اسکو حوالہ کہتے ہیں۔

دوم۔ کسی شخص کے ذمہ سے مال کا کسی دوسرے شخص کے ذمہ کی طرف منتقل ہو جانا جبکہ اس کی ذمہ داری اور عہد دیا گیا ہو اس کو معنی اخص میں ضمان کہتے ہیں اور بر مسلک اختیار شدہ یہ معنی حوالہ سے اخص ہے اور عہد کرنے والے کو ضامن کہیں گے اور جس کے ذمہ مال ضامن کے ذمہ کی طرف منتقل ہوا ہے اسکو "مضمون عنہ" کہتے ہیں اور ضمان جس کے نفع کیلئے واقع ہوا ہے اس کو "مضمون لہ" کہا جائیگا اور ضمانت شدہ مال کو مضمون کہتے ہیں اور ضامن صیغہ اس طرح ادا کرے گا میں نے تیرے لئے فلاں شخص کے متعلق اس طرح کی ضمانت دی یہاں وہ متعلقہ ضمانت کا نام لے اور مضمون لہ کہے میں نے قبول کیا یہ ہر ایسے لفظ کے ساتھ صحیح ہو گا جو اس معنی پر دلالت کرے۔

(۲) ضامن کیلئے واجب ہے کہ وہ عاقل راشد اور با قصد و اختیار ہو جس کا حق تصرف شرعاً جائز ہو پس غافل اور صاحب سہو بے توجہی بچے، مجنون، دیوانے اور محجور علیہ (یعنی جس کا مال قرق شدہ ہو) اور غلام کی ضمانت مالک کی اجازت بغیر جائز نہیں۔

(۳) یہ واجب نہیں ہے کہ ضامن مضمون عنہ یا مضمون لہ کی نسبت سے نسب اور وصف کامل کا علم رکھتا ہو ہاں یہ لازم ہے کہ وہ فی الجملہ دونوں کی تمیز کرسکتا ہو اور اس پر دلیل قاعدۂ اصالت کے علاوہ صحیح السند احادیث اور فقہاء اصحاب رضوان اللہ علیہم کی ایک جماعت کی تائید ہے۔

(۴) اصحاب کے مابین مشہور یہ ہے کہ صحتِ ضمان میں مضمون لہ کا اس کو قبول کرنا اور اس پر رضامند ہونا شرط ہے اور یہ احوط ہے اگرچہ کثرت سے احادیث اس شرط کی نفی پر دلالت کرتی ہیں۔

(۵) صحتِ ضمان میں مضمون عنہ کی طرف سے قبولیت رضا شرط نہیں اس پر تمام اصحاب کا اتفاق ہے اور بعض اصحاب نے جو مخالفت کی ہے اس سے اجماع کو کوئی ضرر نہیں پڑتا۔

پس اگر وہ اس کی قبولیت اور رضامندی کی ضمانت دے تو ضامن اس کا قرضہ ادا کرنے کے بعد اس کی طرف رجوع کرے گا اور اس سے حسب ضمانت اس کا مطالبہ کرے گا اور اگر اس نے اس کی رضامندی کے بغیر ضمانت دی ہے تو ضامن کیلئے اس کے بعد مطالبہ کا حق نہیں۔

(۶) اگر مال مضمون عنہ کے ذمہ سے ضامن کے ذمہ منتقل ہو جائے اور ضمان کی شرطیں متحقق ہو جائیں تو مضمون لہ کیلئے کوئی جواز نہیں کہ وہ اس کے بعد مضمون عنہ سے اسکا مطالبہ کرے حتی کہ اگر وہ اس کے بعد اپنا ذمہ بریٔ کردے تو وہ لغو ہو گا کیونکہ وہ ضامن سے صرف اس مال کے مطالبہ کا مستحق ہو گا جس مال کی اس نے ضمانت دی ہاں اگر ضامن اپنا ذمہ بری کردے تو مضمون عنہ کا ذمہ بھی اس کے ساتھ بریٔ ہو جائیگا اور اس کے بعد ضامن کا کوئی حق نہ ہو گا کہ وہ مضمون عنہ کی طرف رجوع کرے اور اس سے حسب ضمانت مطالبہ کرے اگرچہ اس نے اس کی اجازت سے یہ ضمانت دی ہو کیونکہ ضامن صرف اس کا مستحق ہے جو وہ مضمون کی طرف سے ادا کرچکا ہے جب یہ موضوع ہی نفی ہو گیا تو مضمون عنہ ضامن اور مضمون لہ سے بریٔ الذمہ ہو گیا اور یہ ہم امامیہ کا مسلک ہے جو دیگر تمام فقہی مکاتب فکر سے مختلف ہے۔

(۷) یہ شرط ہے کہ ضامن تونگر ہو اور اگر وہ فقیر بھی ہو تو مضمون لہ کو اس کی مالی حالت کا علم ہو پس اگر ضامن مال مضمون کا مالک نہ ہو (سوائے شرعاً مستثنیٰ شدہ صورتوں کے) یا مضمون لہ اس کے فقیر سے لا علم ہو تو ضمانت لازم نہ ہو گی بلکہ مضمون لہ کو ضمانت فسخ کرنے کا اختیار ہو گا بشرطیکہ ضمان کے وقت اسکو ضامن کے فقیر ہونے کا علم ہو جائے اور یہ فسخ بھی فوری نہیں بلکہ وہ جب چاہے اس کو فسخ کرسکتا ہے۔ لیکن اگر وہ اس کے فقر کا ضمان سے قبل علم رکھتا ہو تو اس کو بعد میں فسخ کرنے کا اختیار نہ ہو گا۔

(۸) چاہے مضمون لہ کا حق معجل ہو یا مؤجل اور اسی طرح ضمانت بھی۔ اور دوسری مدت جو ضمانت کے ساتھ مربوط ہو وہ پہلی مدت جو مقروض کے ساتھ مربوط ہے اس کے مساوی ہو یا اس سے زائد یا ناقص اور

چاہے ضمانت ضامن کی طرف سے بخوشی و رغبت ہو یا مقروض مضمون عنہ کے سوال کے سبب سے اس کی کل بارہ عدد صورتیں بنتی ہیں جو سب کی سب (علیٰ الاشہر والاقویٰ) جائز ہیں۔

(۹) اگر ضمانت مؤجل ہو اور قرض معجل اور ضامن میعاد مقررہ سے قبل وفات پا جائے تو مؤجل قرضوں کی طرح اس قرضہ کی مدت بھی اس کی موت کی وجہ سے تحلیل ہو جائے گی جیسا کہ کتاب الدین میں گزر چکا پس مضمون لہ کا حق ضامن کے ترکہ سے ادا کیا جائے گا اور پھر وارث اپنا حق مضمون عنہ سے طلب کرے گا بشرطیکہ ضمانت اس کے سوال اور اذن سے واقع ہوئی ہو۔

لیکن اگر قرضہ اصل ہی سے اور ضمانت بھی اس طرح مؤجل ہو اور ضامن مدت مقررہ سے قبل وفات پا جائے تو ضمان کی مدت تحلیل ہو جائے گی لیکن قرض کی مدت تحلیل نہ ہو گی پس ضامن کا وارث پر واجب ہے کہ وہ میعاد قرض پوری ہونے کا انتظار کرے تا کہ وہ اپنا حق اس مقرض سے وصول کر سکے جس کی طرف سے ضمانت دی گئی تھی۔

(۱۰) ضامن مضمون عنہ کی طرف رجوع کرے گا اور اس سے وہ مال وصول کرے گا جو وہ مضمون لہ کو دے چکا ہے بشرطیکہ ضمانت اس کے اذن سے واقع ہوئی ہو اور اگر ضمانت اور قرض کی ادائیگی دونوں اس کے اذن سے ہوئے ہوں تو بطریق اولیٰ اس سے وہ مال وصول کرے جس کی ضمانت دی گئی ہو۔ لیکن اگر اس کے اذن و سوال سے نہ ہو تو اس کو کسی قسم کا مطالبہ کرنے کا قطعاً کوئی حق نہیں ہے۔

(۱۱) اگر ضامن قابل ضمانت مطلوبہ چیز کے عوض کوئی مال دے دے اور مضمون لہ اس کو قبول کرے اور اس کا ذمہ ضمانت سے بری ہو جائے گا اور ضامن مضمون عنہ کی طرف رجوع کرے گا پس اگر اس نے جو مال دیا ہے وہ قابل ضمانت مال سے مالیت میں کمتر ہو مثلاً قرض دو دینار ہو اور ضمان کا اداء کردہ مال ایک دینار کی مالیت کا ہو تو وہ مضمون عنہ سے مزید صرف ایک دینار وصول کرے گا نہ اس سے زائد کیونکہ ضامن صرف اسی کا مستحق ہے جو وہ مضمون لہ کو دے چکا ہے۔ لیکن اگر اس کی مالیت زیادہ ہو مثلاً تین دینار تو مذکورہ قرض میں وہ مقروض سے صرف اسی مقدار کا مستحق ہو گا جس کی اس کی ضمانت دی کیونکہ اضافی زیادتی اس کی اجازت کے بغیر دے دی گئی تھی۔

(۱۲) ضامن کے کیلئے جائز نہیں ہے کہ وہ مضمون عنہ سے اس مال ضمانت شدہ کی ادائیگی سے قبل مطالبہ کرے کیونکہ ممکن ہے کہ قرض دینے والا کلی یا جزوی طور پر مقروض کو بری الذمہ کر دے اور ضامن صرف اسی کا حقدار ہوگا جو وہ ادا کر چکا ہے اور حال یہ ہے کہ اس نے اب تک کچھ بھی نہیں دیا لہذا اس صورت میں مطالبہ جائز نہیں۔

(۱۳) اگر ضامن دعویٰ کرے کہ وہ ضمان کے وقت مجنون تھا اور درمیان میں کوئی گواہ نہ ہو تو مضمون لہٗ حلف اٹھائے گا۔

(۱۴) حوالہ کی طرح ضمان میں بھی دور و تسلسل جائز ہے مثلاً زید نے عمرو کی ضمانت دی پھر عمرو نے زید کی ضمانت دے دی یا زید نے عمرو کی ضامن بنایا اور بکر نے زید کو اور خالد نے بکر کو اور اس طرح یہ سلسلہ وار مرحلہ

دوسری فصل ''ان امور کے بیان میں جن میں ضمان صحیح یا غیر صحیح ہے''

اس میں چند مسائل ہیں۔

(۱) ضمانت شدہ مال کیلئے شرط ہے کہ وہ ذمہ میں ثابت ہوا گرچہ ظاہر میں متزلزل ہو اور لازم و بااستقرار نہ ہو مثلاً مدت خیار کے اندر فروخت کردہ مال کی قیمت پس اس میں ضمانت جائز ہے اسی طرح جب کوئی بائع کیلئے مشتری کی طرف سے ضمانت دے کہ اگر مال مقبوض معیوب یا کسی غیر کی ملکیت نکل آیا تو وہ قیمت کی ضمانت دے گا اس میں بھی ضمانت شرعاً صحیح ہے پس ضامن اس کی اصل قیمت یا تاوان کا پابند ہوگا جس کو فقہی اصطلاح میں ضمان درک یا ضمان عہدہ کہا جاتا ہے اسی طرح اگر مال میں کوئی مشتری کیلئے بائع کی طرف سے ضمانت دے تب بھی یہی صورت ہے۔

(۲) بعض علماء نے کہا ہے کہ عمل سے قبل مقررہ کردہ مال کی ضمانت باطل ہے کیونکہ کام کرنے والے کلی یا جزوی طور پر کام مکمل کرنے کے بعد ہی استحقاق رکھے گا لیکن سورہ یوسف کی آیت نمبر ۷۲ میں جہاں آیا ہے ''جو اس کو لائے گا اس کیلئے ایک اونٹ کے بوجھ برابر گندم لینے کا حق ہوگا اور میں اسکا ضامن ہوں'' اس سے اس کی صحت پر دلالت ہوتی ہے۔

(۳) بلا اشکال غلام مکاتب مطلق کے طے شدہ معاہدہ کتابت کے مال میں ضمان صحیح ہے البتہ مکاتب

مشروط کے متعلق بعض فقہاء نے عدم جواز کا قول اختیار کیا ہے کیونکہ وہ غلام کے ذمہ ثابت نہیں جبکہ دوسرے فقہاء اس کے جواز کے قائل ہیں کیونکہ وہ عقد مکاتبت کے سبب اس کے ذمہ میں ثابت ہے اور اس کا تزلزل شرط کی وجہ سے بالکل اسی طرح ہے جس طرح خیار میں قیمت کا حال ہے اور یہی صورت سبق ورمایہ کے مال میں ہے جیسا کہ آگے بیان ہوگا اور اقویٰ قول دونوں صورتوں میں جواز ہے

(۴) نفقۂ زوجہ میں ضمان جائز ہے چاہے گزشتہ ایام کے متعلق ہو یا موجودہ لیکن موجودہ صورت میں اگر طلوع فجر کے وقت وہ تمکین حقوق پر قائم ہو اور نافرمان نہ ہو تو اس روز کا نفقہ ثابت ہوگا اگر اس روز وہ وفات پا جائے یا طلاق حاصل کرے تو شوہر کو حق نہیں ہے کہ اس روز کا نفقہ اس سے واپس طلب کرے لیکن اگر وہ اس دن کے اثناء میں نافرمان ہو جائے تو کیا شوہر کو اس روز کا نفقہ واپس لینے کا حق ہے یا نہیں؟ محل اشکال ہے اور ظاہر یہ ہے کہ حق ہے اور مستقبل کے نفقات کی ضمان جائز نہیں کیونکہ ان کے ثبوت میں تمکین حقوق شرط ہے جو کہ فعلاً موجود نہیں پس ان کی ضمان ایسے امور کی ضمان ہوگی جو واجب نہیں ہیں کیونکہ انکا فی الذمہ ہونا ثابت نہیں اور اگر وہ ان میں کوتاہی کرے تو ان کا تدارک لازم نہیں اگرچہ کوتاہی کرنے والا گنہگار ہوگا ہاں آباؤ اجداد اور اولاد کے مستقبل کے نفقات کا جو حکم دیا گیا ہے اس کا مقصد صلۂ رحمی نیکی اور احسان ہے اس کا زوجہ کے نفقات مستقبل کی شق سے کوئی تعلق نہیں ہے کیونکہ وہ مشروط نہیں اور یہ مشروط ہیں۔

(۵) کسی مجہول الجنس یا مجہول المقدار شئے پر ضمان جائز نہیں جبکہ ان کا علم حاصل کرنا ناممکن ہو یہ مسئلہ بلااختلاف ہے اور بعض اس کے عدم جواز کے قائل ہیں اگرچہ ان کے علم کا حصول ممکن ہی کیوں نہ ہو لیکن اگر جلیل القدر اصحاب فقہاء نے تحصیل علم کے امکان کی صورت میں اس کے جواز کے قول کو اختیار کیا ہے جیسا کہ سورۂ یوسف کی گزشتہ پیش کردہ آیت

ولمن جاء بہ حمل بعیر و انا بہ زعیم

سے اور دیگر متعدد آیات سے ثابت ہے اور یہ قول اقویٰ ہے۔

(۶) اگر ہم اس قول کو اختیار کریں کہ امکان علم کی صورت میں مجہول چیز کی ضمان جائز ہے جیسا کہ مشہور قول ہے تو اس کے ثابت ہونے کا کیا طریقہ ہوگا؟ کیا وہ مضمون علیہ مقروض کے اقرار سے ثابت ہوگا یا مضمون لہ قرض خواہ کی قسم سے ثابت ہوگا یا کسی شاہد یا دلیل سے یہ محل اشکال ہے؟ لیکن اقویٰ یہ ہے کہ اگر مضمون لہ گواہوں سے ثابت کردے کہ مقدار معین ضمان کی حالت میں مضمون علیہ مقروض کے ذمہ ثابت تھی تو ضامن کو اس کا پورا کرنا لازم ہے لیکن جو حالات ضمان کے بعد از سر نو طاری ہوں گے ضامن کیلئے ان میں کوئی عمل دخل نہ ہوگا اگر مضمون لہ اس کے اثبات سے عاجز آجائے

اور قسم ضامن پر عائد ہو جائے اور ضامن مضمون لہ کی قسم کو رد کر دے تو ضامن ہی اس کا پابند ہو گا لیکن اگر مضمون علیہ اس کا اعتراف کرے یا مقدار معلوم کے متعلق حلف اٹھائے یا مضمون لہ قسم اٹھائے جو کہ مضمون علیہ کی طرف سے رد کی گئی تو ضامن کے ذمہ کچھ بھی ثابت نہ ہو گا کیونکہ غیر کا اعتراف یا اس کی قسم غیر مؤثر ہے اور غیر کے ذمہ کسی حق کی موجب نہیں ہے۔

(۷) اعیان غیر مضمونہ پر اجماعاً ضمان جائز نہیں ہے مثلاً ودیعہ عاریہ غیر مضمونہ۔ مال مضاربہ اور جو مال وکیل کے زیر دست ہو یا کسی حاکم کے امین یا وصی کی طرف سے البتہ اعیان مضمونہ جن کو تلفؒ کی صورت میں خود مثلاً یا قیمتاً واپس کرنا تکلیف شرعی ہے مثلاً غصبی اعیان یا فاسد بیع کے ساتھ زیر قبضہ مال فروخت شدہ یا وہ عاریہ مقبوضہ جو کہ مستلزم ضمان ہو مثلاً دراھم و دینار یا وہ اشیاء جن کی اصالتہً کوئی ضمان نہیں بلکہ ان پر ضمان محض تعدی اور تفریط کی وجہ سے عارض ہوتی ہے مثلاً ودیعت یا مال مضاربہ جس کے تحفظ میں، انتدار یا عامل عمداً کوتاہی کرے تو اکثر فقہاء اللہ علیہم اس کے جواز کے قائل ہیں اور یہ قول نہایت ہی قوی ہے اگرچہ بڑے علماء میں سے انفرادی طور پر ایک عالم اس کے عدم جواز کا قائل ہوا ہے۔

فصل سوئم "ضمان کے متعلقہ احکام کے بیان میں"

اور اس میں چند مسائل ہیں۔

(۱) ضمان درک و عہدہ باتفاق اصحاب فقہاء جائز ہے اور وہ ایسے مقام کو کہتے ہیں جہاں بیع اصلاً باطل ہو مثلاً قابل فروخت مال اور حاضر قیمت کا استحقاق کسی غیر کیلئے ہو اور فاسد ہو جانے کی صورت میں اذن کے صحیح ہونے کے باوجود مالک اجازت نہ دے یا بیع کسی وصفی خلل کی وجہ سے فاسد ہو مثلاً شرط پوری نہ ہو یا عقد بیع میں کوئی فاسد شرط عائد کی گئی ہو حاصل کلام یہ ہے کہ مضمون عنہ کا ذمہ امور مذکورہ میں سے کسی امر کے سبب مال مضمون کے ساتھ مشغول ہو اور ضامن اس بات کا پابند ہو کہ وہ قیمت یا فروخت کردہ مال یا وارثت مضمون لہ تک پہنچا دے چاہے اپنی طرف سے یا مضمون عنہ کی طرف سے اور ضامن اس مسئلہ میں یہ حق رکھتا ہے کہ مضمون عنہ کو حکم دے کہ وہ مضمون لہ کا حق ادا کر دے اس سے قبل کہ وہ اپنی طرف سے ادا کرے اور اس قسم میں باجماع علماء و فقہاء اعیان مضمونہ کو مستثنیٰ کیا گیا ہے اور جس نے اعیان مضمونہ کی ضمان کو ناجائز قرار دیا ہے وہ ضمان عہدہ و درک کا قائل ہے اگرچہ وہ اعیان

کے متعلق ہی کیوں نہ ہو اور اس کی شرح تین مقامات پر بیان کی جاتی ہے۔

اول۔ ضامن اس ضمان کے عقد میں کہے گا میں نے تیرے لئے اس کے عہدہ یا درک کی ضمانت دی اور مضمون لہ کہے گا میں نے قبول کیا اس میں ہر وہ لفظ استعمال کیا جا سکتا ہے جو یہ معنی ادا کر دے۔

دوم۔ چونکہ ضمان عہدہ میں مال مضمون پر اشتغال ذمہ شرط ہے لہذا لازم ہے کہ ضمان ایسی جگہ ہو جہاں سبب ضمان موجود ہو کیونکہ ضمانکے بعد از سر نو جدید سبب کا کوئی اعتبار نہیں ہے مثلاً جب بائع و مشتری معاملہ فسخ کر دیں یا قبض سے پہلے فروخت کردہ مال کے تلف ہونے کے سبب مشتری بیع فسخ کر دے یا دونوں بسبب خیار حیوان یا خیار مجلس یا کسی دوسری وجہ سے بیع مذکور فسخ کر دیں پس اس قسم کی اقسام ضمان ایسی ہیں جو کہ واجب نہیں کیونکہ یہ بوقت ضمان موجود نہ تھیں اور اسی طرح اگر مشتری کسی سابقہ عیب کی وجہ سے بیع فسخ کر دے تو یہی صورت ہے کیونکہ وہ فسخ وقت اس کے ذمہ کی طرف راجع ہو گا اور اس کا ذمہ ضمان کے حال میں مشغول نہ ہو گا ان صورتوں میں مضمون لہ کیلئے حق نہیں ہے کہ وہ ضامن سے مطالبہ کرے بلکہ بائع مشتری کی طرف رجوع کرے گا یا مشتری بائع کی طرف۔

سوم۔ ہم نے جو یہ کہا کہ مشتری اگر کسی سابق عیب کے سبب معاملہ فسخ کر دے تو وہ ضامن سے قیمت کا مطالبہ نہیں کر سکتا بلکہ بائع سے مطالبہ کرے گا لیکن اگر مشتری اس صورت میں بیع فسخ نہ کرے اور مال کے نقص کا تاوان طلب کرے تو وہ ضامن سے اس کا مطالبہ کر سکتا ہے اور اس میں بھی اختلاف ہے۔

اگر فروخت کردہ مال مکمل طور پر کسی غیر کے زیر استحقاق ہو تو مشتری ضامن کی طرف رجوع کر کے اس سے پوری قیمت لے لے گا اور اگر جزوی طور پر یہ مال دوسرے کے زیر استحقاق ہو تو وہ معاملہ پر راضی ہو جانے کی صورت میں بعض کی قیمت ضامن سے وصل کرے گا۔

لیکن اگر وہ معاملہ ہی فسخ کر دے تو بائع کی طرف رجوع کرے گا اور اس سے قیمت لے گا اور اس کو یہ حق نہ ہو گا کہ ضامن سے کوئی مطالبہ کرے۔

سوم۔ بیع فضولی کے بیان میں گزر چکا ہے کہ اگر مشتری فروخت کردہ مال کے متعلق بے خبر ہو کہ وہ غیر کی ملکیت ہے اور وہ اگر زمین ہو اور مشتری اس میں عمارت بنا دے یا درخت لگا دے تو اس صورت میں مشتری بائع کی طرف رجوع کر کے اس سے خسارہ کا مطالبہ کرے گا اور وہ خسارہ اسی طرح معلوم کیا جائے گا کہ زمین کی مالیت عمارت کے ساتھ اور اس کے بغیر یا درختوں کے ساتھ اور ان کے

بغیر کتنا فرق رکھتی ہے اور اس مسئلہ میں ضمان کے بارے میں اصحاب فقہاء کے درمیان اختلاف ہے ایک جماعت کا قول ہے کہ بائع کیلئے جائز ہے کہ وہ مشتری کیلئے اس تعمیر یا درختوں کی ضمانت دے کیونکہ وہ ضمان سے قبل ضامن بنا تھا اور اس سے ضمان کی مزید تاکید ثابت ہو جاتی ہے اور یہ قول بلا حرج ہے۔ دوسرے فقہاء نے کہا ہے کہ اس کی ضمان جائز نہیں کیونکہ تاوان اور تفاوت کا ذمہ سے کوئی تعلق نہیں مگر عمارت گرانے اور درخت اکھیڑنے کی صورت میں اور بوقت ضمان وہ اس ذمہ سے مشغول نہیں تھا لہذا ضمان باطل ہو گی اور یہ ضمان وہ ضمان نہیں ہے جو عقد بیع کے ساتھ بائع کے ذمہ سے تعلق رکھتی ہو لہذا یہ اس کی تاکید نہ ہو گی اور ثمرہ اختلاف اس طرح ظاہر ہو گا کہ اگر مشتری ضمان عقد ساقط کر دے تو دوسری ضمان کے سبب وہ بائع کی طرف رجوع کرنے کا حق رکھتا ہے بشرطیکہ وہ ضمان صحیح ہو ورنہ نہیں اور اقویٰ یہ ہے کہ یہ ضمان صحیح نہیں۔

(۴) اگر ضامن دعویٰ کرے کہ وہ مالِ مضمون دے چکا ہے اور مضمون لہ انکاری ہو تو انکاری کرنے والا حلف اٹھائے گا پس ضامن مضمون عنہ کی طرف رجوع کرے گا اور وہ گواہی دے کہ ضامن ضمان ادا کر چکا ہے اور وہ گواہ عادل ہو اور متہم نہ ہو یعنی اس کی گواہی ضمانت دے گی کہ ضامن اس کی طرف رجوع کرے اور اس کی شہادت قبول کی جائے گی چاہے وہ ضمان کی اجازت دے یا نہ دے اور اگر گواہ عادل نہ ہو اور متہم ہو تو مضمون لہ حلف اٹھائے گا اور ضامن سے مال لے گا اس صورت میں ضامن مضمون عنہ کی طرف رجوع کرے گا اگر اس نے اس کی اجازت سے ضمانت دی ہو اور گواہی کے مطابق اس سے وہ مال وصول کرے گا جو ضامن مضمون لہ کو دے چکا ہے اگر اس کی گواہی کے مطابق مال کی مقدار مال مضمون سے زیادہ ہو تو وہ اس سے اپنے حق کی مقدار لے گا اور اگر مضمون عنہ گواہی نہ دے اور اس کی قسم کے بعد مضمون لہ ضامن سے کچھ مال حاصل کرے تو ضامن جو کچھ دوسری قسم میں دے چکا ہے وہ مضمون عنہ سے لے لے گا لیکن اگر پہلی قسم یا اس کا حق دوسری قسم سے کم ہو تو وہ دونوں صورتوں میں کم سے کم کا حقدار ہو گا۔

(۵) اگر زید کا مال مقدار صفت، مدت کے لحاظ سے مساوی طور پر دو شخصوں کے ذمہ ہو اور وہ دونوں ایک دوسرے کے ضامن بنتے ہوں اور شرائط ضمان بھی پورے ہوں تو ضمان صحیح ہو گی اور یہ جائز ہو گا کہ ایک دوسرے کا قرضہ دوسرے کے ذمہ منتقل ہو جائے پس اگر مضمون لہ دونوں میں سے کسی ایک کو بری الذمہ کر دے چاہے کلی طور پر یا جزوی طور پر تو اس کے بعد وہ کسی کی طرف رجوع نہیں کر سکتا کیونکہ وہ انکو حق سے بری کر چکا ہے کیونکہ رجوع کی شرط ضامن کا تاوان ہے اور اس کے بعد کوئی تاوان نہیں۔

اور یہ اس صورت میں ہو گا کہ جب مضمون لہ کی اجازت اور رضا سے ضمان ایک ہی دفعہ دونوں طرفوں سے ہو پس اگر وہ کسی ایک کی ضمان کر دے گا تو دونوں حق دوسرے کے ذمہ میں آجائیں گے اور اگر ضمان اگر یکے بعد دیگرے بھی ہو تب بھی ان میں سے آخر والے کے ذمہ میں آجائے گی۔

کتاب الکفالہ

کسی صاحب حق کیلئے مطلوبہ شخص کو حاضر کرنے کی ضمانت کو کفالہ کہا جاتا ہے اور اس میں شدید کراہت ہے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ کفالہ خسارہ تاوان اور پشیمانی ہے اس موضوع میں کئی روایات واحادیث وارد ہیں ہم اس کے احکام کو دو فصلوں میں بیان کرتے ہیں۔

فصل اوّل

کفالہ سے مراد کسی شخص کو حاضر کرنے کی پابندی اختیار کرنا ہے جب متعلقہ صاحب حق اس کو چاہے اور اس پابند کو کفل اور دوسرے شخص کو مکفول کہتے ہیں جبکہ صاحب حق کو مکفول لہ کہا جاتا ہے اور کفالہ عقود لازمہ میں سے ہے جس کے لئے ایجاب و قبول ضروری ہے پس کفیل کہے گا میں نے تیرے لئے فلاں شخص کے بدن کی کفالت دی یا یوں کہے کہ میں فلاں کو حاضر کرنے کا کفیل ہوں یا میں فلاں کے نفس یا بدن کو حاضر کرنے کا پابند ہوں اور ہر وہ لفظ جو اس مفہوم کو ادا کرے کافی ہے اور مکفول لہ قبول میں یوں کہے گا میں نے قبول کیا یا میں راضی ہوا اور اس کے عقد کی صحت میں مکفول کی اجازت اور رضامندی شرط نہیں اور اس میں چند مسائل ہیں۔

۱۔ کفالت میں مدت کا تعین کرنا جائز ہے یعنی مکفول لہ کا مدت معینہ کے بعد مکفول کو حاضر کرنے میں تسلط۔ اور بلا تعین مدت بھی جائز ہے کہ جب وہ چاہے گا اس کو حاضر کرنے کا مطالبہ کرے گا۔

۲۔ جب مکفول لہ کفیل سے مکفول کو جلدی حاضر کرنے کا مطالبہ کرے یا ایسی مدت میں حاضر کرنے کا مطالبہ کرے جو چاہے مطلق ہو یا محدود اور وہ اسکو حاضر کر کے اس کے سپرد کردے تو وہ بری الذمہ ہو جائے گا۔ اور اگر وہ اس کو حاضر کر کے مکفول لہ کے سپرد نہ کرے تو مکفول کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ کفیل کو اس وقت تک قید میں رکھے جب تک کہ وہ مکفول کو حاضر نہیں کرتا اور اس کو یہ حق نہیں کہ وہ مکفول کی بجائے اپنی طلب کا کفیل سے مطالبہ کرے۔

ہاں اگر یہ راضی ہو کہ عوض دے گا۔ اور وہ اس سے عوض لینے پر راضی ہو اور حق بھی مالی حقوق میں سے ہو اور کفیل اسکو ادا کردے تو وہ کفالت سے بری الذمہ ہو جائے گا۔

اس صورت میں یہ دیکھا جائے گا کہ آیا اس نے مکفول لہ کے اذن سے کفالت دی ہے یا بلا اذن پس دوسری شق کی صورت میں اس نے عوض اس کی اجازت سے دیا ہے یا بغیر اجازت کے پس اگر

کفالت اس کے اذن کے بغیر ہو تو اس پر کفیل کا کوئی تسلط نہ ہوگا اور نہ ہی اس کی طرف اسکو مطلقاً رجوع کرنے کا کوئی حق ہو گا۔

اور اگر کفالت اسکے اذن سے یا بغیر اذن سے تھی لیکن اس نے عوض اسکے اذن سے دیا یا دونوں کام اسکے اذن سے کئے تو تینوں صورتوں میں اگر کفیل مکفول کو حاضر کرنے پر قادر نہ ہو تو عوض وصول کرنے میں اس کی طرف رجوع کرے گا۔

لیکن اگر حاضر کرنے کے امکان کے باوجود وہ قیمت ادا کردے تو بھی آخری دو صورتوں میں اس کی طرف رجوع کر کے اس سے عوض کا مطالبہ کرے گا مگر پہلی صورت میں نہیں۔

۳۔ اگر کوئی شخص کسی قرض خواہ کے پاس سے اس کے مقروض کو زبردستی پکڑ کر رہا کردے اور وہ بھاگ جائے تو وہ شخص اس بات کا ضامن ہو گا کہ اس کو حاضر کر کے قرض خواہ کے سپرد کرے مثلاً اگر کوئی شخص مقتول کے اولیاء سے قاتل کو زبردستی پکڑ کر آزاد کردے تو وہ شرعاً ضامن ہو گا کہ اس کو دوبارہ پکڑ کر ان لوگوں کے سپرد کرے قرض خواہ اور اولیاء مقتول کا حق صرف اتنا ہے کہ وہ اس کو قید کریں اور اس کو چھڑوانے والے کو پابند کریں کہ ان کا مقروض یا قاتل حاضر کردے ہاں اگر وہ اپنی خوشی سے مقروض کی طرف سے قرض ادا کرے اور قرض خواہ قبول کرلے تو اس کا ذمہ وضمانت بری ہو جائے گی اگرچہ صاحب حق کو حاضر کرنا اس کے لئے ممکن ہو لیکن اگر وہ اس کو حاضر کرنے پر قادر نہ ہو اور ان کو سپرد کرنے کی طاقت نہ رکھتا ہو تو قرض خواہ کا حق بنتا ہے کہ وہ اس کو قرض کی ادائیگی کا پابند کرے اور ضامن پر لازم نہیں کہ وہ مقروض سے اپنا یہ مالی خسارہ پورا کروائے لیکن اگر اس نے خود ضامن کو اس کا حکم دیا ہو تو پھر وہ اس سے مطالبہ بھی کر سکتا ہے۔ لیکن اولیاء مقتول پر صرف اتنا لازم ہے کہ وہ ضامن کو قابو رکھیں اور اس کو پابند کریں کہ اگر قاتل زندہ ہے تو پکڑ کر ان کو دے دے اور اگر وہ مر گیا ہو تو ضامن پر واجب ہے کہ وہ اولیاء مقتول کو پوری پوری دیت ادا کرے۔

۴۔ کفالت کی صحت کیلئے یہ واجب ہے کہ مکفول کا تعین کیا جائے پس اگر کفیل کہے کہ میں نے ان دونوں میں سے کسی ایک کی کفالت دی یا زید یا عمرو میں سے کسی ایک کی کفالت دی یا میں زید کا کفیل ہوں لیکن اگر وہ حاضر نہ ہوا تو میں عمرو کا کفیل ہوں گا اس صورت میں کفالت باطل اور بے اثر ہو گی۔

۵۔ اگر کفالت مؤجل ہو اور کفیل مکفول کو مدت مقررہ سے قبل حاضر کردے تو مکفول پر واجب نہیں کہ وہ اسکو قبول کرے اور قبضہ میں لے اگرچہ اسکو قبول کرنے میں کوئی ضرر نہ ہو۔ ہاں اگر وہ اسکو قبول کرے تو کفیل بریٔ الذمہ ہو جائے گا۔

اسی طرح اگر یہ شرط ہو کہ وہ کسی مخصوص مقام پر اس کو حاضر کرے گا اور وہ کسی دوسری جگہ حاضر کر دے اگر وہ وصولی کی جگہ کو علی الاطلاق بیان کرے تو قرائن کی طرف رجوع ہو گا اور معاہدہ کے شہر پر حمل نہیں کیا جائے گا جیسا کہ مشہور قول ہے اور سپرد کرنے کی شرط میں یہ ضروری ہے کہ وہ کامل ہو پس ایسی جگہ میں سپردگی جائز نہ ہو گی جہاں مکفول لہ کیلئے اس کو قبضہ میں لے کر محفوظ کرنا ممکن نہ ہو۔ مثلاً جب وہ سپرد کرتے وقت اسیر ہو اور اس کیلئے اس حالت میں وصولی ممکن نہ ہو تو صورت جائز نہیں۔

۶۔ اگر مکفول غائب ہو اور کفالت حالیہ ہو یا ایسی موجل ہو جس کی میعاد آچکی ہو پس اگر مکفول کا ٹھکانہ معلوم ہے اگرچہ وہ خود مفقود الخبر ہو تو کفیل کو اتنی مہلت دی جائے گی کہ وہ مکفول کی جگہ تک جائے اور واپس آئے لیکن اگر اس کی جگہ اور خبر دونوں نامعلوم ہوں تو کفیل کو اسے حاضر کرنے کی تکلیف نہ دی جائے گی۔ کیونکہ تکلیف بالمحال ہو گی اور وہ عوض کا بھی پابند نہ ہو گا کیونکہ اس نے اس کی ضمانت نہیں دی اور اس کو حاضر کرنے میں کوئی کوتاہی نہیں کی تاکہ اس کے ذمہ کوئی شئے باقی ہو"

۷۔ اگر کسی ایک شخص کو حاضر کرنے کی ضمانت دو شخصوں نے دی ہو اور ایک حاضر کر دے تو دوسرا فارغ الذمہ ہو جائے گا اس طرح اگر کوئی اجنبی شخص اسکو حاضر کر کے مکفول لہ کے سپرد کر دے یا مکفول خود بخود پیش ہو جائے تو کفیل بری الذمہ ہو جائے گا یہ قول اشہر واقویٰ ہے چاہے سپردگی کفیل کی طرف سے ہو یا مکفول لہ اس کو اسی قصد سے وصول کرے یا نہ کرے۔

۸۔ اگر ایک شخص دوسرے شخص کو حاضر کرنے میں دو شخصوں کا کفیل ہو تو واجب ہے کہ وہ دونوں کی موجودگی میں اسکو سپرد کرے اگر وہ کسی ایک کے سپرد کرے گا تو دوسرے سے بری الذمہ نہ ہو گا ہاں اگر یہ شخص دوسرے کی طرف سے وکیل ہو تاکہ سپردگی حاصل کر لے تو کفیل دونوں سے بری الذمہ ہو جائے گا۔

فصل دوم

"کفالت کے متعلقہ احکام"

اس میں چند مسائل ہیں۔

۱۔ اگر کفیل دعویٰ کرے کہ مکفول لہ نے مکفول کو بری الذمہ کر دیا اور مکفول لہ اس سے انکار کرے پس اگر وہ اپنا دعویٰ دلیل و گواہان سے ثابت کر دے تو دونوں بری الذمہ ہو جائیں گے ورنہ مکفول لہ اپنے حق کے باقی ہونے پر حلف اٹھائے گا یا قسم کو کفیل کی طرف پلٹائے گا پس اگر وہ حلف اٹھائے تو وہ کفیل کے دعویٰ سے بری الذمہ ہو جائے گا اور کفالت اپنے حال پر باقی رہے گی پھر اگر کفیل مکفول کو حاضر کر دے اور مکفول بھی کفیل کی طرح کا دعویٰ کرے تو مکفول لہ پر ایک اور قسم عائد ہو جائے گی تاکہ وہ مکفول پر بھی اپنا حق ثابت کر سکے کیونکہ پہلی قسم صرف کفالت کے اثبات ہی تھی اور دوسری قسم اثبات حق و طلب میں ہے۔

لیکن اگر وہ قسم کو رد کر دے اور کفیل حلف اٹھالے تو وہ کفالت سے بری الذمہ ہو جائیگا۔ اور مکفول کا ذمہ مشغول بحق رہ جائے گا کیونکہ دونوں کا دعوی مختلف ہے لہذا ایک کی قسم دوسرے کیلئے موثر نہ ہو گی ہاں اگر دعویٰ کفیل و مکفول لہ کے مابین ہو اور مکفول اپنی طرف ردشدہ قسم کو قبول کر لے اور اپنے حق سے بری الذمہ ہونے پر حلف اٹھالے تو مکفول و کفیل دونوں بری الذمہ ہو جائیں گے کیونکہ مکفول کے بری الذمہ ہونے سے کفالت باطل ہو جائے گی۔ اگر چہ اس سے قبل مکفول لہ کفیل کے بری الذمہ نہ ہونے کی قسم اٹھالے۔

۲۔ اگر مکفول وفات پا جائے تو کفیل مطلقاً بری الذمہ ہو جائے گا اور اس کی کفالت باطل ہو جائے گی لیکن اگر مکفول لہ کفالت میں یہ شرط عائد کرے کہ وہ اس کو زندہ یا مردہ پیش کرے تاکہ وہ اس کی موت کا مشاہدہ کر سکے یا موت پر گواہی طلب کر سکے تو کفیل پر اس کا جنازہ لانا بھی واجب ہے"

۳۔ کفالت میں یہ بھی جائز ہے کہ زید عمرو کو کفیل بنائے اور بکر زید کو کفیل بنادے اور خالد بکر کو اور اسطرح اس کو "ترامی" کہا جاتا ہے۔ پس اگر پہلا مکفول حاضر ہو جائے یا مر جائے یا مکفول لہ اسکو بری الذمہ کر دے تو سب بری الذمہ ہو جائیں گے یا اگر اس کو دو میں سے ایک کفیل حاضر کر دے یا وفات پا جائے یا مکفول لہ اس کو بری الذمہ کر دے تو متاخرین کا ذمہ بری ہو جائے گا اور سب کی کفالت باطل ہو جائے گی اور اس سے پہلے والوں کا ذمہ مشغول بحق رہے گا۔

۴۔ کیونکہ کفالت کی غرض خود مکفول کو حاضر کرنا ہے اسی لئے عقد میں ایسا لفظ لانا واجب ہے جو اس معنی پر دلالت کرے مثلاً میں نے فلاں کی کفالت دی یا فلاں کو حاضر کرنے کی کفالت دی یا خود اس کو یا اس کے بدن کو حاضر کرنے کی کفالت دی یہ معانی مقصود بیان میں صراحتہً صحیح اور انعقاد کفالت کیلئے کافی ہیں۔"

کتاب القضاء

فصل اوّل

"قاضی اور احکام قضاء کے بیان میں" اس میں چند مسائل ہیں۔

۱۔ قضاء یعنی فیصلے کرنا امام معصوم علیہ السلام کا وظیفہ ہے اور ان کی موجودگی میں ان کا نائب خاص بھی ان کی طرف سے اسکا مجاز ہوتا ہے اور غیبت کبری میں یہ وظیفہ فقیہ جامع الشرائط کا ہے جس میں مفتی ہونے کے شرائط پائے جائیں اور اس کا فیصلہ نافذ ہو گا کیونکہ وہ امام کا نائب عام ہوتا ہے یعنی مجتہد جامع الشرائط جس کی تشریح اس کتاب کے جلد اوّل میں اجتہاد و تقلید کے بیان میں گزر چکی ہے۔

۲۔ جو شخص امام معصوم علیہ السلام یا ان کے نائب خاص یا نائب عام سے عدول کر کے احکام ظلم جور سے اپنا فیصلہ کرائے گا وہ گنہگار ہو گا۔

۳۔ قاضی کو اگر معاشی طور پر مالی امداد کی ضرورت ہو تو اس کو بیت المال سے تنخواہ دی جائے گی۔

۴۔ قاضی کیلئے جائز نہیں کہ وہ فیصلہ کیلئے اسکی طرف رجوع کرنے والوں سے یا دوسرے لوگوں سے کوئی اجرت یا انعام وصول کرے۔

۵۔ قاضی پر جواب ہے کہ وہ مدعی و مدعی علیہ دونوں کو برابر قرار دے دونوں پر سلام کرے ان سے ہم کلام ہو اور ہر قسم کے احترام و اکرام میں ان کی حیثیت برابر سمجھے بعض فقہاء اس کے استحباب کے قائل ہوئے ہیں چاہے وہ مسلمان ہوں یا کافر لیکن اگر ان میں سے ایک مسلم دوسرا کافر ہو تو جائز ہے کہ مسلمان کو صورت و ظاہر میں کافر سے برتری دے مثلاً اس کو قریب بٹھلانا یا اپنی دائیں طرف جگہ دینا۔

۶۔ جس قدر ممکن ہو قلب میلان کے لحاظ سے بھی فریقین میں مساوات قائم رکھنا مستحب ہے اور اگر ممکن نہ ہو تو واجب نہیں اور عدم اطلاع کی صورت میں اس کی پابندی نہ کرنا حرام بھی نہیں۔

۷۔ قاضی پر واجب ہے کہ وہ دعویٰ کو غور سے سنے اور جو دو فریقوں میں سے پہلے بولے اس کی بات سنے اور اگر دونوں یکجا بولنے لگیں تو جو اپنے ساتھی کی داہنی جانب کھڑا ہے اس کا ایک دعوی سنے اور پھر دوسرے کے دعوے کی طرف متوجہ ہو اور اس کی سماعت کرے اور جب وہ دونوں بول رہے

ہوں تو قاضی کو خاموش ہونا چاہئیے یا کم بولے یا مدعی سے کلام کرے اور دونوں میں سے کسی کی تخصیص کرنا مکروہ ہے۔

۸۔ باجماع مسلمین قاضی پر رشوت لینا حرام ہے اگر چہ وہ رشوت دینے والے کیلئے برحق فیصلہ کرے اور اگر وہ رشوت لے لے تو اس کو واپس کرنا واجب ہے جبکہ وہ عیناً موجود ہو اور اگر تلف ہو گئی ہو تو اس کی مثل یا قیمت واپس کرے اور راشی پر بھی یہ حرام ہے کیونکہ یہ گناہ پر تعاون ہے لیکن اگر حق کو چھڑوانا اس کے بغیر ممکن نہ ہو تو مجبوری کی صورت میں جائز ہے۔

۹۔ فریقین میں سے کسی کو ایسی بات کی تلقین کرنا جو فریق دوم کیلئے باعث ضرر ہو حرام ہے۔

۱۰۔ قاضی پر واجب ہے کہ جب مدعی التماس کرے تو فیصلہ یا حکم سنوا دے اور کہے کہ میں نے یہ فیصلہ کیا یا حکم جاری کیا یا لازم کیا یا نافذ کیا۔

۱۱۔ قاضی کیلئے مستحب ہے کہ فیصلے سے قبل خصمین کو صلح پر آمادہ کرے کیونکہ صلح احکام کیلئے سردار ہے۔

۱۲۔ قاضی کیلئے مکروہ ہے کہ اسقاط دعوی کیلئے مدعی کی طرف سفارش کرنے یا کسی مستحق کو اسقاط حق کی سفارش کرے یا دل کے پریشان کسی دوسرے کام میں مشغول ہونے کی صورت میں یا چستی و آمادگی و شعور کے ضعیف ہونے کی صورت میں فیصلہ کرے یا فیصلہ کے وقت کوئی دربان مقرر کرے۔

فصل دوم

کیفیت حکم کے بیان میں

۱۔ اگر مدعی مدعی علیہ سے کسی ایسے عین مال کا مطالبہ کرے جو اس کے قبضہ میں ہو یا قرضہ کا مطالبہ کرے جو اس کے ذمہ ہو اور وہ انکار کرے تو اگر مدعی خاموشی اختیار کر لے تو گویا اس نے اپنا تنازع ترک کر دیا۔

۲۔ مدعی علیہ کا جواب مدعی کے حق میں یا مکمل طور پر اقرار ہوتا ہے یا مکمل انکار یا بعض اقرار اور بعض انکار یا سکوت پس اسکا اقرار کرنا ہی اپنے خلاف فیصلہ ہوتا ہے اور اس کے کمال عقل و بلوغ و دیگر علامات کمال کے ساتھ اس پر وہ فیصلہ نافذ بھی ہوتا ہے پس اگر مدعی اس صورت میں قاضی سے یہ

التماس کرے کہ وہ فیصلہ کرے تو وہ مدعی علیہ کے خلاف فیصلہ کرے گا۔

۳۔ جس کے خلاف فیصلہ ہوا ہو اگر وہ دعویٰ کرے کہ وہ حق کی ادائیگی سے عاجز ہے کیونکہ وہ اپنے واجبات معیشت سے زیادہ کسی چیز کی ملکیت نہیں رکھتا اور اس کا صدق ثابت ہو جائے چاہے کسی واقف حال کی گواہی سے یا اسکے فریق کی تصدیق سے یا اصل دعویٰ بغیر مال کے ہو بلکہ وہ ایسا جرم ہو جو کسی مال کی ادائیگی یا تلف کا موجب ہو تو اس کا قول حلف کی صورت میں قابل قبول ہو گا کہ وہ تنگ دست ہے اور اسکو وقت استطاعت تک چھوڑ دیا جائے گا اور اس پر بھی واجب ہے کہ وہ ادائیگی کی کوشش کرے۔ اور اگر محکوم علیہ اپنی تنگدستی ثابت نہ کر سکے تو اس کو اس وقت تک قید رکھا جائے گا حتی کہ اس کے باطنی معاملات کی جانچ پڑتال کر کے اس کا حال معلوم ہو جائے اگر اس کا مال ثابت ہو جائے تو حاکم اسکو فریق ثانی کا مطالبہ پورا کرنے کا حکم دے گا اگر وہ اس سے انحراف کرے تو حاکم اس کو اس وقت تک گرفت میں رکھے حتی کہ وہ ایفائے عہد کرے اور مخالفت کی صورت میں اس کو مجبور کرے اگرچہ اس کا مال ہی فروخت کرنا پڑے۔

۴۔ اگر مدعی علیہ انکاری ہو اور قاضی اپنے یقینی علم کی وجہ سے حق کو جانتا ہو تو وہ اپنے علم کے مطابق فیصلہ کرے گا چاہے وہ حق اللہ کا حق ہو یا عوام کا اور اس صورت میں اس کو مدعی سے دلیل طلب کرنے کی ضرورت بھی نہیں چاہے وہ دلیل موجود ہو یا مفقود خصوصاً اگر اس میں دفع تہمت ہو اور مدعی بھی راضی ہو تو اس میں کوئی حرج بھی نہیں۔

۵۔ اگر قاضی حق سے ناآشنا ہو اور مدعی کے پاس دلیل نہ ہو تو قاضی اس کو بتلائے گا کہ وہ مدعی علیہ سے حلف کا مطالبہ کرے اور اس کے مطالبہ کے وقت قاضی مدعی علیہ سے حلف طلب کرے گا۔

۶۔ مدعی کیلئے جائز نہیں کہ وہ خود مدعی علیہ سے حلف اٹھوائے اگرچہ اس کا حق ہو ہاں اس کیلئے حاکم سے اجازت طلب کرنا ضروری ہے اور حاکم بھی مدعی کے مطالبہ کے بغیر مدعی علیہ سے حلف طلب نہیں کر سکتا اگرچہ قسم اسی کے خلاف واقع ہو پس اگر حاکم اس کے مطالبہ کے بغیر حلف طلب کرے یا منکر خود ہی برضا و رغبت حلف اٹھائے تو لغو اور بے کار ہو گا۔

۷۔ اگر منکر حلف اٹھائے تو اس سے دعویٰ ساقط ہو جائے گا اگرچہ مدعی کا حق اس کے ذمہ باقی رہے گا اور اس کے کذب کے بغرض مدعی کو بعد میں حق نہیں پہنچتا کہ اس سے مال طلب کرے جب تک کہ وہ اس کے حق کا اعتراف نہ کرے اور اپنی تکذیب نہ کرے۔

۸۔ اگر منکر مدعی کی طلب سے حلف اٹھالے اور حاکم اس سے طلب حلف کرے تو دعوی ساقط ہو جائے گا اور اس کے بعد مدعی سے کوئی بینہ دلیل نہیں سنی جائے گی۔ اگر منکر حلف سے انکاری ہو اور

وہ قسم کو مدعی پر پلٹا دے تو مدعی ہی حلف اٹھائے گا اور اس کے انکار کی صورت میں دعویٰ ساقط ہو جائے گا اور اگر اس کی طرف قسم عائد نہ ہو مثلاً وہ کسی کا ولی یا وصی ہو تو منکر ہی پر الزامی طور پر قسم عائد ہو گی اور اس کو اس وقت تک قید رکھا جائے گا یہاں تک کہ وہ حلف اٹھا لے۔

۱۰۔ اگر منکر قسم اٹھانے سے انحراف کرے یا قسم کو مدعی کی طرف پلٹا دے تو حاکم بھی مدعی پر قسم عائد کرے گا اگر وہ حلف اٹھا لے تو منکر کا حق ساقط ہو جائے گا۔ ورنہ انحراف کی صورت میں اس کا دعویٰ ساقط ہو گا۔

۱۱۔ اگر مدعی علیہ خاموشی اختیار کر لے اور اس کی خاموشی کا سبب اس کا گونگا پن یا بہرا پن ہو تو اس کا ایسا اشارہ قابل قبول ہو گا جو کہ حاکم کیلئے مفید یقین ہو اور اگر حاکم اس کے اشاروں سے کچھ نہ سمجھے تو دو عادل مترجموں سے استفادہ کرے گا۔

۱۲۔ اگر مدعی علیہ از راہ عناد خاموش ہو جائے تو اس کو اس وقت تک پابند رکھا جائے حتیٰ کہ وہ جواب دے یا مدعی کا حق ادا کرے یا حاکم اس پر انحراف کی وجہ سے اس کے خلاف فیصلہ کرے۔

فصل سوئم

قسم کے بیان میں اور اس میں چند مسائل ہیں

۱۔ قسم شرعاً صرف اللہ تعالیٰ اور اس کے اسماء خاصّہ کے ساتھ ہی منعقد ہوتی ہے۔ چاہے وہ قسم مدعی کی طرف سے موجب حق ہو یا منکر کی طرف سے اسقاط دعویٰ کی موجب اور چاہے حلف اٹھانے والا مسلم ہو یا کافر

۲۔ انبیاء و اولیاء علیہم السلام اور کتب سماویہ کے ساتھ حلف اٹھانا جائز نہیں ہے۔

۳۔ قاضی کیلئے جائز ہے کہ وہ کافر ذمی (یہودی و نصرانی و مجوسی) کو ان کے مذہب کے مطابق کی قسم اٹھانے سے روک دے اگر وہ قسم اثبات حق کی موجب ہو لیکن اگر وہ قسم کسی حرام کے متعلق ہو تو روکنا جائز نہیں۔

۴۔ حاکم کیلئے مستحب ہے کہ وہ حلف اٹھانے والے کو حلف سے قبل نصیحت کرے اور اللہ کی تعظیم و تکریم کی خاطر اس کو قسم نہ کھانے کی ترغیب دے اگرچہ وہ اپنے دعویٰ میں سچا ہو اور اگر وہ جھوٹا

ہو تو اس کو دنیا و آخرت میں اللہ کے عذاب کا خوف دلائے۔

۵۔ حلف اٹھانے والا اپنے ذاتی فعل میں اور اپنے غیر کے فعل میں قطعی طور پر حلف اٹھائے گا جبکہ غیر کے فعل کی نفی کی صورت میں اپنے علم کی نفی میں حلف اٹھائے گا۔

فصل چہارم

(ایک گواہ اور ایک قسم کا بیان)

اس میں چند مسائل ہیں

۱۔ ہر دعویٰ جو مالی ہو یا اس کا مقصود مال ہو وہ ایک گواہ اور ایک قسم سے ثابت ہو جاتا ہے جس طرح کہ وہ ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی سے بھی ثابت ہو جاتا ہے۔ مثلاً قرض لینا یا دینا اور ایسا جرم جو دیت کا موجب ہو اور عقود معاوضات وغیرہ۔

۲۔ طلاق جو شرط مال سے جدا ہو وہ ایک گواہ اور ایک قسم سے ثابت نہیں ہوتی اور نہ طلاق خلع اور نہ ہی عورتوں اور مردوں کے عیوب اور نہ وصیت نہ وکالت نہ نکاح جیسا کہ مشہور ہے۔

۳۔ اگر مدعی ایک سے زیادہ ہو اور وہ سب مل کر ایک ہی گواہ قائم کریں تو ان میں سے ہر ایک کو الگ الگ قسم اٹھانا پڑے گی۔

۴۔ شرط ہے کہ پہلے شہادت اور شاہد عادل ہونے کا اقرار ہو اور پھر قسم پھر فیصلہ اور فیصلہ اسی صورت میں مکمل ہو گا جب وہ ان دونوں کے ساتھ یکجا ہو۔

۵۔ اگر شاہد منحرف ہو جائے تو مدعی کو اپنے نصف دعویٰ کا تاوان دینا ہو گا اور اگر وہ خود بھی منحرف ہو جائے تو وہ پورے دعویٰ کا تاوان دے گا۔

۶۔ اگر دعویٰ مدعی ہی کیلئے ہو تو بقاء حق پر دلیل کے ساتھ قسم بھی واجب ہے۔ اور اگر دعویٰ اس پر اسکے مولا کا ہو یا اس کے موکل کا ہو تو اس پر قسم واجب نہیں اور وہ مال کفیل کے سپرد کرے گا حتی کہ خود مالک حاضر ہو جائے۔

۷۔ میت پر شہادت کیلئے بھی دلیل اور قسم واجب ہے اور اگر دعویٰ بچے یا غائب یا کسی دیوانے پر ہو تو اس میں اختلاف ہے۔

فصل پنجم

"تعارض کے بیان میں" "اس میں چند مسائل ہیں"

۱۔ اگر فریقین میں سے ہر ایک کل مال کا دعویٰ اپنے لئے کرے اور دونوں کے پاس کوئی بینہ (ثبوت) نہ ہو تو ان میں سے ہر ایک اپنے فریق کے عدم استحقاق پر حلف اٹھائے گا۔ اور پھر دونوں اس کو برابر تقسیم کرلیں گے اور اگر وہ دونوں قسم سے منحرف ہو جائیں تب بھی وہ مال باہمی برابر تقسیم کرلیں گے۔

۲۔ اگر ان دونوں میں سے ایک اپنے ساتھی کے عدم استحقاق پر حلف اٹھائے اور دوسرا حلف سے انحراف کرے تو کل مال حالف کا ہوگا اور یہ اس صورت میں ہوگا جب وہ دوسرے کے انحراف سے پہلے حلف اٹھالے اور اگر وہ دوسرے کے انحراف کے بعد حلف اٹھائے تو اس پر ایک قسم اپنے ساتھی کے نفی استحقاق کیلئے ہوگی اور دوسری قسم اپنے استحقاق کیلئے یا وہ دونوں مقاصد یعنی نفی و اثبات کیلئے ایک ہی حلف اٹھائے گا۔

۳۔ اگر دونوں میں سے ہر ایک بینہ قائم کرے تو ہر ایک کیلئے اس مال کے متعلق فیصلہ کیا جائے گا جو فریق ثانی کے زیر تصرف ہے۔

۴۔ اگر دونوں میں سے ایک کے پاس ثبوت ہو اور دوسرے کے پاس نہ ہو تو بہر حال حق اسی کا ہوگا جو کہ ثبوت کے ساتھ قسم بھی اٹھائے۔

۵۔ اگر دونوں اپنے گواہ قائم کریں تو ترجیح اس کو ہوگی جس کے گواہ زیادہ عادل ہوں اور اگر وہ عدالت میں برابر ہوں تو اس کو ترجیح ہوگی جس کے گواہ کثیر ہوں اور اگر برابر ہوں تو قرعہ اندازی کی جائے گی جس کا نام نکلے گا وہی حلف اٹھائے گا۔ اور سب مال وصول کرے گا اور جو حلف سے انحراف کرے گا تو فریق ثانی حلف اٹھانے کی صورت میں تمام مال کا حقدار ہو جائے گا اور اگر وہ بھی انحراف کرے گا تو دونوں کو نصف مال ملے گا۔

۶۔ اگر ایک فریق مال پر قابض ہو گا تو اسی پر قسم عائد ہو گی اور دلیل قسم کے بغیر ناکافی ہو گی۔

۷۔ اگر فریقین ہی مال پر قابض ہوں اور ہر ایک نصف نصف کا مدعی ہو اور مالک کل مال کا مدعی ہو اور دونوں کے پاس کوئی ثبوت نہ ہو تو مدعی نصف کو حلف اٹھانا ہو گا اور دونوں مال کو برابر برابر نصف تقسیم کر لیں گے۔

۸۔ اگر مال کسی تیسرے شخص کے پاس ہو جو ان دونوں میں سے کسی ایک کی تصدیق کرے تو یہ شخص جس کی تصدیق کی گئی ہے یہ صاحب قبضہ مالک قرار دیا جائے گا اور ان تمام صورتوں میں وہی ثبوت و بینہ مقدم قرار دیا جائے گا جس کی تاریخ دوسرے پر مقدم ہو گی۔

فصل ششم

"تقسیم کے بیان میں "اس میں چند مسائل ہیں"

۱۔ قسمت سے مراد یہ ہے شریکین یا متعدد شرکاء کا حصہ دوسرے سے جدا کر دیا جائے تاکہ وہ غیر سے ممتاز ہو جائے۔

۲۔ قسمت یعنی تقسیم نہ صیغہ کی محتاج ہے اس میں جبر کو دخل ہے بلکہ لازم ہے اس میں ہر حصہ معین ہوتا ہے اور دوسرے حصے سے ممتاز ہوتا ہے۔ اور ان صفات سے وہ بیع سے جداگانہ حیثیت رکھتا ہے اور اس میں شریک کا شفعہ ثابت نہیں ہوتا اور نہ ہی قبض سے قبل جدا ہونے سے یہ باطل ہوتا ہے۔

۳۔ اگر دو شریکوں میں سے ایک شریک اپنا حصہ طلب کرے تو دوسرے کو مجبور کیا جائے گا اسی طرح اکثر حصہ دار زیادہ ہوں لیکن اگر وہ باعث رد بنے یا اس میں ضرر ہو تو پھر تقسیم سے انکار کرنے والے کو مجبور نہیں کیا جائیگا۔

۴۔ اگر دو شریکوں میں سے ایک شریک زمانے کے مطابق اپنا حصہ کے منافع کی تقسیم طلب کرے تو جائز ہے لیکن اس سے یہ ثابت نہ ہو گا کہ اس کے ساتھی پر اس کو قبول کرنا واجب ہے اس قسم کو مھایات کہا جاتا ہے۔

۵۔ اگر شیئرز برابر ہوں اور ہر شریک ایک حصہ کو اپنے لئے مخصوص کرنے پر اتفاق کرے تو یہ

لازم ہوگا ورنہ عدم اتفاق کی صورت میں قرعہ اندازی کی جائے گی۔
۶۔ اگر تقسیم کے بعد تقسیم کنندگان کی اطلاع سے گواہوں کے ذریعہ سے اس میں غلطی ثابت ہو جائے تو تقسیم باطل ہو گی اور اگر ثبوت نہ ہو اور وہ غلطی کا دعویٰ کرے تو دوسرا حلف اٹھائے گا اور تقسیم مکمل ہو گی اگر مدعی اس حلف سے منحرف ہو جائے اور تقسیم ٹوٹ جائے گی اور ممکن ہے کہ منکر کے انحراف سے تقسیم ٹوٹ جائے اس میں مدعی کی قسم بھی ضروری نہیں ہے۔"

کتاب الشہادات

اور اس میں چند فصول ہیں

فصل اول۔ اس میں چند مسائل بیان کئے جاتے ہیں۔

۱۔ گواہ کے شرائط میں پہلی شرط بلوغ ہے جسکی تفصیل کتاب الصوم میں گزر چکی ہے۔

۲۔ زخم پر گواہی دینے والے کیلئے بالغ ہونا شرط نہیں بلکہ دس سالہ بچے کی گواہی قابل قبول ہے اور گواہ کا کم از کم اتنی عمر رکھنا شرط ہے۔

۳۔ گواہوں کیلئے شرط ہے کہ وہ کسی شرعی اور مباح کام پر متفق ہو کر گواہی پیش کریں اور گواہی کے عمل کے بعد تفرقہ نہ کریں اور گواہی ادا کریں۔

۴۔ گواہ کی ایک شرط عقل ہے پس دیوانے کی گواہی ناقابل قبول ہے ہاں اگر دیوانگی جزوقتی ہو تو افاقہ کے مکمل ہونے کے وقت اس کی گواہی مقبول ہو گی۔ اور جو لوگ ذہانت نہیں رکھتے وہ بھی مجنون کے حکم میں ہیں جیسے کم عقل عورت اسی طرح اگر گواہ کا مسلمان ہونا بھی شرط ہے اگرچہ مشہود علیہ کافر ہو۔

۵۔ غیر ذمی کافر کی گواہی مطلقاً قابل قبول نہیں اور ذمی کافر کی گواہی مسلمان کے خلاف صرف وصیت کے بارے میں قابل قبول ہے جب مسلمان گواہ عادل نہ ہوں۔

۶۔ گواہ کیلئے ایمان شرط ہے اور مومن سے مراد ہمارے نزدیک امامی شیعہ اثناء عشری ہے پس کسی غیر کی گواہی امامی کے خلاف خصوصاً ناقابل قبول ہے۔

۷۔ "عدالت" وہ ملکہ نفسانیہ ہے جو تقویٰ و مروّت کے ساتھ وابستہ ہو اور وہ گناہ کبیرہ کے ساتھ

زائل ہوجاتی ہے اسی طرح اگر صغیرہ پر اصرار کیا جائے یا ترک مروت کیا جائے۔

۸۔ گناہان کبیرہ میں والدین کی نافرمانی بھی ہے اور قطع رحمی اور رحمت الٰہی سے مایوسی اور اللہ کی تدبیر غضب سے بے خوفی اور غیبت اور جھوٹی قسم کھانا اور یتیم کا مال کھانا اور ناپ اور تول میں خیانت کرنا اور اللہ و رسول اور اولیاء اللہ کے خلاف جھوٹ باندھنا، رشوت، ظالم کی طرف چغلی کھانا، غاصب ہونا۔ قتل کرنا۔ لواطہ وزنا و سود خوری۔ بے حیائی۔ غیر شرعی فعل کی دلالی۔ سرقہ۔ نشہ پینا۔ تہمت زنا لگانا۔ جھوٹی گواہی دینا۔ نماز کی اوقات فضیلت سے تاخیر کرنا اور زمانہ وجوب سے عمداً حج میں تاخیر کنا اور خمس زکوٰۃ نہ دینا مردار کھانا۔ خنزیر کا گوشت کھانا اور ہر وہ فعل کرنا جس پر خصوصاً کتاب و سنت میں وعید وارد ہوئی ہے۔

۹۔ گناہان صغیرہ وہ ہیں جو کبائر سے کم ہوں مثلاً برائی کے ارادے سے بوسہ یا نعوذ باللہ زنا کی نسبت کسی اجنبی عورت کی طرف نگاہ کرنا یا حکماء و فقہاء کی نسبت سے نوافل کی ادائیگی میں سستی برتنا۔"

۱۰۔ مروت جیسا کہ اس کی تعریف میں کہا گیا ہے وہ ہے کہ اپنے زمانہ و مقام کے لحاظ سے مثالی اخلاق اختیار کرنا ہے۔

۱۱۔ منجملہ شرائط میں پاکیزہ ولادت ہے پس ولدالزنا ہونے کے شرعی ثبوت کے بعد ایسے شخص کی شہادت قابل قبول نہیں ہے۔

۱۲۔ کسی مشترکہ کام میں حصہ دار شریک کی شہادت اپنے دوسرے شریک کے حق میں قابل قبول نہ ہو گی اور نہ وصیت کے متعلق وصی کی شہادت قابل قبول ہو گی اور نہ ہی کسی مفلس یا کسی میت کے خلاف حق مال کی وصولی کا دعویٰ کرنے والوں کی شہادت قابل قبول ہو گی کیونکہ یہ مقامات تہمت کا اندیشہ رکھتے ہیں کہ ممکن ہے کہ ان کی شہادت میں جلب نفع یا دفع ضرر پایا جائے۔

۱۳۔ ان شرائط میں معتبر ہے کہ یہ اداء شہادت کے حال میں واقع ہوں نہ کہ تحمل شہادت کے وقت

۱۴۔ کثیر السہو شخص اگرچہ عادل ہو اس کی گواہی قابل قبول نہیں اور یہ وہ شخص ہے جو متعلقہ گواہی کے متعلق تحفظ نہ کر سکتا ہو اور نہ حاکم کی طرف سے گواہی طلب کرنے سے قبل وہ اس کو ادا کر سکتا ہو کیونکہ حاکم کی طرف سے گواہی کے طلب سے عجلت مقصود ہوتی ہے۔ اور اسکی شہادت اس کے غیر میں قابل قبول ہے ہاں اگر حاکم کی طرف سے طلب شہادت سے قبل وہ حقوق اللہ میں سے کسی حق میں شہادت دے تو وہ قابل قبول ہو گی مثلاً وہ کسی کے متعلق ترک روزہ ترک نماز و ترک خمس وغیرہ کی

شہادت دے۔

۱۵۔ اگر حاکم کے نزدیک حکم کے بعد یہ ثابت ہو جائے کہ دو شاہد فاسق یا غیر عادل تھے یا ان میں سے ایک فاسق یا بچہ تھا تو فیصلہ ٹوٹ جائے گا۔

۱۶۔ مستند شہادت یہ ہے کہ جس کے متعلق گواہی دی جائے اس کا قطعی علم حاصل ہو اور گواہی نے متعلقہ شہادت کا مشاہدہ کیا ہو مثلاً قتل، سرقہ، زنا، لواطہ وغیرہ پس اس میں بہرے کی شہادت بھی کافی ہے یا یہ کہ اس میں رویت کے ساتھ سماعت بھی ہو مثلاً تہمت زنا۔ عقود و ایقاعات اور اگر آواز پہچانتا ہو تو سماعت کافی ہے اور وہ قطعی ہو گی جس میں کسی تردید یا شک کی گنجائش نہ ہو گی۔

۱۷۔ گواہ اس شخص کی گواہی دے گا جس کو وہ بعینہ یا بالنسب جانتا ہو اور یہ جائز ہے کہ عورت اپنا چہرہ کھول دے تا کہ وہ گواہی اٹھاتے ہوئے اور ادا کرتے ہوئے اس کو پہچان لے لیکن اگر وہ اس کی آواز سے مانوس ہو اور اس کو جانتا ہو تو یہ ضروری نہیں۔

۱۸۔ سات چیزیں شہرت سے ثابت ہوتی ہیں۔ مطلق ملکیت۔ وقف۔ نکاح۔ غلام کا آزاد کرنا۔ ولایت قاضی۔ نسب۔ موت

۱۹۔ جس شخص میں گواہی دینے کی اہلیت ہو اس کا گواہی دینا واجب کفائی ہے۔ اور جس شخص پر تعداد کا مکمل ہونا منحصر ہو یا اس تنہاء پر جس بات میں قسم اٹھانے سے بھی حق ثابت ہو جاتا ہے گواہی دینا واجب عینی ہے جب ایسی شہادت پر اس کو دعوت دی جائے تو اس پر عمل کرنا اور اسکو ادا کرنا واجب ہے۔

۲۰۔ مع القدرۃ شہادت دینا واجب کفائی ہے لیکن خوف یا ضرر کے ساتھ وجوب ساقط ہے ہاں اگر اداء شہادت میں شاہد کا استحقاق ہو مثلاً مشہود علیہ کیلئے شاہد پر کوئی مطالبہ ہو جو وہ طلب نہ کر رہا ہو اور شاہد کو خوف ہو کہ اس کے خلاف اس کی شہادت مطالبہ کا سبب بن جائے گی تو ایسے خوف کیلئے وجوب ساقط نہ ہو گا۔

فصل دوم

شہادت پر شہادت کا بیان، اور اس میں چند فصول ہیں

۱۔ شہادت پر شہادت ایسے مقام پر ہوتی ہے جہاں اصل گواہ کا حاضر ہونا قابل عذر یا مشکل ہو

چاہے اس کا سبب اسکی موت ہو یا مرض یا سفر یا کوئی وجہ۔
۲۔ واجب ہے کہ اصل شاہد ہیں سے ہر ایک پر دو عادل گواہی دیں تا کہ اس کی شہادت ان دونوں کے ذریعہ سے ثابت ہو اور دو اصل شاہدوں پر چار عادل شاہدوں کی شہادت واجب نہیں ہے اور نہ ہی چار شاہدوں پر(جیسا کہ زنا میں ہے) آٹھ شاہدوں کی ضرورت ہے۔ بلکہ دو عادل گواہ کافی ہیں جبکہ وہ دو یا چار گواہوں پر گواہی دیں۔
۳۔ شہادت فرع کی کیفیت ہی ہے کہ ہر ایک ان میں سے یہ کہے کہ فلان نے مجھے گواہ کیا ہے کہ وہ یہ گواہی دیتا ہے کہ زید نے زینب کو طلاق دی۔
۴۔ شہادت بر شہادت کا مقام حقوق العباد ہیں نہ کہ حقوق اللہ مثلاً طلاق۔ عتق نسب۔ قصاص۔ قرض۔ وصیت۔ وکالت استہلال وغیرہ پس شہادت بر شہادت ایسے امور میں قابل قبول ہو گی جو شرعی حد نہ ہوں لیکن زنا۔ لواطہ۔ سحق یہ اللہ کے حقوق ہیں اور اسی کے ساتھ مختص ہیں پس حد شرعی شہادت بر شہادت کے ساتھ ثابت نہیں ہوئی۔ مثلاً زنا کا اقرار لیکن اسکے ساتھ صرف نشر حرمت ثابت ہوتی ہے۔ مثلاً دو شاہدوں پر شہادت کے ساتھ جانوروں کے ساتھ فعل بد کا اقرار ثابت ہو جاتا ہے نہ کہ کوئی حد شرعی

فصل سوئم

شہادت سے انحراف کے بیان میں اس میں چند مسائل ہیں

۱۔ اگر فیصلہ کرنے سے قبل دونوں گواہ مثلاً وکالت میں یا زیادہ گواہ مثلاً زنا میں شہادت سے منحرف ہو جائیں تو فیصلہ امتناعی ہو جائے گا۔
۲۔ اگر حق مالی ہو اور انحراف فیصلے کے بعد ہو تو فیصلہ ثابت رہے گا اور نہ ٹوٹے گا۔ اور دونوں گواہ اس مال کے ضامن ہوں گے جس پر انہوں نے گواہی دی ہے۔ چاہے عین باقی ہو یا تلف ہو گیا ہو

اور اگرچہ انحراف کسی اشتباہ کی وجہ سے ہو لیکن مال مکتوبٌ بہ سے ساقط نہ ہوگا۔

۳۔ اگر شہادت کسی حد یا قتل وغیرہ پر ہو اور انحراف اس شہادت کو پورا کرنے سے قبل ہو تو وہ پوری نہ ہوگی کیونکہ وہ شبہ ہی سے ساقط ہو جائے گی۔

اور اگر انحراف اور عمد کا اعتراف مذکورہ شہادت کے پورا ہونے کے بعد ہو تو ان سے قصاص لیا جائے گا اگر وہ کہیں کہ ہم نے خطاء کی ہے تو دیت ان پر تقسیم کر دی جائے گی اگر ان میں سے بعض عمد کا اعتراف کریں اور دوسرے خطاء کا تو معترف بالعمد پر قصاص واجب ہے۔ جو کہ اس کے جرم قتل کی وجہ سے ادا کردہ دیت سے فاضل رقم کی ادائیگی کے بعد ہوگا اور خطاء کار گواہ پر بھی اس کے حصے کی دیت عائد ہوگی۔

۴۔ اگر دو افراد طلاق کی شہادت دیں پھر منحرف ہو جائیں تو ایک قول یہ ہے کہ دوسرے شوہر کے حق مہر کا تاوان برداشت کریں گے اور زوجہ اپنے پہلے شوہر کو پلٹا دی جائے گی اور اقویٰ یہ ہے کہ وہ زوجہ دوسرے شوہر کی ہوگی اور دونوں گواہ پہلے شوہر کے نصف مہر کا تاوان برداشت کریں گے اگر یہ شہادت دخول سے قبل ہو اور یہ تب ہے جب اس عورت کی شادی حاکم شرع کے حکم سے ہوئی ہو ورنہ حاکم کے فیصلہ کے بغیر محض دلیل سن کر شادی ہوئی ہو تو پہلی صورت مسئلہ ہی بہتر اور وجیہ ہوگی جو کہ ہم نے مسئلہ ہذا کی ابتداء بیان کی۔

۵۔ اگر گواہوں کی دھوکہ دہی ثابت ہو جائے جو کہ ان کے اقرار سے نہ ہو بلکہ قطعی علم کی وجہ سے ہو تو فیصلہ ٹوٹ جائے گا۔ اور اگر محکوم بہ مال ہو تو حتی الامکان وہ واپس لیا جائے گا ورنہ ان پر تاوان عائد کیا جائے گا اور ہر حالت میں ان پر تعزیر جاری کی جائے گی اور ان کے اپنے شہر اور گردونواح میں ان کی تشہیر کی جائے گی۔

فصل چہارم

حقوق کی تفصیل میں اور اس میں چند مسائل ہیں

۱۔ اسلام، بلوغ۔ طلاق۔ خلع۔ وصیت وکالت۔ جرح و تعدیل۔ ولاء۔ ہلال۔ نسب زکوٰۃ۔ خمس۔ نذر۔ کفارہ یہ چیزیں دو عادل گواہوں سے ثابت ہو سکتی ہیں۔

۲۔ زنا، لواطہ۔ سحق کے ثبوت کیلئے چار مرد گواہوں کی ضرورت ہو گی اور کوڑے مارنے کے موجب زنا کے ثبوت کیلئے دو مرد اور چار عورتوں کی شہادت کافی ہے اور اگر زنا موجب رجم ہو تو اس کے لئے تین مرد اور دو عورتوں کی ضرورت ہو گی۔

۳۔ وہ جرم جو موجب دیت ہو مثلاً قتل خطاء اور قرضے اور اموال ثابتہ یہ دو مردوں اور ایک مرد اور دو عورتوں اور ایک شاہد اور ایک قسم سے بھی ثابت ہو سکتے ہیں۔

۴۔ زندہ بچے کی ولادت جس کو استہلال کہتے ہیں اور مطلق ولادت اور مال کے وصیت اور دودھ پلانا اور عورتوں کے باطنی عیوب کیلئے مردوں اور عورتوں کی گواہی کار آمد ہے۔ لیکن اگر شہادت ایسے حالات کی ہو جن پر مردوں کا مطلع ہونا مشکل ہے وہ صرف عورتوں کی شہادت سے ثابت ہو سکتے ہیں۔

کتاب النذر والعہد والیمین

فصل اول، نذر کے بیان میں اور اس میں چند مسائل ہیں۔

۱۔ نذر ماننے والے کیلئے بالغ عاقل صاحب اختیار مسلمان اور صاحب قصد و حریت ہونا شرط ہے۔ پس بچے مجنون۔ مجبور کافر ذمی یا غیر ذمی کی نذر منعقد نہیں ہو گی اسی طرح غافل، صاحب سہو۔ نشہ خور اور عبث صیغہ پڑھنے والے کی نذر بھی غیر صحیح ہے اور کسی ایسی حالت میں نذر ماننا بھی صحیح نہیں جو قصد کو رفع کر دے۔ اور غلام کی نذر بھی تب صحیح ہو گی جب صیغہ جاری کرنے سے قبل ہی اس کا مالک اس کو اجازت دے اسی طرح زوجہ کی نذر بھی اجراء صیغہ سے قبل شوہر کی اجازت حاصل کرنے پر ہی صحیح ہو گی ورنہ نہیں۔

۲۔ نذر کا صیغہ یوں ہے اگر اس طرح ہوا تو اللہ کیلئے مجھ پر فلاں چیز فرض ہو گی مثلاً اگر میں اس مرض سے شفا یاب ہو گیا تو اللہ کیلئے مجھ پر واجب ہے کہ میں اسی سال حج کروں گا یا کوئی شرط نہ کرے اور کہے للہ مجھ پر فلاں کام فرض ہے۔

۳۔ واجب ہے کہ نذر ماننے والے کے مقدور میں ہو چاہے فعلاً یا قوۃً یعنی ایسی نذر نہ مانے جو ناذر کی استطاعت سے بالاتر ہو۔

۵۔ اصحاب کی ایک جماعت کا کہنا ہے کہ نذر لفظ کی محتاج ہے جس کے بغیر وہ منعقد نہیں ہوتی لیکن اقوی و احوط یہ ہے کہ وہ بغیر لفظ کے واقع ہو جاتی ہے۔ بلکہ ضمیر میں لفظی صیغہ کے مطابق قصد و نیت کافی ہے۔

فصل دوم

عہد کا بیان

وہ بھی نذر کی طرح ہے اور اس کا صیغہ یوں ہے مجھ پر اللہ کا عہد ہے کہ فلاں کام کروں یا میں اللہ سے عہد کرتا ہوں کہ میں فلاں کام ترک کردوں گا وہ بھی شرط اور بغیر شرط کے واقع ہو جاتا ہے۔

فصل سوم قسم کے بیان میں

وہ اللہ کے اسماء مخصوصہ کے بسبب اس کے نام کا حلف اٹھانا ہے پس حلف اٹھانے والا واللہ باللہ تااللہ ایم اللہ کہے گا یا کہے گا کہ میں اللہ کی قسم اٹھاتا ہوں یا قدیم ازلی کی قسم یا اللہ کے دیگر اسماء کی قسم اور ایسے اسماء جو اللہ اور بندوں کے درمیان مشترک ہوں مثلاً قادر موجود حی سمیع بصیر وغیرہ ان کی قسم اٹھانا یا قرآن یا کعبہ یا انبیاء و اولیاء علیہم السلام کی قسم اٹھانا جائز نہیں اور مشیت الہی کے ساتھ شرط لگا دینا قسم کے منعقد ہونے سے مانع ہے اور واجب ہے کہ متعلق قسم واجب یا سنت یا مباح ہو جیسا کہ گزر چکا ہے۔

کتاب الوقف

آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ جب ابن آدم کو موت آجاتی ہے تو تین اعمال کے سوا اسکا ہر عمل منقطع ہوجاتا ہے وہ تین اعمال یہ ہیں صدقہ جاریہ یا علم جس سے نفع حاصل کیا جائے یا نیک لڑکا جو اس کے لئے استغفار کرے پس وقف صدقہ ہے اور اس کی تعریف فقہاء کے بیان کے مطابق یہ ہے "اصل کو محفوظ رکھنا اور منفعت کو جاری رکھنا" اور اس میں چند مسائل ہیں۔

۱۔ وقف کرنے والے کا کامل البلوغ کامل صاحب اختیار ہونا اور اس کا مال قرق نہ ہونا شرط ہے۔

۲۔ وقف کا صیغہ یہ ہے "میں نے وقف کیا یا فلاں چیز کو وقف قرار دیا اور یہاں دیگر الفاظ بھی ہیں جو وقف کے مفہوم پر قرینہ کے ساتھ ہی دلالت کرتے ہیں اور اس کے معنی میں بلا قرینہ واضح نہیں ہیں مثلاً میں نے فلاں چیز کو حبس کیا یا سبیل قرار دیا یا صدقہ کیا اور اگر کہے کہ میں نے فلاں چیز کو ابدی صدقہ محرّمہ قرار دیا تو یہ بھی کافی ہے۔

۳۔ اگر وقف ایسے شخص پر ہو جس کے حق میں قبول کرنا ممکن ہو تو یہ اس میں شرط ہو گا اور اس میں وہ تمام شرائط معتبر ہوں گے جو کہ عقود لازمہ میں معتبر ہوتے ہیں۔ پس جب وقف کرنے والا یہ کہے کہ میں نے یہ گھر تجھ پر وقف کر دیا اور موقوف علیہ کہے کہ میں نے قبول کیا لیکن اگر وقف کسی گروہ پر ہو یا عام ہو تو وہاں قبول کرنا شرط نہیں ہے ہاں اگر وقف ایسی چیزوں کا ہو جن میں حاکم شرع متولی ہو تو بہتر ہے کہ وہ بھی قبول کرے جیسا کہ ایک قول ہے۔

۴۔ لزوم و صحت وقف میں واقف کی اجازت سے موقوف کا قبضہ میں لینا شرط ہے ورنہ وقف لازم نہ ہو گا۔ اور وقف خاص میں قبضہ وہ لوگ حاصل کریں گے۔ جن پر وہ وقف کیا گیا ہوچا ہے وہ خود قبضہ لیں یا ان کا نائب یا وکیل لیکن وقف عام میں حاکم یا اس کا مقرر کردہ نگران قبضہ لے گا۔

۵۔ اگر وقف کرنے والا قبضہ دینے سے قبل وفات پا جائے تو وقف باطل ہو گا اسی طرح اگر موقوف علیہ کوئی معیّن شخص ہو اور وہ بھی پہلے وفات پا جائے تب بھی وقف باطل ہے۔

۶۔ مسجد کو مسجد قرار دینے میں صیغہ وقف کی ضرورت نہیں ہے بلکہ اگر کوئی مسلمان اپنی ملکیتی جائداد کو حد بندی کر کے وہاں مسجد کی نیت کرے اور وہاں بقصد مسجد ایک نماز ادا کرے یا کسی دوسرے کو اس کی اجازت دے دے تو وہ جائداد اس کی ذاتی ملکیت سے نکل کر مسجد قرار پائے گی اور لزوم مسجد میں حاکم شرع یا کسی کا غیر کا قبضہ ضروری نہیں اسی طرح اگر صیغہ وقف جاری کر دے اور حاکم اس پر قبضہ

کرے یا کسی غیر کو قبضہ دلادے تب بھی کافی ہے۔
۷۔ وقف کے شرائط میں "تنجیز" بھی ہے یعنی وقف کو کسی شرط یا صفت سے پیوستہ نہ کرے بلکہ وقف مطلق ہونا چاہیے مثلاً کہے کہ اگر میرا بیٹا عالم ہوجائے تو یہ جائداد وقف ہے یہ درست نہیں۔
۸۔ شرائط وقف میں دوام بھی ہے پس اگر ایسے لوگوں پر وقف کرے جو غالباً نسلاً ختم ہوجائیں یا کسی مدت کے ساتھ متعلق کرے تو وہ وقف نہ ہوگا ہاں وہ اس لحاظ سے صحیح ہوگا کہ اس کو محدود وقت میں حبس قرار دیا جائے۔
۹۔ وقف کے لئے یہ بھی شرط ہے کہ قبضہ دے کر اپنی ملکیت سے خارج کردے۔
۱۰۔ موقوف میں یہ شرط ہے کہ وہ عین ہو جس کی بقاء کے ساتھ اس سے نفع حاصل کیا جائے اور یہ کہ وہ فعلاً واقف کی ملکیت ہو اور غیر کی ملکیت یہ ہو ورنہ وقف صحیح نہ ہوگا اور وہ ایسی چیز ہو جو عقیدہ شریعت کے مطابق قابل ملکیت ہو اور ایسی چیز نہ ہو جو ناقابل ملکیت ہوتی ہے مثلاً مسلمان کے لئے شراب ورنہ وقف لازم نہ ہوگا اور وقف کردہ چیز ایسی ہو جس کا قبضہ دینا ممکن ہو پس غصبی چیز یا بھاگے ہوئے غلام کو وقف کرنا جائز نہیں جب تک کہ اس کا قبضہ کرنا ممکن نہ ہو اسی طرح پانی میں مچھلی اور ہوا میں اڑتے ہوئے پرندے۔
۱۱۔ اگر کوئی شخص اپنی غیر ملکیتی چیز کو بطور فضولی وقف کردے اگرچہ بعد میں مالک اس کی اجازت دے دے۔ "تب بھی وقف صحیح نہ ہوگا"
۱۲۔ جائز ہے کہ وقف فرد واحد کی ملکیت اور غیر منقول ہو اگر منقول اور مشترکہ ہوگا تو اس پر قبضہ کرنا مالک اور اس کے شریک کی اجازت پر موقوف ہوگا اور غیر منقول ہونے کی صورت میں شریک کی اجازت کی ضرورت نہیں ہے۔
۱۳۔ واقف کے لئے جائز ہے کہ وہ خود یا کسی دوسرے کو ضمن عقد وقف میں نگران مقرر کردے اور اگر اطلاق کرے تو یعنی کسی مخصوص نگران کا تقرر نہ کرے تو حاکم شرع ہی اس کا نگران ہوگا اور وقف معین میں موقوف علیہ لوگ ہی اس کے نگران ہوں گے۔
۱۴۔ جن پر وقف کیا جائے ان کا موجود ہونا اور ان کی مالکانہ صحت شرعیہ اور وقف کا مباح ہونے کا بھی شرط ہے۔
۱۵۔ ایسے معدوم پر وقف صحیح ہے جس کا موجود ہونا عادۃً ممکن ہو مثلاً کسی موجود شخص اور اس کی اولاد اور اولاد در اولاد پر وقف کرنا جو فعلاً معدوم ہوں۔
۱۶۔ اگر کسی مخصوص گروہ یا قبیلہ پر وقف کرے اور اطلاق کرے تو وہ سب پر عام ہوگا اور اس میں مرد

عورتیں سب برابر شامل ہوں گے۔

۱۷۔ اگر کوئی اولاد پر وقف کرے اور اطلاق کرے تو وہ تمام اولاد پر عام ہوگا اور اس میں لڑکے لڑکیاں شامل ہوں گی اور وہ سب پر برابر تقسیم ہوگی۔

۱۸۔ اگر کوئی فی سبیل اللہ یا فی سبیل الثواب یا فی سبیل الخیر وقف کرے تو وہ ہر اس عمل پر قابل تطبیق ہوگا جس میں شرعاً اللہ کی رضا و ثواب کا رجحان ہو مثلاً پلیں بنانا یا راستوں کی اصلاح کرنا یا سڑکیں بنوانا یا مساجد و امام بارگاہیں تعمیر کرانا اور اس میں فقراء و مساکین وغیرہ کی اعانت بھی شامل ہوگی۔

۱۹۔ اگر کوئی تقویٰ پر کسی مسجد کی بنیاد رکھے تو وہ مسجد آخر دنیا تک مسجدیت پر قائم و باقی رہے گی اس کے لئے اس شہر کا موجود ہونا یا اہل شہر کی بقاء کی شرط نہیں ہوتی وہ اس شہر کے یا اہل شہر کے نیست و نابود ہو جانے کے بعد بھی مسجدیت کے عنوان پر باقی رہے گی۔

۲۰۔ اگر فقراء یا بنی آدم کی انواع میں کسی نوع پر وقف کرے تو وہ واقف کے شہر کے ساتھ مخصوص وقف نہ ہوگا اور اس کو تمام افراد پر تقسیم کرنا بھی واجب نہ ہوگا بلکہ ان کی ایک جماعت پر تقسیم کرنا کافی ہوگا۔

۲۱۔ اگر پہلا طبقہ نسل ایک مدت تک کے لئے وقف کو اجرت پر لے لیتا ہے تو جب تک وہ باقی رہیں گے اس سے نفع حاصل کر سکیں گے اور اگر وہ مدت مقررہ سے قبل ختم ہو جائیں تو باقی مدت کی اجارہ داری از خود ختم اور باطل ہو جائے گی۔

کتاب الصدقہ

ایک قسم کا عطیہ ہے جس میں قربت شرط ہے اور اقرب یہ ہے کہ یہ غیر مومن کو دینا جائز نہیں ہے اور اس کے ایجاب و قبول میں وہی شرائط و قیود معتبر ہیں جو دیگر عقود لازمہ میں ہیں اور یہ بھی معتبر ہے کہ اس کو مالک کی اجازت سے قبضہ میں لیا جائے پس قبضہ دینے کے بعد اس سے انحراف جائز نہیں کیونکہ معنوی منفعت یعنی قربت حاصل ہو چکی ہوتی ہے۔ اور پوشیدہ صدقہ افضل ہے تاکہ ریاکاری نہ ہو البتہ تہمت سے بچنے کے لئے ایسا کرے تو جائز ہے کیونکہ اظہار اس کی عزت کی حفاظت کے لئے افضل ہے اور اس اعتبار سے یہ پوشیدہ صدقہ سے افضل ہے کہ لوگ اسکی پیروی کریں اور فقراء و مساکین کو اس سے نفع حاصل ہو۔

کتاب الھبہ

یہ بھی عطیہ کی اقسام میں سے ہے جس کو عطیہ و نحلہ بھی کہا جاتا ہے اور اس کے ایجاب میں ہر وہ لفظ کافی ہے جو بلا عوض تملیک کے مفہوم پر دلالت کرے مثلاً یہ کہے کہ میں نے تجھ کو عطا کیا یا نحلہ کیا یا تیری ملکیت میں دیا اور یہ ھبہ کرنے والے کی اجازت کے ساتھ قبول اور قبض کا محتاج ہوتا ہے۔

لیکن اگر متعلقہ چیز پہلے ہی سے موھوب کے زیر قبضہ ہو تو نئے قبضہ کی حاجت نہیں ہے اور نہ ہی کسی دوسری شرط کی ضرورت ہے اگر سرپرست اپنے زیر ولایت شخص کو ایسی چیز ھبہ کر دے جو پہلے ہی سے اس کے قبضہ میں ہو تب بھی ایجاب و قبول کی ضرورت نہیں ہوتی۔

اسی طرح اگر کوئی اپنے ذمہ سے کسی غیر کا حق ساقط یا بری کر دے تب بھی ایجاب و قبول ضروری نہیں۔

اور مکروہ ہے کہ ھبہ میں اولاد کو ایک دوسرے پر فضیلت دے حتی کہ لڑکوں کو لڑکیوں پر ترجیح دینا بھی مکروہ ہے لیکن اگر کوئی لڑکا علم، ایمان، تقویٰ کی وجہ سے ممتاز ہو یا کسی دوسری وجہ سے تفضیل کا حقدار ہو تو مکروہ نہیں ہے اس کا قبضہ دینے کے بعد اس سے رجوع کرنا بھی صحیح ہے بشرطیکہ ھبہ لینے والے نے اس میں تصرف نہ کیا ہو یا عین مال تلف نہ ہوا ہو یا اس کا تصرف عین میں کوئی واضح تبدیلی کر دی مثلاً ھبہ شدہ لکڑی کو چارپائی یا کرسی بنالیا جائے یا دانے کو آٹا بنا دیا جائے یا ھبہ ایسا ہو کہ اس کے عوض اس کی مثل یا قیمت لے لی گئی ہو یا موھوب قریبی رشتہ دار ہو یا میاں بیوی ہوں اور اگر ھبہ عیب دار نکل آئے اور خود اس میں ھبہ لینے والے کا فعل موثر ہوا ہو تو ھبہ دینے والا تاوان طلب نہیں کرے گا۔

اور اگر رجوع کے بعد ھبہ میں کوئی زیادتی واقع ہوئی ہو چاہے متصل ہو مثلاً گھی تو وہ ھبہ دینے والے کی ملکیت ہوا اگرچہ موھوب لہ اس حیوان کو گھاس کھلاتا رہا ہو۔ یا زیادتی منفصل ہو مثلاً دودھ یا بچہ تو اگر رجوع قبضہ دینے سے قبل ہو تو وہ واھب ہی کی ملکیت ہو گی۔ اور قبض و تملیک کے بعد موھوب لہ کی ملکیت ہو گی اگرچہ ھبہ کرنے والا اس زیادتی کے علیحدہ ہونے سے قبل رجوع کر چکا ہو۔ اور اگر ھبہ کرے یا صدقہ کرے یا مرض موت میں وقف کرے یا صحت کی حالت میں وقف کرے مگر قبضہ دینے کی تاخیر اس کی موت تک ہو گئی ہو تو وہ بطور وصیت ثلث سے شمار کر لیا جائے گا۔

کتاب التحبیس

یہ بھی وقف کی طرح ہے مگر وقف دائمی ہوتا ہے اور یہ محدود مدت کے لئے اس میں بھی ایجاب و قبول ضروری ہے اور اس میں قبضہ دینا اور مدت تعین کرنا معتبر ہے مثلاً اگر کوئی شخص اپنی موٹر کسی مومن یا مومنہ پر تحبیس کرتا ہے تو جب تک وہ موٹر باقی رہے گی اور اسی طرح اگر کوئی موٹر کو مشاھد مقدسہ یا مساجد یا فی سبیل اللہ کی خدمت میں وقف کرے تب بھی یہی حکم ہے۔

اور جب کوئی کسی چیز کو کسی شخص پر حبس کرے اور وقت معین نہ کرے تو وفات پا جائے تو اس کی موت سے تحبیس بھی باطل ہو جائے گی اور وہ اس کی میراث میں شمار ہوگی اور اسی طرح دیگر وسائل کا حبس کرنا بھی پس ہر نفع آور چیز کی تحبیس جائز ہے مثلاً مکان، قالین، برتن، کتابیں چاہے وہ کسی انسان پر حبس ہوں یا مسجد یا زیارت گاہ یا امام بارگاہ یا نفع بخش علمی کتب خانہ اور اس میں جب چاہے رجوع کرنا بھی جائز ہے بشرطیکہ مدت مقرر نہ کی ہو ورنہ مدت پورے کرنے کے بعد رجوع جائز ہوگا اور دوران مدت لازم ہوگا۔

کتاب العمری

اور اس میں بھی تحبیس کی طرح ایجاب و قبول ضروری ہے اور چاہے اطلاق کرے یا مدت مقرر کرے دونوں صورتوں میں قبضہ دینا معتبر ہے پس اگر اس جگہ کو آباد کرنے کے لئے وقت مقرر کرے اور وہاں کسی کو ٹھہرائے تو تا آخر عمر اس پر یہ عمری لازم ہوگی اسی طرح اگر مدت مقرر کرے تو اس مدت تک لازم ہوگی اور اگر اطلاق کرے اور وقت مقرر نہ کرے تو حسب منشاء رجوع جائز ہے اور اگر دونوں میں سے کوئی ایک وفات پا جائے تو باطل ہے اس آبادکاری کو عمری کے ساتھ سکنی اور رقبی بھی کہتے ہیں۔ اور وہاں رہائش رکھنے والے کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ آگے کسی کو یہ جگہ کرایہ پر یا عاریتاً دے جب تک کہ مالک خواہشمند نہ ہو اور ایک قول ہے کہ جائز ہے اور اس صورت میں اجرت رہنے والے کی ہوگی۔

کتاب الرہن

اس میں تین فصول ہیں

فصل اوّل

اس میں چند مسائل ہیں

۱۔ رہن وہ وثیقہ ہے جو کہ مرتہن کے قرض کیلئے مخصوص ہو۔

۲۔ رہن کا معاملہ کرنے والے فریقین کیلئے بالغ عاقل صاحب اختیار ہونا جائز التصرف ہونا شرط ہے۔ ایجاب اس طرح ہو گا کہ کہے میں نے تیرے پاس فلاں مال کو رہن رکھا یا یہ چیز تیرے پاس رہن ہے یا" یہ وثیقہ تیرے پاس ہے" ایسے الفاظ جو کہ اس پر دلالت کرتے ہوں اگرچہ عربی میں نہ ہوں کافی ہیں اور جس کے پاس رہن رکھا جاتا ہے اس کو مرتہن کہا جائے گا۔ وہ اس ایجاب کے مقابل میں کہے گا میں نے قبول کیا"

۳۔ گونگے کی طرف سے اشارہ کافی ہے چاہے وہ عارضی طور پر ایسا ہو یا اصلی گونگا۔

۴۔ اگر رہن رکھنے والا تصرف کیلئے کوئی مدت مقرر کرے تو شرط ہے کہ اس کو ضبط کرے یعنی واضح الفاظ میں تعین کرے۔

۵۔ یہ جائز ہے کہ راہن مرتہن کو یا کسی غیر کو رہن کے بیع میں یا قرض میں تصرف کیلئے یا اس کی حفاظت میں وکیل مقرر کردے اسی طرح اگر بالفرض راہن مرتہن سے قبل مر جائے تو اس کیلئے مرتہن کو یا اس کے وارث کو وصیت کرنا بھی جائز ہے۔

۶۔ ایک قول یہ ہے کہ رہن قبضہ دیئے بغیر مکمل نہیں ہوتا جیسا کہ جائز عقود کی شان ہے پس اگر راہن رہن کا قبضہ دینے سے قبل مر جائے یا دیوانہ ہو جائے یا اس پر غشی طاری ہو جائے تو وہ باطل ہو گا لیکن احوط یہ ہے کہ وہ چونکہ راہن کی طرف سے لازم ہو چکا ہے لہذا باطل نہ ہو گا بلکہ اس کا ولی اس کا قائم مقام ہو گا اور رہن قبض کے بغیر ہی مکمل ہو گا۔

۷۔ کوئی مانع نہیں کہ مرتہن رہن کو راہن کی طرف واپس لوٹا دے کیونکہ قبضہ کا دائمی ہونا شرط نہیں ہے۔

۸۔ راہن کا یہ اعتراف قابل قبول ہے کہ وہ رہن کا قبضہ دے چکا ہے لیکن اگر قبضہ دینا عادةً محال ہو جس کا کذب معلوم ہو مثلاً راہن اور مرتہن کویت میں ہوں اور ملکیت رہن پاکستان میں ہو۔

۹۔ اگر رہن مرتہن کے ہاتھ میں ہو تو رہن صحیح اور کامل ہو گا کیونکہ یہ بھی قبضہ متصور ہو گا جس

کیلئے ازسر نو قبضہ کی ضرورت نہیں۔

۱۰۔ اگر رہن دو شخصوں کے مابین مشترک ہو تو قبض کیلئے شریک کی اجازت ضروری ہے یا قبضہ کے بعد اس کو راضی کر لے۔

فصل دوم:

شرائط رہن کا بیان اس میں چند مسائل ہیں۔

۱۔ رہن کیلئے شرط ہے کہ مملوکہ عین ہو جس کا قبضہ لینا ممکن ہو اور اس کی بیع صحیح ہو پس منفعت کا رہن صحیح نہیں اور قرضے کا رہن ہمارے اختیار کردہ فتویٰ کے مطابق صحیح ہے کیونکہ صحت رہن میں لزوم قبض نہیں ہے۔

۲۔ اگر راہن یا مرتہن دونوں یا ان میں سے ایک مسلمان ہو تو اس کے پاس شراب اور خنزیر کا رہن رکھنا جائز نہیں۔

۳۔ آزاد شخص کا رہن مطلقاً صحیح نہیں چاہے وہ مرد ہو یا عورت

۴۔ غیر مملوکہ چیز کا رہن صحیح نہیں اگر مالک بعد میں اس کی اجازت دے دے تو نئے عقد رہن کی ضرورت ہوگی اسی طرح ایسی مچھلی کا رہن صحیح نہیں جو دریا میں ہو یا پرندہ جو ہوا میں ہو اس کا رہن صحیح نہیں ہے البتہ اگر پانی محدود ہو یا پرندہ پروردہ ہو جس کو پکڑ لینا ممکن ہو تو اس کا رہن صحیح ہے اگر وہ پرندہ پھر اڑ جائے تو مرتہن رجوع کر سکے گا (یعنی رہن توڑ سکے گا)

۵۔ کافر کے پاس قرآن کو رہن رکھنا صحیح نہیں ہے لیکن ایسی صورت میں جبکہ وہ مسلمان کے ہاتھ پر رکھا جائے۔

۶۔ رہن کو وقف کرنا صحیح نہیں ہے۔

۷۔ مستعار چیز کا مالک کی اجازت سے رہن رکھنا صحیح ہے۔ اور عاریہ دینے والے کیلئے پھر اس سے رجوع جائز نہیں کیونکہ وہ عقد رہن کے ساتھ لازم ہو گیا ہاں جب مدت مقررہ پوری ہو جائے اور فک رہن کا وقت آجائے تو وہ اپنے مال کا مطالبہ کر سکتا ہے اگر وہ مال رہن کے بعد تلف ہو جائے تو راہن ضامن ہو گا۔

۸۔ خراجی زمین کا رہن رکھنا صحیح ہے بلکہ اس کو درختوں اور عمارت سمیت فروخت کرنا بھی صحیح ہے اور خراجی زمین وہ ہے جو کفارے جبراً فتح کی جائے اور امامؑ اس کے مالکان سے اس شرط پر صلح کر لیں وہ مسلمانوں کی ملکیت ہو گی اور ان پر خراج لاگو ہو گا۔

۹۔ اگر کوئی ایسی چیز کو رہن رکھے جس میں مدت رہن پوری ہونے سے قبل جلدی ہی خرابی پیدا ہو جائے اور اس کی اصلاح ممکن نہ ہو تو اس کو فروخت کر کے اس کی قیمت رہن رکھنے کی شرط لگائی جائے گی بلکہ بغیر شرط کے بھی ایسا ہی کیا جائے گا۔

۱۰۔ کم سن شخص کے مال کو مصلحت کیلئے رہن رکھنا صحیح ہے۔ جسطرح کہ اس کی اصلاح کیلئے رہن لینا بھی صحیح ہے۔

۱۱۔ جائز ہے کہ رہن قرضہ سے زیادہ ہو یا قرضہ رہن سے زیادہ ہو۔"

فصل سوم

ملحقہ مسائل

۱۔ رہن راہن کی طرف سے اس وقت تک لازم رہے گا جب تک کہ وہ مرتہن کا حق ادا کر دے یا اس کے حق سے نکل جائے اگر چہ خود مرتہن اس کو بریٔ الذمہ قرار دے یا مرتہن کے قبول کرنے کی صورت میں کوئی اس کا ضامن بن جائے یا کوئی اور صورت جب کہ مقصد یہ ہے کہ راہن کا ذمہ کسی بھی شرعی وسیلہ سے بری ہو جائے اگر ضامن اس کے ذمہ کی کچھ رقم ادا کر دے تو کلی طور پر رہن کے باقی رہنے میں یا اس کے اپنی ذمہ داری سے نکل جانے میں یا ادا شدہ حصہ کی نسبت سے ذمہ سے نکلنے میں ان شرائط کی پابندی کی جائے گی جو عقد بیع میں شرط کی گئی تھیں۔

۲۔ اگر یہ ثابت ہو جائے کہ راہن رہانت سے نکل چکا ہے تو رہن مرتہن کے پاس اس کی امانت رہے گا جس کو اس کے مطالبہ پر اس کے سپرد کرنا واجب ہو گا جیسا کہ وہ اس کی اجازت سے سپرد کیا گیا تھا۔

۳۔ اگر راہن اپنے حق سے اس لئے نکلا ہے کہ مرتہن نے اس کو بریٔ الذمہ قرار دے دیا تو اس پر رہن واپس کرنا یا اس کو حق سے خروج کی اطلاع دینا واجب ہے۔

۴۔ مرتہن کی موت واقع ہونے کی صورت میں حق رہانت وارث کی طرف منتقل ہو جائے گا اگر راہن وارث کو امین قرار دینے سے انکاری ہو اور وارث بھی اس کے متعلق یہی برتاؤ کر رہا ہو تو واجب ہے کہ دونوں کسی تیسرے آدمی کو امین مقرر کرنے پر اتفاق کر لیں جس کے پاس رہن رہ جائے اور اگر وہ ایسا نہ کر سکیں تو حاکم شرع خود کسی باوثوق شخص کو مقرر کرے گا جو وارث سے رہن وصول کر کے اسکی حفاظت کرے گا۔

۵۔ اگر راہن کی موت واقع ہو جائے تو اس کے وارث کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ مرتہن کو امین

قرار دینے سے انکار کر دے لیکن اگر پہلے یہ شرط ہو کہ اس کی موت کے بعد بھی رہن اسی طرح اسکے وارث کے پاس رہے گا تو پھر ایسی صورت نہ ہو گی۔

۶۔ اگر رہن مرتہن کے قبضہ میں ہی تلف ہو جائے تو وہ ضامن نہ ہو گا اور نہ ہی اس کا حق ساقط ہو گا لیکن اگر وہ اس کی حفاظت میں کوتاہی کرے یا کوئی زیادتی کرے مثلاً صندوق کھول کر لباس پہن لے یا سواری کو استعمال کر لے تو ضامن ہو گا اور تلف کے دن کے مطابق اس کی قیمت ادا کرنی ہو گی اگر دونوں قیمت میں اختلاف کریں تو مرتہن حلف اٹھائے گا۔

۷۔ اگر مرتہن راہن کی طرف سے رہن کو بیع کرنے کیلئے وکیل مطلق ہو تو اس کیلئے جائز ہے کہ وہ ثمن المثل سے اس کو خود اپنے لئے خرید کرے اور بطریق اولی وہ اپنی اولاد کیلئے بھی خرید سکتا ہے۔

اگر رہن قرضوں کی ادائیگی سے زائد ہو تو مرتہن اپنا پورا پورا حق وصول کرے گا۔ اور باقی کو قرضداروں کے درمیان ان کے حق و طلب کے مطابق تقسیم کر دے گا۔

۸۔ اگر مرتہن وارث کے انکار سے خائف ہو اور اس کے پاس اپنے حق پر کوئی ثبوت نہ ہو تو اس کیے لئے جائز ہے کہ خود ہی اپنا پورا حق اس میں سے حاصل کر لے۔

۹۔ صرف مرتہن کیلئے یا راہن کیلئے رہن میں تصرف کرنا جائز نہیں مگر اس صورت میں جبکہ مرتہن اس کا وکیل ہو تو وہ بیع کے ذریعے سے اس میں تصرف کر سکتا ہے اور اپنا پورا حق وصول کر سکتا ہے۔

۱۰۔ اگر رہن منفعت ہو مثلاً گھر دکان اور حیوان تو دونوں کے اتفاق سے ان کو اجرت پر دیا جائے گا اور اگر وہ اختلاف کریں تو حاکم خود اس کا انتظام کرے گا۔

۱۱۔ اگر رہن پر خرچ کرنے کی ضرورت ہو تو راہن پر اس کا خرچہ عائد ہو گا۔

۱۲۔ اگر راہن رہن کو مرتہن کی اجازت سے فروخت کر دے تو رہن عین و قیمت سے ہی باطل ہو گا اور اگر شرط موجود ہے تو اس کی قیمت رہن رکھ لی جائے گی۔

۱۳۔ اگر مرتہن راہن کی اجازت سے رہن کو فروخت کر دے تو اس کی قیمت رہن رہے گی اور اگر اس کا حق موجل ہے تو رہن کی قیمت اس کے پاس باقی رہے گی حتی کہ اس کی میعاد پوری ہو جائے اور وہ اپنا حق پورا وصول کر لے۔

۱۴۔ جداگانہ پیداوار مثلاً بچہ یا پھل رہن میں شامل ہو گا جبکہ اس کے متعلق پہلے طے شدہ شرط ہو اور اگر شرط نہ ہو تو بلااشکال شامل نہ ہو گا البتہ متصل پیداوار کیلئے شرط کی ضرورت نہیں مثلاً موٹاپا یا طول یا ایسی صحت جسمانی جس سے اس کی قیمت بڑھ گئی ہو۔

۱۵۔ اگر راہن اور مرتہن رہن و ودیعہ میں اختلاف کریں اور مالک کہے کہ یہ مال امانت تھا رہن نہ

تھا اور جس کے پاس مال تھا وہ کہے کہ راہن تھا تو مالک کا قول قسم کھانے کی صورت میں قابل قبول ہو گا اور اگر وہ رہن شدہ حق کی مقدار میں اختلاف کریں اور وہاں کوئی ثبوت نہ ہو اور راہن کہے بیس تھا اور مرتہن کہے کہ تیس تھا تو راہن حلف اٹھائے گا۔

۱۶۔ اگر وہ دونوں اختلاف کریں کہ رہن کو کس چیز کے ساتھ بیع کیا جائے نقد کے ساتھ یا غیر نقد کے ساتھ تو غالب نقد کے ساتھ فروخت کیا جائے گا چاہے وہ راہن کی مرضی کے مطابق ہو اور مرتہن کی مرضی کے مخالف ہو یا برعکس ہو پس اگر دو نقدیاں یا زیادہ غالب ہوں تو بہتر یہ ہے کہ اسکو ایسے نقد کے ساتھ فروخت کرے جو مشابہ حق ہو۔

۱۷۔ اگر راہن پر کئی قرضے اور مختلف رہن ہوں اور وہ ایک قرضہ ادا کرے اور ایک رہن معین کرے تو وہی رہن فک ہو گا جو معین ہو اور اس کو لفظ میں مخصوص کیا جائے اور اگر وہ اطلاق کرے اور کسی قرض کے ساتھ لفظاً مخصوص نہ کرے اگرچہ اسکا قصد کرے اور اختلاف واقع ہو جائے تو ادا کرنے والا اپنے دعویٰ قصد کردہ کیلئے حلف اٹھائے گا۔

کتاب الودیعہ

ودیعت سے مراد کسی کے پاس کوئی چیز بطور ضمانت امانت رکھنا اس میں چند مسائل ہیں۔

۱۔ ودیعہ ایک جائز عقد ہے جو ایجاب و قبول کا محتاج ہوتا ہے اور جو لفظ یا اشارہ اس پر دلالت کرے کافی ہے جیسا کہ دیگر عقود میں ہے اور قبولیت میں قول لفظی کی بجائے صرف ایسا فعل ہی کافی ہوتا ہے جو قبول پر دلالت کرے قبولیت فوری واجب نہیں ہوتی تا کہ اس میں ایجاب و قبول کا باہمی پیوستہ ہونا لازم ہو چاہے قبول قولی ہو یا فعلی۔

۲۔ اگر مالک ودیعت پر قبضہ کیلئے مجبور کرے تو ودیعت ثابت نہ ہو گی اسی طرح اگر مالک ودیعہ کو اس کے پاس پھینک کر چلا جائے جس سے بطور قرینہ یہ ثابت ہوتا ہو کہ مالک نے ودیعہ کے طور پر رکھا ہے یا جس کے پاس ودیعہ رکھا گیا ہو اس کی رضامندی کے حصول کے بغیر رکھ جائے تو ان حالات میں نہ تو ودیعہ کی حفاظت واجب ہوتی ہے اور نہ ہی اس کے گم ہونے کی صورت میں ضمان واجب ہو گی۔

۳۔ ودیعہ اگر تلف ہو جائے یا اس کو عیب لگ جائے مگر اس میں تفریط نہ واقع ہوئی ہو تو اس پر

کوئی ضمان نہیں اس طرح تعدی کی صورت میں ضمان واقع ہو گی مثلاً جو کسی کے پاس بچہ یا دیوانہ بطور امانت چھوڑ جائے اور وہ ان کو پابند نہ کرے بلکہ چھوڑ دے اور وہ گم ہو جائیں تو یہ بھی تلف کے ضمن میں آئے گا۔

یا کوئی کپڑے کو پہن لے یا سواری پر سوار ہو جائے تو نقصان کی صورت میں ضامن ہو گا اسی طرح اگر اس سے یہ امانت قہراً جبراً چھین لی جائے تب بھی ضمان نہیں اس پر بقدر امکان دفاع کرنا ضروری ہے لیکن اگر دفاع بھی جسمانی یا مالی ضرر کا موجب ہو تو واجب نہیں ہے۔

۴۔ اگر کوئی ودیعہ کو قولاً یا فعلاً حاصل کرنے کی وجہ سے قبول کر لے تو اس پر حفاظت واجب ہے حتی کہ وہ اسکو صاحب امانت یا اسکے قائم مقام تک پہنچا دے۔

۵۔ ودیعہ رکھنے والے کی موت یا دیوانگی یا غشی کی صورت میں ودیعہ باطل ہو جائے گا جو امانت رکھنے والے کے پاس امانت ہی رہے گا اور امانت دار کی موت یا دیوانگی یا غشی واقع ہونے سے باطل ہو جائے گا اور وہ وارث یا اسکے ولی یا خود اسکے صحت یاب ہونے کے بعد اسکے ہاتھ میں امانت رہے گا جس کو شرعاً مالک یا اسکے قائم مقام کو واپس کرنا واجب ہے۔

۶۔ ودیعہ کو اسکے رکھوانے والے کے مطالبہ پر امکانی طور پر جلد سے جلد واپس کرنا واجب ہے اگر چہ وہ کافر ہو اور اس کے مطالبہ کے بعد اگر وہ سستی کرے گا جبکہ اس کے پاس کوئی شرعی عقلی عذر بھی نہ ہو تو وہ اس کا ضامن ہو گا۔

۷۔ اگر امانتدار ودیعہ کو واپس کرنا چاہے اور امانت رکھنے والا یا اسکا وکیل اسکی وصولی سے معذور ہوں تو وہ ودیعہ کو حاکم شرع کے سپرد کرے گا۔ اس طرح اگر وہ اسکی حفاظت سے قاصر ہو تب بھی ایسا ہی کرے گا۔

۸۔ اگر زید عمرو پر ودیعہ کا دعویٰ کرے اور عمرو انکاری ہو تو عمرو کا قول قسم کے ساتھ قابل قبول ہو گا پس اگر زید حلف سے قبل ثبوت مہیا کر دے تو عمرو اس کا ضامن ہو گا ورنہ وہ اگر انکار میں ایسے الفاظ استعمال کرے جن سے تلف بلا تفریط و بلا تعدی پر دلالت ہوتی ہو اور اس کا قول بھی ودیعت رکھنے والے کے ثبوت سے تضاد نہ رکھتا ہو تو اس کا قول قسم کے ساتھ قابل قبول ہو گا۔

۹۔ اگر امانت دار ودیعہ میں تفریط کرے تو اس کا قول قیمت ودیعہ کے متعلق قبول کیا جائے گا۔

۱۰۔ اگر امانت دار ودیعہ کو امانت رکھنے والے یا اسکے وکیل کے پاس واپس کر دے تو اس کا قول بھی قسم کے ساتھ قبول کیا جائے گا۔

کتاب العاریہ

اس میں چند مسائل ہیں۔

۱۔ عاریہ سے مراد کسی عین کا ادھار لینا ہے جس کے اصل کے باقی رہنے کی صورت میں اس سے نفع حاصل کرنا صحیح ہو اور یہ جائز عقود میں سے ہے اس میں ہر ایسے لفظ کا استعمال کافی ہے جو اس کے مفہوم پر دلالت کرتا ہو۔ اور اس میں ایجاب و قبول بھی لازم ہے۔

۲۔ عاریہ دینے والے کا کامل بالغ عاقل اور جائز التصرف ہونا شرط ہے۔

۳۔ کسی کمسن کسی دوسرے کو عاریہ دینا جبکہ اس کو ولی شرعی کی طرف سے اجازت ہو جائز ہے چاہے مال اس کا ذاتی ہو یا اسکے ولی شرعی کا۔

۴۔ بچے کا مال بطور عاریہ دینے میں یہ واجب ہے کہ اس میں اس کی مصلحت ہو ورنہ اس کے بغیر صحیح نہیں ہوگا۔

۵۔ محض بچے کا کہنا قابل اعتبار نہیں جب تک کہ قرائن سے ثابت نہ ہو کہ اس کو ولی شرعی کی اجازت حاصل ہے۔

۶۔ عاریہ دینے والے کیلئے جائز ہے کہ وہ جب چاہے جس طرح چاہے عاریہ واپس لے لے۔

۷۔ عاریہ امانت ہے اور عاریہ لینے والا اسی صورت میں تلف کا ضامن ہوگا جب اس کی زیادتی یا کوتاہی سے تلف واقع ہو۔

۸۔ اگر عاریہ لینے والا تلف کا دعویٰ کرے تو اس کا قول قسم کے ساتھ قبول کیا جائے گا۔

۹۔ اگر وہ بلا ثبوت و دلیل دعویٰ کرے کہ عاریہ واپس کر چکا ہے اور عاریہ دینے والا انکار کرنے کی صورت میں حلف دے گا اور عاریہ لینے والا اس کی مثل یا قیمت کا ضامن ہوگا۔

۱۰۔ اگر وہ کوئی زمین عاریۃً حاصل کرے جس میں مختلف اشیاء و قسم قسم کے منافع کی صلاحیت ہو تو جس طرح چاہے عمل کر سکتا ہے۔

۱۱۔ اگر عاریہ دینے والا نفع حاصل کرنے کیلئے کوئی مخصوص کام معین کرے تو عاریہ لینے کیلئے اس سے تجاوز کرنا جائز نہیں اور اس شرط کے مطابق اس کیلئے تصرف جائز ہوگا مثلاً ہل چلانا۔ پانی دینا۔ حفاظت اور کٹائی وغیرہ جو عادت کے مطابق ہو۔

۱۲۔ عاریہ لینے والے کیلئے جائز نہیں ہے کہ عاریہ میں لئے گئے عین مال کو مالک کی اجازت کے

بغیر آگے کسی اور کو عاریۃً دے دے۔

کتاب الحجر

حجر سے مراد یہ ہے کہ کسی شخص کو مال میں تصرف کرنے سے روک کر دیا جائے یعنی مال قرق کر دیا جائے اس میں چند مسائل ہیں۔

۱- جیسا کہ اصحاب فقہاء کے مابین مشہور ہے اور اس پر عمل و عادت جاری ہے حجر کے اسباب چھ ہیں

۱- غلامی
۲- دیوانگی
۳- مفلسی
۴- کم سنی
۵- مرض
۶- کم عقلی

۲- غلام ہونا مطلقاً مال میں تصرف سے مانع ہے ہاں غلام صرف طلاق واقع کر سکتا ہے اگرچہ اس کا آقا ناپسند کرتا ہو۔

۳- دیوانے شخص کا مال اس وقت تک قرق اور ممنوع التصرف رہے گا حتی کہ وہ باہوش اور کامل العقل ثابت ہو جائے۔

۴- کم عقل و احمق کے مال کو قرق قرار دینے کیلئے حاکم کی اجازت کی ضرورت نہیں بلکہ جوں ہی اس کی کم عقلی ظاہر ہو جائے تو اس کیلئے یہ حکم ثابت ہے ہاں اس سے کم عقلی کے زائل ہونے اور اس کے مال کو واگذار کرنے کیلئے حاکم کے حکم کی ضرورت ہو گی پس جو شخص اس کی کم عقلی کو جان کر اس سے معاملہ کرے گا اس کا معاملہ باطل ہو گا اور اس کے ہاتھ میں مال تلف ہو جائے تو کوئی ضمان نہ ہو گی۔

۵- کم عقل کو واجب حج سے نہیں روکا جائے گا چاہے اس پر اصلاً واجب ہے یا عارضی اور چاہے اس کے سفر کا نفقہ حضر کے نفقہ سے زیادہ ہو اور نہ ہی سنت حج سے روکا جائے گا۔ جبکہ اس کے سفر و حضر کا نفقہ برابر ہو یا سفر میں زیادہ ہو مگر وہ اثناء سفر کما کر اس کی تلافی کر سکتا ہو۔

۶۔ اگر کم عقل قسم اٹھائے تو وہ شرعاً منعقد ہو گی اور وہ قسم توڑنے کی صورت میں مال کی بجائے روزے کا کفارہ دے گا وہ اپنی اس حالت میں قصاص معاف کر سکتا ہے لیکن دیت معاف نہیں کر سکتا۔

۷۔ کم سن کا باشعور وراشد ہونا آزمائش سے ثابت ہو گا تاکہ یہ ثابت ہو جائے کہ وہ اپنے امور کی اصلاح اور اپنے دفع ضرر کے متعلق شعور اور ذہنی ملکہ رکھتا ہے اور عقلاء کے نزدیک وہ اپنے مال کو مصلح اور مرغوب امور میں صرف کرتا ہے۔

۸۔ عدم آزمائش کی صورت میں مطلقاً مردوں کی شہادت سے رشد ثابت ہو سکتا ہے چاہے یہ گواہی مرد کے متعلق ہو یا عورت کے متعلق اور عورتوں کی شہادت صرف عورتوں کے امور میں قابل قبول ہو سکتی ہے اور اس سے رشد و شعور ثابت کیا جا سکتا ہے۔

۹۔ مجنون و کم سن کے مال کا ولی شرعی اس کا باپ اور اس کا دادا ہو گا اگرچہ یہ سلسلہ اوپر چلا جائے اور اگر دونوں موجود ہوں تو وہ ولایت میں مشترک ہوں گے اور اگر وہ کسی امر میں اختلاف کریں اور تعارض کریں تو جس کا عقد ولایت دوسرے سے مقدم ہو وہی ولی ہو گا اور یہی حکم کم عقل کے مال کے بارے میں ہے لیکن اگر وہ پہلے سیانہ و عقلمند ہو پھر کم عقل بن جائے تو اس صورت میں اس کا ولی شرعی باپ دادا کی بجائے حاکم شرع ہو گا۔

۱۰۔ مریض اپنے اموال کے ۱/۳ پر ہی تسلط رکھے گا اور اس سے زائد پر اس کا تصرف ممنوع ہو گا یہ اس صورت میں ہے جو کسی کو اپنا مال بطور عطیہ و ھبہ دینا چاہے اور اگر بطور عوض ثمن المثل دینا چاہے تو اس کا تصرف پورے مال پر نافذ ہو گا۔

کتاب المزارعہ

اس میں چند مسائل ہیں

۱۔ مزارعہ عقود لازمہ میں سے ہے جو کہ ایجاب و قبول کی محتاج ہے اور ضروری ہے اس میں ایسا لفظ استعمال کیا جائے جو مقصود پر دلالت کرے چاہے وہ عربی ہو یا عجمی اور اسکی عبارت یوں ہو گی کہ میں نے تجھ سے باہمی زراعت کا معاملہ کیا اور شرعاً یہ معاملہ زمین پر زراعت کرنے کے متعلق ہوتا ہے جس میں عامل و مالک کے حصہ اور محدود مدت عمل کا تعین کیا جائے گا۔

۲۔ اگر فریقین میں سے کسی کی موت واقع ہو جائے تو معاملہ باطل نہیں ہو گا پس مالک کی موت کی

صورت میں معاملہ بحال رہے گا اور عامل اپنے واجبات حسب سابق ادا کرے گا اور عامل کی موت کی صورت میں اس کا وارث اس کا قائم مقام ہوگا اور اگر وارث نہ ہو تو حاکم شرع اس کے مال سے عمل پر مستاجر مقرر کرے گا۔

۳۔ مزارعت میں واجب ہے کہ حاصل زراعت پیداوار مالک و عامل کے درمیان مساوی یا تفاضل کے ساتھ مشترکہ ہو۔

۴۔ اگر مالک عامل کیلئے ایک مدت مقرر کرے جو گزر جائے اور زراعت اپنے حال پر باقی ہو تو مالک اس کو اکھیڑنے کا حق رکھتا ہے اور عامل کو باقی ماندہ کام کی اجازت دے گا۔

۵۔ اگر مالک عامل پر یا عامل مالک پر شرط عائد کرے کہ وہ ایک دوسرے کے حصے کے ساتھ بطور ضمیمہ سونا یا چاندی بھی دیں تو یہ شرط صحیح ہوگی۔

۶۔ اگر مالک زراعت میں سے کچھ مال بطور عین مقرر کرے مثلاً کہے کہ یہ بیج کاشت کرنا ہے یہ صنف مقرر کرے کہ فلاں قسم کی گندم یا سرخ رنگ کی گندم کاشت کرنی ہے تو زارع پر واجب ہے کہ اسکی شرطوں سے تجاوز نہ کرے اور اگر مخالفت کرے گا تو مالک کو فسخ معاملہ کا اختیار ہوگا اور اس کو اجرت مثل ادا کرنی ہوگی اور اگر معاملہ کو باقی رکھنا چاہے گا تو اس پر نامزدہ فصل بمع تاوان کے دینی ہو گی۔

جبکہ قوی ترین قول یہ ہے کہ دونوں صورتوں میں اجرت المثل دے گا اور اگر مالک زراعت کے عمل کو معین نہ کرے تو عامل حسب منشاء جو چاہے گا کاشت کرے گا اور بیج اس کا ذاتی ہی استعمال ہوگا۔

۷۔ یہ ضروری ہے کہ زمین سے نفع اٹھانا ممکن ہو یعنی وہ قابل کاشت ہو اور شور زدہ نہ ہو اور اس کے پانی کے وسائل موجود ہوں چاہے نہر سے یا چشمے یا کنویں سے یا بارش سے عادۃً یا سیلابی ہو اگر پانی کے وسائل مفقود ہوں تو مزارعت باطل ہوگی۔

۸۔ یہ جائز ہے کہ مالک کی فقط زمین ہو اور عامل کا بیج اور عمل اور دیگر وسائل جیسا کہ مزارعت میں معمول ہے اور اس کے علاوہ دیگر صورتیں بھی جائز ہیں۔

۹۔ عامل کیلئے جائز ہے کہ وہ اپنے عمل میں غیر کو شریک کرے یا اس سے مزارعہ کرے لیکن اگر مالک نے اس سے شرط میں ممانعت کی ہو تو جائز نہیں اور نہ کسی غیر کیلئے اس صورت میں مداخلت کا جواز ہوگا۔

۱۰۔ خراج مالک ادا کرے گا لیکن اگر شرط ہو کہ عامل ہی کلی یا جزوی طور پر ادا کرے تو جائز ہے۔

۱۱۔ اگر مزارعت باطل ہو جائے تو حاصل زراعت اس کا ہو گا جس کا بیج ہو گا اور اگر بیج مالک کا ہو گا تو وہ عامل کو اجرت المثل دے گا اور اگر عامل کا ہو گا تو مالک اس کو زمین کی پیداوار کے مطابق اجرت المثل دے گا۔ اور اگر دونوں کا ہو تو ہر ایک اپنے مخصوص حق کے مطابق ایک دوسرے کو اجرت دیں گے اور اگر مساوی نہ ہو تو ہر ایک حاصل کی نسبت سے اپنا حصہ اور بیج کے لحاظ سے اپنی اجرت وصول کریں گے۔

۱۲۔ اگر زراعت کسی آسمانی یا ارضی آفت سے تلف ہو جائے تو زارع پر کچھ لازم نہ ہو گا۔

کتاب المساقاۃ

اس میں چند مسائل ہیں

۱- مساقاۃ سے مراد زراعت یا درختوں کو پانی دینے کا معاہدہ ہوتا ہے۔ جو کہ شرعاً اس طرح ہو گا کہ جڑوں یا درختوں کو پھل کے مقررہ حصہ کے عوض نسیراب کرنے کا معاملہ کیا جائے یہ عقود لازمہ میں سے ہے جو کہ ایجاب و قبول کا محتاج ہوتا ہے۔ اس میں ایسے الفاظ کا استعمال کیا جائے جو کہ مقصود پر دلالت کریں ایجاب میں اس طرح کہہ سکتا ہے کہ میں نے تجھ سے مساقات کا معاملہ کیا یا عقد مساقات پر معاہدہ کیا وغیرہ۔

۲- اختیاری طور پر مساقاۃ کا عقد ناقابل منسوخی ہے اور کسی مجبوری کی وجہ سے فسخ کر سکتا ہے۔

۳- مساقات اسی صورت میں صحیح ہے جب درخت اگے ہوئے ہوں اور منفعت ان کے پھلوں ٹہنیوں اور پتوں اور زیادہ تر خود درختوں سے ہو یا انکے پتوں سے ہو مثلاً چائے اور مہندی وغیرہ

۴- اس میں مدت مقرر کرنا شرط ہے اور کم از کم مدت اس طرح مقرر ہو کہ ان درختوں کے پھل مکمل طور پر حاصل کرنے تک معاہدہ کیا جاتا ہے۔

۵- اگر مالک عقد مساقات میں بلا شرط قید اطلاق کرے تو عامل پر ہر وہ عمل لازم ہوتا ہے جس میں پھل کی مصلحت ہو مثلاً مضر ٹہنیوں کو کاٹ دینا یا چھڑیوں کو پتوں سے صاف کرنا اور دیگر وسائل و آلات و عوامل کو مکمل کرنا اور نہروں کسیوں گڑھوں کھیتی اور ہر اس چیز کی اصلاح کرنا جس پر پھل کی حفاظت اور نشوونما موقوف ہوتی ہے اور وہ عادتاً لازم ہوتے ہیں ہاں اگر وہ شرط میں یہ بھی شامل کرے کہ بعض امور ان میں سے مالک خود خود کرے گا تو صحیح ہے مگر تمام امور کو مالک پر عائد کرنا صحیح نہیں۔

۶- واجب ہے کہ اس کا حصہ عمومی جزو کے ساتھ معین کیا جائے مثلاً ۱/۲ یا ۱/۳ یا ۱/۴ اور اقسام کے مختلف ہونے کی وجہ سے حصے مختلف کئے جا سکتے ہیں مثلاً کھجور سے ۱/۲ اور انگور سے ۱/۴

۷- مالک کیلئے جائز ہے کہ عامل پر ایسی شرط عائد کرے جو اس کے حصہ سے زائد ہو البتہ حصہ مقررہ کے ساتھ سونے یا چاندی کا مطالبہ کرنا مکروہ ہے اگر شرط کرلے تو اس کو پورا کرنا واجب ہے البتہ اگر درخت پھل نہ دیں یا پھل دیں اور مکمل طور پر تلف ہو جائیں تو واجب نہیں اور اس پر یہ ضروری نہیں کہ اپنے عمل سے منفعت حاصل کئے بغیر اپنے عمل سے زیادہ خسارہ برداشت کرے۔

۸- اگر عقد فاسد ہو جائے تو پھل مالک کا ہو گا اور عامل کیلئے اجرۃ المثل ہو گی۔

۹۔ اگر مالک عامل پر خیانت کا دعویٰ کرے اور عامل انکار کرے تو اس پر حلف عائد ہو گا۔
۱۰۔ خراج و لگان کلی یا جزوی طور پر مالک پر عائد ہوں گے۔ لیکن اگر شرط میں یہ شامل ہو کہ عامل ادا کرے گا تو بھی جائز ہے۔
۱۱۔ جس کا حصہ نصاب تک پہنچ جائے اس پر زکوٰۃ واجب ہو گی لیکن اگر عقد مساقاۃ میں یہ شامل ہو کہ وہ زکوٰۃ کے علاوہ ہو گا تو کل زکوٰۃ مالک پر عائد ہو گی۔
۱۲۔ اگر دونوں مدت میں اختلاف کریں تو انکار کرنے والا حلف اٹھائے گا اور اگر حصہ کی مقدار میں اختلاف ہو تو مالک حلف اٹھائے گا۔

کتاب الاجارۃ

اس میں چند مسائل ہیں

۱۔ ہر وہ چیز جس سے بقاء عین کے ساتھ منفعت جائز اس کا اجارہ صحیح ہے اور اس کا عاریۃ دینا بھی صحیح ہے۔ مثلاً مکان، باغ، زمین، گھوڑا، موٹر، برتن چھوٹے ہوں یا بڑے اور اسباب زیب و زینت کپڑے اور آلات وغیرہ
۲۔ اجارہ وہ عقد ہے جو مقررہ معلوم منفعت کی ملکیت پر کسی معلوم عوض کے بالمقابل واقع ہوا ہو اور یہ عقود لازمہ میں سے ہے جو اس وقت تک باطل نہیں ہوتا جب تک کہ ایسا سبب پیدا نہ ہو جو موجب فسخ ہو یا فریقین ایک دوسرے سے معذرت کر لیں اور اس کا ایجاب اس طرح ہو گا میں نے تجھ کو فلاں چیز اجرت پر دی اور ایک ماہ یا ایک سال یا ستر سال کیلئے تجھ کو اس کی منفعت کا مالک بنایا یا تجھ کو کرایہ پر دیا اور مستاجر کہے میں نے قبول کیا ان دونوں کیلئے کامل عاقل بالغ اور جائز التصرف ہونا ضروری ہے۔
۳۔ اگر عین کو اجارہ پر دینے کے بعد فروخت کر دے تو بیع صحیح ہو گی اور اجارہ باقی رہے گا چاہے وہ مستاجر سے بیع کرے یا کسی غیر سے۔
۴۔ اگر مستاجر کے علاوہ خریدار کوئی اور ہو اور وہ اجارہ سے باخبر ہو تو اجارہ کی مدت تمام ہونے تک صبر کرے اور اگر بے خبر ہو تو اس کو اختیار ہے کہ معاملہ فسخ کر دے یا جاری رکھے مگر وہ مدت اجارہ تمام ہونے تک منفعت سے محروم رہے گا۔

۵- اگر کوئی عین کو اجارہ پر حاصل کرے مگر کسی حادثہ کی وجہ سے اس سے منفعت حاصل نہ کر سکے تو جب تک عین میں منفعت کی صلاحیت ہے معاملہ باطل نہ ہوگا اور اگر عذر عام ہو تو فسخ جائز ہے۔

۶- مالک اور مستاجر یا ان میں سے کسی ایک کو اپنا خیار باقی رکھنے کی شرط رکھنا جائز ہے۔

۷- واجب ہے کہ عین کا قبضہ دیتے ہی اجارہ کا معاوضہ بھی وصول کر لیا جائے لیکن اگر اجیر عامل ہو مثلاً معمار یا بڑھی اور اجرت عمل پر ہو تو عمل کے بعد ہی اجرت ادا کرنا واجب ہے۔

۸- اگر عمل اجرت کی پیشگی وصولی پر موقوف ہو مثلاً حج یا زیارت کی نیابت تو اجیر کو اجرت طلب کرنے کا حق ہے اگر مستاجر اس کی ادائیگی سے انحراف کرے گا تو اجیر کو فسخ کرنے کا پورا پورا حق ہوگا۔

۹- مستاجر عین کا ضامن نہ ہوگا لیکن اگر وہ کوئی کوتاہی یا زیادتی کرے تو ضامن ہوگا۔

۱۰- اگر اجرت میں کوئی عیب نکل آئے تو اجیر کو فسخ کرنے کا حق ہے اور اگر عقد میں اجرت کی تعین کی گئی ہو تو تاوان کا بھی حق حاصل ہوگا۔ لیکن اگر عقد میں اطلاق ہو اور کوئی تعین نہ ہو تو بدل نہ دے سکنے کی وجہ سے اس کو فسخ کا حق ہوگا ورنہ نہیں۔

۱۱- مستاجر کیلئے جائز ہے کہ وہ عین کو کسی تیسرے شخص کو مستاجری پر دے دے لیکن اگر مالک کی طرف سے شرط ہو کہ وہ خود ہی اس سے پوری منفعت حاصل کرے گا تو جائز نہیں ہاں اگر پہلا مستاجر دوسرے مستاجر پر یہ شرط کرے کہ پہلا مستاجر خود ہی عامل ہو تو اس صورت میں دوسرے مستاجر کیلئے جائز ہے کہ وہ مستاجری کسی تیسرے عامل کو منتقل کر دے اور اس میں کوئی حرج نہیں۔

۱۲- منفعت کا تعین کرنا واجب ہے چاہے عمل اس طرح ہو جس طرح معمار کا مکان تعمیر کرنا یا مسافت کے ساتھ مثلاً کسی معین منزل تک موٹر پر سواری کرنا یا زمانہ کے ساتھ مثلاً مکانوں اور دکانوں کو اجارہ پر دینا تعین اسلئے واجب ہے کہ وہ اجرت نامعلوم نہ رہے ورنہ اجارہ باطل ہوگا۔

۱۳- اجیر کیلئے جائز نہیں ہے کہ وہ مستاجر کی اجازت کے بغیر اس کے علاوہ کسی غیر کیلئے کوئی کام کرے بشرطیکہ وہ مدت معینہ میں حسب معاہدہ خود کام کرنے کا پابند ہو لیکن اگر مدت مقرر نہ ہو یا مدت مقرر ہو مگر بنفس نفیس کام کرنے کی شرط نہ ہو تو دوسرے کیلئے کام کر سکتا ہے۔

۱۴- اگر عقد اجارہ کے بعد اجرت دینے والا مالک عین کو قبضہ میں دے دے۔ مگر مستاجر معاہدہ کی مدت کے اختتام تک بھی اس سے قبضہ نہ لے تو مالک مستحق اجرت ہوگا اسی طرح اگر اتنی مدت گزر جائے جس میں کام پورا کرنا ممکن ہو اسی طرح اگر مستاجر قبضہ لے لے اور منفعت حاصل کرنے کی کافی مدت گزر جائے اور امکانات کے باوجود وہ ان سے استفادہ نہ کرے یا کوئی عمل نہ کرے تو مالک اجرت

کا مستحق ہو گا۔

۱۵۔ اگر مستاجر کو حسب منشاء نفع حاصل کرنے سے روک دیا گیا اور معاہدہ قبضہ سے قبل ہوا ہو تو معاملہ فسخ ہو گا اور مستاجر مالک سے حسب معاہدہ رقم یا اس کی مثل کا مطالبہ کرے گا یا اتنا انتظار کرے کہ رکاوٹ دور ہو جائے یہ اسکو اختیار ہے لیکن اگر رکاوٹ قبضہ کے بعد واقع ہوئی ہو تو اگر عین تلف ہو گئی ہو تو اجارہ باطل ہو گا اگر بطور غصب ہو تو اجارہ صحیح ہے اور باطل نہیں بلکہ مستاجر غاصب سے رجوع کر کے اس سے اجرت المثل طلب کرے گا چاہے غاصب خود اجارہ دینے والا ہو یا کوئی غیر۔

۱۶۔ ابھی گزشتہ مسئالہ میں بیان ہوا کہ مانع کے زائل ہونے سے خیار ساقط نہیں ہوتا بلکہ وہ مستاجر کیلئے باقی رہے گا جیسا کہ پہلے تھا۔

۱۷۔ اگر منفعت میں عیب ظاہر ہو جائے تب بھی مستاجر کیلئے اختیار ہے کہ وہ معاملہ فسخ کردے۔

۱۸۔ غیر شرعی کام کیلئے مستاجری دینا جائز نہیں اور نہ صحیح ہے مثلاً نشہ آور اشیاء کی بیع یا نشہ آور پودوں کو پانی دینا یا کتب ضلال پڑھانا یا غیر شرعی ہنر سکھانا اسی طرح ایسی اشیاء کو اجرت پر دینا جائز نہیں جو مستاجر کے سپرد کرنے کے قابل نہ ہوں۔

۱۹۔ مستحب ہے کہ عقد سے قبل اجیر سے اجرت طے کر لے اور کام مکمل کرنے کے بعد اس کا پسینہ خشک ہونے سے قبل اس کو اجرت ادا کردے۔

۲۰۔ مکروہ ہے کہ عامل کے ہاتھوں سے جو کچھ تلف اتفاقاً ہوا ہو اس سے تاوان طلب کیا جائے۔

۲۱۔ مستاجر کے لئے جائز ہے کہ عین کو کسی غیر کے ہاتھ زیادہ اجرت پر اجارہ دے اور یہ بھی جائز ہے کہ جب کوئی عمل قبول کر لے تو وہ کم اجرت پر دوسرے سے کرا لے لیکن اگر یہ شرط ہو کہ وہ خود بجالائے تو نہ جائز ہے نہ صحیح۔

۲۲۔ اگر مستاجر عین میں تفریط کرے تو تلف ہونے کی صورت میں اسی روز کے مطابق قیمت کا ضامن ہو گا اور اگر دونوں قیمت میں اختلاف کریں تو مستاجر حلف اٹھائے گا۔

۲۳۔ اگر اجیر مدت عمل کے دوران تلف ہو جائے تو مالک ضامن نہ ہو گا لیکن اگر وہ مدت مکمل ہونے کے بعد اس کی طلب کے باوجود اس کو حبس میں رکھے اور وہ تلف ہو جائے تو ضامن ہو گا۔

۲۴۔ گھوڑے کا خرچہ اس کو اجرت پر دینے والے پر واجب ہے اگر وہ خود حاضر ہو تو وہ خرچ کرے ورنہ وہ مستاجر کو اجازت دے تاکہ وہ اپنی گرہ سے خرچ کرے اگر اجارہ دار کی اجازت مشکل ہو یا حاکم اجازت دے تو اس پر مستاجر خرچ کرے گا اور پھر وہ اجارہ دار سے وصول کر لے گا اس طرح گھر کی

چابی یا لکھنے کی سیاہی اور گھوڑے کی لگام زین یا ناقہ کا پلان یہ سب اجارہ دار پر عائد ہوں گے اگر معاہدہ میں اطلاق ہو اور کوئی شرط نہ ہو۔

۲۵۔ اگر فریقین عقد اجارہ میں اختلاف کریں تو منکر حلف اٹھائے گا چاہے وہ اجارہ دار خود ہو یا مستاجر اور اگر اجرت کی مقدار میں اختلاف ہو تو مستاجر حلف اٹھائے گا اور اگر مال تلف ہو جائے تو اجیر حلف اٹھائے گا اور اگر اصل عین واپس کرنے میں اختلاف ہو تو مالک حلف اٹھائے گا اور مال کی مقدار میں اختلاف ہو تو نفی کرنے والا حلف اٹھائے گا۔

کتاب الشفعہ

اور وہ یہ ہے کہ ایک شریک اپنا نصف یا کچھ حصہ کسی غیر کو فروخت کر رہا ہو تو دوسرا شریک اس حصہ کی خریداری کا مستحق ہو گا اسی طرح شرکت میں غیر محدود کی فروخت میں بھی دوسرے حصہ دار کا استحقاق مثلاً مشترکہ راستہ یا مشترکہ پانی کا چشمہ وغیرہ اس میں چند مسائل ہیں۔

۱۔ ہر عمارت ہر زمین ہر درخت اور اس کا محل وقوع شفعہ کا موضوع ہو سکتا ہے۔

۲۔ شفعہ صرف ایک شریک کیلئے ثابت ہو گا۔

۳۔ اگر خریدار مسلمان ہو تو جس پر شفعہ کیا جا رہا ہو اس کا مسلمان ہونا شرط ہے کافر اگر ذمی ہو تو اس کے لئے شفعہ کا حق نہیں ہے لیکن اگر خریدار بھی کافی ہو تو شفعہ ہو سکتا ہے۔

۴۔ ضروری ہے کہ شفعہ کرنے والا قیمت ادا کرنے پر قادر ہو اگر قیمت حاضر نہ کرے لیکن دعویٰ کرے کہ وہ قادر ہے تو اس کو تین دن کی مہلت دی جائے گی یا اتنے وقت کی مہلت دی جائے گی کہ وہ جا کر قیمت لے آئے لیکن اگر اس کو مہلت دینے میں مشتری کا ضرر ہو خصوصاً جبکہ شفعہ کرنے والے کو بہت دور جانا ہو تو پھر وہ مہلت کے حق سے محروم ہو گا۔

۵۔ شفعہ دیوانے اور کم عقل اور کم سن کیلئے بھی ثابت ہے ان کا ولی ان کے لئے ہمیشہ لین دین کرے گا اگر ولی کسی مصلحت کی وجہ سے شفعہ ترک کر دے تو ان کو حق حاصل ہے کہ یہ بالغ و کامل ہونے کے بعد اپنا حق شفعہ استعمال کریں۔

۶۔ اگر صاحب شفعہ غائب ہو تو اس کا وکیل اس کی طرف سے شفعہ کے حقدار کی طرف سے قیمت لے گا یا وہ واپس آ کر خود بھی قیمت لے سکتا ہے چاہے سفر طویل ہو۔

۷۔ شفعہ کرنے والے کا حق عقد سے ثابت ہوتا ہے اور اس کو شفعہ کرنے یا چھوڑنے کا اختیار ہے اگر بائع یا مشتری بیع فسخ کردیں تو شفعہ بھی فسخ ہوجائے گا۔

۸۔ شفعہ کرنے والا فروخت شدہ جائیداد کو اسی قیمت میں خریدے گا جس پر عقد واقع ہوا ہو اگر معاوضہ مثلی یا قیمی ہو تو اس کے مطابق ادا کرے گا اور اس پر دلالی یا ناپ تول کی اجرت اٹھانا لازم نہیں اس پر واجب ہے کہ قیمت ادا کرکے اپنا قبضہ حاصل کرے۔

۹۔ شفعہ کرنے والے کیلئے جائز نہیں کہ جزوی جائیداد پر شفعہ کرے بلکہ یا کل پر شفعہ کرے یا ترک کردے۔

۱۰۔ اگر بیع ترامی ہو (جس کا ذکر گزر چکا ہے) یا مشتری جائیداد کو وقف یا ھبہ کردے تب بھی شفعہ ساقط نہ ہوگا بلکہ شریک کو حق حاصل ہوگا کہ وہ متوازی بیع کو باطل کردے یا اس کو اجازت ہے کہ پہلی بیع کو جائز قرار دے کر دوسری بیع حاصل کرے یا دونوں کو جائز قرار دے کر تیسری لے یا وسط کو لے کر بعد کی بیع کو باطل کردے۔

۱۱۔ شفعہ کرنے والا اپنا حق خریدار سے وصول کرے گا نہ بائع سے

۱۲۔ شفعہ مال کی طرح وراثت ہے اور وہ شفعہ کا حق رکھنے والے کی طرف سے وارثوں میں مقررہ حصوں کے مطابق تقسیم ہوگا اگر باقی مٹ چکے ہوں اور صرف ایک باقی ہو تو وہی یا سب کو لے گا یا سب کو ترک کردے گا۔

۱۳۔ اگر شریک اپنا حصہ بہت ہی مہنگا فروخت کردے پھر مشتری کو بریٔ الذمہ کردے یا تھوڑے سے مال پر زیادہ مالیت کی مصلحت کرے تو شفعہ کرنے والا وہی قیمت دینے کا پابند ہوگا جس پر بیع واقع ہوئی چاہے وہ زیادہ ہو یا کم۔

۱۴۔ اگر شریک اپنا حق ھبہ کردے یا اس سے حق مہر یا صلح میں کسی کو منتقل ہوجائے تو اس پر شفعہ نہیں ہوسکتا۔

کتاب الجعالہ

اس سے مراد ہے کسی عوض میں منفعت یا انعام حاصل کرنا جبکہ دونوں میں علم کی شرط نہ ہو اور اس میں چند مسائل ہیں۔

۱- جعالہ عامل کے عمل میں مشغول ہونے سے قبل جائز ہے۔ اور عمل کے درمیان باقی ماندہ عمل کی نسبت سے بھی جائز ہے اور گزشتہ عمل کیلئے اس پر اجرت لازم ہوگی پس جعالہ مقرر کرنے والے کی طرف سے فی الجملہ جائز ہے اور عامل کی طرف سے مطلقاً جائز ہے۔

۲- جعالہ ہر شرعی عقلائی عمل پر جائز ہے اور محرمات و امور لہو و لعب اور عبث کاموں پر جائز نہیں۔

۳- قبول میں یہ کافی ہے کہ قبول کرنے والا جعالہ کی استدعاء کرنے سے ہی کام شروع کر دے اور اس میں لفظ کا تعین نہیں ہے اور نہ ہی کسی معین شخص سے مخاطب ہونے کی ضرورت ہے پس اگر جعالہ مقرر کرنے والا کہے جو میرے بھاگے ہوئے اونٹ کو واپس لائے گا یا میرے گھوڑے کو تو میں اس کو اس کی ۱/۴ قیمت دوں گا یا اس کیلئے میری طرف سے اتنا انعام ہوگا یا میرے پاس اس کے لئے اتنا اتنا انعام ہے یا مال ہے یہ بلاتعین بھی کافی ہے۔

۴- پس اگر وہ کسی بھاگے ہوئے حیوان کو واپس لانے کیلئے کسی معین شخص کیلئے انعام کا ذکر کرے اور وہ کسی دوسرا شخص لے آئے تو انعام مقرر کرنے والے پر اس کو انعام دینا لازم نہیں اور اس معین شخص کیلئے کچھ انعام نہ ہوگا کیونکہ اس نے کچھ نہیں کیا اور اگر جانور واپس لانے والا اپنی خوشی سے لایا ہے اسی لئے واجب نہیں کہ اس کو انعام دیا جائے۔

۵- اگر انعام رکھنے والا شخص معین کے ساتھ کسی دوسرے کو شریک کرے یا دوسرا اس کے ساتھ خود شریک ہوجائے تو اس مددگار کیلئے انعام اس کے عمل کی نسبت ہوگا چاہے کم ہو یا زیادہ۔

۶- اگر غیر کا مقصد اپنے عمل میں یہ ہے کہ مدد کرنے والے کی از خود بخوشی بلامعاوضہ مدد کی جائے تو مکمل انعام مددگار ہی کا ہوگا۔

۷- انعام مقرر کرنے والے کیلئے کامل عاقل اور جائز التصرف ہونا شرط ہے۔

۸- عامل ایسی صورت میں انعام کا مستحق ہوگا جب وہ متعلقہ حیوان وغیرہ واپس لا کر مالک کے سپرد بھی کر دے اگر وہ مالک کے دروازے تک لائے اور وہ پھر بھاگ جائے تو وہ کسی انعام کا حقدار نہیں۔

۹- اگر انعام رکھنے والا بھاگے ہوئے حیوان وغیرہ کی واپسی پر انعام کا عام اعلان کرے اور کسی شخص کو معین نہ کرے اور ڈھونڈ کر لانے والے کئی لوگ یا جماعت ہوں تو ہر فرد ان میں سے اپنے عمل کے مطابق انعام کا مستحق ہوگا۔

کتاب الوصایا

فصل اول وصیت کے بیان میں اور اس میں چند مسائل ہیں۔

۱۔ وصیت میں صیغہ ایجاب کیلئے ہر ایک لفظ قابل استعمال ہوتا ہے جو تملیک عین یا منفعت اور وصیت کنندہ کے انتقال کے بعد اس کے مال پر تصرف کیلئے کسی شخص کے بااختیار مسلط ہونے پر دلالت کرتا ہو مثلاً کہے کہ میں نے زید نے فلاں کام کی وصیت کی یا زید کو اختیار کرے کہ وہ میری وفات کے بعد فلاں فلاں کام کرے یا تم لوگ میری وفات کے بعد اس اس طرح کرنا اور قبول کیلئے وصی کی رضا کافی ہوتی ہے چاہے وہ لفظ سے ہو یا فعل سے جس سے اس کے متعلق قبول کرنا ممکن ہو لیکن یہ غیر محصور میں کافی نہ ہوگا مثلاً جب وصیت کا ایجاب وقبول عام مساجد اور پلوں پر فقراء وغیرہ کیلئے ہو۔

۲۔ زندگی میں وصیت کنندہ کو اختیار ہے اور اس کے لئے جائز ہے کہ وہ لفظاً وصیت کو منسوخ یا باطل کردے یا اس سے انحراف کرے یا فعلاً ایسا کرے مثلاً متعلق وصیت چیز کو فروخت کردے یا اس کو رہن رکھ دے یا اس میں تصرف کردے مثلاً دانوں کو پیس دے یا آٹے کو گوندھ دے۔

۳۔ اگر وہ شخص کہ جس کیلئے وصیت کی گئی ہے وصیت کرنے والے کی وفات کے بعد اس کو قبول کرے تو قبول کے بعد اس کو رد کرنے کا حق نہیں ہوگا اگرچہ اس نے قبضہ نہ لیا ہو اور اگر زندگی میں قبول کئے بغیر اسکی موت کے بعد رد کردے تو وصیت باطل ہوگی چاہے متعلق وصیت مال پر اسکا قبضہ ہو چکا ہو اور اگر وصیت کنندہ کی زندگی میں ہی اس کو رد کردے پھر اسکی موت کے بعد قبول کرلے تو یہ صحیح ہوگا۔

۴۔ اگر وہ شخص انتقال کر جائے جس کیلئے وصیت کی گئی ہے تو وصیت باطل ہوگی بشرطیکہ یہ معلوم ہو جائے کہ وصیت کرنے والے کی غرض صاحب وصیت کیلئے کیا تھی اور اگر کوئی غرض معلوم نہ ہوسکے تو قبولیت کا حق ہر حال میں وارث کی طرف منتقل ہو جائے گا۔

۵۔ گونگا یا وہ شخص جس کی زبان کسی وجہ سے بند ہو وصیت کے ایجاب کیلئے اس کا ایسا واضح اشارہ کافی ہوگا جو مقصود پر دلالت کرے لیکن اختیاری صورت میں اور تلفظ پر قدرت رکھنے کی صورت میں یہ کافی نہیں ہے اسی طرح تحریر بھی کافی ہوگی بشرطیکہ اس کا صحیح ہونا قرائن سے ثابت ہو۔

۶۔ مساجد، مشاہد مقدسہ۔ امام بارگاہوں، مدارس، مکاتب، کتب خانوں، فقہاء، سادات حضرات و خواتین پلوں اور تمام خیراتی منصوبوں کیلئے وصیت کا ایجاب کافی ہوگا اس کے قبول کی ضرورت

نہیں ہوتی۔

۷۔ ایسی وصیت جو وصف وزمان ومکان کے ساتھ مشروط اور مقید ہو صحیح ہوگی مثلاً اگر کہے کہ تم میری وفات کے بعد ایک سال تک ہر شب جمعہ فقراء ومساکین کو کھانا کھلاؤ اور عام وصیت جو بلاشرط و قید ہو اور مطلق ہو وہ بھی صحیح ہوگی۔

۸۔ وصیت کرنے والے کیلئے شرط ہے کہ وہ کامل ہو اور مال میں اسکا تصرف جائز ہو پس دیوانے بیہوش نشئی یا وہ شخص جس نے خودکشی کی غرض سے اپنے آپ کو زخمی کیا ہو یا کسی اور ارادے سے ایسے لوگوں کی وصیت صحیح نہیں اور جس کیلئے وصیت ہو اسکا موجود ہونا اور صحیح صاحب تملک ہونا شرط ہے اگر حمل کے متعلق وصیت ہو تو وصیت کے وقت اسکا موجود ہونا معتبر ہوگا۔

۹۔ اگر فقراء ومساکین کیلئے وصیت کرے تو ان سے مراد وصیت کرنے والے کے مذہب کے موافق فقراء ومساکین ہوں گے۔

۱۰۔ اگر اپنے اہل خاندان، اقرباء، ہمسایوں یا معین جماعت کیلئے وصیت ہو تو ان کے درمیان برابری کرنا واجب ہے اور مرد کا حصہ عورت کی نسبت دگنا ہوگا اور مادری پدری قرابتداروں کا حصہ برابر ہوگا لیکن اگر کسی خاص وجہ سے خود تخصیص کرے یا فضیلت دے یا کتاب اللہ اور سنت نبوی ﷺ کے مطابق شرط کرے تو اس پر عمل کرنا واجب ہوگا۔

فصل دوم

متعلق وصیت اور وہ بمطابق فقہاء ہر وہ مال ہے جو عادتاً تملک کیلئے مقصود ہو اور قابل نقل و انتقال ہو اور اسمیں چند مسائل ہیں۔

۱۔ یہ جائز ہے کہ مال جس کیلئے وصیت کی گئی ہو وہ وصیت کرنے والے اور صاحب وصیت دونوں کیلئے نامعلوم ہو کیونکہ یہ کافی ہے کہ وہ بالقوت موجود ہو یا عادۃً اس میں موجود ہونے کی صلاحیت ہو مثلاً یہ وصیت کرنا کہ یہ مادہ حیوان جس چیز کے ساتھ حاملہ ہوگی یا یہ کھجور کا درخت یا عام پھلدار درخت دائماً یا عادۃً پھل اٹھائے گا اسی طرح سکنی وصیت چاہے مکان یا دکان کی ہو جائز ہے۔

۲۔ جو چیز ناقابل نقل ہو اسکی وصیت صحیح نہیں مثلاً شفعہ، حق قصاص، حد قذف۔

۳۔ اسی طرح وارث کی اجازت کے بغیر کل ترکہ سے ۱/۳ سے زائد وصیت کرنا جائز نہیں چاہے وارث کی اجازت وصیت کرنے والے کی زندگی میں ہو یا اسکی وفات کے بعد۔

۴۔ وصیت کرنے والا چاہے صحتمند وسالم ہو یا مریض ۱/۳ کے متعلق وصیت کا حکم دونوں کیلئے

برابر ہے ان میں کوئی فرق نہیں۔

۵۔ مقتول کی دیت اس کے ترکہ سے شمار کی جائے گی۔

۶۔ جو چیزیں شرعاً ناقابل ملکیت ہوں ان کے متعلق وصیت صحیح نہیں مثلاً شراب اور خنزیر اور لڑنے والے کتے لیکن وہ کتے جو شکاری ہوں یا حیوانات باغات کھیتوں کی حفاظت کیلئے ہوں یا کتے کا بچہ جو سدھانے سکھانے کے قابل ہو ان کا حکم شرعاً وصیت کے متعلق صحیح ہے اور ان کا معاملہ بھی صحیح ہے۔

۷۔ اگر ایک جزء کی وصیت کرے تو اس سے مراد ۱/۱۰ یعنی دسواں حصہ ہوگا اور ایک سہم کی وصیت کی ہو تو اس سے مراد ۱/۸ اور اگر ترکہ سے "کچھ چیز" کے لفظ سے وصیت ہو تو اس سے مراد ۱/۶ لیا جائے گا۔

۸۔ اگر بہت سے امور کی وصیت ہو تو وصیت میں جس کا ذکر مقدم ہوگا وہ پہلے ہوگا اور جو واجب ہوگا وہ سب پر مقدم ہوگا اور اگر وصیت کی تکمیل سے قبل وصیت ۱/۳ سے بڑھ جائے تو زائد حصہ وارث کی اجازت پر موقوف ہوگا ورنہ باطل ہوگا اور صرف ۱/۳ تک وصیت پر عمل کیا جائے گا۔

۹۔ اگر واجب کا تعلق مال سے ہو مثلاً قرضہ اور حج اور مشاہد مقدسہ کی زیارت کی نذر تو ان کو اصل مال سے علیحدہ کیا جائے گا۔

۱۰۔ اگر وصیت کی تفصیل میں ترتیب موجود نہ ہو تو ۱/۳ کو کل مال پر تقسیم کیا جائے گا اور اسی کی نسبت سے اس کا تعین کیا جائے گا۔

۱۱۔ اگر کوئی شخص کسی معلوم عین کے متعلق کسی خاص کو وصیت کرے پھر اس کو ترک کر کے اس کی جگہ کسی غیر شخص کے متعلق وصیت کر دے تو پہلی وصیت باطل تصور کی جائے گی۔ اور دوسری پر عمل کیا جائے گا۔

۱۲۔ اگر وارث ۱/۳ سے زائد کی وصیت کے متعلق جو کسی عین مال کے متعلق ہو اجازت دے دے پھر بعد میں دعویٰ کرے کہ مال کی قلت کا اندیشہ ہے لیکن مال اسکے دعویٰ کے خلاف اس کے اندیشہ سے زیادہ نکلے تو اس کا دعویٰ ناقابل قبول ہوگا لیکن اگر مبہم جزء کے ساتھ ہو تو اس کا قول قسم کے ساتھ قبول کیا جائے گا۔

فصل سوم

احکام وصیت میں اس میں چند مسائل ہیں۔

۱- کافر ذمی کیلئے وصیت صحیح ہے چاہے وہ قرابتدار ہو یا اجنبی اور اگر اغراء واقارب میں کوئی کافر حربی یا مرتد ہو تو اس کی بھی وصیت صحیح ہے۔

۲- قرابتداروں کیلئے وصیت مستحب ہے چاہے وہ وارث ہوں یا غیر وارث

۳- اگر کسی شخص کے دو بیٹے ہوں اور وہ ان کے علاوہ کسی اور کیلئے بھی وصیت کرے جو بیٹے کے حصے کے برابر ہو تو مکمل ۱/۳ حصہ اسکو دیا جائے گا۔

۴- اگر کہے کہ فلاں شخص کو میرے کسی وارث کے حصے کے بعد حصہ دینا تو اس کو کم تر حصہ کے مطابق مال دیا جائے گا۔

۸- اگر یہ وصیت کرے کہ میرے ترکہ کا ۱/۳ فلاں شخص اور فقراء کو دینا تو ۱/۳ کا نصف اس مخصوص شخص کو اور باقی نصف فقراء کو دیا جائے گا۔

فصل چہارم

وصایت کے بیان میں اس میں چند مسائل ہیں۔

۱- وصی یعنی جس کے حق میں وصیت کی گئی ہو اس کا کامل، مسلم، مومن، عادل، آزاد ہونا شرط ہے اور یہ شرائط اس کی طرف ابتداء وصایت سے انتہاء عمل وصیت تک ہونی ضروری ہے۔

۲- اگر وصیت کرنے والا امامی العقیدہ ہو تو واجب ہے کہ وصی بھی امامی ہو۔

۳- غیر بالغ کو بالغ کے ساتھ ضم کر کے اس کے متعلق وصیت کرنا جائز ہے اور وہ کامل اپنے ساتھی کے بالغ کامل ہونے تک تنہاء عمل کرتا رہے گا اور اس کے بعد دونوں مشترکہ طور پر عمل کریں گے لیکن اگر وہ وصیت کو صرف اس کم سن تک محدود کرے تو یہ نابالغ بلوغ کے بعد انفرادی طور پر وصیت کے مطابق تصرف کرے گا۔

۴- اگر یہ شرائط کسی مونث یا خنثی میں مکمل ہوں تو ان کی طرف وصیت کرنا صحیح ہوگا۔

۵- وصی متعدد بھی ہو سکتے ہیں جو وصیت کے مطابق انفرادی یا اجتماعی طور پر عمل کریں گے۔

۶- اگر وہ بعض اعمال میں باہمی مخالفت کریں یا ہر ایک اپنی رائے کے مطابق من مانی کرے تو حاکم شرع ان کو اجتماعی طور پر صحیح کام کرنے پر مجبور کرے گا اور اگر وہ باز نہ آئیں تو وہ انکو تبدیل کر دے گا۔

۷- اگر وصیت کرنے والا ان کیلئے انفراد کی شرط لگائے تو ان کیلئے اجتماعی طور پر عمل کرنا بلا اشکال جائز ہے۔

۸۔ اگر وصی خیانت کرے اور اسکی خیانت ثابت ہو جائے تو وہ شرعاً معزول ہو جائے گا یا حکم شرع اسکو معزول کر کے اس کی جگہ کسی دوسرے کو مقرر کرے گا۔

۹۔ اگر وصی عمل کرنے سے عاجز ہو تو حاکم شرع اس کیلئے مددگار مقرر کرے گا۔

۱۰۔ وصی اپنی جگہ کسی غیر کو وصیت نہیں کرے گا ہاں اگر وصیت کرنے والے کی طرف سے اجازت ہو تو جائز ہے۔

۱۱۔ اگر وصی وفات پا جائے تو معاملہ حاکم شرع کی صوابدید پر ہو گا اسی طرح اگر کوئی وصی نہ ہو یا وہ اس کی وفات کے بعد فقیر ہو جائے تو حاکم ہی اس کے امور کا نگران ہو گا۔

۱۲۔ وصی اگر فقیر ہو تو وصیت کنندہ کے مال میں اسکا حق ہے وہ بقدر ضرورت اس میں سے اپنے عمل کی عوض بمنزلہ اجرت کھا پی سکتا ہے اور جو وصی دولت مند ہو اگرچہ وہ استحقاق رکھتا ہے لیکن بہتر اور احوط ہے کہ بحکم قرآن کھانے سے اجتناب کرے جیسا کہ آیت فلیستعفف سے ثابت ہے۔

والحمد لله رب العالمين وصلى الله على محمد آله الطاهرين ولعنة الله على اعدائهم اجمعين

یہ جزء ۱۵ ماہ رمضان المبارک بروز خمیس ۱۳۹۰ ھجری کو تمام ہوا صاحب ھجرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ہزار درود و سلام ہو۔

الاحقر حسن بن موسیٰ بنی محمد باقر بن محمد سلیم الحائری الاحقاقی الاسکوئی

جلد سوم مبحث معاملات کا اردو ترجمہ آج بوقت عصر بروز عید الاضحی ۱۴۱۳ھ بمطابق ۲ جون ۱۹۹۳ بروز بدھ مدرسہ جامعۃ الثقلین ملتان میں تمام ہوا (السابقی)۔

کتاب النکاح

بسم الله الرحمن الرحیم الحمد لله الذی خلق الازواج وشرع بینهما الازدواج وصلی الله علی سیدالمرسلین و خاتم النبیین محمد صاحب المعراج وعلی اخیہ وابن عمہ ووصیہ ووزیرہ علی امیرالمومنین صاحب السیف و التاج وعلی الائمۃ المعصومین من ذریتہ الذین کل واحد منهم للعالمین سراج وهاج ولعنۃ الله علی اعدائهم الذین مثلهم کمثل ماء اجاج مادامت السموات ذوات ابراج والارضون ذوات فجاج

اما بعد ارشاد باری تعالیٰ ہے

وَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ

اور تم نکاح کرو ان عورتوں سے جو تمہیں پسند ہوں (النساء ۳)

اور ارشاد ہوا

وَانْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصَّالِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَائِكُمْ اِنْ يَكُوْنُوْا فُقَرَاءَ يُغْنِهِمُ اللهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَاللهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ (نور ۳۲)

"اور تم اپنے بے نکاح مردوں اور عورتوں اور اپنے قابل نکاح غلاموں اور کنیزوں کے نکاح کردو اگر وہ فقراء ہوں تو اللہ ان کو اپنے فضل سے غنی کردے گا اور اللہ وسعت اور علم والا ہے"

اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

تَنَاكَحُوا وَتَنَاسَلُوا تَكْثُرُوا فَاِنِّي اُبَاهِي بِكُمُ الْاُمَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَوْ بِالسِّقْطِ

اور تم باھمی نکاح کرو اور نسل پیدا کرو تم میں کثرت ہوجائے گی پس میں تمہارے ذریعہ دیگر امتوں کے ساتھ بروز قیامت کثرت پر فخر و مباہات کروں گا۔

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

مَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي وَاِنَّ مِنْ سُنَّتِيَ النِّكَاحُ

جو میری سنت سے اعراض و روگردانی کرے گا وہ مجھ سے نہیں ہے اور میری سنت سے نکاح بھی ہے

اور ہمارے امام صادق علیہ السلام نے فرمایا

رَكْعَتَانِ يُصَلِّيهِمَا الْمُتَزَوِّجُ خَيْرٌ مِنْ سَبْعِيْنَ رَكْعَةً يُصَلِّيهَا عَزَّابٌ

شادی شدہ شخص جو دو رکعت نمازیں پڑھے گا وہ کنوارے کی ستر رکعت سے بہتر ہوں گی۔

اور آپ نے فرمایا

مَنْ تَزَوَّجَ فَقَدْ اَحْرَزَ نِصْفَ دِيْنِهٖ فَعَلَيْهِ بِالنِّصْفِ الآخَرِ

جس نے شادی کر لی اس نے آدھا دین محفوظ کر لیا پس اس پر لازم ہے کہ باقی آدھا بھی محفوظ کرے اس بارے میں جو آیات و روایات وارد ہوئی ہیں ان میں کم از کم استحباب پر ضرور ہی دلالت ہوتی ہے اگرچہ ہم اس کے قائل نہ ہوں لیکن اگر کوئی اس کو ترک کرنے سے فعل حرام میں واقع ہونے کا اندیشہ رکھتا ہو تو اس پر بلا اشکال واجب ہے۔

اور یہ انسان کی سعادت ہے کہ وہ مومنہ خوبصورت اور اچھے اخلاق والی خاتون سے عقد کرے جو دیانتدار اور پاکدامن ہو جیسا کہ حضرت رسول اعظم ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے یہ حدیث قدسی بیان فرمائی۔

اِذَا اَرَدْتُّ اَنْ اَجْمَعَ لِلْمُسْلِمِ خَيْرَالدُّنْيَا وَ الآخِرَةِ جَعَلْتُ لَهٗ قَلْباً خَاشِعاً وَّلِسَاناً ذَاكِراً وَجَسَداً عَلَى الْبَلاءِ صَابِراً وَزَوجَةً مُومِنَةً تَسُرُّهٗ اِذَا نَظَرَ اِلَيْهَا وَتَحْفِظُهٗ اِذَا غَابَ عَنْهَا فِي نَفْسِهَا وَمَالِهٖ

میں جب ارادہ کرتا ہوں کہ کسی مسلمان کیلئے دنیا اور آخرت کی بھلائی یکجا کر دوں تو اس کو خضوع و خشوع رکھنے والا دل اور ذکر خدا سے معمور زبان اور مصیبت پر صبر کرنے والا جسم دے دیتا ہوں اور اس کو ایسی زوجہ عطا کرتا ہوں جو کہ مومنہ ہو اور جب وہ اس کو دیکھے تو اس سے خوشی محسوس ہو اور جب وہ اس سے غائب ہو جائے تو اس کے مال و ناموس کی حفاظت کرے۔

جیسا کہ عورت کی سعادت اور توفیق میں سے ہے کہ اس کا شوہر مومن سخی پاکدامن بہادر خوش اخلاق اور بلند اخلاق رکھنے والا ہو اور اس سے محبت و شفقت سے پیش آئے اور اس سے محبت و شفقت سے پیش آئے اور اس کے ضعف پر رحم کرے اور ہر حال میں اس کی مدد کرے۔

اور تمام عورتوں سے افضل عورت وہ ہے جو کنواری اور زیادہ بچے دینے کی صلاحیت رکھتی ہو نہ کم سن ہو اور نہ بوڑھی نہ بانجھ حضرت امام جعفر صادق علیہ اسلام سے منقول ہے۔

اِذَا تَزَوَّجَ الرَّجُلَ الْمَرْأَةَ لِجَمَالِهَا اَوْ مَالِهَا وَكِّلَ اِلٰى ذٰلِكَ وَاِذَا تَزَوَّجَهَا لِدِيْنِهَا رَزَقَهُ اللّٰهُ الْجَمَالَ وَالْمَالَ

اگر انسان کسی عورت کے حسن و مال کی وجہ سے اس سے نکاح کرے تو اس سے توفیق الٰہی سلب ہو جاتی ہے اور اس کو اپنے حال پر چھوڑ دیا جاتا ہے اور اگر اس عورت کے دین و عقیدہ کی وجہ سے نکاح کرے تو اللہ اس کو حسن و جمال اور مال عطا کرتا ہے۔ اور مستحب ہے کہ بیوی کے انتخاب کیلئے استخارہ کرے اور

اس سے پہلے دو رکعت نماز استخارہ پڑھ کر بعد میں منقول دعا پڑھے اور دو رکعت نماز حاجت پڑھے اور عقد پر گواہ مقرر کرے اور اس سے پہلے خطبہ ہو اور اگر نکاح دائمی ہو تو اعلان کرے اور دخول سے قبل دو رکعت نماز پڑھے اور حمد کے بعد دعا اور آنحضرت ﷺ پر درود پڑھے اور یوں دعا پڑھے۔

اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِی اِلْفَھَاوَوُدَّھَا وَرِضَاھَا وَارْضِنِی بِھَا وَاجْمَعْ بَیْنَنَا بِاَحْسَنِ اجْتِمَاعٍ وَاٰنَسِ ائْتِلَافٍ فَاِنَّکَ تُحِبُّ الْحَلَالَ وَ تَکْرَہُ الْحَرَامَ

اے میرے پروردگار مجھے اس کی الفت اور خالص محبت اور رضا عطا فرما اور میرے لئے بھی اس سے رضا کی توفیق دے اور ہمارے مابین بخوبی نباہ وانس والفت کے ساتھ جوڑ پیدا کر کیونکہ تو حلال سے محبت اور حرام سے نفرت کرتا ہے اور نکاح کے دو یا تین دن بعد دعوت ولیمہ کرے جس میں مومنین کو مدعو کرے۔

مکروہات مجامعت

زوال کے بعد اور مغرب کے بعد مغربی سرخی زائل ہونے تک مجامعت مکروہ ہے اور طلوعین یعنی طلوع فجر اور طلوع شمس کے درمیان بھی مکروہ ہے اور مکمل طور پر بے لباس حالت میں بھی مکروہ ہے اور احتلام کے بعد غسل یا وضو کئے بغیر بھی مکروہ ہے اور ایسے حال میں جب کوئی ممیز بچہ دیکھ رہا ہو جو اچھائی برائی سمجھتا ہو لیکن اگر زیر جامہ پر نظر پڑنے کا اندیشہ ہو تو حرام ہے۔ اور رو بقبلہ یا پشت بقبلہ مکروہ ہے۔ اور دوران مجامعت ذکر الٰہی کے بغیر کوئی بات کرنا مکروہ ہے اور ہر ماہ کی پہلی شب میں سوائے ماہ رمضان کی پہلی شب کے مکروہ ہے اسی طرح ہر ماہ کی پندرہ کو بھی اور سفر کے دوران جب پانی مفقود ہو اور ایسے اوقات میں جب نماز آیات واجب ہو جاتی ہے اور دوران مجامعت قابل ستر مقام پر نگاہ کرنا بھی مکروہ ہے۔

جس عورت سے عقد نکاح کا خواہاں ہو اس کو اٹھتے چلتے ہوئے اسکی اجازت کے بغیر بھی دیکھنا جائز ہے مگر بشرطیکہ دیکھنے کا مقصد محض بد نیتی کی لذت نہ ہو ورنہ حرام ہوگا۔

اسی طرح شوہر کا زوجہ سے ہر قسم کی لذت اندوزی کرنا جائز ہے مگر حالت حیض و نفاس میں مخصوص اگلی جانب میں جائز نہیں ہے اور عقبی طرف سے ہر حال میں حرام ہے۔ دائمی نکاح والی آزاد زوجہ کی رضامندی کے بغیر عزل جائز نہیں یعنی اندام نہانی کو مادہ حیوانی سے بچانے کی خاطر اس کو باہر گرانا تاکہ حمل نہ جائے البتہ اگر عقد میں یہ شرط ہو تو جائز ہے اور یہ حکم دونوں کیلئے ہے اور اگر اس کی رضامندی کے بغیر عزل کرے گا تو دس دینار سونا نطفہ کی دیت کے طور پر ادا کرنا ہوگا اور چار ماہ سے

زیادہ زوجہ سے کنارہ کشی جائز نہیں اور نوسال کی عمر پوری ہونے سے قبل بھی مجامعت جائز نہیں اگر وہ اس طرح کر بیٹھے حتی کہ حیض و پیشاب کا مقام یا پیشاب و پائخانہ کا مقام ایک ہو جائے تو زوجہ اس پر ہمیشہ کیلئے حرام ہو جائے گی۔

عقد نکاح کے متعلق کلام

اور نکاح دیگر لازم عقود کی طرح ایجاب اور قبول لفظی کا محتاج اور ایجاب اس طرح ہے کہ کہے زَوَّجْتُکَ وَاَنْکَحْتُکَ "مطلقاً"

اور اگر مدت محدود تو متعتک کہے اور قبول میں قبلت یا قبلت التزویج یا قبلت النکاح یا تزوجت کہے اور دونوں صیغے ماضی کے لفظ میں لائے گا اور ان سے انشاء کا قصد کرے گا اور گونگا ایجاب و قبول کو اشارے سے ادا کرے گا اور عقد کرنے والے میں معتبر ہے کہ وہ کامل العقل ہو پس نشہ میں مخمور شخص کا عقد کرنا باطل ہو گا اگرچہ وہ ہوش میں آنے کے بعد اس کی اجازت ہی کیوں نہ دے دے اور افضل ہے کہ دائمی نکاح میں دو عادل گواہ موجود ہوں۔ اور بالغہ و رشیدہ کے نکاح میں ولی کی اجازت افضل ہے اور یہ جائز ہے کہ عورت اپنی یا کسی غیر کی طرف سے ایجاب و قبول کی تولیت اختیار کرے اور شرط ہے کہ شوہر اور زوجہ جس طرح سے بھی ممکن ہو سکے معین ہوں تا کہ اشتراک و اشتباہ رفع ہو جائے۔ اور نکاح میں ولایت کا حق باپ اور دادا کیلئے ہو گا اگرچہ وہ سلسلہ میں بلند تر ہوں اسی طرح ان دونوں کا وصی یا مالک اور حاکم شرع

پس باپ اور دادا کی ولایت کم سن اور دیوانے بچے اور بچی پر اور کم عقل بچے یا بچی پر ثابت ہو گی۔

لیکن بالغہ و راشدہ پر ولایت نہ ہو گی اور جہاں بعض احادیث و اخبار میں یہ امر وارد ہوا ہے اس کو احترام یا مشورہ پر محمول کیا جائے گا تا کہ ان کا تحکمانہ یک طرفہ فیصلہ کرنا لازم نہ آئے اور اس میں کوئی اشکال نہیں ہے کہ اگر ولی شرعی بالغہ راشدہ کا عقد کرنا بلاوجہ روک دے تو اس کی ولایت ساقط ہو جائے گی۔

اور جو آدمی فاسد العقل یا دیوانہ ہی بالغ ہوا ہو تو حاکم اور وصی کو اختیار ہے کہ اگر اس کا باپ یا دادا موجود نہ ہو اور اس میں عقد نکاح کی صلاحیت ہو تو یہ اس کا نکاح کر سکتے ہیں۔

مسائل

(۱) شوہر و زوجہ دونوں کا عقد نکاح میں کسی کو وکیل مقرر کرنا صحیح ہے اور عورت کا وکیل کہے گا زَوَّجْتُ مُوَکِّلَتِی فلانۃ مِنْ مُوَکِّلِکَ فلان یا اس کا ولی کہے گا زَوَّجْتُھَا مِنْ مُوَکِّلِکَ اور اس کا وکیل کہے گا قَبِلْتُ

"یا قَبِلتُ النکاح" یا "قبلتُ التزویج لموکلی"۔

(۲) وکیل کو اگر عورت نے عام اجازت دی ہو تو اس کیلئے جائز ہے کہ اس کا عقد اپنے آپ سے کردے مثلاً عورت وکیل سے یہ کہہ دے کہ تم جس سے چاہو میرا عقد نکاح کردو چاہے تم خود ہی کرلو یا کسی خاص کا نام لے اسی طرح وکیل کیلئے بھی جائز ہے کہ وہ طرفین کی تولیت اختیار کرے اور کہے زوجت موکلتی فلانتہ من موکلی فلان یازوجت موکلی فلان من موکلتی فلانۃ اور کہے قبلت یا قبلت النکاح یا التزویج۔

(۳) اگر کوئی شخص یہ دعوی کرے کہ وہ فلاں عورت کا شوہر ہے اور وہ بھی اس کی تصدیق کرے تو عقد کا حکم لگایا جائے گا اوز دونوں ایک دوسرے کے وارث بھی بن سکیں گے۔

(۴) اگر ان میں سے ایک دعوی کرے اور زوجیت کا اعتراف کرے اور دوسرا انکار کرے تو اس کے خلاف فیصلہ کیا جائے گا اور اس کو شرعاً زوجیت کے احکام کا پابند ہونا پڑے گا اگر مرد اعتراف کرے اور عورت انکار کرے تو اس مرد پر اس عورت کی ماں اور بہن اور بھتیجیاں اور بھانجیاں (اس کی اجازت کے بغیر) عقداً حرام ہوجائیں گی پس اگر وہ اعتراف کرے اور شوہر انکاری ہو تو اس عورت پر کسی غیر مرد سے عقد کرنا حرام ہوگا۔

(۵) کم سن بچے یا بچی کا عقد کرانا ولی شرعی کی طرف ہو تو جائز ہے اور ولی کیلئے مہر المثل کے بغیر عقد کرانا بھی جائز نہیں اور یہ بھی جائز نہیں کہ وہ کم سن بچی کا عقد خصی سے کرے یا کسی ایسے شخص سے کرے جس کے اندر وہ عیوب ہوں جو نکاح فسخ ہوجانے کے موجب ہوتے ہیں اس طرح کم سن بچے کا عیب والی بچی سے عقد کرانا بھی جائز نہیں ورنہ دونوں کو یہ اختیار ہوگا کہ وہ کامل بالغ ہونے کے بعد اس عقد کو فسخ کردیں اور یہ وکیل کیلئے بھی ایسا عقد کرانا ناجائز ہے اور علم ہوجانے کے بعد دونوں کو اختیار ہے وہ نکاح کو رکھیں یا توڑ دیں۔

(۶) اس میں کوئی حرج نہیں کہ نکاح فضولی واقع ہو اور ان کا انعقاد معقود علیہ کی اجازت پر موقوف ہوگا بشرطیکہ وہ کامل ہو ورنہ وہ اس کے کم سن ہونے کی صورت میں ولی شرعی کی اجازت پر موقوف ہوگا۔

(۷) اگر دادا یا باپ لڑکی کا عقد اپنے اپنے طور پر الگ الگ شخص سے کردیں تو پہلے واقع ہونے والا عقد درست ہوگا۔ اور اگر دونوں بیک وقت واقع ہوں تو دادا کا عقد مقدم ہوگا اور دوسرا فاسد ہوگا۔

(۸) لڑکے پر مطلقاً اس کی ماں کی ولایت قائم نہیں ہے پس اگر وہ اپنے کم سن بچے یا کم سن بچی کا عقد کردے تو اس کا کوئی شرعی اثر نہ ہوگا اور وہ عقد فضولی کی طرح ان کے بالغ ہونے کے بعد ان کی

اجازت پر موقوف ہوگا کہ وہ اس نکاح کو قبول کریں یا نہ کریں۔

(۹) اگر دو بھائی اپنی بہن کا عقد دو مختلف شخصوں سے کر دیں اور دونوں وکیل ہوں تو اسی کا عقد صحیح ہوگا جو پہلے واقع ہو

(۱۰) اگر یہ دونوں عقد بیک وقت واقع ہوں تو دونوں باطل ہوں گے۔

محرمات نسب

اور وہ نو ہیں۔

(۱) ماں اگرچہ بسلسلہ بالا ہو مثلاً نانی دادی اور اوپر کی طرف آباء واجداد کی مائیں اور نانیاں دادیاں یعنی ہر عورت جس کی طرف اس کا نسب پہنچتا ہو۔

(۲) بیٹی

(۳) پوتی اور اسکی اولاد اور اولاد در اولاد

(۴) دوھتی اور اس کی اولاد اسی طرح

(۵) مادری پدری یا صرف مادری یا صرف پدری بہن

(۶) بھتیجی اور اس کی اولاد

(۷) بھانجی اور اسکی اولاد

(۸) پھوپھی اور باپ دادا کی پھوپھی بسلسلہ بالا چاہے وہ ماں کی پھوپھی ہو یا باپ کی یا نانا کی یا دادا کی یا باقی آباء واجداد کی

(۹) خالہ اور آباء واجداد کی خالائیں یعنی باپ یا ماں کی خالہ یا آباء واجداد کی خالائیں طرفین میں

اور مصاھرت یعنی دامادی سے بھی باپ کی زوجہ یا اس کے آباء واجداد کی بیویاں اور اولاد کی جانب سے بھی زوجہ اور اسکی اولاد حرام ہو جائے گی۔ اسی طرح کوئی مرد کسی عورت سے حلال یا حرام وطی کرے تو اس کی ماں اس مرد پر حرام ہو جائے گی اس طرح جس عورت سے صرف عقد نکاح ہوا ہو اور دخول نہ ہوا ہو اس کی دادیاں نانیاں بھی حرام ہوں گی۔

لیکن جس عورت سے عقد نکاح ہوا ہو اور دخول نہ ہوا ہو اس کی بیٹی سے اس صورت میں عقد جائز ہوگا کہ جب وہ اس بیٹی کی ماں کو یعنی جس عورت سے ابھی صرف عقد ہی ہوا ہو اسکو طلاق دے دے اور یہ حرام ہے کہ دو بہنوں کے ساتھ یکجا عقد نکاح کرے لیکن اگر ان میں سے ایک وفات پا جائے یا طلاق حاصل کرلے یا نکاح فسخ ہو جائے تو دوسری سے عقد کرسکتا ہے۔

اسی طرح بیوی کی بھانجی یا بھتیجی سے بیوی کی رضامندی کے بغیر نکاح کرنا حرام ہے۔ اور اگر عقد نکاح سے قبل کسی عورت سے زنا یا وطی بالشبہ کی ہو تو اس سے نکاح کرنا صحیح ہے اور اس سے مصاھرت جائز ہے۔

چند متعلقہ مسائل

(۱) اگر کوئی شخص ایک ہی عقد میں ایک عورت اور اس کی بیٹی سے عقد کرے تو وہ عقد باطل ہو گا۔

(۲) اسی طرح اگر دو بہنوں سے ایک ہی عقد میں نکاح کرے تو وہ عقد بھی باطل ہو گا۔

(۳) جو کسی عورت سے عدہ میں نکاح دائمی یا منقطع کرے چاہے عدہ طلاق رجعی کا ہو یا بائنی کا یا عدہ شبہ ہو یا عدہ وفات عدہ سے باخبر ہو یا بے خبر یا تحریم کے حکم کو جانتا ہو یا نہ جانتا ہو تمام صورتوں میں عقد باطل ہو گا اور وہ عورت اس پر ہمیشہ کیلئے حرام ہو جائے گی۔

(۴) اگر کوئی شخص کسی عورت کے عدہ میں عقد کر لے اور عدہ اور تحریم سے لاعلم ہو تو وہ اس پر ابداً حرام نہ ہو گی البتہ عدہ گزرنے کے بعد وہ دوبارہ اس سے عقد کر سکتا ہے لیکن اگر وہ عورت سے قبل یا دبر میں دخول کر چکا ہو تو ابداً حرام ہو گی۔

(۵) زانیہ عورت اس کے ساتھ زنا کرنے والے پر اسی صورت میں حرام ہو گی جب وہ شوھر دار ہو لیکن اگر نکاح کرنے والے نے زنا نہ کیا ہو تو حرام نہ ہو گی مگر اس میں شدید کراھت ہے۔

(۶) اگر کسی شخص کی زوجہ زنا کرائے تو وہ اپنے شوہر پر حرام نہیں ہو جاتی اگرچہ وہ اس پر اصرار کرتی ہو اگرچہ اس کا یہ فعل حرام ہو گا مگر حلال نکاح پر اثر انداز نہ ہو گا۔

(۷) اگر کوئی شخص کسی بچے یا بالغ سے دخول کرے تو اس شخص پر اس بچے یا بالغ کی ماں اور طرفین کی دادیاں بیٹی اور نواسیاں اور بسلسلہ زیریں اولاد حرام ہو گی البتہ اس کی بہن خود حرام ہو گی مگر اس کی بیٹیاں حرام نہ ہوں گی چاہے بہن نسب کی وجہ سے ہو یا دودھ پینے کی وجہ سے لیکن اگر عقد پہلے ہو چکا ہو اور یہ دخول بعد میں ہوا ہو تو یہ حکم نہیں ہو گا۔

(۸) اگر کوئی شخص حج یا عمرہ کا احرام باندھنے کے بعد کسی عورت سے نکاح کر لے اور وہ تحریم کو جانتا بھی ہو تو وہ عورت بھی اس پر ابداً حرام ہو جائے گی۔ اگرچہ اس سے دخول نہ کرے لیکن اگر وہ حرمت کے حکم سے جاہل ہو تو حرام نہ ہو گی اگرچہ دخول بھی کرے البتہ وہ احرام کھولنے کے بعد اس سے دوبارہ عقد کر سکتا ہے۔ کیونکہ پہلا عقد فاسد تھا۔

(۹) اگر احرام کی حالت میں زوجہ سے وطی کر لے تو وہ اس پر حرام نہ ہو گی اگر چہ وہ اس حکم سے مطلع ہو۔

(۱۰) آزاد کیلئے جائز ہے کہ دائمی عقد کے ساتھ بیک وقت چار عورتوں سے عقد کرے اور اس سے زیادہ جائز نہیں لیکن عقد منقطع کیلئے کوئی حد مقرر نہیں ہے جس قدر چاہے کر سکتا ہے۔

(۱۱) وہ عورت جس کو طلاق رجعی دی گئی ہو وہ زوجہ کے حکم میں ہے پس جس شخص کی چار بیویاں ہوں اگر وہ کسی ایک کو طلاق رجعی دے تو جب تک وہ عدہ سے نہ نکلے گی وہ شخص مزید کسی عورت سے عقد نہیں کر سکے گا کیونکہ عدہ کے زمانہ میں عقد کرنا اس طرح ہے جس طرح چار عورتوں سے زائد کسی عورت سے عقد کرنا۔

(۱۲) جس عورت کو طلاق رجعی دی ہو اس کے عدہ طلاق میں اس کی بہن سے عقد نہیں کر سکتا نہ دائماً نہ منقطع اگر چہ اس سے عقد چار سے زائد نہ ہو۔

(۱۳) جس عورت کو طلاق بائنی دی گئی ہو وہ زوجہ کی منزلت تو نہیں رکھتی لیکن پھر بھی اس کے عدہ میں اس کی بہن سے یا کسی غیر عورت سے عقد کرنا جو زائد نصاب ہو شدید کراہت رکھتا ہے اور احوط یہ ہے کہ عدہ میں اس کو ترک کرے۔

(۱۴) مطلقہ اگر چہ آزاد ہو اگر اس کو ایسی تین طلاقیں دی جا چکی ہیں جن کے درمیان دو عدے واقع ہوئے ہوں وہ اپنے شوہر پر دوبارہ عقد کے ذریعے حلال نہ ہو گی جب تک کہ کسی دوسرے مرد سے عقد نہ کرے اور وہ اس کو شرعی ضابطوں کے مطابق طلاق نہ دے دے لیکن اگر وہ دوسرے شوہر سے مطلقہ ہو کر پھر سابقہ شوہر سے عقد کرتی رہی اور اس طرح یہ اس کو نو بار طلاق دے چکا ہو تو اب یہ اپنے شوہر پر ہمیشہ کیلئے حرام ہو جائے گی۔

(۱۵) ملاعنہ عورت بھی ابداً حرام ہوتی ہے اسکی تفصیل عنقریب آگے بیان ہو گی اسی طرح گونگی اور بہری جس پر اس کے شوہر نے زنا کی تہمت لگائی ہو اور وہ گواہوں کی بجائے صرف مشاھدہ عینی کا دعویدار ہو تو وہ بھی اس پر ہمیشہ کیلئے حرام ہو جائے گی اور اگر مشاہدہ کا دعویٰ نہ کرے تو حرام نہ ہو گی مگر گواہ قائم نہ کرنے کی صورت میں اس پر تہمت طرازی کی وجہ سے حد شرعی جاری کی جائے گی۔ لیکن اگر وہ اپنے دعویٰ کے ثبوت مہیا کر دے تو اس سے حد اور تحریم ساقط ہو گی۔

(۱۶) اگر ایسے دو کافر یا مشرک میاں بیوی جو اہل کتاب (یعنی یہود و نصاریٰ و مجوس) نہ ہوں اگر ان میں سے کوئی ایک مسلم ہو جائے اگر دخول واقع نہ ہوا ہو تو عقد باطل ہو جائے گا اور اسلام لانے والے شوہر پر واجب ہو گا کہ وہ بیوی کو نصف مہر ادا کر دے لیکن اگر دخول کے بعد ان میں سے کوئی اسلام

لایا ہو تو نکاح کا فسخ ہونا عدہ کے گزرنے پر موقوف ہوگا اس عدہ کے اثناء میں دوسرا فرد بھی اسلام لے آئے تو نکاح باقی رہے گا اور اگر دونوں اکٹھے مسلمان ہو گئے ہوں تو نکاح سابقہ ہی برقرار رہے گا۔

(۱۷) اگر مشرک ایسی حالت میں اسلام لے آئے کہ اس کے تحت چار سے زیادہ بیویاں ہوں اور وہ بھی مسلمان ہو جائیں تو اس کو اختیار ہے کہ ان میں سے جن کو پسند کرے چار عدد رکھ لے اور باقی سے جدا ہو جائے۔

(۱۸) فاسق کو رشتہ دینا دلوانا مکروہ ہے خصوصاً جب وہ شرابی ہو اور ہر حال میں اس سے اجتناب احوط ہے۔

(۱۹) کافرہ غیر کتابیہ مسلمان مرد پر حرام ہے لیکن کافرہ کتابیہ یعنی یہود یا مجوس یا نصاریٰ سے تعلق رکھنے والی عورت سے متعہ جائز ہے اور دائمی عقد جائز نہیں۔

(۲۰) اگر میاں بیوی میں سے ایک فرد اسلام سے مرتد ہو جائے چاہے ارتداد فطری ہو یا ملی اگر ارتداد دخول سے قبل ہو تو نکاح باطل ہوگا اور اگر شوہر مرتد ہوا ہو تو اس پر بناء برقول مشہور بیوی کو نصف مہر دینا ہوگا جبکہ اقوی یہ ہے کہ تمام حق مہر دے لیکن اگر ارتداد بیوی کی طرف سے ہو تو وہ کسی حق مہر کی حقدار نہ ہوگی۔

(۲۱) اگر ارتداد دخول کے بعد واقع ہو تو نکاح کا فسخ ہونا عدہ گزرنے پر موقوف ہوگا پس اگر زوجہ مرتد فطری یا ملی ہوئی ہو اور شوہر مرتد ملی ہوا ہو تو اگر وہ عورت عدہ کے گزرنے سے قبل دوبارہ مسلمان ہو جائے تو نکاح ثابت رہے گا۔ لیکن حق مہر ساقط نہ ہوگا۔

(۲۲) اگر شوہر مرتد فطری ہو گیا ہو تو اس کی بیوی فوری طور پر جدا ہو جائے گی اور عدہ وفات رکھے گی۔

(۲۳) اگر کافر کتابی کی بیوی اسلام لے آئے تو وہ اسی وقت سے ہی عدہ رکھنا شروع کر دے گی پس اگر اس کا شوہر بھی اثناء عدہ میں مسلمان ہو جائے تو نکاح برقرار رہے گا ورنہ وہ فسخ ہو جائے گا اور وہ بیوی کے اسلام لانے کے وقت سے ہی شروع ہو جائے گا۔

(۲۴) اگر بیوی دخول سے قبل اسلام لائی ہو تو نکاح باطل ہوگا اور اس کے لئے کوئی مہر نہ ہوگا۔

(۲۵) اگر کافرہ کتابیہ کا صرف شوہر اسلام لے آئے اور وہ کفر پر باقی رہے تو نکاح برقرار رہے گا چاہے وہ دخول سے قبول اسلام لائے یا بعد میں اور نکاح چاہے دائمی ہو یا منقطع

(۲۶) رجعی عدہ رکھنے والی عورت سے عقد کے بارے میں تعریض حرام ہے یعنی اس سے ایسا خطاب کرنا جس سے یہ احتمال ہو کہ وہ اس سے نکاح کرنے کا خواہشمند ہے اگر کھلے الفاظ میں اس رغبت

کا اظہار بھی بدرجہ اولی حرام ہے۔

(۲۷) جو عورت طلاق بائنی حاصل کر چکی ہو اس کے عدہ میں شوہر یا کسی غیر کیلئے جائز ہے کہ وہ اس سے ایسی تعریض کریں جس سے رغبت نکاح کا اشارہ ملتا ہو۔ لیکن طلاق بائنی میں کیونکہ شوہر کیلئے دوبارہ نکاح کا جواز محلل پر موقوف ہے لہذا اس کیلئے تصریحاً ایسا کرنا جائز نہیں ہے اسی طرح جس عورت کو وہ نو مرتبہ طلاق دے چکا ہو اور اس سے نکاح دائماً حرام ہو گیا ہو اس کے لئے بھی ایسی تعریض کسی صورت میں جائز نہیں ہے۔

(۲۸) واجب ہے کہ میاں بیوی ایمان و اسلام میں مساوی ہوں جس کو کفائت کہا جاتا ہے۔ پس مسلم عورت کیلئے کافر یا ناصبی کے ساتھ عقد جائز نہیں ہاں اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ شوہر مومن ہو اور زوجہ مسلمہ ہو یا عقد دائمی کے علاوہ عقد منقطع ہی زوجہ کتابیہ کافرہ ہو۔

(۲۹) یہ امر معتبر ہے کہ شوہر بالفعل یا بصلاحیت نان نفقہ اور اخراجات اٹھانے کا اہل ہو اگرچہ یہ صحت عقد میں شرط نہیں بلکہ وجوب قبولیت میں شرط ہے۔

(۳۰) مومنہ کیلئے جائز نہیں کہ وہ دیگر اسلامی فرقوں میں سے کسی مخالف کے ساتھ عقد کرے اور مومن کیلئے کوئی مانع نہیں ہے کہ وہ مسلمہ غیر مومنہ سے عقد کرے۔

(۳۱) مکروہ ہے کہ اپنی پالنے والی دایہ سے عقد کرے یا باپ کے علاوہ کسی دوسرے شوہر کی طرف سے ماں کی سوکن رہنے والی عورت سے عقد کرے جب وہ اپنے شوہر سے جدا ہو سکی ہو۔

(۳۲) لڑکے کے لئے مکروہ ہے کہ وہ اپنے والد کی کسی مطلقہ زوجہ کی لڑکی سے عقد کرے جو کسی دوسرے شوہر سے ہو اور وہ لڑکی اس کی ماں کے اس کے والد سے جدا ہونے کے بعد پیدا ہوئی ہو لیکن اگر وہ لڑکی کسی پہلے شوہر سے تھی اور اس کی ماں کا عقد اس لڑکے کے والد سے بعد میں ہوا ہو تو پھر اس سے عقد کرنے میں کوئی کراہت نہیں ہے۔

(۳۳) نکاح شغار شرعاً باطل ہے اور یہ اس طرح ہے کہ دونوں ولی شرعی اپنے اپنے زیر ولایت بچے یا بچی کا عقد اس شرط پر کریں کہ یہی عقد ایک دوسرے کا حق مہر ہوگا اور کوئی اضافی مالیتی حق مہر ادا نہیں کیا جائے گا۔

کتاب الرضاع

محرمات نسبیہ کا بیان

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

حُرِّمَتْ عَلَیْکُمْ اُمَّھَاتُکُمْ وَبَنَاتُکُمْ وَاَخَوَاتُکُمْ وَعَمّٰتُکُمْ وَخَالَاتُکُمْ وَبَنَاتُ الْاَخِ وَبَنَاتُ الْاُخْتِ وَ اُمَّھَاتُکُمُ الّٰتِیْ اَرْضَعْنَکُمْ وَاَخَوَاتُکُمْ مِنَ الرَّضَاعَۃِ (نساء ۲۳)

تم پر حرام کی گئی ہیں تمہاری مائیں اور تمہاری بیٹیاں اور تمہاری بہنیں اور تمہاری پھوپھیاں اور تمہاری خالائیں اور بھتیجیاں اور بھانجیاں اور تمہاری وہ مائیں جنہوں نے تمہیں دودھ پلایا اور تمہاری رضاعی بہنیں (یعنی جنھوں نے تمہارے ساتھ دودھ پیا) آیت کریمہ میں مندرجہ ذیل رشتہ داروں کا بیان ہے۔

(ماں): وہ ہوتی ہے جس کی طرف ولادت کے ساتھ انسان منسوب ہوتا ہے چاہے بلاواسطہ ہو چاہے سگی ماں یا بواسطہ مثلاً دادی اور دادا کی ماں اور نانی اور باپ کی ماں کی ماں اور نانی اور نانا کی ماں اور پھر ان کا بالائی سلسلہ

(بیٹی): جو ہوتی ہے جس کو انسان جنتا ہے چاہے بلاواسطہ ہو مثلاً سگی بیٹی اور بالواسطہ مثلاً پوتیاں اور نواسیاں اور ان کی لڑکیاں جو کہ خود انکی ہوں یا ان کی اولاد کی۔

(بہن): وہ ہوتی ہے جو انسان کے والدین سے یا صرف والد یا والدہ سے پیدا ہوئی ہو۔

(بھتیجی): وہ ہوتی ہے جو کہ بھائی سے بلاواسطہ پیدا ہوئی ہو یا کئی واسطوں سے چاہے بھائی اس کا سگا ہو یا صرف ماں یا صرف باپ کی طرف سے ہو۔

(بھانجی): وہ لڑکی ہوتی ہے جو انسان کی بہن سے بلاواسطہ پیدا ہوئی ہو یا بوسائط مثلاً بھانجی کی لڑکیاں اور پھر ان کی لڑکیں ا۔

(پھوپھی): وہ ہوتی ہے جو کہ باپ کی بہن ہو یا دادا یا نانا کی بہن ہو اور اس طرح ان کے بالائی سلسلہ سی کسی کی بہن ہو اور یہ اس مرد کی بہن ہے جس کو باپ یا دادا نے جنا ہو چاہے اسکا والد اسکے والدین کی طرف سے ہو یا کسی ایک طرف سے اسطرح پھوپھی کی پھوپھی۔

(خالہ): جو کہ خود ماں کی بہن ہو یا نانی کی بہن اور وہ مونث ہوتی ہے جس کو نانی نے بالواسطہ یا بالوسائط جنا ہو اسی طرح خالہ کی خالہ

نوٹ: پھوپھی اگر صرف باپ کی طرف سے بہن ہونے کی وجہ سے ہو یا دونوں طرف سے تو اس کی پھوپھی بھی حرام ہوتی ہے۔ اور اگر اس کے باپ کی صرف مادری بہن لگتی ہو تو پھر اس پھوپھی کی پھوپھی حرام عورتوں میں شامل نہ ہو گی کیونکہ وہ ایک اجنبی کی بہن ہو گی جو کہ اس کی دادی کا شوہر تھا اور یہ اس کے دادا کی بہن نہیں ہو گی اس طرح خالہ کی خالہ بھی پس اگر خالہ والدین کی جانب سے ماں کی سگی بہن ہو گی یا صرف مادری بہن ہو گی اور اس کا باپ کوئی اور ہو گا تو پھر اس خالہ کی خالہ حرام عورتوں میں سے نہیں ہوتی۔ اور اگر یہ خالہ ماں کے باپ کی بیٹی ہونے کی وجہ سے ہے اور اسکی ماں کوئی اور عورت ہے تو یہ بھی حرام نہ ہو گی کیونکہ اس طرح یہ نانا کی بیوی کی بہن ہو گی اور اجنبی عورت ہو گی۔

مبحث اوّل
محرمات رضاعیہ کے شرائط کا بیان

کثرت سے وارد احادیث اور اصحاب فقہاء کا اجماع اس بات پر قائم ہوا ہے کہ رضاع کی وجہ سے اسی طرح حرمت ثابت ہوتی ہے جس طرح نسب سے یعنی جس طرح تمہاری وہ ماں جس نے تمہیں جنا ہے تم پر حرام ہے اسی طرح وہ ماں بھی حرام ہے جس نے تمہیں دودھ پلایا ہے۔ جیسا کہ ہم ماں کے بارے میں گزشتہ مقدمہ میں بیان کر چکے ہیں۔ پس وہ عورت جس نے تمہیں دودھ پلایا یا جس نے تمہاری رضاعی ماں کو یا اسکے والد کو جنا یا اسکو دودھ پلایا چاہے یہ سلسلہ بہت سے وسائط سے ہو مثلاً جس عورت نے تمہارے والد یا والدہ یا دادا یا دادی کو (چاہے دونوں طرف سے ہوں یا اس طرف سے) دودھ پلایا ہو اور ان کا سلسلہ کئی واسطوں کی وجہ سے ہو یہ سب عورتیں تمہاری حقیقی ماں کی مانند ہیں اور تم پر حرام ہیں۔

اور اسی طرح تمہاری رضاعی بیٹیاں یعنی جنہوں نے تمہارا وہ دودھ پیا ہو تمہاری بیویوں میں ہے یا تمہارے بیٹیوں اور بیٹوں کا دودھ پیا ہو اور پھر ان کی بھی نسبی و رضاعی اولادیں یہ سب تمہاری نسبی بیٹیوں کی طرح ہیں جو تم پر حرام ہوں گی۔ اور اسی طرح تمہاری رضاعی بہنیں جنہوں نے تمہارے والد یا صرف والدہ کا کسی دوسرے شوہر سے ہونے والا دودھ پیا ہو یا جن کو تمہاری رضاعی ماں نے جنا ہو یا اس کا شوہر یا جس لڑکی نے اس ماں کا دودھ پیا ہو یہ بھی حرام ہوں گی اور اسی طرح پھوپھی خالہ۔ پس

تمہارے باپ کی رضاعی بہن یا تمہارے رضاعی باپ کی حقیقی بہن تمہاری پھوپھی ہو گی جس طرح کہ تمہاری حقیقی ماں کی رضاعی بہن یا تمہاری ماں رضاعی ماں کی حقیقی بہن تمہاری خالہ ہو گی اس طرح جن عورتوں کو تمہاری نانی نے دودھ پلایا ہو وہ تمہاری خالائیں ہوں گی اس بھتیجیاں اور بھانجیاں چاہے نسبی ہوں یا رضاعی گزشتہ بیان شدہ تفصیل کے مطابق سب کی سب تم پر حرام ہیں۔

رضاع کی وجہ سے نشر حرمت کے شرائط

محض دودھ پینے پلانے سے حرمت نشر نہیں ہوتی بلکہ اس کے لئے موثر ہونے کی چند شرائط ہیں جن کو ہم یہاں بیان کرتے ہیں۔

شرط اوّل

نشر حرمت میں ضروری ہے کہ دودھ صحیح نکاح کی وجہ ہو چاہے وہ نکاح عقد دائمی ہو یا عقد منقطع یا ملک یمین (یعنی کنیزیں) پس زنا سے حاصل ہونے والا دودھ نشر حرمت کا سبب نہیں ہوتا لیکن اگر شبہ کی وجہ سے ایسا واقع ہو تو وہ صحیح نکاح کی طرح ہو گا اور اس سے ملحق ہونے کی وجہ سے نشر حرمت کا باعث ہو گا اور اس سے نسب بھی ملحق ہو گا۔

شرط دوم

نشر حرمت میں ضروری ہے کہ دودھ بچے کی ولادت کی وجہ سے بنا ہو اگر زمانہ حمل میں دودھ پیدا ہوا ہو یا ولادت سے قبل کا ہو تو وہ نشر حرمت کا باعث نہیں ہو گا اسی طرح جو دودھ حمل یا ولادت کے بغیر بلاوجہ پیدا ہو گیا ہو جیسا کہ اتفاقاً بعض عورتوں میں ایسا ہو جاتا ہے تو اس سے بھی نشر حرمت واقع نہ ہو گی۔

شرط سوم

نشر حرمت کیلئے شرط ہے کہ دودھ ایک ہی شوہر کی وجہ سے پیدا ہوا ہو اس کی مختلف صورتیں ہیں۔

(۱) مثلاً اگر کوئی شوہر بچے کے ماں کو طلاق دے دے اور اس ماں کی دوسری شادی ہونے سے قبل ہی بچہ فوت ہو جائے چاہے وہ عورت طلاق سے قبل بچہ جنے یا بعد میں اور دودھ اس کے پستانوں میں

باقی ہو پس اس دودھ کو پینے سے بھی حرمت نشر ہو گی اور یہ دودھ اس عورت کے پہلے شوہر کی طرف منسوب ہو گا چاہے وہ زندہ ہو یا مردہ کیونکہ جس شوہر کی طرف دودھ کی نسبت ہے وہ ایک ہے۔

(۲) حرمت اس صورت میں بھی نشر ہو سکتی ہے کہ بچہ زندہ ہو اور اس کی ماں دوسری جگہ عقد کرلے چاہے اس کا پہلا شوہر جس کی وجہ سے دودھ تھا زندہ ہو یا نہ ہو پس یہ دودھ پینے والا بچہ جس طرح ماں کی طرف منسوب ہو گا اس طرح اس کے پہلے شوہر کی طرف بھی منسوب ہو گا پس بچے کے باپ کی موت یا ماں کی طلاق سے نسبت قطع نہیں ہو گی۔

(۳) نشر حرمت میں اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ دودھ عدہ کے ایام میں پیا جائے یا اس سے باہر

(۴) دودھ کے نشر حرمت میں موثر ہونے کے سلسلہ میں اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ وہ شوہر کی موت یا طلاق کے بعد پیا گیا ہو یا طلاق رجعی کے دوران عورت کے دوبارہ پہلے شوہر کی طرف واپسی کے دوران۔

(۵) اگر عورت پہلے شوہر کے بعد دوسرا عقد کرے لیکن دوسرے شوہر سے حاملہ نہ ہو اور دودھ باقی ہو تو اس کی نشر حرمت پہلے شوہر کی نسبت ہو گی جو دودھ کا اصل سبب ہے چاہے وہ خود بچے کے ساتھ زندہ ہو یا دونوں وفات پا گئے ہوں اور چاہے دودھ جاری ہو یا پھر منقطع ہو کر دوبارہ جاری ہو گیا ہو۔

(۶) اگر عورت دوسرے شوہر سے حاملہ ہو جائے لیکن پہلا دودھ اپنے حال پر باقی ہو اور اس میں تبدیلی نہ ہوئی ہو اور وہ پہلے سے زیادہ نہ ہوا ہو اور منقطع بھی نہ ہوا ہو تب بھی وہ پہلے شوہر کی طرف منسوب ہو گا حتی کہ اگر وہ پہلے سے بڑھ گیا ہو اور زیادہ کی نسبت دوسرے شوہر سے ہونے والے حمل کی طرف نسبت دینا ممکن ہو تب بھی وہ پہلے شوہر ہی کی طرف منسوب ہو گا کیونکہ حمل سابق حکم کو رفع نہیں کرنا استصحاب اپنے حال پر قائم ہے۔

(۸) اگر عورت دوسرے شوہر سے حاملہ ہو کر بچہ جن چکی ہو تو وضع حمل کے بعد اب دودھ دوسرے شوہر کی طرف منسوب ہو گا اور شیر خوار بچہ اسی کے تابع ہو گا اگر چہ دودھ پہلے شوہر سے لے کر دوسرے شوہر سے وضع حمل تک مسلسل جاری ہو اور چاہے وقع حمل سے کم ہو گیا ہو یا بڑھ گیا ہو۔

شرط چہارم

صرف دودھ پلا دینا بھی نشر حرمت کا باعث نہیں بنتا بلکہ اس کے لئے خاص مقررہ مقدار کے مطابق ہونا ضروری ہے اور شارع نے اس کی حد پندرہ مرتبہ مکمل یا ایک دن اور ایک رات مکمل کی مدت

مقرر کی ہے اور جب بچہ دودھ پینا چاہیے تو اس کو اتنا دودھ پلایا جائے جو اس کی ضرورت کے مطابق ہو اور بقدر کفایت ہو۔

چند متعلقہ مسائل

(۱) ہر دودھ پلانے کے عمل میں یہ معتبر ہے کہ بچہ اپنے اختیار سے خوب سیر ہو کر اپنی مرضی سے اختتام کرے۔

(۲) یہ ضروری ہے کہ دودھ پلانے کی دفعات ماں کی طرف سے مسلسل واقع ہوں۔ تب ہی وہ نشر حرمت کا موجب ہو گا چاہے پندرہ دفعہ کا لحاظ کیا جائے یا ایک دن اور ایک رات کا یعنی ان اوقات میں بچے کو کسی دوسری عورت کا دودھ نہ پلایا گیا ہو اگر اس اثناء میں بچہ کسی غیر عورت کا دودھ پی لے چاہے مکمل طور پر نہ سہی مگر اس سے حرمت نشر نہ ہو گی اور نہ دودھ پلانے والی عورت ماں قرار پائے گی اور نہ دودھ کا سبب یعنی والد اُسکا باپ قرار پائے گا۔

(۳) دوران شیر خواری بچے کا کوئی اور چیز کھانا یا پینا مانع نہیں ہوتا اور اس اثناء میں اگر بچہ کچھ کھا پی لے تو نشر حرمت بدستور برقرار رہتی ہے۔

(۴) موثر حرمت رضاع کیلئے شرط ہے کہ بچہ پستانوں سے براہ راست دودھ پیئے اگر یہ دودھ دوھ کر بچے کے حلق میں انڈیلا جائے یا کسی بوتل یا برتن میں ڈال کر پلایا جائے تو نشر حرمت کا موجب نہ ہو گا۔

(۵) نشر حرمت میں معتبر ہے کہ دودھ رضاعی ماں کی زندگی میں ان کے پستانوں سے پیا جائے اور اگر وہ مر چکی ہو اور بعد میں دودھ پلایا جائے یا ۱۵ دفعات میں کچھ دفعہ زندگی میں اور پھر دفعہ موت کے بعد دودھ پلایا گیا ہو۔ تو حرمت نشر نہ ہو گی۔

شرط پنجم

نشر حرمت میں ضروری ہے کہ دودھ پیتے وقت اس بچے کی عمر دو سال سے زیادہ نہ ہو اگر بچہ دو سال سے بڑا ہے تو وہ جتنا بھی دودھ پی لے نہ دودھ پلانے والی اس کی ماں بنے گی اور نہ اسکا شوہر اس کا باپ بنے گا حتی کہ اگر شک ہو کہ دو سال کے اندر رضاعت مکمل ہوئی یا دو سال کے بعد تب بھی نشر حرمت نہیں ہو گی کیونکہ حکم شرعی یقین کے حصول پر منحصر ہے جہاں یقین نہ ہو گا وہاں حکم نہ ہو گا۔

چند متعلقہ مسائل

(۱) حرمت کے بارے میں اس میں کوئی فرق نہیں کہ دو سال کے اندر اندر ہی بچے کو دودھ چھڑا دیا گیا ہو اور وہ پھر دودھ پینا شروع کر چکا ہو یا اسکی رضاع مسلسل ہو۔

(۲) دو سال سے مراد چوبیس قمری مہینے ہوں گے پس اگر بچہ عربی مہینوں کے اثناء میں پیدا ہوا ہو تو اس کی کمی دوسرے مہینے سے پوری کی جائے گی لیکن ناقص مہینوں کی کمی دوسرے مہینوں سے پوری نہیں کی جا سکتی۔

(۳) دودھ پلانے والی عورت کے اپنے بچے کی عمر کا دو سال ہونا شرط نہیں بلکہ دودھ پینے والے بچے کیلئے شرط ہے پس اگر اپنے بچے کی عمر دو سال سے زیادہ ہو لیکن دودھ پینے والے بچے کی عمر دو سال سے کم ہو تو حرمت نشر ہو گی اور یہ دونوں بچے بھائی قرار پائیں گے۔

شرط ششم

چھٹی شرط "اتحاد فحل" ہے یعنی جس دودھ سے نشر حرمت مقصود ہو وہ ایک ہی شوہر کے سبب ہو اگر دودھ دو شوہروں کی وجہ سے ہو تو نشر حرمت نہ ہو گی مثلاً دودھ پلانے والی کو اسکے پہلے شوہر نے طلاق دے دی ہو اور وہ اسکے دودھ سے بچے کو آٹھ مرتبہ دودھ پلا چکی ہو پھر عدہ کے بعد اس نے دوسری جگہ عقد کر لیا ہو اور حاملہ ہو گئی ہو اور بچہ پیدا ہو گیا ہو اور اس نے سات مرتبہ اس دودھ سے اسی بچے کو دودھ پلا دیا ہو تو اگرچہ یہ پندرہ دفعات مکمل ہو گئی ہیں مگر کیونکہ دودھ دو مختلف شوہروں کا ہے تو باجماع علماء امامیہ حرمت نشر نہ ہو گی اسی طرح اگر وہ پہلے شوہر کے دودھ سے کسی بچے کو دودھ پلا دے اور دوسرے شوہر کے دودھ سے کسی بچی کو دودھ پلا دے تو ان کے درمیان نشر حرمت نہ ہو گی اور ان کا باہمی نکاح جائز ہو گا ہاں اگر اسی دودھ پلانے والی عورت کا کوئی بچہ رضاعت سے اس بچی کا بھائی بن چکا ہو تو انکا نکاح جائز نہیں وہ دونوں آپس میں بھائی بہن ہوں گے اگرچہ انکے والدین متعدد ہوں۔

نوٹ: مستحب ہے کہ دودھ پلانے والی عورت مسلمان پاکدامن، خوبصورت ہو اور یہ بھی "جائز" ہے کہ وہ یہودی یا نصرانی یا مجوس یعنی اہل کتاب ہو۔

مبحث دوم

احکام رضاع کے بیان میں

جب شیر خواری میں مذکورہ بالا تمام شرائط مکمل ہو جائیں تو شیر خواہ بچہ اپنی رضاعی ماں اور باپ کی دوسری سگی اولاد کی طرح بیٹا قرار پائے گا۔ اور اس کی اولاد اس کے بہن بھائی بن جائیں گے اور باپ اور ماں کی بہنیں اسکی پھوپھیاں یا خالائیں ہو جائیں گی یہ حکم شیر خوار بچے اور بچی کیلئے یکساں طور پر ہو گا۔

لیکن رضاعی باپ جو دودھ کا مالک ہے اور رضاعی ماں کی طرف سے حرمت صرف دودھ پینے والے شخص میں اور اس کی اولاد یا اولاد در اولاد مونث یا مذکر میں منحصر ہو گی اور بالائی سطح پر اس باپ کے آباء و امہات اور پھوپھیوں اور خالاؤں میں موثر نہ ہو گی۔ البتہ خود یہ والدین اس بچے یا آئندہ اس کی تمام اولاد کے رضاعی والدین قرار پائیں گے لیکن ایک صورت میں ایسا نہ ہو گا اور وہ یہ ہے کہ شیر خوار کے نسبی باپ کیلئے جائز نہیں ہے کہ وہ اس رضاعی باپ کی لڑکیوں سے عقد کرے چاہے یہ لڑکیاں اس کی نسبی ہوں یا رضاعی اور یہ بھی جائز نہیں کہ وہ اس کی رضاعی ماں کی فقط صرف نسبی لڑکیوں سے نکاح کرے البتہ وہ کسی غیر باپ سے اسکی رضاعی بیٹیوں سے عقد کر سکتا ہے۔ یعنی شیر خوار بچے کے باپ پر حرام ہے کہ وہ اس بچے کی رضاعی بہنوں سے عقد کرے چاہے وہ والدین کی طرف سے ہوں یا والدہ کی طرف سے لیکن اگر دودھ پلانے والی اس ماں کی اس کے باپ کے علاوہ کسی دوسرے شوہر سے متعدد رضاعی بیٹیاں بھی ہوں تو اس بچے کا والد ان سے عقد کر سکتا ہے کیونکہ وہ اجنبی عورتیں ہیں اور یہ بچے بھی ان کا رضاعی بھائی نہ بن سکے گا کیونکہ انہوں نے کسی اجنبی شخص سے ہونے والا دودھ پیا ہے۔

مبحث سوم

مذکورہ شرائط کے ساتھ جس طرح مکمل طور دودھ پلانے سے آئندہ کے نکاح ممنوع ہو جاتے ہیں اسی طرح یہ سابقہ نکاحوں کیلئے بھی مبطل ہو سکتا ہے۔ مثلاً اگر کسی شخص کی ماں یا اسکے باپ کی زوجہ کسی لڑکی کو دودھ پلادے تو وہ اس بچے کی رضاعی بہن بن جائے گی اور اس سے نکاح حرام ہو جائے گا اسی طرح اگر کوئی شخص بحکم ولایت شرعیہ کسی شیر خوار بچی سے اپنا نکاح پڑھوا لے پھر اسکی ماں یا اسکے باپ کی زوجہ اس بچی کو مکمل شرائط کے ساتھ دودھ پلادے تو یہ عقد فسخ ہو جائے گا اور وہ اس پر ابداً دائماً حرام

ہو جائے گی کیونکہ وہ اس کی بہن بن چکی ہے۔ اور اگر اس بچی کو اس شخص کی دادی یا نانی بھی پورے شرائط کے ساتھ دودھ پلادیں تب بھی نکاح حرام مؤبّد ہو جائے گا کیونکہ اس طرح وہ بچی اس کی یا پھوپھی بن جائے گی یا خالہ اور حرام ہو جائے گی۔

اور اگر اس بچی کو اس کی بھابھی اس کے بھائی سے ہونے والا دودھ پلادے تب بھی یہ نکاح فسخ ہو جائے گا کیونکہ یہ شخص اس طرح اس بچی کا چچا بن جائے گا۔

چند اہم متعلقہ فروعی مسائل

(۱) اگر نانی اپنی نواسی کو مکمل شرائط رضاعت کے ساتھ دودھ پلادے تو اس کی اس نواسی کا عقد نکاح اس کے شوہر کے ساتھ باطل ہو جائے گا اور یہ عورت اپنے شوہر پر حرام ہو جائے گی۔ کیونکہ شیر خوار بچے کے والد کیلئے جائز نہیں ہے کہ وہ صاحب شیر کی اولاد میں نکاح کرے اس طرح یہ نواسی یا نواسہ اور انکی ماں نانی کی رضاعی بیٹی یا بیٹا بن جائیں گی یعنی ماں بیٹا یا بیٹی باہمی رضاعی بہن بھائی بن جائیں گی اور بچے یا بچی کا باپ اپنے بچے یا بچی کی رضاعی بہن سے عقد نہیں کر سکے گا۔ اسی طرح اگر اس مسئلہ میں دودھ پلانے والی عورت بچی یا بچے کی نانی کی سوکن ہو تب بھی شیر خوار کی ماں کا عقد اس بچے کے باپ سے فسخ ہو جائے گا اور یہاں یہ مسئلہ صادق آئے گا کہ شیر خوار کے والد نے دودھ کے انکمل سبب یعنی اپنے سسر کی بیٹی یعنی بیوی کے ساتھ نکاح کیا جو کہ جائز نہیں کیونکہ ماں بیٹی یا بیٹا رضاعی بہن بھائی بن گئے۔ اور اسی طرح اگر شیر خوار کی ماں صرف بچے کی نانی کی پالی ہوئی بیٹی ہو تب بھی حرام ہو گی کیونکہ باپ پر حرام ہے کہ دودھ پلانے والی کی اولاد سے نکاح کرے لیکن اگر دادی اپنے پوتے کو پورے شرائط کے ساتھ دودھ پلادے تو یہ جائز ہے کیونکہ یہ باپ اپنے بچے کی دادی اور دادا کی اولاد سے پہلے بھی نکاح نہیں ہو سکتا تھا اور اب بھی نہیں کر سکتا لہذا اس صورت میں کوئی مانع نہ ہے اور یہ بلااشکال جائز ہے۔

(۲) اگر کوئی شخص شیر خوار بچی سے نکاح کرلے اور اسکی پہلے والی بڑی بیوی اس سوکن کو دودھ پلادے تو دونوں کا نکاح فسخ ہو جائے گا اور دونوں اپنے شوہر پر حرام ہو جائیں گی کیونکہ اس طرح بڑی بیوی اس کی ساس بن جائے گی اور چھوٹی بیوی بیٹی قرار پائے گی۔

اگر پہلی بڑی بیوی پہلے مطلقہ ہو اور پہلے شوہر کے دودھ سے اپنی سوکن کو دودھ پلادے تو اگر یہ دوسرا شوہر اس سے دخول کر چکا ہو تب دونوں بیویاں اکٹھی حرام ہو جائیں گی اور اگر دخول نہ کیا ہو تو نکاح فسخ ہو جائے گا اور بڑی بیوی دائماً حرام ہو جائے گی اور چھوٹی بیوی سے نئے سرے سے نکاح کرنا

ہو گا کیونکہ یہ بیوی ایک محض پالتو بچی ہے جس کی ماں سے دخول واقع نہیں ہوا۔

(۳) اگر کوئی دودھ والی عورت مطلقہ ہو جائے اور کسی شیر خوار بچے سے عقد نکاح کر لے اور پھر اس بچے کو اپنے سابقہ شوہر سے ہونے والا دودھ پلادے تو اس پر یہ دونوں شوہر حرام ہو جائیں گی۔ پہلا بڑا شوہر اس لئے حرام ہو گا کیونکہ چھوٹا شوہر اس کا رضاعی بیٹا بن گیا۔ اور بیٹے کی زوجہ باپ پر ہر حال میں حرام ہوتی ہے۔ اور چھوٹا شوہر اس لئے حرام ہو جائے گا کیونکہ وہ اولاً تو اس کا رضاعی بیٹا بن گیا پھر یہ اسکے رضاعی باپ کی زوجہ رہ چکی ہے۔ جواب اسکا خسر بن گیا۔

(۴) اگر کسی شخص کی دو بیویاں ہوں جو دودھ پلانے والی ہوں اور وہ کسی تیسری بیوی سے عقد کر لے جو ابھی شیر خوار بچی ہو اور دونوں بیویاں اس بچی کو مکمل شرائط کے ساتھ دودھ پلادیں تو اس طرح اس بچی کے ساتھ اور پہلے دودھ پلانے والی کے ساتھ نکاح فسخ ہو جائے گا کیونکہ پہلی مرتبہ دودھ پلانے والی بیوی ساس اور تیسری بیوی اب بیٹی بن جائے گی اور دوسری مرتبہ دودھ پلانے والی بڑی بیوی حرام نہ ہو گی کیونکہ اس نے شوہر کی بیٹی کو دودھ پلایا ہے جو کہ موجب حرمت نہیں ہے۔

(۵) اگر کسی شخص کی ایک بیوی بڑی ہو اور دو بیویاں کم سن شیر خوار ہوں اور بڑی بیوی اپنے موجودہ شوہر کا دودھ ایک ہی دفعہ یا پےَ در پےَ دونوں سوکنوں کو پلادے تو تینوں کا عقد فسخ ہو جائے گا اور ان سے نکاح کرنا اس مرد پر حرام ہو جائے گا لیکن اگر اس نے سابقہ شوہر سے ہونے والا دودھ پلایا ہو تو یہ دیکھا جائے گا کہ حاضر شوہر اسکے ساتھ دخول کر چکا ہے یا نہیں اگر دخول کر چکا ہے تو اگر اس نے دونوں کم سن سوکنوں کو بیک وقت ساتھ ساتھ بلا تقدیم و تاخیر دودھ پلا دیا ہو تو تینوں کا نکاح فسخ ہو جائے گا اور اگر دودھ پلانے میں اس نے ترتیب رکھی ہو یعنی ایک کو پہلے دودھ پلایا ہو اور دوسری کو بعد میں تو پہلی بڑی بیوی اور اس چھوٹی بیوی جس نے دودھ پیا ہے دونوں کا نکاح دائماً فسخ ہو جائے گا اور دوسری بیوی کا نکاح فسخ نہ ہو گا کیونکہ جب بڑی کا نکاح فسخ ہو گیا تو یہ رضاعی بیٹی نہ بن سکی لہذا اس کا نکاح بچ گیا لیکن اگر اس نے بڑی بیوی سے دخول نہ کیا ہو تو اس مسئلہ کی دو صورتیں ہوں گی۔

پہلی صورت

اگر بڑی بیوی دو کم سن سوکنوں کو ایک ہی دفعہ میں شرائط کے مطابق دودھ پلادے تو تینوں کا عقد فسخ ہو جائے گا اور بڑی بیوی اپنے شوہر پر حرام موبد ہو جائے گی کیونکہ وہ اسکی بیویوں کی ماں بن چکی ہے اور وہ ان دو کم سن بیویوں میں سے جس ایک کو پسند کرنا چاہے حسب منشاء دوبارہ عقد کر سکتا ہے البتہ دونوں سے عقد کرنا اس کیلئے جائز نہ ہو گا کیونکہ یہ دونوں بہنیں بن چکی ہیں اور اجتماعاً دو

بہنوں سے عقد کرنا حرام ہے۔

دوسری صورت

اگر بڑی بیوی دونوں چھوٹی شیر خوار بیویوں کو یکے بعد دیگرے دودھ پلائے تو بڑی بیوی اور پہلے دودھ پینے والی بیوی کا عقد حرام موبد ہو جائے گا اور چھوٹی کا نکاح برقرار رہے گا اور اسکے ساتھ عقد صحیح ہو گا اور اگر وہ دودھ پینے والی چھوٹی بیوی سے نکاح کا ارادہ کرے تو اس دوسری کم سن بیوی کو طلاق دے دے کیونکہ دو بہنوں سے بیک وقت عقد جائز نہیں ہے۔

(۶) اگر کوئی شخص اپنے رضاعی شیر خوار لڑکے کا عقد اپنے بھائی کی رضاعی بیٹی سے کرے اور ان دونوں کی دادی ان میں سے کسی ایک کو دودھ پلا دے اور دونوں کا عقد فسخ ہو جائے گا اور یہ شیر خوار بچی اس بچے پر حرام ہو جائے گی کیونکہ دودھ پلانے والی اگر ان کی باپ کی طرف سے دادی ہے تو دودھ پینے والا اپنے باپ کا بھائی اور لڑکی کا چچا بن جائے گا اور اگر وہ اس بچی کو دودھ پلا دے تو وہ اس لڑکے کے باپ کی بہن اور لڑکے کی پھوپھی بن جائے گی۔

(۷) اگر ولی شرعی اپنے کم سن بچے کا عقد کسی بڑی عورت سے کر دے پھر وہ عقد کسی شرعی وجہ سے فسخ ہو جائے چاہے اختیاراً یا بسبب مجبوری پھر وہ عورت کسی اور مرد سے عقد کرلے اور اس سے حاملہ ہو جائے اور بچہ جن دے اور وہ عورت اسی دودھ لے اپنے سابق کم سن شیر خوار شوہر کو دودھ پلا دے جس کا عقد فسخ ہو گیا تھا تو اس کا نکاح دونوں شوہروں سے بیک وقت فسخ ہو جائے گا اور یہی حکم ہے اگر وہ پہلے بڑے شوہر سے شادی کر کے طلاق لے لے اور پھر کم سن شوہر سے عقد کرے اور اسکو بڑے شوہر کی وجہ سے پیدا ہونے والا دودھ پلا دے کیونکہ چھوٹا شوہر اب اس کا بیٹا بن جائے گا اور وہ بڑے شوہر کے رضاعی بیٹے کی زوجہ بن جائے گی جو کہ اس پر حرام ہے۔

(۸) اگر کسی شخص کی دو بڑی بیویاں ہوں اور ایک چھوٹی اور وہ دخول کے بعد بڑی بیوی کو طلاق دے دے پھر بڑی بیوی چھوٹی بیوی کو اسی شوہر کا دودھ پلا دے تو یہ دونوں بیویاں بیک وقت اپنے شوہر پر حرام ہو جائیں گی کیونکہ چھوٹی بیوی اس کی رضاعی بیٹی ہو جائے گی اور بڑی بیوی اسکی بیوی کی ماں بن جائے گی اس لئے دونوں حرام ہو جائیں گی۔

اور اگر وہ اسکو کسی غیر شوہر کا دودھ پلا دے تب بھی یہ بیوی اور چھوٹی بیوی اس شوہر پر حرام ہوں گی کیونکہ چھوٹی اسکی پروردہ بیٹی بن جائے گی اور بڑی عورت اس کی بیوی کی ماں ہو جائیگی لیکن اگر اس نے دخول نہ کیا ہو تو اس پر صرف بڑی حرام ہو گی اور چھوٹی حرام نہ ہو گی کیونکہ اس پروردہ لڑکی کا

بیٹی بننا اس کی ماں کے ساتھ دخول کرنے کے ساتھ مشروط ہے۔

(۹) اگر کسی شخص کی بڑی بیوی کی ماں اس کی چھوٹی کم سن بیوی کو دودھ پلادے تو یہ دونوں بیویاں رضاعی بہنیں قرار پائیں گی اور دونوں کا عقد فسخ ہو جائے گا کیونکہ دو بہنوں کو یکجا عقد میں رکھنا حرام ہے پس وہ ان میں سے جس ایک کو چاہے نئے عقد کے ذریعے دوبارہ بیوی بنا سکتا ہے۔

(۱۰) اگر کسی شخص کی ایک بیوی بڑی ہو اور دوسرے کی بیوی چھوٹی اور دونوں اپنی اپنی بیویوں کو طلاق دے دیں پھر اور یہ دوسرا شخص بڑی سے عقد کر لے پھر بڑی بیوی اس چھوٹی بیوی کو دودھ پلادے تو بڑی بیوی دونوں پر حرام ہو جائے گی۔ اور چھوٹی بیوی اس شخص پر حرام ہو جائے گی جس نے فقط بڑی بیوی سے دخول کیا ہو۔ اور جس نے ایسا نہ کیا ہو اس پر حرام نہ ہو گی۔

(۱۱) اگر شوہر کسی عورت کا محرم ہونے کا دعوی کرے اور کہے میں تیرا بھائی یا بیٹا یا رضاعی نواسہ ہوں تو اسکی چھ صورتیں قرار پا سکتی ہیں۔

اول: اگر عقد سے پہلے اس طرح کہا ہو تو یہ شخص اس عورت پر حرام ہو گا چاہے وہ عورت اسکی تصدیق کرے یا تکذیب حتی کہ اگر وہ اپنے دعوے سے منحرف ہو جائے تب بھی یہی حکم ہے۔

دوم: اگر عقد کے بعد اس نے ایسا کہا ہو اور وہ عورت اس کی تصدیق کرے تو نکاح باطل ہو گا اور وہ عورت مہر کی مستحق نہ ہو گی۔

سوم: اگر دخول کے بعد یہ دعوی کیا ہو اور وہ عورت تحریم سے پہلے ہی واقف ہو مگر اس کو دخول سے منع نہ کرے تب بھی وہ مہر کی مستحق نہ ہو گی کیونکہ وہ زانیہ ہو گی جو مستحق پر نہیں ہوتی۔

چہارم: اگر وہ دخول کے وقت حرمت سے جاہل ہو اور بعد میں اسکو حرمت کا علم ہوا ہو تو اس وقت نامزدہ مقررہ حق مہر کی مستحق ہو گی۔

پنجم: اگر وہ شخص عقد کے بعد اور دخول سے قبل یہ دعوی کرے اور عورت اس کی تکذیب کرے تو اس وہ اپنے دعوی پر ثبوت مہیا کرے تو یہ عقد باطل ہو گا اور وہ مستحق مہر نہ ہو گی اور اگر اس کے پاس ثبوت نہ ہو تب بھی وہ عقد باطل ہو گا مگر یہ عورت مہر کی مستحق قرار پائے گی۔

ششم: اگر وہ شخص دوبارہ یہ دعوی کرے کہ عقد سے پہلے ہی عورت تحریم کو جانتی تھی تو اس عورت کو یہ حلف دینا ہو گا کہ وہ بے خبر تھی اور حلف کی صورت میں ہی وہ پورے حق مہر کی مستحق ہو گی ورنہ نہیں۔

ہفتم: اگر اس شخص کا دعوی اور اسکی بیوی کی تکذیب دخول سے قبل ہو تو وہ عورت پورے حق مہر کی مستحق ہو گی۔

(۱۲) اگر عورت کا دعوی کرے کہ وہ کسی شخص کی رضاعی بہن ہے اور اس پر حرام ہے اور وہ بھی یہ دعوی کرے تو اگر یہ دعوی نکاح سے قبل ہو تو بلا اختلاف ان کا نکاح حرام ہے لیکن اگر وہ نکاح کے بعد دعوی کرے اور مرد اسکی تصدیق کرے تو انکا عقد فسخ ہو جائے گا اور وہ دونوں باہمی جدائی اختیار کریں گے لیکن وہ حق مہر کی مستحق نہ ہو گی اور اگر دخول کے بعد ایسا دعوی کیا گیا ہو اور وہ عورت عقد کے بعد اسکی تحریم سے لاعلم ہو تو دونوں کو جدا کر دیا جائے گا اور وہ مقررہ حق مہر کی مستحق ہو گی لیکن اگر وہ عقد کے وقت تحریم سے واقف تھی تو وہ زانیہ ہو گی اور اسکیلئے کوئی حق مہر نہ ہو گا۔

اور اگر وہ عقد کے بعد اور دخول سے قبل ایسا دعویٰ کرے اور مرد اسکی تکذیب کرے تو اسکا دعوی بے اثر ہو گا بلکہ مرد کیلئے اس سے اپنے حق کا مطالبہ کرنے کا حق ہو گال اور وہ روکنے کی حقدار نہ ہو گی ہاں دعویٰ کی صورت میں اس کیلئے جائز نہ ہو گا کہ وہ اپنا نفس اس مرد کو پیش کرے اور اس سے باز رہنے کا مطالبہ کرے بلکہ اس پر واجب ہو گا کہ جس طرح ممکن ہو اس مرد سے چھٹکارا حاصل کرے چاہے کوئی مال یا جاہ یا کوئی اور چیز پیش کر کے جان چھڑا لے اور وہ ہر گز ابداً حق مہر کی مستحق نہیں ہو گی اگر مرد دخول کے بعد اسکی تکذیب کرے تب بھی وہ حق مہر کی حقدار ہو گی اور محض اسکے قول سے اسکا نکاح باطل نہ ہو گا جب تک کہ وہ اپنے دعویٰ پر ثبوت مہیا نہ کرے ہاں اگر وہ عورت یہ دعوی کرے کہ مرد اس تحریم کو جانتا تھا تو اس کیلئے مرد پر لازم ہو گا کہ حلف اٹھائے اور اگر مرد قسم دے دے کہ وہ نہیں جانتا تھا تو شارع نے بظاہر نکاح کی صحت کا حکم لگایا ہے لیکن عورت پر واجب ہو گا کہ وہ بقدر امکان اس سے اپنی جان چھڑا لے لیکن اگر قسم سے انحراف کرے اور اسکو رد کر دے اور عورت قسم اٹھا لے کہ اس مرد کو تحریم کا علم تھا تو شارع نے انکے باہمی افتراق کا حکم عائد کیا ہے اور وہ مستحق مہر ہو گی لیکن اگر وہ بھی قسم سے انحراف کرے تو بظاہر نکاح صحیح ہے لیکن اسکو یہ حق نہیں ہو گا کہ وہ مرد سے ابتداءً لطف اندوزی کا مطالبہ کرے یا زوجیت کے دیگر حقوق مثلاً نان نفقہ لباس اور دیگر حقوق ثابتہ کا مطالبہ کرے اور اگر شوہر اسکے بعض حقوق ادا کر دے تو اس پر یہ واجب نہیں کہ ان کو رد کرے اور اس کو اس سے کنارہ کش ہونے کا حق بھی نہں ہو گا جیسا کہ ہم نے کہا۔

مبحث چہارم
رضاع تحریمی کے لئے شرعی ثبوت

۱- رضاعت کے ثبوت میں صرف عورتوں کی شہادت کافی ہے۔ اور اگر ان کے ساتھ مرد بھی ہوں تو بطرق اولیٰ کافی ہو گی۔ کیونکہ یہ ایسے امور میں سے ہے جس پر وہ مشکل ہی سے مطلع ہوتے ہیں۔ جیسا کہ عورتوں کے مخصوص مسائل مثلاً ثبوت بکارت اور باقی مخفی عیوب کے لئے بھی عورتوں ہی کی گواہی معتبر ہو گی۔

۲- مشہور بین الاصحاب یہ ہے کہ شہادت کے لئے چار عورتوں سے کم عورتیں نہ ہوں۔ ورنہ گواہی ناکافی ہو گی۔

۳- رضاعت کی شہادت کے لئے اجمال کی بجائے تفصیل معتبر ہو گی مثلاً عورت اس طرح شہادت دے دے (میں گواہی دیتی ہوں کہ فلاں نے فلاں عورت کے پستان سے پے در پے پندرہ مرتبہ دودھ پیا جب کہ اس عورت کا نکاح صحیح تھے اور بچے کی عمر دو سال سے زیادہ نہ تھی اور پندرہ دفعات کے درمیان کوئی فاصلہ واقع نہیں ہوا) اور یہ شہادت ناکافی ہو گی کہ میں گواہی دیتی ہوں کہ فاں اور فلانہ کے درمیان رضاعت محرّمہ واقع ہوئی) ہاں اگر گواہی دینے والا مرد اور عورت حاکم کے نزدیک معتمد ہوں اور احکام میں اس کے عقلا بھی ہوں تو اجمال کافی ہو گا یا گواہی دینے والا ایسا فقیہہ ہو جو رائے میں حاکم شرع کے موافق ہو۔

۴- اگر کسی شخص کی رضاعی مائیں یا بہنیں یا بیٹیاں وغیرہ کسی شہر میں ہوں اور وہاں کی عورتوں کے ساتھ مل جُل گئی ہوں اور ان کی شناخت مشکل ہو تو اگر وہ عورتیں محدود مقدار میں ہو یعنی ان کو شمار کرنا ممکن ہو تو اس پر واجب ہے کہ وہ اس شہر کی تمام عورتوں سے اجتناب کرے اور اگر ان کا شمار ممکن نہ ہو تو اس شہر میں نکاح کرنا جائز ہے مگر احوط یہ ہے کہ سب سے مطلقاً اجتناب کرے۔

۵- اگر دودھ پینے کی باریاں مشکوک ہوں کہ آیا وہ مطابق نصاب پندرہ مرتبہ بمع شرائط تھیں یا نہ تھیں یا بعض باریوں میں شک ہو کہ دودھ بچے کے پیٹ کے اندر گیا یا نہیں یا کسی باقی شرط میں شک ہو تو نکاح کی حرمت کا حکم نہیں لگایا جائے گا بلکہ اپنے جواز پر باقی رہے گا اور اصل اباحت کا قانون برقرار رہے گا۔

چند متفرق احکام

۱۔ نشر حرمت اور تحریم رضاعت میں باتفاق اصحاب شوہر کی اجازت شرط نہیں ہے اگرچہ دودھ اسی کی طرف منسوب ہو لیکن وہ زوجہ یا اس کے دودھ کا مالک نہ ہو گا ہاں اگر وہ عورت نکاح کے بعض حقوق واجبہ کو دودھ پلانے کی وجہ سے ترک کر رہی ہو تو اس پر دودھ پلانا حرام ہو گا لیکن وہ نشر حرمت میں مؤثر نہیں ہو گا۔

۲۔ جو شخص اپنی رضاعی پھوپھی یا خالہ سے نعوذ باللہ زنا کر لے تو اس پر ان کی بیٹیوں سے عقد کرنا حرام ہو گا یہی حکم نسبی حقیقی پھوپھی اور خالہ کا ہے۔

۳۔ دو رضاعی بہنوں سے بھی بیک وقت نکاح کرنا جائز نہیں ہے جس طرح کہ دو حقیقی بہنوں سے بھی اس طرح ناجائز ہے چاہے نکاح دائمی ہو یا منقطع اور چاہے وہ کسی ایک سے دخول کر چکا ہو یا نہ۔

۴۔ اگر کوئی شخص یہ چاہے کہ اپنی بیوی کی موجودگی میں اس کی بھانجی یا بھتیجی سے نکاح کرے چاہے وہ حقیقی ہوں یا رضاعی تو یہ بیوی کی اجازت کے بغیر جائز نہیں جیسا کہ احکام نسب میں گذر چکا۔

۵۔ اگر کوئی شخص کسی لڑکے سے (معاذ اللہ) لواطہ کرے تو اس شخص پر اس لڑکے کی ماں اور بہن اور بیٹی چاہے حقیقی ہوں یا رضاعی حرام ہو جائیں گی کیونکہ احکام میں نسبی اور رضاعی عورتوں کی حرمت برابر ہے۔

نکاح متعہ کا بیان

خداوند عالم کا ارشاد ہے:

فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ

پس تم جس قدر ان عورتوں سے متعہ کرو تو ان کی اجر میں یعنی حق پر ان کو دے دو۔ ابن عباس ابن مسعود اور ابنِ ابی کعب سے منقول ہے کہ انہوں نے اس آیت میں منھن کے بعد الی اجل مسمی پڑھا ہے یعنی (مقررہ مدت تک) اور تمام مسلمانوں میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ اصل میں متعہ شرعاً جائز ہے اور مفسرین میں بھی اختلاف نہیں ہے کہ اس آیت میں متعہ مراد ہے اور اختلاف صرف یہ ہے کہ آیا متعہ کا حکم اب تک باقی اور جاری ہے یا منسوخ کر دیا گیا تھا اور شیعہ امامیہ کا مسلک جو کہ مذہب اہلِ بیتؑ ہے وہ بقاء حکم کے قائل ہیں اور اس پر حد تواتر تک پہنچنے والی احادیث و روایات دلالت کرتی

ہیں۔

باقی مذاہب اس کے جواز کے منسوخ ہونے کے قائل ہیں مگر یہ بھی ثابت نہیں اور ان کے ہاں اس سلسلہ میں روایات متضاد ہیں۔ ہمیں جابن بن عبداللہ اور ابن عباس اور ابن مسعود اور سلمہ بن اکوع اور عمران اور حصین اور انس بن مالک کی روایت ملی ہے کہ یہ حکم منسوخ نہیں اور صحیح مسلم میں عطا سے منقول ہے کہ جابن بن عبداللہ ہمارے پاس عمرہ کے لئے آئے اور ہم نے ان کے گھر جا کر ان سے ملاقات کی اور لوگوں نے ان سے کئی سوالات کئے پھر انہوں نے متعہ کا ذکر کیا تو وہ کہنے لگے ہم نے آنحضرت صلعم اور حضرت ابوبکرو حضرت عمر کے زمانہ میں بھی متعہ کیا۔

یہاں خاصہ و عامہ کے درمیان ایک مشہور روایت بھی ہے کہ عمر بن خطاب نے کہا:

مُتْعَتَانِ کَانَتَا عَلیٰ عَهْدِ رَسُوْلِ اللهِ اَنَا اُحَرِّمُهُمَا وَاُعَاقِبُ عَلَيْهِمَا۔

آنحضرت ﷺ کے عہد رسالت میں دو متعے یعنی حج تمتع اور نکاح متعہ حلال تھے۔ مگر میں ان کو حرام کرتا ہوں اور ان پر سزا مقرر کرتا ہوں اس روایت سے بھی ثابت ہے کہ نسخ کا حکم حضور ﷺ کے زمانہ میں نہ تھا اور نہ عمر بن خطاب تحریم کو اپنی طرف منسوب نہ کرے اور یہ ان کا اپنا اجتہاد تھا مگر ایسا اجتہاد اور حکم الہیٰ اور حکم نبوی ﷺ کے بالمقابل ہو وہ قابل رد ہے اور مجتہد کی ذاتی تشریع ہے کیونکہ تشریع کا حق صرف اللہ اور رسول ﷺ کو حاصل ہے۔ اور صحیح ترمذی میں ہے کہ اہلِ شام میں سے کسی شخص نے ابن عمر سے متعہ کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے کہا حلال ہے وہ کہنے لگا کہ تمہارے باپ نے تو اس سے منع کیا تھا؟ ابن عمر کہنے لگے تمہاری کیا رائے ہے کہ اگر میرا باپ کسی کام سے روکے اور رسول اس کا حکم جاری کریں تو کیا سنت رسول ﷺ کو چھوڑ کر اپنے باپ کی پیروی کروں گا شعبہ نے حکم بن عتیبہ سے روایت کی ہے جو کہ اکابر اہلِ سنت و جماعت میں سے تھے کہ میں نے ان سے دریافت کیا کہ آیا آیت متعہ منسوخ ہے انہوں نے کہا نہیں پھر کہا کہ حضرت علی بن ابی طالبؑ نے فرمایا:

لَوْلَا نَهْىُ عُمَرَ عَنِ الْمُتْعَةِ لَمَا زَنٰى اِلَّا شَقِيٌّ۔

اگر عمر نے اس سے نہی کی ہوتی تو کوئی بدبخت ہی زنا کا ارتکاب کرتا۔

اس کا "ایجاب" یہ ہے کہ میں تجھ سے اتنی اتنی مدت کے لئے نکاح یا زواج یا متعہ کیا اور مدت واضح طور پر محدود و متعین بیان کی جائے اور اجرت کا بھی ذکر ہو جو کہ مقدار، یا وزن یا پیمانہ کے اعتبار سے غیر مبہم ہو اور قابلِ مشاہدہ ہو چاہے کم ہو یا زیادہ اور اس طرح "قبول" بھی ہے۔

متعلقہ مسائل:

۱- عدد کے اعتبار سے متعہ منحصر نہیں ہے اور اہلِ کتاب سے تعلق رکھنے ولی عورت سے بھی جائز ہے۔

۲- اگر دخول سے قبل شوہر اس کو مدت ھبہ کر دے تو اس کو مقرر کردہ مہر کا نصف ادا کرنا ہو گا۔

۳- اگر عورت مدت کو ترک کر دے تو شوہر نے اس کی اجرت ساقط ہو گی اور اگر کچھ مدت اختیاراً ترک کر دے چاہے دخول سے قبل ہو یا بعد وہ اس مدت کے مطابق اجرت کاٹ لے گا جو کہ حساب کے مطابق ہو گی۔

۴- اگر مدت کا ذکر نہ کرے تو نکاح متعہ باطل ہے۔

۵- اگر یہ ظاہر ہو جائے کہ عقد فاسد ہے۔ اور وہ دخول کر چکا ہو تو مہر مثل اداء کرنا ہو گا۔

۶- اس زوجہ سے عزل کرنا جائز ہے چاہے متن عقد میں شرط نہ ہو۔

۷- عقد میں ہر جائز شرط لگانا جائز ہے۔ مثلاً اس کے پاس ایک مرتبہ آنا یا دن رات میں متعدد بار یا کوئی اس قسم کی شرط۔

۸- متعہ میں طلاق نہیں ہوتی کیونکہ مدت پوری ہونے یا شوہر کے مدت ھبہ کرنے سے عورت از خود علیحدہ ہو جاتی ہے اور اس میں ایلاء بھی واقع نہیں ہوتی جو کہ بمنزلہَ طلاق ہے ہاں ظہار واقع ہو سکتی ہے جن کا بیان آگے ہو گا۔

۹- اگرچہ متعہ میں باہمی وراثت نہیں تاہم اگر عقد میں اس کی شرط کر دیں تو اس کے مطابق وراثت ثابت ہو گی۔

۱۰- اس کا عدّہ دو بار حیض آنے کی مدت ہے۔ چاہے مدت گزرنے کے بعد ہو یا ھبہ کے بعد لیکن اگر حیض کے معاملہ میں اسکی حالت مشکوک ہو تو پنتالیس دن عدہ رکھے۔

۱۱- متعہ میں عدت وفات آزاد عورت کے لئے دائمی عقد کی طرح چار ماہ دس دن ہے اور کنیز کا عدہ اس سے نصف ہے۔

۱۲- اگر عورت حاملہ ہو اور مقررہ مدت سے پہلے بچہ پیدا ہو جائے تب بھی وہ چار ماہ دس دن پورے کرے گی۔

حق مہر کا بیان:

ہر ایسی چیز کو حق مہر قرار دینا صحیح ہے جو قابلِ ملکیت ہو چاہے عین ہو یا منفعت کم ہو یا زیادہ مثلاً قرآن کریم کی تعلیم دینا یا کوئی صنعت سکھانا یا کوئی واجب یا مباح ہنر سکھانا۔

چند متعلقہ مسائل:

۱۔ اگر دو ذمی کافر کسی ایسی چیز کو حق مہر قرار دے کر عقد کریں جس کی تملیک ان کی اپنی شریعت میں صحیح ہو تو عقد صحیح ہو گا اگرچہ وہ ہماری شریعت میں قابلِ تملیک نہ ہو۔ پس اگر وہ اسلام لے آئیں تو حق مہر ان کے ہاں اس چیز کی مالیتی قیمت کی طرف منتقل ہو جائے گا۔ اور اگر وہ شوہر ذمیؔ اسلام لانے سے قبل اس کا قبضہ دے دے تو وہ بری الذمہ ہو جائے گا۔

۲۔ حق مہر کی قلت یا کثرت کی کوئی حد نہیں ہے۔ لیکن حد شرعی سے اس کا متجاوز ہونا مکروہ ہے۔

۳۔ سنت حق مہر پانچ سو درہم ہے جو کہ پچاس دینار کے مساوی ہے اور دینار کی مقدار ۱۸ نخود ہوتی ہے۔ بنا بریں اگر وہ یہ کہے کہ اس نے کتاب اللہ اور سنت نبوی کے مطابق مہر پر عقد کیا اور مہر کا ذکر نہ کرے تو اس سے مراد پانچ سو درہم ہی لئے جائیں گے۔

۴۔ دائمی عقد حق مہر کے ذکر کے بغیر بھی صحیح ہے۔ پس وہ محض عقد سے واجب نہیں ہوتا۔ چاہے وہ اس کی صریحاً نفی کریں یا اس کا ذکر ہی نہ کریں۔ پس اگر اس طرح دخول سے قبل طلاق دے دے تو اس پر لازم ہو گا کہ وہ زوجہ کو کچھ فائدہ مالی مہیا کر دے جو کہ تونگر کے لئے پندرہ دینار متوسط کے لئے پانچ دینار اور فقیر کے لئے ایک دینار یا چاندی یا سونے کی انگوٹھی ہے۔ ہاں اگر دخول بھی کر چکا ہو تو مہر المثل اداء کرے گا۔

۵۔ اگر مرد عقد کے دوران مہر کی مقدار کا تعین کا حق زوجہ کو تفویض کر دے یا زوجہ شوہر کو تفویض کر دے تو صحیح ہے اور شوہر کم یا زیادہ جو بھی فیصلہ کرے گا زوجہ کو تسلیم کرنا لازم ہو گا اسی طرح اگر شوہر زوجہ کو اس کا حق تفویض کر دے اور وہ جس قدر بھی تعین کرے شوہر پر لازم ہو گا مگر مہر سنت سے تجاوز نہ کرے۔ پھر اگر وہ دخول سے قبل طلاق دے دے تو طے کردہ حق مہر کا نصف اداء کرنا لازم ہو گا۔

۶۔ اگر میاں بیوی عقد کے بعد مہر فرض کریں اور دونوں اس پر راضی ہوں تو وہ لازم ہو جائے گا۔

۷۔ اگر شوہر دخول سے قبل وفات پا جائے تو عورت کسی حق مہر کی حقدار نہ ہو گی۔ البتہ وہ وراثت اور مالی فائدہ سے اپنا حصہ پائے گی۔

۸۔ اگر حقوق زوجیت کی تفویض پر آمادگی کے باوجود دخول سے قبل دونوں میں سے ایک وفات پا جائے تب بھی حق مہر لازم نہ ہو گا۔

۹۔ عقد کے ساتھ ہی مہر زوجہ کی تملیک میں آجاتا ہے اور اگر دخول سے قبل اس کو طلاق دے دے تو وہ نصف کی مالک رہ جاتی ہے۔ اگرچہ اس کے لئے مستحب ہے کہ وہ شوہر کو کل مہر معاف کر دے اور اگر وہ کم سن ہو تو اس کے باپ اور دادا کو یہ اختیار ہے کہ وہ نصف سے زائد معاف کر دیں۔

۱۰۔ اگر وہ حق مہر اداء کرنے سے قبل دخول کر لے تو وہ اس پر قرض رہ جائے گا اور طویل مدت گذر جانے پر بھی ساقط نہ ہو گا۔

۱۱۔ محض خلوت اختیار کرنے کو دخول قرار نہیں دیا جاتا بلکہ وطئ لازم ہے اگرچہ عقبی جانب وطئ ہمارے نزدیک حرام ہے۔

۱۲۔ اگر حق مہر معجل قرار کیا گیا ہو تو عورت کو فوری مطالبہ کرنے کا حق حاصل ہے اور وہ وصولی سے قبل بھی اپنے فرائض سے کنارہ کشی کر سکتی ہے۔ چاہے شوہر فوری اداء کرنے پر قادر ہو یا نہ ہو اور چاہے مہر عین ہو یا منفعت معینہ یا فی الذمہ۔

۱۳۔ شوہر کو بھی حق حاصل ہے کہ وہ زوجہ کی طرف سے فرائض کی ادائیگی سے قبل حق مہر کا قبضہ دینے سے اجتناب کرے جس کا علاج یہ ہے کہ وہ مہر مقرر کسی دیانتدار شخص کے پاس امانت رکھ دے تاکہ زوجہ تمکین کے بعد اس کو وصول کر لے لیکن دخول کے بعد اس کو اجتناب کا حق نہیں ہے صرف مطالبہ کا حق ہے۔

۱۴۔ اگر وہ اس کو دخول سے قبل طلاق دے دے جب کہ وہ حق مہر سے بری الذمہ ہو چکا ہو تو وہ نصف کی حقدار ہو گی۔ مثلاً اگر وہ دخول سے قبل اس کو پورا حق مہر دے چکا ہو تو اس کا ذمہ بری ہو گیا اور طلاق قبل از دخول کی صورت میں وہ اس سے نصف مہر واپس طلب کرے گا۔

۱۵۔ اگر زوجہ اس کو مقررہ مہر کا بعض حصہ ھبہ کر چکی ہو تو مذکورہ بالا صورت میں وہ ھبہ شدہ مہر کا مثل یا اس کی قیمت اور باقی اداء شدہ نصف یعنی جملہ کے حساب سے نصف واپس لے گا اور اسی حساب سے اس کو نصف واپس کرے گا۔

۱۶۔ عقد نکاح میں موافق شریعت میں کوئی بھی شرط رکھی جا سکتی ہے لیکن خلافِ شریعت شرط لغو ہوگی اور عقد اپنی صحت پر باقی رہے گا۔ بخلاف باقی عقود کے جو کہ شرائط کے فاسد ہونے سے فاسد ہو جائیں گے۔

۱۷۔ اگر زوجہ مہر کے عوض کوئی اور چیز حاصل کر لے جو حق مہر کی مالیت سے کم ہو یا زیادہ اور پھر اس کو طلاق دے دے تو وہ عوض کے اعتبار سے نصف واپس نہیں کرے گا۔ بلکہ اصل طے شدہ حق مہر کا نصف واپس کرے گا۔

۱۸۔ اگر حق مہر میں کسی سورۂ قرآن کی تعلیم طے کی گئی تھی اور پھر وہ دخول سے قبل طلاق دے دے تو اس پر لازم ہے کہ نصف سورہ کی تعلیم دے۔ اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو اوسط اجرت تعلیم سے نصف اجرت زوجہ کو اداء کرے گا۔ لیکن اگر اس نے کسی صنعت کی تعلیم کو حق مہر قرار دیا ہو تو اسی طرح اس کی اوسط اجرت تعلیم سے نصف اداء کرے گا۔ اور اگر وہ دخول سے قبل اس کو مکمل طور پر صنعت کی تعلیم دے چکا ہو تو وہ اس سے اس کی نصف اجرت واپس لینے کا حقدار ہوگا۔

۱۹۔ اگر دادا یا باپ اپنے کم سن بچے کا عقد کر دیں تو حق مہر وہ اپنے ذاتی مال سے اداء کریں گے لیکن اگر بچے کا اپنا اتنا مال موجود ہو جو مہر کے لئے کافی ہو تو اس کے مال سے مہر اداء کیا جائے گا۔

۲۰۔ اگر دادا یا باپ اپنے کم سن بچے کا عقد کر دیں اور اپنے مال سے حق مہر اداء کریں اور پھر بچہ بالغ ہونے کے بعد دخول سے قبل طلاق دے دے تو واپس کردہ مہر لڑکے کی ملکیت ہوگا اگرچہ دونوں نے مل کر حق مہر اداء کیا ہو۔

۲۱۔ اگر میاں بیوی حق مہر کے نام کے متعلق اختلاف کریں اور دونوں کے دعوے متضاد ہوں اور دوسرا تفویض کا دعویٰ کرتا ہو تو نام مجوزہ کا انکار کرنے والا حلف دے گا اگر دونوں مقدار میں اختلاف کریں تو شوہر کا قول اس قسم کے ساتھ قبول کیا جائے گا۔ اسی طرح اگر دونوں مہر کی صفت میں اختلاف کریں تب بھی شوہر کا قول مقدم ہوگا۔ اسی طرح اگر دونوں مواقعہ (یعنی ہم بستری میں) اختلاف کریں تب بھی شوہر کا قول علیٰ الاقویٰ قبول ہوگا۔

عیوب و تدلیس کا بیان

وہ عیوب جو فسخ نکاح کے موجب ہوتے ہیں وہ شوہر میں چھ اور زوجہ میں نو ہیں۔

شوہر کے عیوب مندرجہ ذیل ہیں۔
۱۔ دیوانگی چاہے جزوقتی ہو یا کل وقتی اور مستقل۔
۲۔ آلہ تناسل کا اس طرح کٹا ہو ہونا جس کے ساتھ آلہ کے سرے کی بھی کچھ مقدار باقی نہ ہو۔
۳۔ خصی ہونا یعنی خصیئے نکال دیئے گئے ہوں اگرچہ وہ وطی پر قادر ہو اسی طرح اگر خصیئے کچل دیئے گئے ہوں۔
۴۔ عنن یعنی آلہ کا دخول سے عاجز ہونا۔ لیکن اگر وہ اپنی زوجہ یا کسی غیر سے وطی پر ایک دفعہ بھی قادر ہوا ہو تب بھی وہ عنن یعنی نامرد نہ ہو گا۔
۵۔ جذام یعنی سوداء کی بیماری سے گوشت جھڑ جانا۔
۶۔ برص چاہے یہ عیوب عقد سے قبل ہوں یا بعد میں زوجہ کو فسخ نکاح کا اختیار ہے۔

اور زوجہ کے عیوب مندرجہ ذیل ہیں۔
(۱) دیوانگی۔ (۲) جذام۔ (۳) برص۔ (۴) اندھا پن۔ (۵) زمین گیر ہونا۔ (۶) قرن، قرناء یعنی وہ عورت جس کی اندام نہانی میں کوئی ہڈی ہو جو وطیٔ سے مانع ہو۔ (۷) افضاء یعنی مخرج بول و اندام نہانی یا مقام رفع حاجت کا ایک ہو جانا۔ (۸) عفل یہاں اس سے مراد وہ گوشت ہے جو عورت کی اندام نہانی میں نکلا ہوا ہو اور مانع وطی ہو۔ (۹) رتق یعنی اندام نہانی کا قدرتی طور پر بند ہونا جس کا دخول ناممکن ہو۔

شوہر کو اس وقت عقد فسخ کرنے کا اختیار ہے جب کہ یہ عیوب عقد سے قبل ہوں اگر بعد میں پیدا ہو جائیں تو خیار نہیں ہو گا۔ اور خیار عیب فوری ہو گا چاہے شوہر میں عیب ہو یا زوجہ میں اگر عیب کا علم ہونے کے باوجود فسخ میں تاخیر کرے گا تو بعد میں اس کو فسخ کا اختیار نہ ہو گا۔ لیکن اگر وہ خیار سے یا فوریت کے مسئلہ سے جاہل ہو یا بھول گیا ہو تو علم اور یاددہانی کے بعد فسخ کر دے گا۔ اور اگر وہ کلام کرنے کی کسی نوعیت سے بھی مانع ہو تو خیار زوال مانع تک باقی رہے گا۔

اگر فسخ دخول سے قبل تو نامردی و عنن کی وجہ سے زوجہ صرف نصف مہر کی حقدار ہو گی اور اگر دخول کے بعد ہو تو مہر مسمّی (مقرر کردہ) کی حقدار ہو گی۔ اور وہ تدلیس یعنی دھوکہ کرنے والے پر عائد ہو گا۔ اگرچہ وہ خود ہی ہو لیکن اگر کنواری کی شرط ہو اور وہ عقد سے پہلے ہی اس طرح ثابت ہو سکے تو اس کو فسخ کا اختیار ہو گا۔ اور اگر فسخ دخول سے قبل ہو تو وہ حق مہر کی حقدار نہ ہو گی۔ اور اگر دخول کے بعد ہو تو اس کے لئے مہر مسمیٰ واجب ہو گا جو تدلیس یعنی دھوکہ کرنے والے پر عائد ہو گا اگر وہ موجود ہو ورنہ اس عورت پر عائد ہو گا۔

"قسمت، شقاق، نشوز" کا بیان

قسمت سے مراد شوہر اور زوجہ کا اپنے اوقات تقسیم کرنا ہے۔ ایک زوجہ کے لئے ہر چار راتوں میں سے ایک رات اور دو بیویوں کے لئے دو اور تین کے لئے تین اور چار کے لئے چار راتیں ہیں اور شوہر کا حق ہے کہ وہ پہلی بیوی کو تین راتیں اور دوسری کو دو اور تیسری کو ایک رات دے اور چوتھی کے لئے کوئی فاصل وقت لازم نہیں شوہر جیسا بھی ہو چاہے صحیح ہو یا خصی یا عنین ان میں تقسیم کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں کرے گا۔

مسائل:

۱۔ نافرمانی کی صورت میں عورت کے لئے وقت کی تقسیم میں حصہ دینا ساقط ہے جب تک کہ وہ اطاعت کی طرف رجوع نہ کرے۔

۲۔ سفر کے سبب بھی تقسیم ساقط ہے۔ چاہے سفر واجب ہے یا مباح حتیٰ کہ اگر وہ اپنے ساتھ کسی بیوی کو لے جائے تو پیچھے رہ جانے والی بیویوں کے لئے تقسیم کی قضاء نہ کرے گا اگرچہ وہ اس کو قرعہ کے بغیر ہی اپنے ساتھ لے جائے۔

۳۔ اگر سفر کسی ضرورت کے لئے ہو یا کسی واجب کام کے لئے مثلاً حجتہ الاسلام کے لئے یا اس کی اجازت کے ساتھ کسی جائز کام کے لئے مثلاً سنتی حج یا زیارات مقامات مقدسہ یا صلۂ رحمی یا دیگر جائز سفر تو قضاء واجب ہے اگرچہ سفر کا مقصد خود بیوی کی غرض ہو لیکن اگر سفر غیر واجب ہو یا شوہر کی اجازت کے ساتھ ہی ضروری ہو تو بیوی نافرمان ہو گی اور تقسیم میں اپنے حصہ کی حقدار نہ ہو گی۔

۴۔ وجوب صرف رات کے لئے مخصوص ہے کیونکہ دن تو اس کے معاش اور امور شخصی کے لئے مخصوص ہے۔

۵۔ دیوانی عورت کے لئے بھی تقسیم واجب ہے۔ اگر ان کی دیوانگی مستقل ہو اگر اس کو اس کی اذیت کا خوف نہ ہو ورنہ اس کے لئے کم سن بیوی کے لئے تقسیم میں دقت نہیں ہے۔

۶۔ شوہر کی اجازت کے بغیر بیوی کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ اپنی رات اپنی سوکن کو ھبہ کر دے۔ اور اس کو یہ حق حاصل ہے کہ پوری رات گزرنے سے قبل اپنے ھبہ سے رجوع کر لے اگرچہ بعد میں اس کو نہ رجوع کا حق ہے نہ قضاء کا۔

۷۔ کنواری کے لئے دخول کے ساتھ سات راتیں مخصوص ہیں اور جو کنواری نہ ہو اس کے لئے تین راتیں۔

۸۔ زوجہ کا تقسیم میں اپنے وقت کے عوض مال لے لینا صحیح نہیں ہے۔

۹۔ اگر شوہر بیمار ہو اور سوکن کے پاس ہو اور اس کی ہی باری ہو تو دوسری کے لئے اس کی عیادت کو جانا جائز ہے اور اگر وہ اس کے پاس ساری رات گزار دے تو دوسری کے لئے قضاء کرے گا اور اس کو بڑھانا جائز نہیں۔

۱۰۔ باری کی رات میں صرف پاس سونا واجب ہے مجامعت واجب نہیں کیونکہ وہ تو چار ماہ میں صرف ایک بار واجب ہے۔

نشوز سے مراد یہ ہے کہ شوہر یا زوجہ ایک دوسرے کے واجب حقوق اور اطاعت سے خارج ہو جائیں اور عورت کا نشوز یہ ہے کہ وہ شوہر کی ضروریات پوری نہ کرے جو کہ اس پر واجب ہیں مثلاً لطف اندوزی وغیرہ یا جب وہ بلائے تو یہ سستی کرے یا اپنے کلام و ادب میں تبدیلی کرے البتہ باقی یا مطلق حاجات جن کا تعلق لطف اندوزی سے نہ ہو وہ اس کے وظیفہ و فرائض میں داخل نہیں ہیں۔ اگر بیوی سے نشوز کی علامات ظاہر ہوں تو شوہر اولاً اس کو عذاب الہیٰ کا خوف دلائے اور حق تلفی کرنے پر نصیحت کرے۔ اگر وہ پھر بھی باز نہ آئے تو بمطابق آیت عمل کرے کہ: "تم ان کو بستروں میں تنہا چھوڑ دو اور ان کو مارو"۔ علی الترتیب اگر شوہر نشوز کرے تو اور اس کے حقوق اداء نہ کرے تو وہ اس سے مطالبہ کرے اگر وہ انکار کرے تو اپنا معاملہ حاکم کے پاس لے جائے۔

اور شقاق یہ ہے کہ میاں بیوی دونوں ایک دوسرے کی اطاعت سے نکل جائیں تو حاکم دونوں کے خاندانوں میں ایک ایک ثالث مقرر کرے گا۔ اگر انہوں نے اصلاح کا ارادہ کیا تو اللہ ان کے یہاں ہم آہنگی و اتفاق پیدا کرے گا اور اگر وہ تفریق پر ہی متفق ہو جائیں تو طلاق شوہر کی اجازت پر منحصر ہے۔ اور مال خرچ کرنے میں بیوی کی اجازت پر منحصر ہو گا۔ اور یہ دو ثالث جو فیصلہ کریں گے اگر وہ مطابق شرع ہو گا تو میاں بیوی اس کی پابندی کریں گے اور حکمین یعنی دو ثالثوں میں شرط ہے کہ وہ کامل عاقل، بالغ، عادل، آزاد ہوں اور مقصدِ ثالثی پر عمل کرنے والے ہوں۔ اور اس کے تقاضے پورے کرنے کے اہل ہوں۔

مسائل:

۱۔ اگر عقد دائمی ہو اور دخول کے بعد چھ قمری ماہ کی مدت گزر گئی ہو تو لڑکا شوہر کے ساتھ ملحق کیا

جائے گا۔ بشرطیکہ بچہ پورا ہوا اور بعید ترمدت حمل سے متجاوز نہ ہوا ہو اگر اس طرح متعہ یا ملک یمین یعنی کنیز کا بچہ بھی اس حکم میں ہو گا۔ لیکن اگر لعان کے بغیر فعل حرام کے ساتھ باپ بچے کو اپنے آپ سے نفی کر دے تو وہ نفی ہو جائے گا۔

۲۔ اصحابِ فقہاء کے مابین حمل کی بعید ترمدت کی حد بندی میں اختلاف ہے۔ بعض نے نو ماہ اور بعض نے دس ماہ اور فقہاء امامیہ کا اس سلسلہ میں انتہائی قول ایک ماہ ہے۔ اس میں اختلاف عورتوں کی عادات اور طبائع کی نسبت سے واقع ہوا ہے۔

۳۔ دخول کا معنی ہے کہ آلہ مخصوصہ کا سرا تمام مخصوص میں غائب ہو جائے۔

۴۔ ماں سے ساقط ہونے والا بچہ عادتاً ایام اور مہینوں کی میعاد پر مذکورہ کے مطابق ہونے پر ہی شوہر کے ساتھ ملحق کیا جائے گا۔

۵۔ اگر کوئی شخص کسی عورت سے زنا کرے تو اس سے پیدا ہونے والا بچہ اس طرح ہو گا جیسا کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا:

الولد للفراش، للعاهر الحجر۔

لڑکا اس کا ہو گا جس کا بستر شریعت کے مطابق ہو گا اور زانی کے لئے پتھر ہے۔ اگر بچہ زانی کا ہم شکل ہو اور شوہر عقد کے باوجود اس کی نفی کرے گا تو وہ لعان ہی کی صورت میں نفی ہو سکے گا۔

۶۔ اگر زوجہ دخول کا دعویٰ کرے اور شوہر انکار کرے تو شوہر حلف دے گا اسی طرح ولادت سے انکار کی صورت میں بھی وہ حلف دے گا اور عورت کا قول بلاثبوت قبول نہیں کیا جائے گا۔

۷۔ شبہ کا بچہ وطی کرنے والے سے ہی ملحق کیا جائے گا اگر شرط شرائط سہ گانہ کے مطابق دخول واقع ہوا ہو اور بعید ترمدت حمل سے تجاوز واقع نہ ہوا ہو۔

مستحبات مولود:

پیدا ہونے والے بچے کے متعلق مندرجہ ذیل امور مستحب ہیں۔

(ا) غسل دینا (ب) دائیں کان میں اذان دینا اور بائیں کان میں اقامت کہنا (ج) تربت حسینی علیہ السلام یا کھجور یا آبِ فرات جو کہ کربلا (عراق) کی نہر کا ہو اس کا یا کوئی اور شیریں پانی گھٹی میں پلانا اگر آب شیریں میسر نہ ہو تو کسی پانی میں شہد یا کھجور ملا کر پلائے اس عمل کو تحنیک کہتے ہیں یعنی بچے کے منہ کے اندر بلندی کی طرف پانی ڈالنا جس کو ہمارے ہاں گھٹی کہا جاتا ہے۔ (مترجم۔)

(د) بچے کا نام اسماء کریمہ میں سے منتخب کرنا مثلاً احمد، محمد، علی، اسماء ائمہ معصومینؑ واسماء انبیاءؑ

ومرسلین علیہم السلام اس طرح عبداللہ، عبدالرحمن، عبدالرحیم، عبدالعلی، عبدالعظیم حدیث میں ہے:

خَیرُ الاَسْمَاءِ مَاعُبِّدَ وَحُمِّدَ۔

اسماء میں سے بہترین نام وہ ہے جو عبدیت اور حمد کے مفہوم پر دلالت کرے۔

(ھ) جو شخص کوئی نام منتخب کرنے کا ارادہ رکھتا ہو تو بچے کی ولادت سے سات دن تک بہر صورت بچے کا نام محمد رکھے۔ پھر اگر چاہے تو منتخب نام رکھ لے۔

(و) حضرت امام صادق علیہ السلام نے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے کہ جس شخص کے چار لڑکے پیدا ہوئے ہوں اور اسنے کسی ایک کا نام بھی میرے نام سے رکھا ہو اس نے مجھ پر جفاء کی اور جس گھر میں محمد نام کا کوئی شخص ہو وہ گھر ہر روز اللہ کی تقدیس کرتا ہے اور حضرت ابوعبداللہ الحسین علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ اگر میرے ایک سو بیٹے پیدا ہوتے تو میں ہر ہر بیٹے کا نام علی علیہ السلام رکھتا اور حضرت امام رضا علیہ السلام سے منقول ہے کہ جس گھر میں حمد، احمد، علی، حسن، حسین، جعفر طالب، عبداللہ، فاطمہ نام رکھے گئے ہوں اس گھر فقر و تنگدستی داخل نہیں ہوتی۔

(ر) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسم گرامی اور کنیت کو یکجا کرنا مکروہ ہے۔ یعنی ابوالقاسم محمد نام رکھنا اسی طرح یہ نام رکھنے مکروہ ہیں، حکم، حکیم، خالد، حارث، ضرار وغیرہ۔

احکامِ ولادت:

۱۔ ہر کام سے قبل بچے کا سر منڈوانا اور اس کو سونے یا چاندی کے ہم وزن کر کے سونا چاندی کو صدقہ کر دینا۔

۲۔ عقیقہ حلال جانوروں کا خصوصاً بکری کا جو کہ عیوب سے سالم ہوں اور موٹے تازے ہوں اگرچہ عقیقہ میں مطلقاً بکری بصرٹ بھی جائز ہے۔ اور مستحب ہے کہ وہ مذکر و مؤنث ہونے میں بچے کے مساوی ہو اور ذبح کرتے وقت منقول دعا پڑھنا۔ اور وہ یہ ہے:

بِسْمِ اللهِ وَبِاللهِ اَللّٰهُمَّ عَقِيقَةٌ عَنْ فُلَانِ بْنِ فُلَانٍ لَحْمُهَا بِلَحْمِهِ وَدَمُهَا بِدَمِهِ وَعَظْمُهَا بِعَظْمِهِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ وِقَاءً لِآلِ مُحَمَّدٍ عَلَيهِمُ السَّلَامُ۔

اس کے علاوہ اور دعائیں بھی ائمہ معصومین علیہم السلام سے منقول ہیں اور جو کچھ ہم نے ذکر کیا ہے وہ کافی ہے۔ اور مولود کا نام لے کر جانور کو شرعی طریقہ پر ذبح کر دیا جائے اور اس کی قیمت کا صدقہ کرنا کافی نہیں ہے اور اگر ساتویں دن عقیقہ کرنا مشکل ہو تو کسی بھی دن عقیقہ میسر آئے کافی ہے۔ اور یہ کہ عقیقہ کا ایک تہائی حصہ یا ٹانگ یا ران دائی کو دے اور اگر دائی نہ ہو تو اس کا حصہ بچے کی والدہ کو

دے جو کہ اسکو صدقہ کر دے اور مکروہ ہے کہ عقیقہ کا گوشت والدین اور باقی عیال کھائیں اور ہڈیاں توڑیں۔ اور مستحب ہے کہ دس مومنین کو دعوت طعام دی جائے۔ اور اس سے زیادہ ہو تو افضل ہے اور یہ بھی مستحب ہے کہ عقیقہ کا گوشت پانی اور نمک کے ساتھ پکایا جائے۔

۳۔ ختنہ:

بالغ مذکر پر بلا فاصلہ واجب ہے اور بہتر ہے کہ ولی شرعی بچے کے بالغ ہونے سے قبل اس کا ختنہ کر دے اور غیر مذکر کے لئے مستحب ہے اگرچہ بالغ ہی ہو۔

۴۔ دائیں کان کی چربی میں نچلی طرف میں سوراخ کرنا اور بائیں کان کے اوپر والے حصہ میں سوراخ کرنا۔

مولود کی والدہ کے واجبات و مستحبات

ا۔ ماں پر واجب ہے کہ بچے کو ولادت کے بعد پہلا دودھ پلائے اگر اس کی اجرت طلب کرے اگرچہ بچے کا مال ہو تو اس سے اجرت دی جائے ورنہ وجوباً باپ کے مال سے اجرت دی جائے۔

ب۔ مستحب ہے کہ وہ بچے کو دو سال کامل مدت میں دودھ پلائے یا اکیس ماہ اور اگر وہ اس کی اجرت طلب کرے تو اس کو حق حاصل ہے ورنہ بلامعاوضہ برضا و رغبت سے پلانا زیادہ بہتر ہے اور اگر وہ مقررہ اجرت طلب کرے اور دوسری عورت اس سے کم اجرت پر دودھ پلا دے یا بلامعاوضہ تو باپ کو حق حاصل ہے کہ وہ اس سے بچہ چھین کر کے دوسری عورت کو دے دے اور بچہ اسی کے پاس رہے تب بھی کوئی منافات نہیں۔

ج۔ حضانت یعنی بچے کی تربیت ماں دودھ پلانے کی مدت کے دوران اس کی زیادہ حقدار ہے اور بچی کو سات سال اپنے پاس رکھ سکتی ہے بچے کے دودھ چھڑانے کے بعد باپ کا اس پر زیادہ حق ہے اور بچی کے لئے سات سال کے بعد باپ کا حق ہے اور اگر والدین موجود نہ ہوں اور اعزاء و اقارب میں سے زیادہ قریب ہو وہ زیادہ حقدار ہوں گے۔

د۔ اگر بچے کی ماں طلاق کے بعد دوسری جگہ عقد کر لے تو اس کا حق حضانت ختم ہو جاتا ہے۔ اگرچہ طلاق رجعی بھی ہو ورنہ ہر طلاق چاہے بائن ہو وہ اس سے کوئی فرق نہیں رکھتی دونوں کی صورت

میں ایک ہی حکم ہے اگر لڑکا بالغ راشد ہو جائے تو اس سے والد کی حضانت کا حق بھی ختم ہو جاتا ہے۔

"نفقات یعنی اخراجات کا بیان

والد پر اولاد اور اولاد پر والدین اور آباء واجداد دادیوں، نانیوں کا نفقہ واجب ہے اسی طرح شوہر پر بیوی کا نفقہ اور مالک پر مملوکہ غلام کا نفقہ بھی ان شرائط کے مطابق واجب ہے۔ جن کا آگے بیان ہو گا۔

۱۔ شوہر پر بالغ کامل زوجہ کا نفقہ واجب ہے جبکہ عقد دائمی ہو بشرطیکہ زوجہ کی طرف سے اس کو کامل تمکین حاصل ہو یعنی کسی جگہ پر کسی وقت میں دونوں کا ایسی تنہائی اختیار کرنا جہاں استمتاع ممکن ہو اگر وہ کسی زمانہ میں یا کسی جگہ تمکین کا موقعہ دے اور کہیں انکار کرے تو نفقہ کی حقدار نہیں ہوگی اسی طرح کم سن بیوی کا نفقہ واجب نہیں کیونکہ شرائط وجوب مفقود ہیں اسی طرح نافرمان زوجہ جو شوہر کو حقوقِ زوجیت دینے سے انکار کرے یا بلااجازت گھر سے نکل جائے وہ بھی نفقہ کی حقدار نہیں۔

۲۔ نفقہ کسی وزن یا ناپ کے ذریعے مقرر نہیں ہوتا بلکہ عادت کے مطابق کھانا، لباس، رہائش، وسائل، نظافت تیل، صابن، کنگھی، اور اس قسم کے لوازم پر نفقہ کا اطلاق ہوتا ہے جو اس بیوی کے شایانِ شان ہو۔ جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَعَاشِرُوهُنَّ بالمعروف۔

"تم نیکی کے ساتھ ان سے زندگی گزارو"۔

۳۔ شوہر پر واجب ہے کہ علاقے اور موسم کے مطابق زوجہ کو لباس مہیا کرے مثلاً سردیوں میں عادت کے مطابق پوستین اور روئی سے بھرے متعدد لحاف لباس وغیرہ مہیا کرنا۔

۴۔ اگر زوجہ مریضہ ہو یا ضعف و عاجز یا زمین گیر ہو یا وہ باپ کے گھر میں خادمہ رکھتی ہو تو شوہر پر واجب ہے کہ اس کو خادمہ مہیا کرے اور شوہر کو گھر میں خادم مقرر کرنے کا حق حاصل ہے اور یہ حق بیوی کو نہیں ہے۔ اگرچہ وہ اپنے ساتھ خادمہ یا اپنی پسند کردہ مددگار عورت ساتھ لائی ہو۔ اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ شوہر خود ہی خادم کا کام کرے اس صورت میں زوجہ اس سے خادمہ کا نفقہ طلب کرنے کا حق نہیں رکھتی۔

۵۔ بیوی کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ مناسب مکان میں تنہا رہنے پر اصرار کرے اور شوہر کے علاوہ

کسی دوسرے کو اپنے ساتھ رہائش میں شریک بنانے سے منع کرے۔

۶۔ عورت کو یہ اختیار نہیں کہ جو لباس اس کو شوہر پہنائے وہ اس کو فروخت کر دے یا اس کو پہننے کے علاوہ کسی دوسری طرح استعمال میں لائے کیونکہ یہ تو اثاثے ہیں اور رہائش کی طرح تملیک نہیں ہیں۔ اگر وہ اس طرح کرے یا معمول سے زیادہ پہنے اور جلد ہی پرانا کر دے تو شوہر پر اس کو دوسرا لباس دینا واجب نہیں اگر بیوی مر جائے یا مطلقہ یا نافرمان ہو جائے تو شوہر بیوی کی طرف سے حاصل شدہ اشیاء کا مستحق ہو گا۔ اس طرح کہ وہ مر جائے تو اس کا وارث مستحق ہو گا۔ اسی طرح لباس کے حکم میں فرش اور دیگر وسائل و آلات بھی ہیں۔

۷۔ مالک پر واجب ہے کہ اپنے مملوک کا نفقہ برداشت کرے چاہے وہ مملوک غلام ہو یا حیوان اور غلام کا ہم ذکر نہیں کرتے کیونکہ یہ موضوع ہی اس زمانہ میں کالعدم ہے۔

البتہ حیوان کو گھاس کھلانا، پانی پلانا، جگہ دینا مثلاً گھوڑے کے لئے اصطبل جو اس کے لئے مناسب ہو اور اس کی ہر طرح کی ضرورت مثلاً جھل وغیرہ۔

اگرچہ وہ حیوان کام سے عاجز ہو یا مرنے کے قریب ہو اگر مالک خرچ کرنے سے دریغ کرے تو اس کو مجبور کیا جائے گا کہ وہ خرچہ کرے یا اس کو فروخت کر دے یا ذبح کر دے جبکہ وہ قابلِ ذبح ہو البتہ اگر حیوان کا بچہ بھی ہو تو اس پر واجب ہے کہ پوری طرح دودھ پلوائے یا بقدر کفایت اس کو کسی دوسرے جانور سے سیراب کر دے۔

۸۔ اسی طرح مالک زراعت و اشجار پر واجب ہے کہ وہ ان کا ہر ممکن تحفظ کرے مثلاً پانی دینا اور نگہبانی۔

۹۔ جائیداد اگر تباہ ہو رہی ہے تو مکروہ ہے کہ اس کو یوں ہی ترک کر دیا جائے اور بلا مرمت چھوڑ دیا جائے۔

کتاب الطلاق

۱۔ طلاق کے چار ارکان ہیں۔ (۱) صیغہ () مطلق یعنی طلاق دینے والا (۳) مطلقہ جس عورت کو طلاق دی جائے (۴) گواہان۔

۲۔ طلاق کے لئے صریح و واضح لفظ یہ ہے کہ:

زَوجَتِی فلانَۃُ طَالِقٌ

یا خطاب کر کے کہے:

اَنتِ یَا ھٰذہِ "یا" زَوجَتِی طَالِقٌ۔

اگر اس کے بعد لفظ طالق طلقہ طالق ایک بار کہے تو یہ بہتر ہے۔

۳۔ گونگے کی طلاق یہ ہے کہ وہ بیوی کے سر سے چادر اتار دے یا ایسا اشارہ کرے جو طلاق پر دلالت کرے۔

۴۔ تحریر سے طلاق واقع نہ ہوگی جیسا کہ زیادہ مشہور ہے چاہے لکھنے والا حاضر ہو یا غیر حاضر۔

۵۔ یہ ممکن ہے کہ جو شخص غیر حاضر اور مجبور ہو اس کی طلاق تحریراً واقع ہو جائے گی مگر بوقت تحریر دو عادل گواہوں کی موجودگی ضروری ہے۔

۶۔ اگر کوئی اپنی بیوی کو طلاق لینے کا اختیار دے دے اور وہ فوری طور پر یہ حق اختیار استعمال بھی کر لے تب بھی اس سے طلاق واقع نہ ہوگی۔

۷۔ طلاق مشروط طور پر یہ بھی واقع نہیں ہوتی چاہے وہ ممکن الوقوع ہو یا نہ ہو مثلاً یہ کہنا کہ اگر بارش نازل ہو جائے یا سورج طلوع ہو جائے یا غریب ہو جائے تو میری زوجہ طلاق ہے۔

۸۔ اگر کوئی ایک ہی مجلس میں تین بار طلاق دے اور بیوی سے ہر بار کہے انتِ الطالق تو یہ طلاق ہمارے مذہب میں ایک ہی شمار ہوگی۔

۹۔ طلاق دینے والے کے لئے کامل بالغ عاقل ہونا معتبر ہے۔ غیر بالغ کی طلاق صحیح نہیں چاہے اسکا ولی اسکو اجازت دے یا مکمل یا جزو وقتی طور پر کوئی دیوانہ ہو جائے تو حالتِ دیوانگی میں طلاق جائز نہیں ہے۔

۱۰۔ کل وقتی جنون کی صورت میں جبکہ وہ بچپن ہی سے مسلسل جاری ہو اس کا باپ دادا طلاق جاری کریں گے ویسے وہ کم سن بچے یا نشئی یا بیہوش کی طرف سے طلاق جاری کرنے کے مجاز نہیں۔

۱۱۔ ولی شرعی (باپ دادا) کی عدم موجودگی میں حاکم شرع طلاق جاری کرے گا اسی طرح اگر دیوانگی بچپن سے متصل طور پر جاری نہ ہو تب بھی باپ دادا کی موجودگی میں بھی حاکم کا طلاق جاری کرنا لازم ہے۔

۱۲۔ طلاق میں یہ معتبر ہے کہ طلاق دینے والا صاحبِ اختیار ہو پس مجبور آدمی کی طلاق واقع نہ ہوگی۔

۱۳۔ سوئے ہوئے یا صاحبِ سہو یا غلطی کے طور پر طلاق جاری کرنے والے کی طلاق بھی واقع نہ

ہو گی۔

۱۴۔ مطلقہ عورت کے لئے نکاح کا دائمی ہونا ضروری ہے۔ پس متعہ کے عقد میں طلاق نہیں اس طرح طلاق کے دوران عورت کا حیض نفاس سے پاک ہونا معتبر ہے۔ بشرطیکہ وہ مدخولہ ہو اور اس کا شوہر حاضر ہو یا وہ حاملہ ہو اگر شوہر سفر میں ہو اور یقینی اور ظن رکھتا ہو کہ وہ اس طھر سے منتقل ہو چکی ہو گی جس میں اس نے مواقعہ کیا تھا تو طلاق واقع ہو گی اگرچہ وہ اتفاقاً ایام حیض میں ہی واقع ہو جائے۔

۱۵۔ جس طرح عورت تمام عقود جائزہ میں کسی کو وکیل مقرر کر سکتی ہے اسی طرح عقد طلاق میں بھی اس کا کسی کو وکیل مقرر کرنا جائز ہے۔

۱۶۔ اگر کسی کی دو یا متعدد بیویاں ہوں اور وہ بلا تعین کسی ایک کے متعلق کہہ دے میری کسی ایک بیوی کو طلاق ہے تو وہ طلاق واقع نہ ہو گی۔

اقسام طلاق:

طلاق کی چار قسمیں ہیں۔

قسم اول واجب:

یہ وہ طلاق ہے جو کہ ایلاء اور ظہار کرنے والے کی ہو جب رجوع کرنے سے انکاری ہو پس ہر طلاق اور رجوع واجب تخییری ہے جس کو چاہے اختیار کرے ایلاء و ظہار کے احکام آتے بیان ہوں گے۔

دوم حرام:

مثلاً حیض والی عورت کو طلاق دینا البتہ اگر تصحیح کی صورتیں موجود ہوں مثلاً حمل، شوہر کا غائب ہونا، یا عدم دخول تو جائز ہو گی۔

سوم مکروہ:

باوجود زوجہ کی اخلاقی موافقت کے کسی وجہ کے بغیر طلاق دے دینا۔

چہارم طلاق سنت:

یہ وہ طلاق ہے جو باہمی منافرت کے ساتھ ہو اور موافقت کی امید باقی نہ ہو اس کو اعم معنی میں طلاق سنت کہتے ہیں۔ اس کی دو قسمیں ہیں۔ رجعی اور بائن۔

رجعی وہ طلاق ہے جس میں عدہ کے اندر شوہر کو رجوع کرنے کا اختیار ہو۔ اس کی بھی دو قسمیں

ہیں (۱)طلاق غیر عدی جس میں عدہ کی مدت کے بعد شوہر کو رجوع کا حق ہو (۲)طلاق عدی جس میں شرائط کے مطابق طلاق واقع ہو پھر وہ اثناء عدہ میں رجوع کرے اور پھر وطئی کر کے پھر طلاق دے دے اس طرح تیسری طلاق میں بیوی اس پر حرام ہو جائے گی۔ اور نویں مرتبہ اگر طلاق دے دے تو ابداً حرام ہو جائے گی۔ اس میں بھی تین طلاقوں کے بعد اس زوجہ کو کسی دوسرے شوہر سے عقد کرنا ہو گا پھر وہ اپنا حق طلاق مطابق شرط استعمال کرے تو اس سے چھٹکارا پانے کے بعد وہ سابق شوہر سے عقد کر سکتی ہے۔

طلاق بائن کی چھ اقسام ہیں۔ طلاق صغیرہ، طلاق یائسہ، طلاق غیر مدخولہ، طلاق خلع جس میں خلع کرنے والی مال صرف نہ کرے اگر وہ خرچ پر آمادہ ہو جائے تو طلاق رجعی ہو جائے گی۔ چھٹی قسم میں وہ مطلقہ ہے جس کو دو بار رجوع کرنے کے بعد تیسری بار طلاق حاصل ہوا گر وہ آزاد ہو اور ہر طلاق کے بعد رجوع واقع ہوا ہو۔

مسائل:

۱۔ طلاق میں افضل ہے کہ وہ معتبر شرائط پر طلاق دے پھر اس کو چھوڑ دے تاکہ وہ اپنے عدہ سے نکل جائے اور پھر اس سے عقد کرنا چاہے تو کر لے یہ طلاق سنت بمعنی الاخص کہلاتی ہے۔ اس طرح مطلقہ ابدی حرام نہیں ہوتی لیکن ہر تین طلاقیں واقع ہونے کے بعد شرعاً محلل کی ضرورت ہو گی۔

۲۔ حاملہ کو ایک سے زائد بار طلاق دینا جائز ہے۔ چاہے اس کو اس نے رجوع کے بعد طلاق دی ہو اور پھر وطی نہ کی ہو یا وطئی کر کے پھر طلاق دے دی ہو پہلی قسم کو طلاق سنت بمعنی اعم اور دوسری قسم کو طلاق سنت بمعنی اخص کہتے ہیں۔

۳۔ حاملہ کے لئے طلاق بمعنی اخص کا تصور نہیں کیونکہ وہ عدہ گزرنے سے مشروط ہے پھر اس سے دوبارہ عقد کرنا ہو گا اور حاملہ کا عدہ وضع حمل پر ختم ہوتا ہے۔

۴۔ مطلقہ تین طلاق ختم ہونے پر محلل کی محتاج ہو گی چاہے طلاق عدہ ہو یا سنت۔

۵۔ محلل شرعی طور پر وہ ہو گا جو دائمی عقد کرے اور دخول کرے اور پھر شرائط معتبرہ کے مطابق خود طلاق دے دے (لیکن اگر تین بار یکجا طلاق دے کر کسی کو بطور حیلہ ایک رات کے لئے محلل بنائے تو یہ ناجائز ہے" مترجم")

۶۔ اگر مریض طلاق دے دے اور زوجہ کے عدہ کے دوران وفات پا جائے تو دونوں وارث ہوں گے اور زوجہ طلاق بائن اور رجعی دونوں میں طلاق لینے سے ایک سال تک اس شوہر کی وراثت پائے گی

لیکن اگر وہ تندرست ہو جائے یا عورت اس سال کے اندر کہیں اور عقد کر لے تو رجعی ہیں اس طرح وراثت نہ پائے گی جیسا کہ بیان ہو چکا ہے۔

۷۔ رجوع کبھی قولاً ہو گا کبھی فعلاً قولاً اس طرح کہ شوہر کہے کہ میں نے تجھ سے رجوع کر لیا یا تجھے واپس لے لیا یا تجھ سے مراجعہ کر لیا اور فعل اس طرح کہ وطیٔ کر لے یا بوسہ لے یا شہوت سے مس کر لے۔

۸۔ طلاق سے انکار کرنا بھی رجوع کر لینے کے حکم میں ہے۔

۹۔ گونگے کا رجوع اس طرح ہے کہ اشارہ کرے یا بیوی کے سر سے دوپٹے پکڑے جیسا کہ سر سے دوپٹہ اتار لینا طلاق کی علامت و اشارہ ہے۔

۱۰۔ ہم نے کہا ہے کہ ذمی کافرہ عورت سے ابتداء دائمی عقد کرنا جائز نہیں لیکن اگر ذمی اسلام لے آئے اور اس کی زوجہ اسلام نہ لائے اور پھر وہ اس کو رجعی طلاق دے دے تو اس سے رجوع جائز ہے۔

۱۱۔ عدہ گزرنے میں زوجہ کا قول قابلِ قبول ہو گا یہ مشہور مذہب ہے اور اس پر بعض روایات کی دلالت بھی ہے۔ لیکن اس فاسد آزادی اور شہوت رانی کے دور میں جب کہ ایمان کمزور ہو گئے ہیں کذب، فسق و فجور عام ہو گیا ہے لہذا آج کل غیر مادی حالات میں ایسے دعویٰ پر چار عورتوں کی گواہی ضروری ہو گی جو اس عورت کے باطن سے باخبر ہوں اس پر ظاہر روایات بھی دلالت کرتی ہیں۔ اور اصل پر عمل بھی ہے اور حکم عدہ کا استصحاب بھی بطور دلیل موجود ہے۔

عدہ کے مسائل:

۱۔ جس آزاد عورت کا شوہر وفات پا جائے وہ چار ماہ دس دن عدہ وفات رکھے گی اور اگر کنیز ہو تو دو ماہ پانچ دن عدہ رکھے گی اگرچہ اس کا شوہر آزاد ہو اور نکاح دائمی ہو یا منقطع اور وہ عمر میں بڑی ہو یا چھوٹی یا یائسہ چاہے شوہر نے اس سے دخول کیا ہو یا نہ۔

۲۔ آزاد مطلقہ چاہے اس کی طلاق رجعی ہو یا بائن وہ تین طہر عدہ رکھے گی بشرطیکہ اس کے ایام حیض کی ماہانہ مدت مستقل ہو اسی طرح وہ تمام اسباب جو دخول کے ساتھ جدائی کا باعث بنتے ہیں اور کنیز بھی اگر ایام ماہانہ کے لحاظ سے مستقل عادت والی ہو تو وہ دو طہر عدہ رکھے گی طہر سے مراد حیض کے ایام کے بعد پاک رہنے کے ایام ہیں اگلے ایام تک ان کل ایام کو ملا کر ایک طہر بنتا ہے۔

۳۔ دخول سے مراد آلہ مردانہ مخصوصہ کے سرے کا دخول ہے یا وہ کچھ مقطوع ہو اور دخول قبل

میں ہو یا عقبی طرف اگرچہ انزال نہ ہو جیسا کہ اصحاب فقہاء کا مسلک ہے۔

۴۔ وہ عورت جس کی عمر ایسی ہو جس میں حیض آتا ہے مگر حمل یا دودھ پلانے یا مرض کی وجہ سے بندش ہو یا وہ شک والی ہو اور اس کی مستقل عادت ایام مقرر نہ ہو وہ تین ماہ عدہ رکھے گی بشرطیکہ آزاد ہو اور کنیز ہونے کی صورت میں پینتالیس دن عدہ رکھے گی۔

۵۔ آزاد عورت اگر تین ماہ میں ایک یا دو بار ایام حیض دیکھے پھر وہ رک جائے تو وہ اپنے ایام پورے ہونے کا انتظار کرے گی اگر حمل کی بعید تر مدت سے قبل یہ ایام پورے ہو جائیں تو گویا اس کا عدہ گذر گیا ورنہ وہ علی المشہور نو ماہ یا ایک سال تک صبر کرے گی پس اگر ایام عادت پورے ہو گئے یا حمل وضع ہو گیا تو سمجھے گی کہ اس کا عدہ گذر گیا۔

۶۔ اگر نو ماہ کے بعد بھی تمام میعادوں کے پورے ہونے کا اتفاق نہ ہو یا حمل نہ ہو یا وضع نہ ہو تو وہ نو ماہ کے بعد تین میعادوں میں عدہ رکھے گی یا تین مہینے کامل۔

۷۔ حاملہ کا عدہ وفات مدت اور وضع حمل میں سے جو بعد میں واقع ہو اس کے مطابق ہو گا۔

۸۔ غیر وفات کی صورت میں حاملہ کا عدہ وضع حمل ہو گا اگرچہ بچے کی ولادت کی بجائے صرف اندر سے گوشت کا لوتھڑا نکلے۔

۹۔ آزاد عورت جس کا شوہر وفات پا گیا ہو وہ اول عدہ سے آخر سوگ کا اظہر کرے گی جو کہ اس پر واجب ہو گا۔

۱۰۔ سوگ سے مراد ایسی چیزوں سے پرہیز کرنا ہے جو کہ غم کی بجائے خوشی کی علامت ہیں مثلاً تیل لگانا، خوشبو استعمال کرنا، سرمہ ڈالنا، ایسا لباس پہننا جو کہ غم سے منافی ہو یا چہرے اور بھنوؤں پر اور بالوں اور لبوں پر آلائش کے مواد استعمال کرنا جو کہ علاقوں، زمانوں، آبادیوں کے لحاظ سے مختلف واقع ہوتے ہیں۔

۱۱۔ زوجہ چاہے بڑی ہو یا چھوٹی حاملہ ہو یا غیر حاملہ سب کا حکم عدت وفات میں یکساں ہیں۔

۱۲۔ اگر کسی بیماری یا خاص وجہ کی بناء پر اس کو سیاہ سرمہ یا کوئی زیب و زینت کا سامان استعمال کرنا پڑے تو ضرورت سے تجاوز نہ کرے۔

۱۳۔ اس پر نہانا، بالوں میں کنگھی کرنا، ناخن ترشوانا، مسواک کرنا اور قیمتی فرش یا بیل بوٹے والی کرسیاں استعمال کرنا یا بلند محلات میں رہنا یہ امور حرام نہیں ہیں۔

۱۴۔ اگر شوہر غائب ہو جائے اور مفقود الخبر ہو اور کوئی ایسا عزیز موجود ہو جو اس کی زوجہ کا نفقہ برداشت کر رہا ہو تو اسپر انتظار واجب ہے حتیٰ کہ وہ خود آ جائے یا اس کی وفات کی یا زندگی کی خ

جائے اور اگر اس کا نفقہ اٹھانے والا کوئی نہ ہو تو اس کو اختیار ہے کہ یا صبر کرے یا اپنا معاملہ حاکم شرع کے پیش کرے جو اس کے شوہر کو تلاش کروادے۔ اور چاروں طرف یا جہاں احتمال ہو یا جہاں سے وہ گم ہوا تفتیش کرائے پھر اگر وہ اس کی موت کا فیصلہ کرے تو یہ عدہ وفات رکھے گی اگر بالفرض اس اثناء میں شوہر حاضر ہو جائے تو اس کا حق فائق ہو گا ورنہ وہ اس سے جدا ہو جائے گا۔

۱۵۔ اس مدت کے دوران اس کا فنتقہ امام یا حاکم شرع بیت المال سے اداء کرتے رہیں گے۔

عدّہ کے احکام:

۱۔ طلاق سے قبل اگر زوجہ نافرمان نہ ہو تو عدہ رجعی میں اس کا نفقہ اس کے شوہر پر واجب ہے۔

۲۔ شوہر پر حرام ہے کہ رجعی عدہ میں مطلقہ کو گھر سے نکال دے جہاں اس کو طلاق دی گئی اگر منزل اس کے حق سے کم ہو تو اس کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ مناسب رہائش کا مطالبہ کرے۔

۳۔ مطلقہ رجعیہ پر حرام ہے کہ وہ بلاضرورت گھر سے نکلے اگر ضرورت ہو تو نصف شب کے بعد نکلے اور صبح سے قبل واپس آجائے ورنہ وہ اہم حالات میں حسبِ ضرورت نکل سکتی ہے۔

۴۔ اس کا گھر سے نہ نکلنا یہ اس پر اللہ کا حق ہے۔ اس کی مخالفت اس پر حرام ہے۔ اگرچہ دونوں کا اس پر اتفاق ہو البتہ اگر وہ کوئی بینہ فحاشی کا ارتکاب کرے تو حد جاری کرنے کے لئے اس کو گھر سے نکالا جائے گا اور پھر واپس گھر لوٹا دیا جائے گا۔

۵۔ مطلقہ بائن کا کوئی نفقہ واجب نہیں البتہ اگر وہ حاملہ ہو تو وضع حمل تک اس کا نفقہ اور رہائش کا انتظام شوہر پر واجب ہے۔

۶۔ اگر رہائش گاہ کرایہ کی ہو اور اس کی مدت پوری ہو چکی ہو یا عاریتہً ہو اور مال کو ضرورت ہو یا وہ رہائش گاہ منہدم ہو جائے تو شوہر اس کو وہاں سے نکال کر کسی مناسب جگہ ٹھہرائے گا۔

۷۔ عدہٴ مطلقہ طلاق سے شروع ہو گا چاہے شوہر حاضر ہو یا غائب اگرچہ بیوی کو طلاق کا علم نہ ہو اگر مدت عدہ گزرنے کے بعد اس کو علم ہو جائے تو ثبوت کے بعد وہ آگے فوراً عقد کر سکتی ہے۔

۸۔ عدہٴ وفات شوہر کی موت سے شروع ہو گا۔ اگر شوہر حاضر رہا ہو لیکن اگر غائب تھا اور اس کی وفات کی خبر ملی ہو تو خبر ملنے سے عدہ شروع ہو گا اور شرعاً اس کے ثبوت کے بغیر وہ آگے عقد نہیں کر سکتی۔

کتاب الخلع والمبارأة

خلع سے مراد یہ ہے کہ معلوم عوض کے بدلے طلاق حاصل کرنا یہ شوہر کی طرف سے لازم ہے اگرچہ عوض زوجہ کے مہر سے زیادہ ہو۔

۱۔ خلع کا صیغہ اس طرح ہے۔

خلعتک علیٰ کذا فانتِ طالق "یا" اَنتِ مُختَلِعَتہٌ علیٰ کذا فَانْتِ طالقٌ "یا" ہِیَ مُختَلِعَتہٌ عَلیٰ کذا فَہِیَ طالِقٌ۔

اور وکیل یوں کہے گا۔

فُلانتہٌ زوجتہَ مُوکّلی فلانٍ مُختَلِعتہٌ عَلیٰ مَابذَلتُ فَہِیَ طالِقٌ "یا" انتِ طالِقٌ علیٰ مابَذلتِ۔

اور ان صیغوں کی امثال

۲۔ خلع اسی صورت میں صحیح واقع ہو گا جب کراہت زوجہ کی طرف سے ہو پس وہ اگر اس کو کراہت کے بغیر طلاق دے تو مال عطاء کردہ باطل ہو گا اور طلاق رجعی واقع ہو گی۔

۳۔ زوجہ کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ جب تک وہ عدۂ رجعیہ میں ہے رجوع کرے مگر مال خرچ کرنے میں اسکے رجوع سے قبل شوہر کے لئے رجوع جائز نہیں ہے۔ اگر وہ رجوع کرے گی تو شوہر جب چاہے رجوع کرے گا جب تک عدہ باقی ہے۔

۴۔ مبارات بھی خلع کی طرح ہے مگر وہ اس صورت میں واقع ہوتا ہے جب فریقین دونوں ایک دوسرے سے کراہت کرتے ہیں۔

۵۔ اس کا صیغہ یوں ہے:

بَارَئْتُکَ عَلیٰ کَذا فَانْتِ طالِقٌ۔

جیسا کہ ہم نے خلع کے صیغے میں بیان کیا ہے مگر یہاں خلع کی بجائے مبارات کا لفظ استعمال کیا جائے گا۔

۶۔ شوہر کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ مبارات میں حق مہر سے زیادہ مال کا مطالبہ کرے۔

۷۔ مبارات میں طلاق کی پیروی واجب ہے اور خلع میں علی الاقویٰ واجب ہے۔

کتاب الظہار

ظہار کا مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی بیوی کو کہہ دے کہ تو مجھ پر میری ماں کی پشت کی طرح ہے یا یہ عورت یا فلاں مجھ پر یا مجھ سے یا میرے نزدیک یا میرے پاس اس طرح میری بہن یا میری بیٹی یا میری پھوپھی یا میری خالہ یا میری حرام عورتوں کی پشتوں کی طرح حرام ہے۔

مسائل:

۱۔ جو عورتیں رضاع کی وجہ سے حرام ہوں وہ بناء بر قول اشہر نسب سے حرام عورتوں کی طرح ہیں۔

۲۔ ظہار کے لئے لفظ ظہر کا استعمال ضروری ہے۔ ظہر بمعنی پشت پس اگر وہ اپنی بیوی کو کسی اجنبی عورت سے تشبیہ دے یا کسی ظہار کرنے والی عورت کی مثال دے تو ظہار واقع نہ ہوگا۔

۳۔ دو عادل گواہوں کے سامنے ظہار کے صیغے جاری کرنا ضروری ہے جو یہ صیغے سن رہے ہیں اگر وہ ظہار کرے اور کوئی نہ سنے تو وہ لغو ہوگا۔

۴۔ ضروری ہے کہ ظہار کے دوران زوجہ حیض اور نفاس سے پاک ہو اور شوہر نے اس طہر میں مجامعت نہ کی ہو۔

۵۔ شرط ہے کہ ظہار کرنے والا مرد کامل بالغ عاقل ہو اور باقصد و اختیار ہو۔

۶۔ ظہار کافر سے بھی واقع ہو سکتا ہے۔

۷۔ اگر ظہار کے بعد وطئی کا ارادہ کرے تو کفارہ ادا کئے بغیر وطی کرنا حرام ہوگا۔

۸۔ اگر کفارہ کے بغیر مکرر وطی کر لے تو کفارہ بھی مکرر ہوگا۔ ایک کفارہ ظہار کا دوسرا وطی کا۔

۹۔ اگر مکرر وطی کرے تو وطی کا کفارہ مکرر ہوگا ظہار کا مکرر نہ ہوگا۔ اسطرح اس پر دوسری وطئی کے بعد تین کفارے عائد ہوں گے اور تیسری کے بعد چار کفارے۔

۱۰۔ پورے پورے تنازع کے بعد اگر وہ رجوع کر تب بھی وطی کا تکرار متحقق ہوگا۔

۱۱۔ اگر وہ اس کو رجعی یا بائن طلاق دے دے اور عدہ گذر جائے تو وہ اس کے لئے کفارہ کے بغیر دوبارہ عقد کے ذریعے حلال ہو جائے گی۔

۱۲۔ مس سے قبل کفارہ کی ادائیگی واجب ہے

۱۳۔ اگر وہ واپس لوٹنے میں ٹال مٹول کرے تو بیوی اپنا معاملہ حاکم کی طرف لے جائے گی جو اس کو تین ماہ مہلت دے گا تاکہ وہ ظہار واپس لے اور کفارہ دے اور رجوع کرے یا طلاق دے اور وہ

مدت گزرنے کے بعد اس کو کسی ایک بات پر مجبور کرے گا۔

۱۴۔ اگر وہ اس پر صبر کرے تو بھی کوئی مانع نہیں اور شوہر کو کسی بات پر مجبور نہیں کیا جائے گا۔

کتاب الایلاء

شرعاً ایلاء سے مراد یہ ہے کہ شوہر اپنی مدخولہ زوجہ کے ساتھ وطئی ترک کرنے کی قسم کھائے یا مطلقاً یا مقرر زمان کے لئے یا ابداً یا چار ماہ سے زیادہ تاکہ اس عورت کو ضرر پہنچائے۔

مسائل:

۱۔ ایلاء کرنے والے کے لئے کامل البلوغ صاحب قصد و اختیار ہونا شرط ہے۔

۲۔ ایلاء کا صیغہ یہ ہے کہ وہ کہے خدا کی قسم میں تجھ سے مجامعت نہ کروں گا یا اس کے ہم معنی لفظ جب اس کا قصد بھی ایلاء ہی کا ہو مثلاً وطئی کا لفظ۔

۳۔ اگر وہ دبر میں ترک وطی کی قسم اٹھائے تو ظہار واقع نہ ہو گا جب تک کہ قبل کی قید نہ ہو یا مطلقاً کہے۔

۴۔ اگر ترک وطی کا حلف کسی مصلحت پر مبنی ہو تو ظہار واقع نہ ہو گا۔

۵۔ اگر بقید شرط و صفت ایلاء کرے تو وہ منعقد نہ ہو گا ایلاء کا کسی بھی شرط اور صفت سے مبراء ہونا ضروری ہے مثلاً کہے کہ قسم بخدا اگر یہ بات یوں ہوئی تو میں تجھ سے مجامعت نہ کروں گا یا اگر میں نے اس طرح کیا تو خدا کی قسم مجامعت نہ کروں گا۔

۶۔ ہمارے مذہب میں طلاق کا حلف واقع نہیں ہوتا مثلاً یہ کہے کہ "اگر میں نے تجھ سے مجامعت کی یا وطی کی تو میری فلاں زوجہ کو طلاق ہے۔"

۸۔ اگر ایلاء مکمل ہو جائے اور وہ وطئی سے باز آجائے تو زوجہ اپنا معاملہ حاکم کے پاس لے جائے گی جو شوہر کو چار ماہ کی مہلت دے گا پھر اس کو فیئت یعنی مجامعت یا طلاق پر مجبور کرے گا۔

فیئت سے مراد یہ ہے کہ وہ زوجہ سے قبل میں وطی کرے حتیٰ کہ سرِ آلہ غائب ہو جائے اور اگرچہ انزال نہ ہو۔

۹۔ ایلاء کرنے والا اگر مجامعت وطئ وغیرہ کرے تو اس پر کفارہ لازم ہو گا۔ چاہے وہ انتظار کی مدت میں اداء کرے یا اس سے قبل یا بعد۔

۱۰۔ ایلاء کی مدت قسم کھانے کے وقت سے شروع ہو گی اگرچہ مشہور ہے کہ حاکم وقت کے پاس معاملہ اٹھانے کے وقت سے شروع ہو گی تاکہ آیت کے ظاہری مفہوم اور واضح احادیث کے مطابق عمل ہو جائے۔

۱۱۔ ایلاء کا حکم طلاق بائن سے زائل ہو جائے گا۔ کیونکہ زوجہ اس طرح زوجیت کے حکم سے خارج ہو جائے گی۔

۱۲۔ قسم یا حلف کے مکرر ہونے سے کفارہ کا حکم مکرر نہ ہو گا چاہے وہ طلاق دے یا تاکید و تاسیس کا قصد کرے جب تک کہ ایلاء کا زمانہ مختلف نہ ہو یعنی وہ زمانہ جس میں ترک وطئ پر حلف اٹھایا گیا مثلاً وہ کہے خدا کی قسم میں ۵ ماہ تجھ سے وطی نہ کروں گا پس جب گذر جائیں تو پھر خدا کی قسم چار ماہ وطی نہ کروں گا اس صورت میں زوجہ کو دونوں کے لئے حاکم کے پاس معاملہ لے جانے کا حق حاصل ہے۔

۱۳۔ اگر ایلاء کرنے والا سہو یا جنون یا کسی شبہ کی وجہ سے وطئ کرلے تو قسم نہ توڑنے کی وجہ سے اس پر کفارہ لازم نہ ہو گا کیونکہ یہ فعل قصداً نہ تھا۔

کتاب اللعان

شرعی طور پر لعان بچے کو نفی کرنے میں یا حاکم کے پاس حد شرعی کو زائل کرنے کے لئے میاں بیوی کے درمیان ایک قسم کا مباہلہ ہوتا ہے جس میں منقولہ الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں اس کے دو سبب ہوتے ہیں۔

۱۔ پاکدامن شادی شدہ زوجہ پر زنا کی تہمت لگانا اگرچہ اسکے ساتھ دخول نہ ہوا ہو اور یہ دعویٰ بھی ہو کہ اس نے اپنی زوجہ کو بچشم زنا کرتے دیکھا ہے اور اس طرح دیکھا ہے جس طرح سرمہ دانی میں سلائی ہو اور اس کے پاس مشاہدہ کے سوا کوئی ثبوت نہ ہو پس اگر وہ اس پر تہمت زنا لگائے اور ثبوت قائم کردے تو اس سے حد ساقط ہو جائے گی لیکن اگر وہ کسی مشہور زانیہ پر ایسی تہمت لگائے تو اس پر تعزیر ہو گی اور حد یا لعان نہ ہو گی۔

۲۔ اپنے بستر پر پیدا ہونے والے بچہ سے انکار کرنا جبکہ زوجہ دائمی عقد کے ساتھ مدخولہ بھی ہو اور بچہ

دخول کی مدت سے وضع حمل تک چھ ماہ کا بنتا ہو یا اس سے زیادہ لیکن وہ حمل کی بعید ترمدت سے متجاوز ہو تب بھی لعان ہو گا۔

"نوٹ" اگر وہ کسی بھی وجہ سے صریحاً یا بمناسبت خطاب پہلے اعتراف کر چکا ہو کہ بچہ میرا ہے اور پھر انکار کرے تو لعان نہ ہو گا پس اگر وہ اس پر نفی ولد کے ساتھ تہمت زنا لگائے اور ثبوت قائم کر دے تو اس سے حد ساقط ہو گی لیکن بچہ نفی کرنے کے لئے لعان ضروری ہو گا۔

لعان کرنے والے کے لئے عادل ہونا مسلمان ہونا شرط نہیں اور نہ ہی تہمت سے نفی حد ہونا شرط ہے۔ بلکہ بالغ عاقل ہونا شرط ہے۔ پس اگر وہ جان لے کہ بچے کے الحاق کی شرطیں مفقود ہیں تو اس پر واجب ہے کہ وہ بچے کی نفی کر دے اور وجوباً لعان بھی کرے۔ جس کے بغیر اس کا بچے کی نفی کرنا حرام ہو گا اگرچہ اس کو یہ گمان بھی ہو کہ ماں کی بے راہ روی سے بچہ منفی ہے یا اس کی صفات خود اس کی ذات سے مشابہت نہیں رکھتے۔ ملاعنت یا لعان میں یہ بھی شرط ہے کہ زوجہ بہری اور گونگی نہ ہو اور بالغہ عاقلہ ہو پس اگر وہ کم سن بیوی پر تہمت لگائے تو اگرچہ وہ وطی کے قابل بھی ہو اور قریب البلوغ بھی ہو مگر اس پر حد قذف جاری کی جائے گی۔ ہاں البتہ لعان کرنے والا خود گونگا ہو مگر اس کی معرفت کا مفہومی اشاروں سے موجود ہونا دائرہ امکان میں ہو تو اس کا لعان جائز ہے۔

"کیفیت لعان کے بیان میں"

واجب ہے کہ امام معصوم علیہ السلام کی موجودگی میں لعان واقع ہو کیونکہ وہی اصل شرعی حاکم ہے یا پھر جس کو امام نے لعان کے لئے یا مطلقاً شرعی حاکمیت کے لئے اپنا نائب مقرر کیا ہو پس پہلے مرد چار مرتبہ یہ کہے میں اللہ کو گواہ کرتا ہوں کہ میں سچوں میں سے ہوں اور میں نے ہی اس عورت کو زنا سے متہم کیا ہے پھر پانچویں دفعہ کہے اگر میں بچے کو نفی کرنے میں یا اس کی ماں پر زنا لگانے میں جھوٹ بولوں تو مجھ پر اللہ کی لعنت ہو۔ متکلم کے صیغے کو واضح طور پر اداء کرے پھر عورت شہادت دے کہ چار دفعہ کہے کہ میں اللہ کو گواہ کرتی ہوں کہ اس نے جو مجھ پر زنا کی تہمت لگائی ہے اس میں یہ جھوٹا ہے۔ اور پانچویں دفعہ کہے اگر یہ اپنی گواہی میں سچا ہو تو مجھ پر اللہ کا غضب ہو یہ بھی متکلم کے صیغہ کے ساتھ شہادت دے گی اور بوقت شہادت دونوں کھڑے رہیں گے اور شہادت صحیح عربی میں دے اور اگر اس سے معذور ہو تو بقدر استطاعت عربی میں دے اگر اس سے بھی عاجز ہو تو کسی بھی زبان میں شہادت دے اگر حاکم اس زبان کے معانی سمجھتا ہو تو خوب ورنہ وہ دو عادل مترجم حضرات کی خدمات حاصل کرے گا۔

مستحبات لعان:

۱۔ حاکم رو بقبلہ ہو کر بیٹھے اور فریقین اس کے روبرو کھڑے رہیں۔

۲۔ زوجہ شوہر سے دائیں جانب کھڑی ہو۔

۳۔ لعان سننے والے یا زنا کے چار گواہ موقع پر حاضر رہیں۔

۴۔ حاکم اس کے کلمۂ لعان اداء کرنے سے قبل اس کو نصیحت کرے اور عذاب الٰہی کا خوف لائے اور یہ آیت سنوائے:

ان الذین یشترون بعھد اللہ ثمنا قلیلاً۔

آخر تک اور کلمۂ غضب اداء کرنے سے قبل بھی وہ اس کو نصیحت کرے۔

۵۔ لعان کسی باعظمت و تقدس مقام پر ہو اگر وہ مکہ مکرمہ میں ہوں تو رکن حجر اسود اور مقام ابراہیم کے درمیاں لعان کرے اور مدینہ منورہ میں قبر نبوی مقدس اور منبر مقدس روضہ کے درمیان کھڑا ہو اور مسجد اقصیٰ میں قبۃ الصخرہ کے نیچے کھڑا ہو اور باقی علاقوں میں مشاہد مشترفہ اور مساجد میں یہ شہادت دے۔

لعان کے احکام:

۱۔ ملاعنہ کے بعد دونوں سے حد ساقط ہوجائے گی اور وہ ایک دوسرے پر ابداً حرام ہوجائیں گے اور زول خراش کی وجہ سے بچہ شوہر سے نفی ہوجائے گا۔ کیونکہ لعان اسی کی طرف سے واقع ہوئی البتہ وہ ماں سے نفی نہ ہوگا۔

۲۔ گر شوہر اثناء لعان میں اپنی تکذیب کردے تو اس پر حد واجب ہوگی اور مگر رشتۂ زوجیت برقرار ہے گا اور بچہ بدستور اسی لئے ملحق ہوگا۔

۳۔ اگر لعان کے بعد اپنی تکذیب کردے تو اس کو کوڑے مارے جائیں گے اور حد اس پر ثابت ہوگی اور لڑکا اسی کو واپس کیا جائے گا اور اس کی زوجہ اس کی طرف کبھی نہیں پلٹ سکے گی۔

۴۔ اگر لعان کے بعد اپنے آپ کو جھوٹا کہہ دے تو اس کو کوڑے مارے جائیں گے مگر تحریم برقرار رہے گی اور وہ اپنے لڑکے کا وارث شرعی نہ بنے گا اگرچہ لڑکا اس کا وارث بن سکے گا۔

۵۔ اگر لعان کے بعد عورت اپنی خود ہی تکذیب کردے تو نکاح کا دوبارہ حلال ہونا ممکن نہ رہے گا اگرچہ اس پر حد واجب نہ ہوگی لیکن اگر وہ چار مرتبہ اس کا اعتراف کرلے تو اس پر حد بھی جاری کی جائے گی۔

۶۔ اگر شوہر اپنی زوجہ کو کسی خاص شخص کے ساتھ متہم کرے تو اس پر دو حدیں جاری ہوں گی۔

البتہ اس کے عورت لعان کے ذریعہ سے متہم بالزنا کرنے کی حد ساقط ہو گی لیکن اگر وہ اپنے دعویٰ پر ثبوت بھی مہیا کر دے تو دونوں حدیں ساقط ہوں جائیں گی۔

۷۔ اگر وہ عورت کو متہتم کرے اور وہ لعان سے قبل وفات پا جائے تو سقوط لعان موت سے ساقط ہو گئی ہے اس پر وارث ہونے کی وجہ سے حد جاری ہو گیا اور وہ بھی اگر لعان کرے تو اس سے بھی حد ساقط ہو گی مگر اس لعان سے اس کی وراثت کی نفی نہ ہو سکے گی۔

۸۔ اگر زنا کے چار گواہوں میں خود شوہر بھی شامل ہو۔ اگر اس نے پہلے عورت کو متہم نہ کیا تھا تو اس طرح عورت پر حد واجب ہو گی لیکن اگر اس کی شہادت قذف یعنی تہمت کے بعد ہو تو ناقابلِ قبول ہو گی۔ اور اس پر حد واجب نہ ہو گی اور اس شوہر پر حد واجب ہو گی لیکن اگر وہ لعان کر دے تو اس سے حد ساقط ہو جائے گی۔

کتاب الاقرار

اقرار کا صیغہ یہ ہے کہ مثلاً یہ دکان اس کی ہے یا یہ مکان اس کے لئے ہے یا میرے پاس اس کے اتنے اتنے درہم ہیں یا دینار ہیں یا میرے ذمہ اس کے اتنے پیسے ہیں۔ اس طرح کی دیگر تعبیرات جن سے اس شخص کی ملکیت ثابت ہو جس کے لئے اقرار کرنے والا واضح طور پر اقرار کرتا ہے۔

مسائل:

۱۔ اقرار ہر زبان میں صحیح ہے اس میں عربی اور غیر عربی سب زبانیں برابر ہیں۔

۲ اگر اقرار کا اللہ کی مشیت اور متعلق اقرار کی مشیت کے ساتھ مشروط کرے تو باطل ہو گا مثلاً یہ کہے کہ اگر اللہ نے چاہا یہ رقم فلاں کی ہے یا زید نے چاہا تو یہ مکان اس کی ملکیت ہے یہ صحیح نہیں ہے۔

۳۔ واجب ہے کہ اقرار کرنے والا بالغ عاقل ہو اور ایسا کم عقل نہ ہو جو اپنے مال میں ممنوع التصرف ہو لیکن اگر کوئی افلاس کی وجہ سے ممنوع التصرف ہو تو قرضہ کے متعلق اس کا اقرار صحیح ہے مگر عین کے ساتھ نہیں۔

۴۔ مریض کا اپنے اصل مال سے اقرار اگرچہ وہ مرض موت میں ہو صحیح ہے لیکن اگر وہ متہم ہو تو نہیں۔ اور یہ اس طرح ہے کہ مریض اعتراف کا ارادہ کرے کہ میرے مال سے فلاں شخص کے لئے اتنی اتنی مقدار مخصوص ہے اور فی الواقع جھوٹا ہو تو یہ اقرار وصیت شمار ہو گا۔ جو کہ اس کے ثلث سے

اداء کیا جائے گی۔ لیکن اگر وہ بیماری سے صحت یاب ہو جائے تو اس کے اصل سے اداء ہو گی۔

۵۔ اگر اقرار میں دینار یا درہم یا ناپ یا تول کا اطلاق کرے تو اس کے اپنے شہر میں متعارف وزن ناپ پر عمل کیا جائے گا اور اگر اس کے شہر میں بھی یہ اوزان متعدد ہو تو جو غالب ہے اس پر عمل کیا جائے گا۔

۶۔ اگر اقرار کرنے والا کہے میرے لئے تجھ پر اتنے اتنے دینار یا درہم ہیں اور وہ کہے کہ میں اقرار کرتا ہوں یا ہاں تو یہ رقم اس کے ذمہ میں لازم ہو جائے گی۔

۷۔ اگر کہے آیا میرے لئے تجھ پر اتنی اتنی رقم نہیں ہے؟ اور وہ کہے کیوں نہیں ضرور ہے یا کہے ہاں تو یہ بھی اقرار پر دلالت کرتا ہے۔

۸۔ نفی سے استثناء اثبات پر دلالت کرتا ہے مثلاً لا الہ الا اللہ یہ کہے کہ نہیں ہیں اسکے میرے ذمہ میں لیکن ستر روپے تو یہ اثبات ہے لیکن اثبات سے استثناء نفی پر دلالت کرے گا مثل وہ کہے کہ اس کے میرے ذمے سو درہم ہیں لیکن ان میں سے ستر درہم تو صرف تیس درہم کا اقرار سمجھا جائے گا۔

۹۔ اگر وہ اقرار کے مطابق جنس کی غیر سے استثنیٰ کرے تو یہ صحیح ہے۔ اور وہ اس سے اس کی قیمت کے اعتبار سے رقم وضع کرے گا مثلاً کہے زید کی مجھ پر بیس من فصل ہے۔ جس میں ۱۵ من گندم اور پانچ من جو اس میں شامل نہیں۔

۱۰۔ اگر اقرار کرے اور اس کے بعد قبضہ کی نفی کرے تو اس کے دعویٰ کی طرف توجہ نہ دی جائے گی۔ مثلاً کہے کہ مجھ پر فروخت کردہ مال کی اتنی قیمت لازم ہے جس مال کا میں نے قبضہ نہیں دیا تو یہ اقرار بھی اس پر لازم ہو گا۔

۱۱۔ اگر کہے کہ یہ دکان زید کی ہے بلکہ عمرو کی ہے تو دکان زید کے سپرد کی جائے گی۔ اور عمرو کے لئے اس پر قیمت کا تاوان عائد ہو گا لیکن اگر زید تصدیق کرے کہ یہ دکان واقعی عمرو کی ہے نہ کہ میری تو پھر تاوان نہ ہو گا اور دکان زید کی بجائے عمرو کی ہی ہو گی۔

نسب کا اقرار:

۱۔ اقرار با نسب میں بلوغ، عقل، اور ایسے امکانات کا پایا جانا شرط ہے۔ جن میں متعلق اقرار کو اقرار کنندہ کے ساتھ الحاق کرنا شرعاً درست ہو۔

۲۔ اگر کوئی اپنے مساوی یا بڑے کے متعلق یہ اقرار کرے کہ وہ میرا بیٹا ہے یا اتنے کم عمر کے متعلق یہ اقرار کرے جب کہ عادتاً ایسا ہونا ناممکن ہو تو اقرار باطل ہو گا اسی طرح اگر کوئی کسی معروف

النسب کے بیٹے ہونے کا اعتراف کرے تب بھی یہی حکم ہے۔

۳۔ ان حالات میں یہ بھی شرط ہے کہ مُقِرّبہٗ مُقِرّ کے دعویٰ کی تصدیق کرے الا اینکہ مقر بہ کم سن یا مجنون یا مردہ ہو تو ان کا نسب مقر کی نسبت محض اقرار سے ثابت ہو جائے گا اور مجنون اور کم سن اگر بالغ ہونے کے بعد انکار کرنے لگیں تو اس کا کوئی اعتبار نہ ہو گا۔ اور مقر سے حلف لینے کا حق نہیں ہے اس انکار سے نہ نسب کی نفی ہو گی نہ اس کے خلاف کوئی دعویٰ قابل سماعت ہو گا۔

۴۔ یہ بھی شرط ہے کہ مقر بہ کے نسب میں اس کے ساتھ کوئی دوسرا شخص تنازع نہ رکھتا ہو پس اگر وہ دونوں تنازع کریں تو ہر ایک کو اپنے دعویٰ پر ثبوت لانا ہو گا اور گواہی کے مطابق فیصلہ ہو گا اور جانبین سے ثبوت مفقود ہو تو قرعہ اندازی کی جائے گی یہ بھی اس صورت میں ہو گا جب کہ مقر بہ کی ماں دونوں متنازعین کے لئے فراش کا تعلق رکھتی ہو اگر یہ تعلق صرف کسی ایک کے لئے ثابت ہو گا تو اس کے حق میں فیصلہ بلااشکال مؤثر ہو گا۔

۵۔ اگر دو شخص بھائی ہونے میں ایک دوسرے کے دوست بنے ہوئے ہوں تو یہ صحیح ہو گا اور وہ ایک دوسرے کے وارث قرار پائیں گے لیکن اس میں ان کے دیگر وارث حق وراثت میں شامل نہ ہوں گے۔ اور فقط ان کا باہمی دوست ہونے سے دوسرے وارثوں کا حق وراثت ثابت نہ ہو گا۔ اگرچہ ان کے درمیان ولادت ہو۔

۶۔ اگر زوجہ اقرار کرے کہ لڑکا اسکے متوفی شوہر کا ہے اور یہی اس کا وارث ہے اور اس لڑکے کے بھائی یا چچے یا ماموں اس کی تکذیب کریں تو یہ عورت صرف نصف ربع کی مستحق ہو گی اور دوسر نصف ربع یعنی ۱/۸ اس کے لڑکے کو ملے گا لیکن اگر وہ اس کی تصدیق کر دیں تو سارا مال لڑکے کا ہو گا اور یہ اس میں سے ۱/۸ کی وارث ہو گی۔

۷۔ اگر میت کے بھائی یا دیگر ورثاء اس کے لڑکے کا اقرار کریں اور زوجہ انکار کرے اور اعتراف نہ کرے تو وہ میت کے ترکہ میں سے ۱/۴ حاصل کرے گی اور باقی مکمل مال لڑکے کو ملے گا۔

۸۔ اگر وارث لڑکا اپنے بھائی کے ہونے کا اقرار کرے تو وہ اس کو نصف مال دے گا اور اگر تیسرے بھائی کا بھی اقرار کرے تو کل مال ان کے درمیان تین حصوں میں تقسیم کیا جائے گا۔

۹۔ نسب اور میراث دو عادل وارثوں کے اقرار سے ثابت ہوتی ہے۔

۱۰۔ اگر لڑکا کسی کے بارے میں اپنی فوت شدہ ماں کا شوہر ہونے کا اقرار کرے تو وہ اس کو ماں کے ترکہ میں ۱/۴ کا حصہ دے گا۔

۱۱۔ اگر وارث عورت کا بھائی ہو اور وہ اپنی بہن کے شوہر کے متعلق اقرار کرے تو اس کو نصف

مال اداء کرے۔

۱۲۔ اگر اقرار کرنے والے خود والدین ہوں اور بیٹا موجود ہو یا غیر موجود تو اس مسئلہ کی چند تفصیلات ہیں جو آگے بیان ہوں گی۔

۱۳۔ اگر والدین میں سے کوئی ایک اقرار کرے کہ مرنے والے کا لڑکا اور شوہر موجود ہیں تو وہ اس کو کچھ نہ دیا جائے گا۔ کیونکہ اس کا شرعی حصہ ۱/۶ ہے لیکن اگر لڑکی ہو تو ۱/۶ کے علاوہ جو ہاتھ میں فاضل ترکہ ہو وہ اس کو دے دیں اس طرح اگر ماں اقرار کرے کہ اس کی مرنے والی بیٹی کا شوہر موجود ہے مگر اس کے ساتھ حاجب بھی ہے تو اس ماں کو کچھ نہ ملے گا اور عدم حاجب کی صورت میں ۱/۶ سے زائد اس کو دیا جائے گا۔

۱۴۔ اگر والدین میں سے کوئی ایک اقرار کرے کہ ان کا لڑکا نہیں اور وہ اقرار کنندہ کے سوا کوئی دوسرا وارث نہ ہو تو اس کو کل ترکہ میں سے ۱/۲ دیا جائے گا۔

۱۵۔ اسی طرح اگر بھائی یا والدین مرنے والے لڑکے کے لئے اس کی بیوی موجود ہونے کا اقرار کریں تو بھائی کو ۱/۶ دیا جائے گا اور والد یا والدہ کا حصہ ۱/۶ ہی رہے گا۔ اور مونث ہونے کی صورت میں دونوں حصوں میں سے اقل حصہ دیا جائے گا۔

۱۶۔ اگر مرنے والی عورت کے لئے پہلے شوہر کے موجود ہونے کے اقرار کے ساتھ دوسرے شوہر کا بھی اقرار کرے چاہے اقرار کرنے والا لڑکا ہو یا کوئی غیر چاہے وہ اپنی تکذیب کرے یا نہ دوسرے شوہر کے حصہ کا تاوان اس پرلاگو کیا جائے گا۔

۱۷۔ اگر لڑکا اقرار کرے کہ اس کے مرنے والے باپ کی زوجہ موجود ہے تو اس کو ۱/۸ اداء کرے گا لیکن اگر اعتراف کرنے والا لڑکا نہ ہو بلکہ غیر ہو تو وہ ۱/۴ کی مستحق ہو گی۔

۱۸۔ اگر مرنے والے باپ کی دوسری بیوی کا اقرار کرے چاہے اقرار لڑکا کرے یا کوئی غیر اور دوسری بیوی اس کی تکذیب کرے تو اس پر دوسری بیوی کا حصہ بطور تاوان لازم کیا جائے گا۔ چاہے وہ خود ہی پہلی بیوی کو تسلیم کرے لیکن اگر وہ بھی اس کی تصدیق کرے تو دونوں ۱/۴، ۸ یا چوتھی بیوی کا اقرار کرے اور وہ تصدیق کریں تو حصہ لیں گی اور اگر تکذیب کریں تو ان کا تاوان بھرنا پڑے گا۔

کتاب الغصب

غصب سے مراد یہ ہے کہ کسی غیر کے مال پر ازراہ تعدی و ظلم استقلالی طور پر اثبات ِ ملکیت کا

دعویٰ کرنا۔

۱۔ اگر کوی کسی کو اس کے گھر یا دکان میں سکونت سے منع کرے یا اپنے بھاگے ہوئے جانور کو پکڑنے سے روکے یا اپنی موٹر کی حفاظت سے روکے تو وہ غاصب نہ ہوگا لیکن تلف عین کی صورت میں ضامن ہوگا اور زمان منع کی اجارت دینا ہوگی جبکہ اسکے منع کرنے کے سبب ہی عین یا اجرت تلف یا فوت ہو جائے۔

۲۔ اگر کوئی اس کے رہائشی کے گھر یا دکان میں داخل ہو کر قہراً جبراً اس کے ساتھ مکان کے مخصوص حصہ میں رہائش رکھ لے تو وہ بھی نصف عین کا غاصب ہوگا۔

۳۔ اگر وہ اس کے گھر میں مخصوص حجرہ کے اندر رہنے لگے تو وہ اسی کا ضامن ہوگا یہ تب بھی صحیح ہوگا جب کہ وہ قوت و ضعف میں مالک کے مساوی ہو۔

۴۔ اگر وہ ضعیف ہو اور مالک قوی ہو اور اس کو روکنے اور نکالنے پر قادر ہو اور نہ روکے تو وہ صرف مکان یا دکان میں بمقدار رہائش و تصرف اجرت کا ضامن ہوگا عین کا ضامن نہ ہوگا۔

۵۔ اگر غاصب قوی تر ہو اور اس سے قبضہ سے مالک کی مالکانہ حیثیت مضمحل ہو جائے تو وہ سب کا ضامن ہوگا۔

۶۔ اگر کوئی اس کی موٹر کی چابی پر جبراً قبضہ کر کے اس کی اجازت کے بغیر موٹر چلانے لگے تو وہ غاصب سمجھا جائے گا اور تلف کی صورت میں ضامن ہوگا اگرچہ مالک خود اس کے ساتھ سوار ہو حتیٰ کہ اگر اس کا سامان بھی تلف ہو جائے تو وہ غصبی موٹر کے ساتھ اس سامان کا بھی غاصب اور ضامن ہوگا جیسا کہ اگر کوئی شخص لدا ہوا جانور غصب کرے تو وہ اس مال کا ضامن ہوگا یہی حکم کشتی کا بھی ہے۔ اور اگر تلف نہ ہو تو وہ منفعت کا ضامن ہوگا۔

۷۔ اگر سوار مالک قوی ہو اور اس کو روکنے پر قادر ہو اور ڈرائیونگ کے وقت بھی وہ غاصب کا شعور رکھتا ہو اور نہ روکے تو وہ غاصب نہ سمجھا جائے گا۔

۸۔ کم سن آزاد جو اپنے آپ سے آفات دفع کرنے سے عاجز ہو وہ غصب کرنے والے کی ضمانت کا مستحق ہوگا۔ اگر وہ اس سے مر جائے مثلاً اس پر دیوار گر جائے یا وہ اس کو پانی میں غرق کر دے یا جلا دے لیکن اگر حادثہ قدرتی طور پر پیش آئے تو ضامن نہ ہوگا۔

۹۔ آزاد عاقل عین و منفعت کا اسی وقت ضامن ہوگا جب وہ مال کو روک میں اپنی تحویل میں رکھ

لے ور غاصب اس کو استعمال کرے لگے۔ تو و منفعت کا ضامن ہو گا۔

۱۰- اگر مال اور اس کے مالک کے تلف ہونے کا ایک ہی سبب ہو جو کہ مال کا نگران اور ذمہ دار اور متصرف ہو تو وہی اس کا ضامن ہو گا لیکن اگر اس کو مجبور کیا جائے یا کوئی دھوکہ دے اور مال تلف ہو جائے تو ضمان فریب کار اور جبر کرنے والے پر عائد ہو گی۔

۱۱- اگر دو آدمی کسی کے قتل اور نفس کے تلف کرنے میں اجتماعی مجرم ہوں تو حکم دینے والا عمر قید کا مستحق ہو گا اور ارتکاب کرنے والا مطلقاً ضامن ہو گا چاہے وہ مجبور ہو یا فریب زدہ۔

۱۲- اگر کوئی اپنی ملکیت میں آگ جلائے یا اپنی حاجت کے مطابق پانی چھوڑے اور اتفاقی طور پر آگ یا پانی کسی پڑوسی کی طرف نکل جائے اور اس کی ملکیت کو نقصان پہنچا دے تو اس شخص پر ضمان عائد نہ ہو گی لیکن اگر تیز ہوا یا آندھی کے وقت کے علم و ظن کے باوجود کہ یہ کام ہمسایہ کو نقصان دے گا کر بیٹھے اور تباہی ہ جائے یا نقصان تو وہ ضامن ہو گا۔

۱۳- اگر کوئی شخص کسی مسلمان سے شراب چھین لے چاہ علانیہ یا پوشیدہ تب بھی مطلقاً ضمان عائد نہ ہو گی اسی طرح اگر وہ شراب کشید کرنے کے آلات چھین لے تب بھی یہی حکم ہے۔

۱۴- اسی طرح اگر کافر علانیہ شراب فروخت کر رہا ہو تو کوئی اس سے غصب کر لے تو ضامن نہ ہو گا لیکن اگر وہ اس کو پوشیدہ طور پر محفوظ کرے یا پیئے یا فروخت کرے اور یہ اس سے چھین لے تو ضامن ہو گا۔

۱۵- غصبی چیز مالک کو فوری واپس کرنا واجب ہے جب تک کہ عین باقی ہو لیکن اگر عین کی واپسی مشکل ہو تو غاصب اس کی بالا قیمت کا ضامن ہو گا جو بوقت تلف تھی اگر وہ چیز مثلی ہو تو مثل ہی واپس کرے گا۔

۱۶- اگر عین مغصوب باقی ہو لیکن وہ غاصب کے پاس معیوب ہو جائے تو اس کے نقصان کا ضامن ہو گا اور اگر چیز قابلِ اجرت ہے تو اگرچہ دورانِ غصب وہ اس کو استعمال نہ کرے تب بھی اس پر اجرت لازم ہو گی۔

۱۷- اگر غاصب کے کسی عمل کی وجہ سے مغصوب چیز کی قیمت بڑھ جائے تو نہ اس کے لئے کچھ ہے نہ اس پر کچھ ہے ہاں اگر زیادتی اس کے مال سے عینی ہو تو وہ لے لے گا لیکن اگر اس کو لینے میں اصل مغصوب چیز معیوب یا ناقص ہو جائے تو وہ اس کے تاوان کا ضامن ہو گا۔

۱۸- اگر کوئی شخص کسی دروازہ کے دو پاٹ یا دو جوتے غصب کرے یعنی ایسی اشیاء جن کو جدا کرنے میں نقص ہوتا ہے۔ اور ان میں سے ایک غصب کر لے یا تلف کر دے تو وہ دونوں کی اجتماعی

قیمت تلف کا ضامن ہو گا۔ مثلاً اگر دونوں پاٹوں کی قیمت دس دینار ہے اور ایک دروازے کا پاٹ تین دینار کا ہو تو وہ مزید سات دینار کا تاوان اداء کرے گا۔

۱۹۔ اگر غاصب غصبی مال کو بہت دور کے علاقے میں لے جائے تو اس کو واپس لانے اور منتقل کرنے کا مصرف اس پر واجب ہو گا لیکن اگر مالک کو کوئی اعتراض نہ ہو کہ وہ مال وہیں رہے تو پھر اس پر عین کے سوا کچھ نہیں۔

۲۰۔ اگر دانے غصب کر کے کاشت کر دے اور وہ اُگ جائیں یا انڈے غصب کرے اور اس سے بچے نکل آئیں تو وہ سب مالک کے ہوں گے۔

کتاب اللقطہ

لقطہ سے مراد کسی چیز کا کہیں غر محفوظ پڑا ہونا اور کسی کو مل جانا ہے۔ اس کی تین قسمیں ہیں اول لقطۂ انسان ایسے انسان کو لقیط کہتے ہیں۔ دوم لقطۂ حیوان اس کو ضالہ کہتے ہیں سوم لقطۂ مال۔

مسائل:

۱۔ ملتقط یعنی پانے والے کا بالغ عاقل، عادل ہونا ضروری ہے۔ خصوصاً جبکہ لقطہ مال یا پانے والے کا مال کوئی مال ہو اور اگر لقیط محکوم بالاسلام ہو تو پانے والے کا مسلمان ہونا ضروری ہے۔

۲۔ لقیط وہ انسان ہے جو اپنے آپ سے دفع ضرر نہ کر سکتا ہو اور اپنے نفس کے لئے جلب منفعت کرنے پر بھی قادر نہ ہو اور التقاط کے وقت اس کا کوئی کفالت کرنے والا بھی نہ ہو پس بچہ یا بچی اگر ممیز بھی ہوں اور مجنون بھی یہ لقیط کے حکم میں ہوں گے۔

۳۔ اگر باپ اور دادا اگرچہ ان کا تعلق سلسلہ بالا سے ہو یا ماں اگرچہ اسی طرح ہو اگر یہ لقیط کو پہچان لیں کہ وہ ان کا بیٹا ہے تو کسی کے لئے اس کو اپنی تحویل میں لینا جائز نہیں ہے اسی طرح آباء و امہات کی عدم موجودگی میں اگر وصی یا سابق ملتقط پہچان لے تب بھی یہی حکم ہے۔

۴۔ لقیط کا خرچ بیت المال سے اداء کیا جائے گا اور اگر اس میں کوئی مشکل ہو یا زکوٰۃ سے خرچ کرنا بھی ممکن نہ ہو تو وہ مسلمانوں سے مدد طلب کرے گا اور ان پر بھی واجب ہے کہ وہ اس کی بقدر کفایت مدد کریں اور اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو اس کو تحویل میں لینے والا شخص اپنی طرف سے خرچ کرے

گا۔ تاکہ وہ صاحب استطاعت بن کر اس کو خرچ واپس کر دے یا وہ بنیت تبرع و خیرت و ثواب اس پر خرچ کرے۔

۵۔ لقیط کو اٹھا لینا مستحب ہے لیکن اگر اس کی جان خطرے میں ہو تو واجب ہے اور اٹھاتے وقت اس کے لئے مستحب ہے کہ وہ گواہ بنائے۔

۶۔ ملتقط لقیط پر اپنا مال اسی صورت میں خرچ کرے جب اس کو حاکم شرع نے اجازت دی ہو۔

۷۔ اگر لقیط دار السلام میں ہو یا ایسے دار الحرب میں ہو جہاں مسلم آبادی ہو اور اس کی پیدائش وہاں ممکن ہو تو اس کے مسلمان ہونے کا حکم لگایا جائے گا۔

۸۔ اگر دو یا زیادہ اشخاص دعویٰ کریں کہ انہوں نے اس لقیط کو پایا ہے اور اٹھا لیا تو جو سب سے پہلے اٹھانے کا دعویٰ ثابت کرے وہ مقدم ہو گا۔ ورنہ قرعہ اندازی کی جائے گی لیکن اگر یہ لوگ آپس میں کسی کے حق میں دستبردار ہو کر متفقہ فیصلہ کر لیں تو قرعہ اندازی کی ضرورت نہیں۔

۹۔ اگر دو اشخاص لقیط کے متعلق بیٹا ہونے کا دعویٰ کریں اور ہر ایک کے پاس ثبوت ہو تو قرعہ اندازی کی جائے گی۔

۱۰۔ اگر لقیط محکوم بالکفر ہو تو کسی کے دعویٰ کو ترجیح حاصل نہ ہو گی لیکن اگر وہ محکوم بالاسلام ہو تو مسلمان کو ترجیح ہو گی۔

لقطۂ حیوان:

۱۔ لاوارث حیوان کو جواز کی صورت میں پکڑنا مکروہ ہے۔ لیکن اگر اس کے تلف ہونے کا یقین ہو تو مکروہ نہیں۔ بلکہ کبھی واجب کفائی ہو جاتا ہے۔ جبکہ وہ مالک کو پہچانتا ہو کیونکہ مسلمان کے مال کی حفاظت کرنا واجب ہے۔

۲۔ جانور مثلاً گائے اور اونٹ اگر محفوظ ہوں تو ان کو پکڑنا جائز نہیں ہے خصوصاً جبکہ وہ ایسی جگہ پائے جائیں جہاں گھاس اور پانی موجود ہو۔ پس اگر کوئی پکڑے گا تو وہ ضامن ہو گا اگرچہ وہ تحفظ کے ارادے سے پکڑے مگر اس کو مالک تک پہنچانا واجب ہو گا اور اگر مالک موجود نہ ہو تو حاکم تک پہنچائے تاہم اس کو ملکیت بنانے کی نیت سے پکڑنا جائز نہیں ہے۔

۳۔ اگر گم شدہ حیوان کسی ایسے صحراء میں ہو جہاں پانی اور گھاس نہ ہو اور وہ حیوان خستہ حال ہو اور مالک نے اس کو مہمل چھوڑ دیا ہو تو اس کو پکڑ کر ملکیت میں لے لینا جائز ہے اور وہ اسکی ملکیت ہو گا۔ کیونکہ اگر مالک مل بھی جائے تو وہ اس کا حق دار نہ رہے گا۔ اور اس نے ایک مرتے ہوئے حیوان کو

زندگی مہیا کر دی ہے اس کا حق فائق ہو گا۔

۴۔ بھیڑ بکری اگر ایسے صحراء میں ہو جہاں درندوں کا خوف ہو اور کوئی اس کو پکڑ کر ملکیت بنا لے تو اگرچہ وہ صحیح و سالم ہو تب بھی جائز ہے لیکن احوط یہ ہے کہ وہ ضامن ہو گا اور اگر مالک مل جائے اور اس طلب کرے تو خود حیوان یا اس کی قیمت کا ضامن رہے گا۔

۵۔ اگر جانور کہیں آبادی میں مل جائے اور اس کا مالک نامعلوم ہو تو یہ اس جانور کو تین دن تک بند رکھے پھر اس کو فروخت کر کے اسکی قیمت صدقہ کر دے۔ اور اگر مالک مل جائے اور اس کے عمل مذکور سے راضی ہو جائے تو خوب ہے ورنہ وہ قیمت کا ضامن ہو گا لیکن اگر وہ اس کو باقی رکھے یا اس کی قیمت کو باقی رکھے حتیٰ کہ مالک کے ملنے سے مایوسی ہو جائے تو اس صورت میں ضمان نہ ہو گی۔

۶۔ گم شدہ حیوان پر بھی لقیط کی طرح خرچہ بیت المال اور حاکم سے لے کر کیا جائے گا اور اگر کوئی خرچ کرنے والا نہ ہو تو مالک کی طرف رجوع کرے اگر وہ مل جائے تو اس سے وصول کر لے ورنہ ازراہ تبرع و خیرات خرچ کرے۔

۷۔ پکڑنے والا ضامن نہ ہو گا جبکہ اس حیوان کا پکڑنا جائز ہو۔ لیکن اگر مالک کی تفریط و کوتاہی کی وجہ سے یا یہ خود ملکیت کی وجہ سے پکڑے جہاں پکڑنے کا جواز نہ ہو تو اس پر ضمان عائد ہو گی۔

۸۔ اگر پکڑنے والا اس حیوان سے کسی طرح منفعت حاصل کرے تو وہ اس کے لئے جائز ہے کیونکہ اس نے اس پر خرچ کیا ہے۔ چاہے یہ منفعت اس خرچ کا عوض ہو یا اس سے منہا کرنا۔

لقطۂ مال:

۱۔ حیوان نہ ہونے کی صورت میں کوئی بھی مال ہو اور لاوارث پڑا ہو مل جائے تو اس کو بقصد ملکیت تحویل میں لینا حرام ہے چاہے وہ حرم کی حدود میں مکہ مکرمہ کے اردگرد ملے اور چاہے وہ کم ہو۔

۲۔ اگر وہ مالک کی تلاش میں تشہیر کے لئے اٹھائے تو حرام نہیں اور اگر وہ درہم سے کم ہو تو اس کی ملکیت کا جواز بعید نہیں جیسا کہ بعض اعلام کا قول ہے۔

۳۔ جو مال حرم کی حدود سے باہر کہیں بھی ملے اور اس کی مالیت چاندی کے درہم سے کم ہو اور اس کی قیمت بھی درہم سے یا غیر درہم سے کم ہو تو اس کو ملکیت کے طور پر رکھ لینا حلال ہے۔

۴۔ اگر وہ بقدر درہم ہو یا اس سے زائد چاہے جس قدر زائد ہو عین ہو یا قیمت اس کو اٹھانے والا اس کی تشہیر کے بعد مالک نہ ملنے کی صورت میں کسی مستحق زکوٰۃ پر صدقہ کر دے یا اس کو بقصد ملکیت رکھ لے اور مالک کے مل جانے پر اس کو واپس کر دے۔ لیکن اگر بقصد امانت محفوظ رکھے تو ضامن نہ ہو

گا لیکن اگر اس کی تفریط کی وجہ سے وہ چیز ضائع ہو جائے تو ضامن بھی ہو گا۔

۵۔ اگر گم شدہ چیز کھانے سے تعلق رکھتی ہو جس کو باقی رکھنا خلاف مصلحت ہو تو وہ اس کو حاکم کی طرف اٹھا کر لے جائے اگر حاکم نہ ملے تو اس کو فروخت کر دے یا اس کی قیمت کا تعین کر کے اس کو مصرف میں لائے اور قیمت محفوظ رکھے۔

۶۔ اگر اس چیز کو باقی رکھنا کسی علاج کا محتاج ہو مثلاً پھل وغیرہ جن کو خشک کرنا ضروری ہوتا ہے تو وہ ان کو حاکم کے پاس لے جائے جو ان پھلوں میں سے ہی خرچ کر کے باقی پھلوں کی اصلاح کرے چاہے فروخت کر دے اگر یہ سب کچھ تشہیر کے ادارے سے ہو ورنہ اس کو اٹھانا مکروہ ہے۔ خصوصاً مفلس و محتاج کے لئے۔ خصوصاً رسی، کیل، عقال، نعل اور قسم قسم کی عصاء وغیرہ کا اٹھانا کراہت سے تعلق رکھتا ہے۔

۸۔ اس گم شدہ مال کو اٹھاتے وقت دو عادل اشخاص کو گواہ بنانا مستحب ہے اور وہ ان کو اس مال کے بعض اوصاف پر مطلع کر دے مگر اس کی خبر کو عام شائع نہ کرے تاکہ غیر مالک لوگ دعویدار نہ بن جائیں۔

۹۔ لقطہ پورے وصف کے ساتھ مدعی کو دیا جائے لیکن اگر کوئی دوسرا شخص اس کی ملکیت پر شرعی دلیل قائم کر دے تو اس سے واپس کرا لے گا اور اس کو واپس کرانا مشکل ہو تو وہ صاحب دلیل و ثبوت کے لئے اس مال کے مثل یا اس کی قیمت کا ضامن ہو گا اور یہ اپنا نقصان اسی سے وصول کرے گا جسنے وصف بیان کے پہلے اس سے ناجائز مال وصول کیا۔

۱۰۔ اگر مال مدفون ہو اور ایسی زمین میں ہو جس کا ظاہراً کوئی مالک نہیں یا وہ خزانہ کسی اجاڑ یا بیابان میں ملے مگر اس مال پر اسلام کے آثار نہ ہوں تو وہ بلا تعریف و تشہیر اس کا مال بن جائے گا۔ لیکن اگر اس مال پر آثار اسلام ہوں تو تشہیر واجب ہے۔

۱۱۔ اگر مال کسی مملوکہ زمین سے یا کسی مملوکہ حیوان کے پیٹ سے برآمد ہو تو مالک کو آگاہ کر دے اگر وہ اس کا دعویٰ کرے تو یہ بلا وصف و ثبوت اس کو دے دے۔ اگر وہ نفی کرے اور مال پر آثار اسلام نہ ہوں تو وہ پانے والے کی ملکیت قرار دیا جائے گا۔ ورنہ وہ لقطہ کے حکم میں ہو گا۔ مثلاً اگر وہ اس کو کسی مملوکہ زمین میں مدفون نہ پائے لیکن مالک کو اطلاع کرنا واجب ہے۔ اور اس کی نفی کی صورت میں وہ لقطہ ہو گا۔

۱۲۔ اگر وہ مال کو کسی غیر مملوکہ حیوان یا مچھلی کے پیٹ سے برآمد کرے اور مچھلی بھی کسی ایسی محصور جگہ کی نہ ہو جو کسی کی ملکیت ہو مثلاً فش فارم یا گھریلو حوض یا باغات یا وہ باڑ جن کو سواحل سمندر پر

بانس لگا کر محدود کیا جاتا ہے اور ان کے اندر مچھلیاں پکڑی جاتی ہیں تو ایسی صورت میں وہ اس کا مالک ہو گا۔

۱۳۔ اگر وہ مال کو اپنے گھر یا دکان یا باغ یا زمین میں پائے تو بلا تشہیر وہ اس کا مال ہو گا لیکن اگر وہ قطعی طور پر جانتا ہو کہ وہ اس کی ملکیت نہیں تو وہ لقطہ کے حکم میں ہو گا۔ اسیطرح اگر مالک مشترک ہوں تب بھی یہی حکم ہے لیکن اگر ایک ہی شریک ہو تو وہ اس کو اطلاع کرے اگر وہ مدعی ہو تو اس کو دے دے ورنہ وہ پانے والے کی ملکیت ہو گا۔ جیسا کہ گذر چکا لیکن اگر قطعی طور پر یہ مال اس سے نفی ہو تو پھر ملکیت نہ ہو گا اور اگر احتمال و امکان ہے تو وہ مالک ہو گا۔

کتاب احیاء الموات

موات سے مراد وہ ناکارہ زمینیں ہیں جن سے منفعت حاصل نہیں کی جاتی چاہے اس کی وجہ یہ ہو کہ ان کا کوئی مالک ہی نہ ہو یا وہاں جنگلات ہوں یا کوئی اور وجہ ہو جس سے وہ اراضی ناقابلِ استعمال ہوں۔

مسائل:

۱۔ جو شخص غیبتِ امام علیہ السلام میں کسی ناکارہ زمین کو آباد کر لے وہ اس کا مالک ہو گا چاہے وہ مسلم ہو یا کافر البتہ امام علیہ السلام کی موجودگی و ظہور و حضور کی صورت میں ان کی اجازت لازم ہے۔

۲۔ وہ زمینیں جن کو قہراً اور غلبہ کے ساتھ فتح کیا گیا تھا مثلاً عراق و شام کی زمینیں تو ان میں سے جو آباد ہیں وہ مسلمانوں کی ہیں اور جو غیر آباد ہیں امام علیہ السلام کی ہیں جن کو امام علیہ السلام کے حاضر ہونے کی صورت میں ان سے اجازت لئے بغیر آباد کرنا جائز نہیں۔

۳۔ ہر وہ زمین جس پر کسی مسلم کی ملکیت قائم نہیں وہ امام علیہ السلام کی ہے اور زمانۂ غیبت میں اس کی تملیک اور آبادکاری مباح ہے۔ اسی حکم میں وہ زمینیں بھی ہوں گی جو کسی کی ملکیت میں تھیں مگر ان کے مالکان کا نام و نشان تک باقی نہیں رہا لیکن اگر اس پر کسی مسلم کی ملکیت جاری ہو چکی ہو تو وہ زمین ناکارہ ہو جانے کے باوجود اس مسلم کے بعد اس کے وارث کی ملکیت بنے گی۔

۴۔ ہر وہ زمین جس کے مالک اس کو چھوڑ چکے ہوں اور اس کی آبادکاری سے روگردان ہو چکے ہوں تو اس کو آباد کرنے والا ہی اس پر زیادہ حقدار ہو گا لیکن وہ مالک نہ بن سکے گا بلکہ مالکان کو واجرت ادا کرتا رہے گا۔

آبادکاری کی شرطیں:

۱،۲۔ سابق ملک کی عدم ملکیت اور کسی غیر کا قبضہ موجود نہ ہونا جیسا کہ گزر چکا۔

۳۔ وہ زمین کسی آباد ملکیت کی حریم نہ ہو حریم کا مفہوم چند سطور کے بعد بیان ہو رہا ہے۔

۴۔ وہ زمین نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا امام علیہ السلام کی طرف سے کسی آباد کے لئے پہلے نہ دی گئی ہو۔

۵۔ اس زمین میں پہلے سے آبادی کاری شروع نہ کی گئی ہو۔

مبلغ حریم:

۱۔ حریم عین سے مراد آباد شدہ زمین کے چاروں طرف شرقاً غرباً شمالاً جنوباً ریتلی زمینوں میں ایک ہزار ہاتھ اور سخت زمینوں میں پانچ سو ہاتھ کی حدود ہیں۔

۲۔ جس اونٹ پر زرعی سیرابی کے لئے پانی کے مشکیزے لادے جاتے ہیں اس کے کنویں کی حریم ساٹھ ہاتھ ہے۔

۳۔ کنویں کے قریب پانی پینے کے لئے آکر بیٹھنے والے اونٹوں کی جگہ کی حدود چالیس ہاتھ ہے۔

۴۔ باغ کی چاردیواری کی حریم وہ ہو گی جہاں اس کے آلات و دیگر ذرائع استعمال کئے جاتے ہیں۔ اور مکان کی حریم وہ ہے جہاں اس کی مٹی، راکھ اور برفانی علاقوں میں مکان سے اتاری جانے والی برفیں ڈالی جاتی ہیں۔ یا پانی کا راستہ یا دروازے کی طرف سے دخول و خروج کا راستہ ہے۔

اور محلوں میں حریم عرف کے مطابق ہو گی جو کہ ہر جگہ ہر علاقے کے طریقے اور خاص عرف کے مطابق ہو گی۔

مشترکات:

اصولِ مشترکات تین ہیں پانی، معدن اور منافع۔

منافع سے مراد چھ مقامات ہیں جو کہ استعمال کے لئے عوام میں مشترک ہیں۔ مساجد، مزارات مقدسہ، مدارس، راستے، مسافر خانے اور بازاروں میں بیٹھنے کی جگہیں۔

مساجد و مزارات مقدسہ میں جو شخص پہلے جگہ حاصل کر لے وہی وہ بیٹھنے کا زیادہ حقدار ہو گا جب تک کہ وہ وہاں موجود رہے گا اگر وہ وہاں سے طویل یا کم وقت کے لئے دور ہو جائے تو اس کا حق ساقط ہو گا لیکن اگر وہ وہاں واپس آنے کی نیت سے کوئی سامان چھوڑ دے اور اس کی غیر حاضری تھوڑی دیر کے لئے ہو اور اتنی کہ مسجد کا بعض حصہ معطل نہیں رہتا تو وہاں اس کا حق ثابت و باقی رہے گا مثلاً کوئی اپنی جگہ سے تجدیدِ وضو کے لئے تھوڑی دیر جانا چاہتا ہو اور واپس آنے کا ارادہ رکھتا ہو۔

لیکن مدرسہ اور مسافر خانہ پس جو اشخاص وہاں مخصوص وصف کی وجہ سے یا وقف کی بناء پر قیام کرنے کا استحقاق رکھتے ہوں ان میں سے کوئی کسی حجرہ میں قیام کر لے وہ دوسرے سے زیادہ حقدار ہو گا اگرچہ اس کی رہائش کی مدت طویل ہو لیکن اگر وقف کرنے والے نے وہاں سکونت کے لئے محدود مدت مقرر رکھی ہو تو اس سے تجاوز کرنا جائز نہیں ہے۔ پس اگر وہ حجرہ ایک ہی شخص کے قیام کے لئے ہو تو وہ وہاں شریک کو قیام کرنے سے روک سکتا ہے اگر قیام کرنے والا طویل یا تھوڑے عرصے کے لئے وہاں سے چلا جائے تو اس کا حق باطل ہو جائے گا چاہے وہ وہاں کوئی سامان چھوڑے یا نہ۔

لیکن راستہ تو اس میں صرف گزرنا اور راستہ کو راستہ کے طور پر ہی استعمال کرنا جائز ہے جس مقصد کے لئے راستہ بنایا گیا ہے اور وسیع راستے میں خرید و فروخت اور صحبت وغیرہ کے لئے بیٹھنا جائز ہے بشرطیکہ اس سے گزرنے والوں کو کوئی رکاوٹ یا ضرر پیش نہ آرہا ہو۔ پس جب بائع یا مشتری اپنی جگہ چھوڑدیں گے تو ان کا حق باطل ہو جائے گا لیکن اگر وہ وہاں اپنا سامان چھوڑ جائیں اور وقفہ طویل نہ ہو یا گزرنے والوں کے لئے ضرر رساں نہ ہو تو کوئی حرج نہیں کیونکہ مندرجہ بالامقامات تمام لوگوں کے لئے مشترک حیثیت رکھتے ہیں۔

اور مباح پانی مثلاً خیراتی کنویں اور قدرتی چشمے اور نہروں، دریاؤں کے کنارے اور بارشوں کے پانی بھی اسی طرح مشترکہ منافع میں شمار ہیں جو شخص بقصد ملکیت ان کو اپنی تحویل میں لے لے اس کا حق فائق ہوگا اور جو ان میں سے نہر نکال لے تو وہ جاری پانی کا مالک ہوگا اور اگر زمین سے چشمہ نکال لے تو اس کا مالک ہوگا یا اگر کوئی بارشوں اور سیلابوں کے پانی کو اپنی زمین میں جمع کر لے یا کنواں کھود لے تو وہ بھی اس کا مالک ہوگا اور اگر وہ ملکیت کا قصد نہ کرے تب بھی جب تک وہ اس کی تحویل میں ہو اس کا حق سب دوسروں سے فائق ہوگا۔

اور معادن کی دو قسمیں ہیں ظاہر اور باطن۔ معادن ظاہرہ جیسے نمک اور دھونے نہانے کی مٹی چکی کے پتھر وغیرہ جن سے استفادہ کے لئے خرید کسی عمل و طلب کی ضرورت نہیں ہوتی۔ پس جو شخص ان کی طرف سبقت کرے گا وہ جس قدر چاہے گا کم یا زیادہ ان میں سے لے سکے گا تمام لوگوں کا ان میں حق مشترک اور برابر ہے۔

اور معادن باطنہ جیسے سونا، چاندی، لوہا، فیروزہ وغیرہ تو جو شخص ان کو نکالے یا ان تک رسائی حاصل کرے وہ ان کا مالک ہوگا۔

یہ سب اسی صورت میں ہے جب زمین مباح ہو ورنہ اگر وہ زمین کسی کی مملوکہ ہوگی تو وہ مالک ہی ان معادن کا حقدار ہوگا اسی طرح جو زمینیں امام علیہ السلام کے ساتھ مخصوص ہیں ان کے معادن بھی امام علیہ السلام ہی کی ملکیت قرار دی جائیں گی۔

کتاب الصید

شکار کا حصول کسی بھی وسیلہ یا آلہ سے جائز ہے۔ چاہے وہ وسیلہ بری یا فضائی درندے جانور

ہوں مثلاً شکاری کتا اور چیتا اور باز اور عقاب یا لوہے کے آلات ہو جیسے تلوار، نیزہ، بھالا اور بندوقیں یا دیگر وسائل مثلاً جال اور پھندہ کی نصب شدہ رسی وغیرہ جس سے شکار پھنس جائے لیکن شکار کا حلال ہونا اسی صورت میں ثابت ہو گا جب کہ تزکیہ واقع ہو سوائے ان صورتوں کے جو کہ شرعاً مستثنیٰ ہیں۔

۱۔ سدھایا ہوا کتا جو شکار کرے اگر وہ شکار کو قتل کر دے تو زخم کی جگہ کو دھونے کے بعد اس کو کھانا جائز ہے۔ لیکن اگر شکار زخمی ہو کر زندہ ہو چاہے اس میں کچھ رمق باقی نہ ہو اور شکاری اس تک جا پہنچے تو اس کو ذبح کر کے تزکیہ کرنا واجب ہے۔

۲۔ واجب ہے کہ کتے یا دیگر سدھائے ہوئے حیوان کو شکار پر چھوڑنے والا شخص مسلمان ہو چاہے مرد ہو یا عورت یا ممیز بچہ اور حیوان کو چھوڑتے وقت یا نشانہ تک رسائی سے قبل وہ اللہ کا نام لے۔

۳۔ اگر شکاری کتے وغیرہ کو چھوڑنے والا کافر یا خارجی یا ناصبی ہو یا مسلمان و مومن ہو مگر اللہ کا نام نہ لے تو وہ جانور جو شکار کیا جائے گا اس کا کھانا حلال نہ ہو گا۔

۴۔ شکاری حیوان کو چھوڑنے والے کا مقصد ابتداء سے ہی شکار ہو یہ ضروری ہے اگر وہ شکار کی بجائے کسی اور مقصد کے لئے چھوڑے یا کتا خود بخود چھوٹ کر جائے اور شکار کر لائے تو اس کا کھانا حرام ہو گا لیکن اگر وہ شکار زندہ حالت میں لے آئے تو ذبح کرنے کے بعد اس کو کھانا جائز ہے۔

۵۔ سدھایا ہوا کتا وہ ہوتا ہے کہ جب اس کو مالک چھوڑے تو وہ چھوٹ پڑے اور اگر ملک اس کو روک دے تو وہ رک جائے۔ اور شکار کو پکڑ کر فوراً کھانے کا عادی نہ ہو بلکہ مالک کے آنے تک پکڑے رہے اور یہ عادت اس کے تکرارِ عمل سے ثابت ہوئی ہو۔

۶۔ جو شکار تیر یا تلوار یا نیزے یا کسی بھی لوہے کے آلہ سے قتل ہوا ہو اگر ان آلات چلانے کو والے نے چلاتے وقت اللہ کا نام لیا ہو اور اس سے شکار کا قصد بھی کیا ہو اور اس سے شکار کا گوشت پھٹ گیا ہو تو اس کا کھانا جائز ہے۔

۷۔ اگر بلاقصد تیر پھینکے اور وہ کسی حیوان پر جا پڑے اور اس کو قتل کر دیا اس نے کسی مخصوص حیوان پر پھینکا ہو اور اس سے دوسرا حیوان قتل ہو جائے تو اس کا کھانا جائز نہیں ہے۔

۸۔ جب شکار کو مسلم اور کافر نے مشترکہ طور پر مارا ہو اس کا کھانا جائز نہیں البتہ اگر مسلمان کے آلہ سے اس شکار کا ہلاک ہونا یقینی ہو تو جائز ہے۔

۹۔ غصبی آلہ سے شکار کرنا جائز نہیں ہے لیکن اس سے شکار حرام نہ ہو گا بلکہ شکاری پر مالک کو اجرت دینا لازم ہو گا چاہے وہ آلہ کتا ہو یا لوہا یا کوئی اور جس سے تزکیہ کی ضرورت درپیش ہوتی ہو۔

ذبح کا بیان:

ذبح کے ذریعہ سے حلال کرنے کے لئے ضروری ہے کہ ذبح شدہ بھی حلال ہو۔ پس حرام جانور ذبح کرنے سے حلال نہ ہوں گے مثلاً انسان، کتا، خنزیر یا حشرات جیسے نیولا، چوہا، سوسمار ہاں البتہ درندے اور وحشی حیوانات کو ذبح کیا جائے تو اس کا یہ فائدہ ہوگا کہ ان کی کھال استعمال کرنے کے قابل ہو جاتی ہے مثلاً شیر، چیتا اور درندے پرندے مثلاً عقاب وغیرہ۔

۲۔ حلال کرنے کے طریقہ کی اقسام تین ہیں۔

۱۔ ذبح ۲۔ نحر۔ ۳۔ مچھلی اور مکڑی کا مخصوص شرائط سے حلال کرنا۔

۳۔ ذبح کرنے کے لئے شرط ہے کہ ذبح کرنے والا شخص مسلمان عاقل بالغ یا ممیز ہو چاہے مرد ہو یا عورت اسی طرح جنب یا حیض و نفاس والی عورت یا خصی کا ذبیحہ بھی حلال ہے۔

۴۔ خارجی اور ناصبی کا ذبیحہ حلال نہیں ہے۔

واجبات ذبیحہ:

جانور کو ذبح کرنے میں چند امور واجب ہیں۔

۱۔ ذبیحہ جانور کے بدن کے اگلے حصوں کو حتی الامکان رو بقلہ کرنا البتہ ذبح کرنے والے کا رو بقلہ ہونا واجب نہیں۔ اگر حیوان سرکش ہو یا جہت قبلہ میں اشتباہ ہو تو پھر روبقبلہ ہونا ساقط ہے اسی طرح اگر ازروئے نسیان یا جہل اس کو ترک کردے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

۲۔ تسمیہ۔ یعنی ذبح کرتے وقت شروع میں اللہ کا ذکر کرنا اگر یہ ذکر ترک کردے تو ذبیحہ مردہ شمار ہوگا اور حلال نہ ہوگا لیکن اگر نسیان یا جہالت کی وجہ سے ایسا کرے تو حرام نہ ہوگا۔

۳۔ چاروں اعضاء کا قطع کرنا یعنی حلقوم جو کہ سانس کی نالی ہوتی ہے اور مرئ یعنی کھانے پینے کی رگ اور ودجان یعنی حلقوم کی دونوں طرفوں کی دو رگیں۔

۴۔ مع الامکان اعضاء ذبح یعنی چاروں رگوں کو لوہے سے کاٹنا اور جدا جدا کرنا واجب ہے لیکن اگر ذبیحہ کی موت کا خوف ہو یا لوہا ناپید ہو تو کسی دوسرے مثلاً شیشہ اور پتھر اس کا استعمال جائز ہے اور انتہائی مجبوری کی صورت میں دانتوں اور ناخنوں کو بھی استعمال کیا جا سکتا ہے۔

۵۔ ذبح کے بعد ذبیحہ کی ایسی حرکت جو کہ اس بات پر دلالت کرے کہ اس کی موت ذبح سے واقع ہوئی ہے اور اس میں برائے نام حرکت ہی کافی ہے اور خون کا دھار مار کر نکلنا ضروری ہے اور ایک قول کے مطابق دونوں میں سے ایک کافی ہے لیکن احوط یہی ہے جس کا ہم نے ذکر کیا۔

۶۔ چاروں اعضاء کا بلا تفرقہ یکے بعد دیگرے پے در پے ذبح ہونا۔

۷۔ صرف اونٹ ہی نحر کے ساتھ مخصوص ہے جیسا کہ باقی جانور ذبح کے ساتھ مخصوص ہیں پس اگر اونٹ کو ذبح کر دے یا ذبح و نحر دونوں کرے یا باقی حیوانات کو نحر کر دے تو حرام ہو گا البتہ اضطراری صورت میں سر کش حیوان کو نیزا مار کر ذبح کرنا جائز ہے اور نحر سے مراد یہ ہے کہ اونٹ کی گردن کی نچلی طرف دو ہنسلیوں کے درمیان کی جگہ پر نیزہ مارے اور نیزہ مارنے سے قبل اس کو روبقبلہ کر کے تسمیہ بھی کرے۔

مستحبات:

اونٹ کو نحر کرنے کے لئے مستحب ہے کہ اس کی اگلی ٹانگیں بغلوں کو باندھ دی جائیں اور اس کی پچھلی ٹانگیں کھلی چھوڑ دی جائیں اور گائے کی چاروں ٹانگیں باندھی جائیں اور بکری کی تین ٹانگیں باندھ کر ایک ٹانگ چھوڑ دی جائے۔

مکروہات:

مکروہ ہے کہ ذبیحہ کی موت سے قبل اس ٹڈی کو کاٹ دیا جائے جو کہ گردن کے پیچھے پشت کی گرہ میں ہوتی ہے جس کو عربی میں نخاع کہتے ہیں۔ اور عمداً ذبح کرتے ہوئے ہی جانور کا سر جدا کر دیا جائے اور ٹھنڈا ہونے سے قبل اس کی کھال اتاری جائے اور چاقو یا چھری کو حلقوم کے نیچے داخل کیا جائے اور اس کو اوپر کی طرف ذبح کیا جائے۔

مچھلی کا تزکیہ:

جو مچھلی کھانے کے قابل ہوتی ہے اس کو حلال کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ وہ پانی سے زندہ نکال لی جائے اور زندہ ہی پکڑی جائے یا وہ وسائل کے ذریعہ سے نکالی جائے یا رسیوں کے جال سے یا خود ہی کود کر پانی سے باہر آ پڑے پس اگر وہ پانی کے اندر ہی مر جائے تو حلال نہ ہو گی اگرچہ اس کو ہاتھ سے پکڑ لیا جائے یا وہ زمین پر ہی پکڑے بغیر مر جائے اور اس کے حلال ہونے میں یہ شرط ہے کہ کوئی مسلمان اس کو پانی سے زندہ نکالے جاتے ہوئے دیکھے اگرچہ نکالنے والا کافر کیوں نہ ہو اور اس کے حلال ہونے میں اس کا مشاہدہ کافی نہیں ہے کہ وہ پانی سے نکلے اور مر جائے بلکہ ضروری ہے کہ اس پر کسی کا قبضہ ثابت ہو اور اگر وہ شکار کے لئے استعمال شدہ آلات کے اندر مر جائے مثلاً مخصوص گڑھا اور جال وغیرہ تو اس کا کھانا حلال ہے مگر شرط یہ ہے کہ اس کی موت پانی کے اندر واقع نہ ہو۔

مکڑی کا تزکیہ:

مکڑی بھی مچھلی کے حکم میں ہے کہ اس کو زندہ پکڑلیا جائے اگرچہ پکڑنے والا کافر ہو چاہے اس کو ہاتھ سے پکڑے یا وسائل و آلات سے اور کوئی مسلمان دیکھ رہا ہو اور وہی مکڑی حلال ہو گی جو خود بخود اڑ سکتی ہو لیکن جو اڑنے سے قاصر ہو مثلاً (دبا) یعنی مکڑی کے بچے وہ حلال نہیں ہیں۔

جنین کا تزکیہ:

جنین سے مراد حیوان مادہ کے پیٹ میں ہونے والا بچہ ہے جس کی خلقت مکمل ہو چکی ہو اور ماں کے ذبح کرنے سے ہی مر جائے چاہے اس میں روح داخل ہو چکی ہو یا نہ لیکن اگر وہ زندہ نکلے اور اس کی زندگی مستقر نہ ہو تب بھی یہی حکم ہے۔
لیکن اگر مستقر زندگی کے ساتھ صحیح و سالم زندہ نکل آئے تو اس کو الگ ذبح کرنا واجب ہے۔

"نوٹ"

شکار کے وسائل میں مثلاً جال وغیرہ جو صیاد کی ملکیت ہو اس میں پایا جانے والا شکار صیاد کی ملکیت ہو گا جب کہ اس نے جال شکار کے لئے تیار کر رکھا ہو اگرچہ وہ بعد میں جال سے بھاگ جائے۔
اس طرح اگر مچھلی کود کر کسی کشتی میں جا پڑے یا پرندہ کسی کے گھر میں گھونسلہ بنا لے یا شکار اس کے کجاوہ وغیرہ میں آگرے تو جو مالک ہو گا اور شکار پر مسلط ہو گا شکار اسی کی ملکیت متصور ہو گا۔

کتاب الاطعمہ والاشربہ

۱۔ بری اور پالتو حیوانات میں سے مندرجہ ذیل حیوان حلال ہیں اونٹ، گائے، بکری، وحشی اونٹ، وحشی گدھا اور بینڈھا اور گور خور اور ہرن کی تمام اقسام غزال و اڑیال وغیرہ اور گھوڑے کا کھانا مکروہ ہے اور اس سے زیادہ کراہت خچر میں ہے گدھے میں اس سے بھی زیادہ کراہت ہے۔
۲۔ شیر، چیتا، بھیڑیا، بجو، لومڑی، گیدڑ، سومار، سنجاب، بلی بلا اور فنک اور ان کی امثال وغیرہ حرام ہیں۔ اور کتا اور سؤر بطریقِ اولیٰ حرام ہیں کیونکہ یہ ناقابلِ تطہیر ہیں اور اسی طرح ہر نجس چیز کا کھانا بھی حرام ہے۔
۳۔ ساہی، چوہا، جنگلی چوہا، سانپ، بچھو اور ٹنڈٹن اور آواز کرنے والے حشرات وغیرہ اور پسو کھٹمل اور تمام حشرات الارض بھی حرام ہیں۔

۴- پرندوں میں سے وہی پرندہ حلال ہے جس کے اڑان میں پروں کی پھڑپھڑاہٹ پروں کو برابر رکھنے کی نسبت زیادہ ہو اور اس کے پاؤں کے پیچھے کانٹا ہو اور اس کا پوٹہ ہو جس میں کھانا پینا جمع ہوتا ہو جیسے کبوتر، قمری، تیتر، بٹیر، قطا اور ممولا اور مرغابی اور چڑیا وغیرہ اور مرغا، مرغی وغیرہ وغیرہ کے حلال ہونے کی شہرت تو ناقابلِ بیان ہے چونکہ یہ بالکل مشہور و معروف ہیں۔

۵- آبی پرندہ میں بھی وہی شرائط معتبر ہیں جو کہ بری پرندوں کی ہیں۔ مثلاً پروں کی پھڑپھڑاہٹ اور ان کو صف دار رکھنا اور کانٹا اور پوٹہ جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے۔

۶- انڈے حلت و حرمت میں خود پرندہ کے حکم کے تابع ہیں یعنی اگر پرندہ حلال ہے تو اسکا انڈا بھی حلال ہے ورنہ حرام ہے اور اگر انڈا مشتبہ ہو تو جس انڈے کے دونوں اطراف مساوی ہوں وہ حرام ہے اور جس کے مختلف ہوں وہ حلال ہو گا۔

۷- وہ پرندے جن کے ایسے پنجے ہوں جن سے وہ کوئی چیز پکڑ کر کھائیں یا وہ پرندے جو مردار خور ہوں وہ حرام ہیں مثلاً باز، عقاب، شکرا، شاہین، گدھ، چیل اور بڑا کوا۔

۸- بھڑوں، مکھیوں اور جوؤں وغیرہ کی طرح تمام حشرات کا کھانا حرام ہے۔

۹- بحری حیوانات میں سے صرف وہ مچھلیاں حلال ہیں جن پر چھلکا ہوتا ہے اگرچہ وہ بسا اوقات زائل ہو کر پھر پیدا ہو جاتا ہے چاہے اثناء شکار میں وہ چھلکا ختم ہو جائے اس مچھلی کے علاوہ کسی حیوان کا گوشت کھانا حلال نہیں ہے۔

۱۰- جری اور مارماہی جو سانپ کی ہم شکل مچھلیاں ہوں اور کچھوا اور مینڈک اور کیکڑا ان کا کھانا جائز نہیں بلکہ حرام ہے۔

۱۱- مچھلیوں کے انڈے حلت و حرمت میں ان کے تابع ہوتے ہیں اور اشتباہ کی صورت میں سخت انڈا کھایا جائے اور نرم اور چکنے انڈے سے پرہیز کیا جائے۔

۱۲- نجاست خور حیوانات چاہے وہ بری ہوں یا بحری یا فضائی بلا استبراء ان کا گوشت کھانا حرام ہے۔

۱۳- جلال سے مراد وہ حیوان ہے جو انسانی پائخانہ کو بطور غذا کھانے لگے۔

استبراء کا طریقہ یہ ہے کہ نجاست خوَر ناقہ کو چالیس دن اور گائے کو بیس دن اور بھیڑ کو دس دن اور بطخ وغیرہ کو پانچ دن اور مرغی کو تین دن باندھ کر رکھے لیکن جو جلال حیوان خنزیر کے دودھ سے مضبوط ہوا ہو وہ خود اور اس کی نسل مذکر و مونث ابداً حرام ہے اور اگر ایسا دودھ کم پیا ہو کہ اس سے بدن مضبوط نہ ہوا ہو تو اس کا کھانا مکروہ ہے اور سات دن اس کا استبراء مستحب ہے۔

۱۴- جس حیوان سے انسان نے وطی کی ہو وہ حیوان خود بھی اور وطی کے بعد اس سے پیدا ہونے والی

نسل حرام ہو گی۔
۱۵۔ جو حیوان شراب پی لیں انکے اندر کے اعضاء حرام ہوں گے اور اس کے گوشت کو دھو کر پاک کرنا واجب ہو گا لیکن پیشاب پینے کی صورت میں ان کے اندرونی اعضاء دھونے ہوں گے۔

"مسائل"

۱۔ دودھ حیوان کے تابع ہے یعنی حلال حیوان کا دودھ بھی حلال ہے اور حرام جانور کا دودھ حرام ہے اور مکروہ کا دودھ بھی مکروہ ہے۔
۲۔ بہایا ہوا خون اگرچہ حلال جانور کا ہو حرام ہے اگرچہ وہ نجس نہ ہو مثلاً مچھلی کا خون لیکن جو خون ذبیحہ میں عادۃً رہ جاتا ہے جیسا کہ دل اور جگر اور گوشت میں پایا جانے والا خون تو وہ حلال اور پاک ہے لیکن اگر ذبح کرنے سے سانس خون کو اندر کھینچ لے اور گوشت میں کافی خون ہو تو وہ خون نجس اور حرام ہو گا۔
۳۔ ذبیحہ کے پندرہ اجزاء حرام ہوتے ہیں۔
(۱) آلۂ تناسل۔ (۲) خصیئے۔ (۳) عقبی شرمگاہ۔ (۴) مثانہ۔ (۵) تلی۔ (۶) پتہ۔ (۷) ریختہ خون۔ (۹،۸) نخاع و علباء دو چوڑے زرد پٹھے جو کہ گردن سے دم تک پشت کی درمیانی ہڈیوں کے دونوں طرف ہوتے ہیں۔ (۱۰) غدود چاہے دماغ کے ہوں یا گوشت میں گرہ کی طرح ہوں۔ (۱۱) آنکھوں کے حلقے۔ (۱۲) ذات الاشاجع یعنی انگلیوں کی جڑیں جو کھر کے پٹھے سے متصل ہوتی ہیں۔ (۱۳) فرث یعنی گوبر و پائخانہ وغیرہ کی اندرونی تھیلی۔ (۱۴) بچہ دانی۔ (۱۵) دماغ کی اندرونی گولی جو چنے کے دانے کی طرح ہوتی ہے۔
۴۔ گردوں اور دل کے کانوں اور رگوں کا کھانا مکروہ ہے۔
۵۔ زہر چاہے جامد ہو یا مائع اس کا کھانا حرام ہے جب کہ وہ مہلک یا مضر ہو اور چاہے کم ہو مثلاً افیون لیکن اگر زہر کو کسی دوسری خوردنی یا پینے کی چیز میں ملا دیا جائے جو کہ حلال ہو اور اس سے اس کا اثر منعکس ہو یا اس کی غرض کسی خاص مرض کا علاج ہو تو اس کے استعمال میں کوئی حرج نہیں۔
۶۔ نشہ آور چیز چاہے مائع ہو یا جامد چاہے پینے کی ہو یا دھواں لینے کی مثلاً حشیشہ تو وہ حرام ہے لیکن نجس وہی نشہ آور چیز ہو گی جو کہ مائع ہو جیسا کہ باب النجاسات میں گزر چکا ہو۔
۷۔ جو کی شراب جس کو بیرہ کہتے ہیں ہمارے مذہب میں اس کا پینا حرام ہے۔
۸۔ اگر شراب تبدیل ہو کر سرکہ بن جائے تو اس کا استعمال حلال ہے چاہے وہ از خود تبدیل ہو یا کسی علاج سے۔

۹۔ انگور کا شیرہ اگر جوش کھا لے اور سخت ہو جائے تو وہ حرام ہو جاتا ہے اور جب اس کے ۲/۳ حصے ابال کھانے سے جل جائیں اس کے بعد یہ پاک اور حلال ہو گا۔

۱۰۔ نجس دودھ اور نجس تیل اور نجس مائع اشیاء اور نجس شیرہ یہ کسی علاج یا پانی سے پاک نہیں ہو سکتے اگرچہ پانی کثیر ہو جب تک کہ یہ اپنے حال پر باقی رہیں لیکن اگر کثیر پانی ڈالنے سے یہ بدل کر مطلق پانی کی شکل اختیار کر لیں تو پاک ہو جائیں گے۔

۱۱۔ نجس پانی کے اوپر اگر کثیر پانی اس شرط کے مطابق ڈال دیا جائے جس کا ذکر کتاب الطھارۃ میں گزر چکا ہے وہ پاک ہو جاتا ہے۔

۱۲۔ بول و براز چاہے نجس ہو یا پاک (جیسے حلال پرندوں چرندوں کے بول و براز) ان کا کھانا پینا حرام ہے۔ البتہ پاک بول و براز کو ضرورت کے وقت بغرض علاج کھانا پینا جائز ہے جیسا کہ ناقہ کا پیشاب۔

۱۳۔ ہر پاک چیز ان نجاسات کی وجہ سے حرام ہو جاتی ہے لیکن اگرچہ جامد ہو تو اس کو پاک کرنے کے بعد کھایا جا سکتا ہے۔

۱۴۔ خشک یا گیلی مٹی کی تمام اقسام کا کھانا حرام ہے سوائے حضرت ابو عبداللہ الحسین علیہ السلام کی قبر مبارک کی مٹی کے جس کو ایک چنے یا اس سے کم کی مقدار میں طلب شفاء کے لئے کھانا جائز ہے۔

۱۵۔ جس حیوان کا تزکیہ نامعلوم ہو اس کا کھانا حرام ہے۔

۱۶۔ کسی غیر کے مال کو اس کی اجازت اور رضامندی کے بغیر کھانا جائز نہیں سوائے ان کے جن کا تذکرہ اس آیت شریفہ میں وارد ہے۔ "نہیں ہے اندھے پر کوئی حرج اور لنگڑے پر کوئی حرج اور نہ مریض پر کوئی حرج اور نہ تمہارے نفسوں پر کہ تم اپنے گھروں سے یا اپنے آباؤ و امہات کے گھروں سے یا بھائیوں یا بہنوں کے گھروں سے یا چچاؤں یا پھوپھیوں کے گھروں سے یا اپنے ماموں یا خالاؤں کے گھروں سے کچھ کھا لو یا ان چیزوں سے جن کی چابیاں تمہارے پاس ہوں یا اپنے دوستوں سے (سورہ نور آیت ۶۱) پس ان لوگوں کی موجودگی یا غیر موجودگی میں کھانا حلال ہے لیکن اگر معلوم ہو کہ یہ ناپسند کریں گے تو پھر حلال نہیں۔

۱۷۔ مردار کا کھانا حرام ہے البتہ اس کے حلال اور پاک حصوں میں سے کسی حصہ کو استعمال کرنا حرام نہیں مثلاً اون اور بال اور لوئں اور پر اور سینگ اور کھر اور دانت اور انڈا جب اس پر بالائی چھلکا بن چکا ہو اور حلال حیوان کے معدے کے وہ حصے جن کو عرب پنیر بنانے میں استعمال کرتے ہیں جن کو انفحہ کہتے ہیں۔

۱۸۔ کتے اور خنزیر کے بال اور جلد کا استعمال جائز نہیں اور اگر مجبوراً استعمال کرنا پڑے تو بدن کا جو

حصہ ان کے اعضاء و اشیاء سے مس ہوا ہو اس کو دھو ڈالے۔
۱۹۔ کسی مرض کے علاج کے لئے یا خوف تلف کے موقعہ پر اور حفظ جان کے لئے مجبوراً مردار کھانا پڑے یا دیگر محرمات کھانا پڑیں تو جائز ہے البتہ طبیب کے حکم سے مسکرات کے استعمال کرنے میں اشکال ہے اور اجتناب کرنا وجوباً احوط ہے۔
۲۰۔ مستحب ہے کہ کھانے سے قبل اور بعد ہاتھوں کے دھوئے اور دوسرے دھوون کو رومال وغیرہ سے خشک کرے اور شروع کرتے وقت یا بھول جانے کی صورت میں کھانے کے اثناء میں بسم اللہ پڑھے اور دائیں ہاتھ سے کھائے اور صاحبِ طعام کھانے کی ابتداء کرے اور باقی حضرات کے بعد اختتام کرے اور پہلی دفعہ ہاتھ دھونے میں ابتداء اپنے سے کرے پھر اس کی دائیں طرف والا شخص ہاتھ دھوئے اور دوسری بار دھونے میں بائیں طرف والا پہلے دھوئے اور پھر یہ اپنے پر اختتام کرے اور کھانا کھا کر پشت کے بل لیٹ جائے اور دایاں پاؤں بائیں پاؤں پر رکھے۔
۲۱۔ تمام حالات میں خصوصاً کھانا کھاتے وقت تربع مکروہ ہے یعنی ایک پاؤں کو دوسرے پاؤں پر رکھ کر بیٹھنا۔
۲۲۔ سیر ہونے کی حالت میں کھانا مکروہ ہے جبکہ پیٹ بھرا ہو اور اگر موجب ضرر ہو تو حرام ہے۔
۲۳۔ بائیں ہاتھ سے کھانا مکروہ ہے لیکن اگر مجبوری ہو تو مکروہ نہیں ہے۔

وصلی اللہ علیٰ محمد وآلہ الاطہار الابرار

کتاب المیراث

میراث کے موجبات دو ہیں نسب اور سبب۔ نسب کے تین مراتب ہیں اور پہلے اہلِ مرتبہ کی موجودگی میں دوسرے مرتبہ والے اور اسی طرح دوسرے مرتبہ والوں کی موجودگی میں تیسرے مرتبہ والے وارث نہ بن سکیں گے۔
مرتبہ اول میں والدین اور اولاد آتے ہیں چاہے اولاد صلبی ہو یا ان کا نزولی سلسلہ مثلاً پوتے وغیرہ۔
مرتبہ دوم میں دادے دادیاں نانے نانیاں اور ان کے بالائی سلسلہ میں آباء و امہات اور پھر بھائی، بہنیں اور ان کی مذکر و مونث اولاد شامل ہے۔
مرتبہ سوم میں چچے اور ماموں اور والدین کے چچے اور ان کے ماموں اور اسی طرح آباء کے بالائی سلسلہ کے

چچے اور ماموں اور ان کی اولاد شامل ہو گی۔

اور سببِ میراث چار ہیں۔ (۱)زوجیت۔ (۲)ولاء اعتاق۔ (۳)ولاء ضمان جریرہ۔ (۴)ولاء امام معصوم علیہ السلام۔

زوجہ ہر مرتبہ کے اہل وراثت کے ساتھ شامل ہو گی اور اعتاق نسبی مرتبہ والوں کی عدم موجودگی میں وراثت پائیں گے جو کہ ضامن جریرہ پر مقدم ہوں گے۔ اور یہ سب ولاء امامت پر مقدم ہوں گے۔ اور جس کا مندرجہ بالا نسب و سبب کے اعتبار سے کوئی وارث نہ ہو اس کا وارث امام معصوم علیہ السلام ہی ہو گا۔

موانع ارث

یعنی وہ اسباب جو حق وراثت سے رکاوٹ کا موجب بن جاتے ہیں مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ کفر:

کافر چاہے حربی ہو یا ذمی یا غالی ہو یا ناصبی یا خارجی وہ تمام اقسام میں وراثت سے محروم ہو گا۔ خارجی اگرچہ بظاہر مسلمان ہو اگرچہ مومن شیعہ اثناء عشری نہ ہو اور مسلمان کافر کا وارث ہو گا اور تمام کافر وارثوں کے لئے مانع قرار پائے گا حتیٰ کہ اگر اس کا کوئی خلف وارث مسلم نہ ہو تو اس کی وراثت معتق کو ملے گی اور اگر معتق بھی نہ ہو تو ضامن جریرہ کو ملے گی اور اگر وہ بھی مفقود ہو تو امام علیہ السلام کو ملے گی پھر اگر کافر تقسیم وراثت سے قبل مسلمان ہو جائے تو وہ میراث سے اپنا حصہ لے گا اور اگر تقسیم کے بعد مسلمان ہو اور وارث ایک ہی ہو تو یہ اس کا شریک نہ بنے گا اسی طرح اگر کئی وارث پہلے موجود ہوں اور یہ تقسیم ورثہ کے بعد اسلام لے آئے تب بھی وارث نہ بنے گا۔ اور مرتد ملی وہ ہے جس کا نطفہ دو کافر والدین سے منعقد ہوا ہو۔ اس کو توبہ پر آمادہ کیا جائے گا۔ اگر وہ توبہ نہ کرے تو اس کو قتل کیا جائے گا۔ اور اس کے قتل یا موت کے بعد اس کا مال تقسیم کر دیا جائے گا جس کی تفصیل اپنے موقع پر بیان ہو گی۔

اور مرتد فطری وہ ہے جس کے انعقاد نطفہ کے وقت اس کے والدین میں سے کوئی ایک مسلمان ہو اس کو بھی قتل کرنے کے بعد اس کا ترکہ اس کے ورثہ میں تقسیم ہو گا اور مسلم ہی اس کے وارث بنیں گے اور مرتد عورت کو قتل نہ کیا جائے گا بلکہ اس کو قید رکھا جائے گا اور اوقاتِ نماز میں اس کو مارا

جائے گا تاکہ وہ یا توبہ کرے یا مر جائے اور یہی حکم خنثیٰ مشکلہ کا ہے۔

۲۔ "قتل":

اگر وارث اپنے مورث کو قتل کر دے تاکہ وہ اس کے ترکہ کا مالک بن جائے اور وہ اس کا یہ جرم عمداً ظلماً ہو تو وہ وراثت سے محروم ہو جائے گا لیکن اگر بطور خطاء قتل کرے تو وہ اس دیت سے محروم رہے گا جو وہ ادا کرے گا اور اس کے علاوہ وہ مقتول کے باقی تمام ترکہ سے وراثت پائے گا اور دیت کے وارث مقتول کے دیگر وارثان بازگشت ہوں گے جو کہ وراثت سے بھی اپنا حصہ پائیں گے۔

۳۔ رق:

یعنی غلام کسی کا وارث نہ بن سکے گا اگرچہ وہ بیٹا ہو اور چاہے اس کا مورث آزاد ہو یا غلام۔

۴۔ لعان:

وہ وراثت سے مانع ہے اور شوہر و زوجہ کا لعان تو ظاہر ہے لیکن اگر لعان شوہر اور بیٹے کے درمیان ہو تو دونوں طرف سے ہو گا جبکہ وہ بیٹے کی نفی کرے لیکن اگر بعد میں وہ اپنی تکذیب کر دے اور نفی پر اپنی غلطی تسلیم کر لے تو اس صورت میں لڑکا اس کا وارث بن سکے گا لیکن وہ لڑکے کا وارث نہ بن سکے گا۔

۵۔ حمل:

• جو بچہ شکم میں ہو جب تک اسکی ولادت نہ ہو وہ وارث نہ بن سکے گا اور اگر مردہ پیدا ہو تب بھی وہ وراثت سے محروم ہو گا ہاں اگر وہ زندہ پیدا ہو تو وراث ہو گا اگرچہ وہ اپنے مورث کی وفات کے وقت نطفہ ہی کیوں نہ ہو اسی طرح اس کے علاوہ باقی وارث بھی اس وقت حق وراثت نہ پائیں گے جب تک کہ اس حمل کا نتیجہ واضح نہ ہو جائے لیکن اگر اس کی ماں اس کے مرنے والے باپ کی میراث سے حصہ طلب کرے تو اس کو صاحب اولاد بیوی کی طرح ۱/۸ دیا جائے گا اور اگر اس مرنے والے کے والدین اپنا حصہ طلب کریں تو ان کو ۲/۶ دیا جائے گا حتیٰ کہ پھر اگر صورت حال خلاف نکل پڑے تو کمی بیشی کی تلافی کر دی جائے گی۔

۶۔ غیبت منقطعہ:

جو شخص ایسا غائب ہو جائے اس کی خبر تک منقطع ہو جائے تو اس کو حق وراثت نہ دیا جائے گا حتیٰ کہ اس کی عمر میں سے ایک سو بیس برس گزر جائیں (یعنی اگر کوئی شخص اسی برس کی عمر میں مفقود

الخبر ہو گیا تو مزید چالیس سال انتظار کیا جائے جب اتنی مدت گزر جائے جس میں ہمارے ماحول میں اس سے زیادہ کوئی شخص زندہ نہیں رہتا تو حاکم شرع اس وقت موجود وارث حضرات کو وارث مقرر کرے گا اور اگر اس دوران کوئی وارث انتقال کر چکا ہو جس نے اس غائب شخص کا وارث بننا تھا تو اس کا حصہ اس میت کے ترکہ سے الگ کر کے رکھ دیا جائے گا اور بوقت تقسیم اس کے وارث کو دیا جائے گا۔

حجب کا بیان

حجب کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) تمام اور اصل ترکہ سے رکاوٹ بننا۔ (۲) ترکہ کے بعض حصہ سے رکاوٹ بننا تمام ترکہ سے حجب اس صورت میں ہو گا کہ قریب تر قرابتدار دور والے کے لئے حاجب ہو گا مثلاً جب والدین اولاد اجداد اور بھائیوں کے لئے حق وراثت سے مانع قرار پائیں گے اور اجداد اور برادران چچوں اور ماموں کے لئے مانع ثابت ہوں گے اسی طرح یہ حضرات خود اپنی اولاد کے لئے مانع ہوں گے اور اجداد اپنے آباء کے لئے مانع ہوں گے یعنی ان کی موجودگی میں ان کے بیٹے اور آباء اجداد وارث نہ بن سکیں گے۔ اسی طرح نسبی و سببی قرابتدار معتق کے لئے حاجب ہوں گے اور معتق ضامن جریرہ کے لئے اور ضامن جریرہ امام علیہ السلام کے لئے حاجب ہو گا اسی طرح جو والدین کی طرف سے قرابتدار ہو گا وہ اس رشتہ دار کے لئے حاجب ہو گا جو صرف والد کی طرف سے قرابتدار ہو گا حالانکہ ان کا مرتبہ مساوی ہے ہاں البتہ جہاں خصوصی نص آئی ہو وہ اس حکم سے خارج ہو گا۔ مثلاً جو والدین کی طرف سے ابنِ عم ہو گا وہ والد کی طرف سے عم کی نسبت زیادہ قرابتدار ہو گا (مگر یہ حکم بنتِ عم کے لئے نہیں) اگرچہ وہ مرتبہ میں عم سے بعید تر ہے۔

اور بعض وراثت سے حجب دو مقامات پر ہو گا۔

۱۔ بیٹا یا بیٹی، شوہر اور زوجہ کو ان کے اعلیٰ حصہ سے حاجب قرار پائیں گے اگرچہ ان کا سلسلہ نزولی ہو مثلاً زوجہ کے مرنے کے بعد اولاد نہ ہونے کی صورت میں اس کے شوہر کو ۱/۲ ملے گا جبکہ اولاد کی موجودگی میں ۱/۴ ملے گا۔ اسی طرح شوہر کے مرنے کی صورت میں اگر مرحوم کی بیٹی یا بیٹا موجود ہو تو بیوی کو ۱/۸ ملے گا اور اولاد نہ ہونے کی صورت میں ۱/۴ ملے گا۔

اسی طرح بیٹا مرنے والے کے والدین کو ۲/۶ سے زائد کا حصہ لینے سے حاجب ہو گا لیکن اگر صرف ایک بیٹی ہو تو وہ والدین کو اجماعاً یا انفراداً ۱/۶ سے زائد حصہ حاصل کرنے سے حاجب قرار نہ

پائے گی۔

دوم۔ بھائی:

مندرجہ ذیل شرائط کے ساتھ بھائی ماں کو ۱/۳ سے ۱/۶ کے حصوں کی طرف حاجب قرار پائیں گے۔

۱۔ بھائی دو مرد ہوں یا زیادہ یا ایک مرد اور دو عورتیں یا چار عورتیں ہوں۔

۲۔ بھائی سگے ہوں یا صرف والد کی طرف سے یا ایک سگا ہو اور دوسرا پدری پس وہ کلالہٗ مادری سے حاجب نہ ہوں گے۔

۳۔ والد کی موجودگی تاکہ بھائیوں نے اس کے لئے جو حجب پیدا کیا ہے وہ اس کو دور کر دیں اگرچہ وہ وفات یافتہ ہو وہ اس کے لئے ۱/۳ سے حاجب نہ بنیں گے۔

۴۔ موانع ارث کی عدم موجودگی جیسا کہ ان کا بیان گزر چکا ہے جیسے کفر، قتل، غلامی، لعان۔

۵۔ وہ بھائی ولادت حاصل کر چکے ہوں لیکن اگر کوئی بھائی ابھی شکمِ مادر میں ہوگا تو وہ حاجب نہ ہو گا۔

سہام (یعنی مقررہ حصوں) کا بیان

قرآنِ کریم کے مطابق سہام کل چھ ہیں۔

اول:

۱/۲ یعنی نصف یہ چار قسم کے قرابتداروں کا حق ہو گا۔

۱۔ شوہر جب کہ اس کی زوجہ لاولد ہو چکا ہے بچہ اس شوہر کا ہو یا کسی دوسرے شوہر کا لڑکا صلبی ہو یا نزولی پس زوجہ مذکورہ کے ترکہ سے شوہر ۱/۲ کا حقدار ہو گا۔

۲۔ اکلوتی بیٹی۔

۳۔ والدین کی طرف سگی بہن۔

۴۔ پدری بہن جبکہ [illegible] بہن مفقود ہو بشرطیکہ دونوں صورتوں میں وہاں کوئی دوسرا مذکر وہاں موجود نہ ہو۔

دوم:

۱/۴ یہ حصہ شوہر کا اس صورت میں قرار پائے گا جبکہ اس کی زوجہ کے لئے اولاد ہو اور اس طرح اگر شوہر لاولد ہو تو اس کی زوجہ کو اس کے ترکہ سے ۱/۴ ملے گا۔

سوم:

۱/۸ یہ حصہ بیوی کے لئے ہو گا جبکہ اس کے شوہر کی اولاد موجود ہو اگر بیوی ایک ہو گی تو وہ کل ۱/۸ کی حقدار ہو گی اور اگر متعدد ہوں گی تو ۱/۸ ان میں برابر برابر تقسیم کیا جائے گا چاہے شوہر کی اولاد خود ان بیویوں سے ہو یا کسی دوسری بیوی سے۔

چہارم:

۲/۳ یہ حصہ اس صورت میں ہو گا جبکہ مرنے والی کی دو یا دو سے زیادہ بیٹیاں ہوں یا دو یا دو سے زیادہ سگی بہنیں ہو یا سگی بہنوں کی عدم موجودگی کی صورت میں صرف دو پدری بہنیں ہوں اور دونوں صورتوں میں کوئی مذکر اولاد موجود نہ ہو۔

پنجم:

۱/۳ یہ حصہ ماں کو اس صورت میں ملے گا جبکہ اس کے لئے مرنے والے کی اولاد اور ایک یا دو بھائی اور دو بہنیں یا ایک مادری بہن یا بھائی حاجب قرار نہ پائیں کیونکہ حاجب کی موجودگی میں ماں کا حصہ ۱/۳ کی بجائے ۱/۶ بن جائے گا۔

ششم:

۱/۶ یہ حصہ مرنے والے کے باپ اور ماں کا ہو گا جبکہ اس کی اولاد اور مادری بھائیوں میں سے کوئی موجود ہو اس طرح اگر ماں کے ساتھ متوفی کے حقیقی بھائی یا صرف پدری بھائی موجود ہوں جبکہ باپ بھی زندہ ہو تو والدین کو یہ حصہ ملے گا۔

نوٹ:

نصف۔ نصف کے ساتھ جمع ہو سکتا ہے۔ مثلاً پدری بہن اور شوہر کی موجودگی میں ایسا ممکن ہے۔ اسی طرح نصف ربع کے ساتھ جمع ہو سکتا ہے۔ مثلاً پدری بہن اور زوجہ یا مرنے والی کا شوہر اور بیٹی اور نصف ثمن کے ساتھ بھی جمع ہو سکتا ہے مثلاً مرنے والے کی بیوی اور ایک بیٹی کی موجودگی میں یہ ثابت ہو گا اسی طرح یہ ثلث کے ساتھ بھی جمع ہو جائے گا مثلاً مرنے والے کی پدری بہن جبکہ مادری

طور پر بھی متعدد بھائی موجود ہوں یا مرنے والی کی ماں اور شوہر وارث ہوں تو وہ ان حصوں کے حقدار ہوں گے۔

اسی طرح نصف سدس کے ساتھ جمع ہو سکتا ہے۔ مثلاً متوفی کی ایک بیٹی اور ماں کی موجودگی میں یا پدری بہن اور ایک مادری بھائی کی موجودگی میں یا مرنے والی عورت کے وارثوں میں سے ایک شوہر اور مرحومہ کے مادری بھائی کی موجودگی میں ایسا ہو گا۔

اور نصف دو ثلث کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتا کیونکہ اس سے عول لازم آئے گا یعنی حصوں کا بڑھ جانا جس کا تذکرہ آگے ہو گا۔

اور ربع دو ثلث کے ساتھ جمع ہو جائے گا جیسے ایک شوہر اور دو بیٹیاں یا ایک زوجہ اور دو بہنیں اور ربع ثلث کے ساتھ بھی جمع ہو گا مثلاً زوجہ اور ماں یا زوجہ اور متعدد مادری بھائی اور ربع سدس کے ساتھ بھی جمع ہو جائے گا جیسے ایک زوجہ اور ایک مادری بھائی یا ایک شوہر اور والدین میں سے کوئی بمع اولاد کے۔

اور سدس سدس کے ساتھ بھی جمع ہو جائے گا جیسے مرنے والے کے والدین جبکہ اس کی اولاد بھی موجود ہو۔

اور اگر بالفرض فریضہ سہام سے بڑھ جائے مثلاً ثلث سدس کے ساتھ اور سدس سدس کے ساتھ اور ربع ثلث کے ساتھ اور اسی طرح اقرب کے فقدان کی صورت میں قریب وارث ہو گا اور قریب کے فقدان کی صورت میں بعید وارث ہو گا اور فرائض مقررہ سے جو فاضل حصہ ہو گا وہ ماں اور ایک بیٹی اور متعدد بیٹیوں اور ایک بہن اور متعدد حقیقی بہنوں یا ان کی عدم موجودگی میں صرف والد پر یا درجہ میں کسی وارث کی غیر موجودگی میں صرف مادری بھائیوں پر پلٹا دیا جائے گا اور شوہر و زوجہ پر نہ پلٹایا جائے گا البتہ اگر امام علیہ السلام کے علاوہ اعزاء میں سے شوہر کے سوا کوئی دوسرا وارث موجود نہ ہو تو اس پر پلٹایا جائے گا اور سہام میں فرائض پر کوئی زیادتی واقع نہیں ہو گی مثلاً دو نصف اور ایک ثلث اور اگر زیادتی واقع ہو جائے تو نقص مندرجہ ذیل وارثوں پر عائد ہو گا۔ ایک بیٹی، متعدد بیٹیاں، ایک بہن متعدد بہنیں چاہے حقیقی ہوں یا صرف پدری اور قوم کی اصطلاح کے مطابق عول کی کوئی صورت نہیں بنتی۔

مسائل:

۱۔ اگر میت کا وارث صرف اس کا باپ ہو اور اس کے ساتھ اس کا کوئی ہم مرتبہ قریبی وارث موجود نہ ہو تو وہ تمام مال کا وارث ہو گا اور اگر مرنے والے کی واحد وارث صرف اس کی ماں ہو تو ۱/۳ مال اس کا بلحاظ تسمیہ اور ۲/۳ مال بلحاظ رد اسکو دیا جائے گا اور وہ کل مال کی وارث ہو گی اور اگر والدین دونوں موجود ہوں تو عدم حاجب کی صورت میں ماں کو ۱/۳ اور حاجب کے ساتھ ۱/۶ دیا جائے گا اور باقی مال والد کا حق قرار پائے گا۔

۲۔ اکلوتا بیٹا بھی کل مال کا وارث ہو گا اور ایک سے زائد کی صورت میں ان کے درمیان مال برابر تقسیم کیا جائے گا اور اکلوتی بیٹی کے لئے نصف مال بطور تسمیہ اور باقی نصف بطور رد ہو گا اور وہ کل مال کی وارث ہو گی اور دو یا زیادہ بیٹیوں کے لئے دو ثلث بطور تسمیہ اور باقی بطور رد ہوں گے اور اگر والدین کے ساتھ مذکر یا مونث مفرد یا متعدد اولاد بھی ہو تو والدین دونوں کے لئے سدس یعنی ۱/۶ اور باقی مال اولاد کے لئے ہو گا اگر اولاد میں مذکر اور مونث ہوں تو مذکر کا حصہ مونث کی نسبت دوگنا ہو گا اور اگر والدین کے ساتھ اکلوتی بیٹی بھی ہو تو ان کے لئے دو سدس اور بیٹی کے لئے نصف ہو گا اور باقی ایک سدس پانچ حصوں میں ان پر پھر تقسیم کیا جائے گا ایک سدس کے ۲/۵ والدین کو ملیں گے اور ۳/۵ بیٹی کو اور حاجب کی موجودگی میں (مثلاً بھائی) سدس کو چار پر تقسیم کرکے بانٹا جائے گا۔ ۱/۴ والد کو اور ۳/۴ بیٹی کو ملے گا اور اگر والدین کے ساتھ دو یا زیادہ بیٹیاں بھی ہوں تو بقیہ مال کو ان پر رد نہیں کیا جائے گا اور اگر والدین میں سے کوئی ایک ہو اور ساتھ دو یا زیادہ بیٹیاں ہوں تو فاضل ترکہ سدس پانچ پانچ کے طور پر ان سب پر بطور رد (واپسی) تقسیم کر دیا جائے گا۔ اور اگر والدین میں سے کسی ایک کے ساتھ دو دونوں کے ساتھ اور ایک بیٹی یا دو یا متعدد بیٹیوں کے ساتھ شوہر یا زوجہ بھی ہو تو شوہر اور زوجہ اپنا قریبی حصہ پائیں گے اور والدین کے لئے انفراداً یا اجتماعاً ایک سدس ہی ہو گا اور اگر ترکہ فاضل ہو جائے تو یہ فاضل شوہر اور زوجہ کے علاوہ باقی تمام حقداران مذکورہ پر پلٹایا جائے گا اور اگر سہام فریضہ پر زائد ہو جائیں تو نقص ایک بیٹی یا دو یا زائد بیٹیوں پر واقع ہو گا اور والدین اور شوہر و زوجہ کے حصہ پر نقص وارد نہ ہو گا اور اگر والدین کے ساتھ شوہر یا زوجہ بلا اولاد ہوں تو شوہر کو ان کا اعلیٰ حصہ نصف ملے گا اور بیوی کو ربع اور ماں کو سدس جبکہ کوئی حاجب موجود ہو اور حاجب نہ ہو تو ثلث ملے گا اور باقی ماندہ حصہ باپ کو ملے گا۔

۳۔ اگر آباء و امہات خود موجود نہ ہوں تو ان کی اولاد ان کی وارث بنے گی اور ہر ایک اپنے قریبی کا ترکہ میں مقررہ حصہ پائے گا اور پوتی کو دو ثلث اور نواسے کو ایک ثلث ملے گا چاہے والدین یا ان میں سے

کوئی ایک زندہ موجود ہو یا نہ ہو اور اگر اولاد متعدد ہو چاہے لڑکے ہوں یا لڑکیاں تو ترکہ ان پر حسبِ ضابطہ تقسیم ہو گا یعنی مذکر کے لئے مونث کی نسبت دگنا جیسا کہ آیت سے واضح ہے۔

۴۔ والدین کے لئے مستحب ہے کہ وہ اپنے والدین کو نان نفقہ دیتے رہیں جبکہ ان میں سے کسی ایک کا حصہ سدس سے مافوق سدس یا زیادہ فاضل ہو جائے لیکن والدین کی موجودگی میں اجداد کو وراثت نہ ملے گی۔

۵۔ بڑے لڑکے کو میراث کے مقررہ حصہ سے زائد حبوہ ملے گا بشرطیکہ وہ عقیدہ کے لحاظ سے مخالف حق نہ ہو اور مورث کا مال حبوہ سے زائد ہو۔ حبوہ سے مراد متوفی کے کپڑے، انگوٹھی، تلوار، قرآن ہے اور اس پر لازم ہے کہ والد کی قضاء نمازیں روزے اداء کرے اور اگر سب سے بڑی اولاد لڑکی ہو تو جو لڑکا ان کے بعد سب سے بڑا ہو گا وہ حبوہ کا وارث ہو گا۔

"اجداد و برادران کی میراث"

۱۔ اگر مرنے والے کا وارث صرف دادا یا نانا ہو تو تمام مال ان کو ہی ملے گا اسی طرح اگر تنہا وارث پدری اور مادری بھائی ہو یا صرف پدری بھائی تب بھی وہ کل ترکہ کے وارث ہوں گے۔

۲۔ اگر دادا اور پدری بھائی جمع ہو جائیں تو کل مال ان کے درمیان نصف تقسیم ہو گا۔ اور اگر تنہا وارث صرف ایک دادا اور ایک نانا ہوں تو دادا کو ۲/۳ اور نانا کو ۱/۳ ملے گا اور اگر ان کے ساتھ دادی یا نانی بھی موجود ہو تو باپ کے قریبی کو ۲/۳ ملیں گے اور دادا کا حصہ دادی کی نسبت دگنا ہو گا اور ۱/۳ ماں کے قریبی کو برابر ملے گا۔

۳۔ حقیقی بہن اور صرف پدری بہن اگر تنہا وارث ہو تو نصف اس کو بطورِ تسمیہ (یعنی قرآن میں نامبردہ حصہ) ملے گا اور باقی نصف مال دوسرا کوئی وارث موجود نہ ہونے کی وجہ سے اس کو بطور رد ملے گا۔ اور اگر بہنیں دو یا زیادہ ہوں تو ان کو ۲/۳ بالتسمیہ اور باقی بالرد ملے گا اور حقیقی بھائیوں اور بہنوں کے تنہا وارث ہونے کی صورت میں تمام مال ان کو ہی ملے گا البتہ مرد کا حصہ عورت کی نسبت دگنا ہو گا اسی طرح اگر وہ پدری ہوں اور کوئی والدین کی طرف سے ان کا ہم پلہ قریبی وارث موجود نہ ہو تو ان کا بھی یہی حکم ہے۔

۴۔ اگر مادری بھائی یا بہن تنہا وارث ہوں تو ۱/۶ ان کو بطور تسمیہ اور باقی تمام ترکہ رداً ملے گا اور اگر

مادری بھائی اور بہنیں ایک سے زیادہ ہوں تو ۱/۳ ان کو برابر ملے گا چاہے وہ مذکر ہوں یا مونث اور باقی ماندہ ترکہ ان کو رداً ملے گا۔

۵۔ اگر کلالات یعنی صرف پدری یا صرف مادری بھائی ثلث میں جمع ہوں تو کلالۂ مادری بھائیوں کو سدس ملے گا بشرطیکہ وہ ایک ہی ہو اور ایک سے زیادہ ہونے کی صورت میں سب کے سب ثلث میں برابر برابر حصہ دار ہوں گے اور والدین کے باقی کلالہ چاہے واحد ہوں یا متعدد ان کو تعدد کے مطابق مذکر کے لئے مونث سے دگنا حصہ دیا جائے گا اور کلالتہ الابوین کی موجودگی میں صرف کلالتہ الاب یعنی پدری بھائیوں کا حق وراثت ساقط ہو گا۔

۷۔ کلالۂ ابوین یعنی حقیقی بھائیوں کی عدم موجودگی میں کلالتہ الاب یعنی پدری بھائی ان کے قائم مقام ہوں گے چاہے تعداد میں وہ ایک ہوں یا اجداد کے ساتھ مجتمع ہوں یا کلالتہ الام یعنی مادری بھائیوں کے ساتھ یا دونوں کے ساتھ جمع ہوں۔

۸۔ اگر اجداد اور برادران اکٹھے ہو جائیں تو الد کے قرابتداروں کو ۲/۳ ملے گا اگر ان میں مذکر و مؤنث ہوں تو ان کے درمیان مرد کے لئے عورت کی نسبت دوگنا کے اصول کے مطابق تقسیم کیا جائے گا۔ اور ماں کے قرابتداروں کے لئے ایک ثلث ہو گا جو ان کے درمیان برابر تقسیم ہو گا چاہے وارثان مذکر ہوں یا مؤنث یا طرفین میں متعدد ہوں یا متحد۔

۹۔ مرنے والے کا دادا اس کے بھائیوں کے ساتھ حصہ دار ہو گا اگرچہ وہ بلند تر ہو اور کوئی ادنٰی قرابتدار موجود نہ ہو اور بھتیجا اگرچہ سلسۂ نزولی میں ہو وہ جد ادنٰی کے ساتھ حصہ دار ہو گا اگر اس کے آباء موجود نہ ہوں اور جد ادنٰی اور جدہ اگرچہ صرف مادری ہوں وہ جد اصلی کے لئے مانع ہوں گے اگر وہ دونوں صرف پدری ہوں جیسا کہ بھائی اور بہن اگرچہ صرف مادری ہوں وہ بھتیجے کے لئے مانع ہوں گے اگرچہ وہ والدین سے ہوں یعنی حقیقی ہوں اور اسی طرح قریب تر ہر درجہ میں بعید تر کے لئے مانع ہو گا۔

۱۰۔ شوہر اور زوجہ اگر اجداد و برادران کے ساتھ اکٹھے ہو جائیں تو وہ اپنا اعلٰی حصہ نصف و ربع پائیں گے۔ اور مادری اجداد یا مادری برادران اگر اکٹھے ہو جائیں تو ان کو اصل حصہ ثلث ہی ملے گا اور باقی اجداد اور حقیقی بھائیوں کو یا اجداد اور مادری بھائیوں کو ملے گا جبکہ حقیقی موجود نہ ہوں۔

۱۱۔ اگر مرنے والا آٹھ قسم کے اجداد چھوڑ جائے بالفرض اس کے والدین اور اجداد مر چکے ہوں مگر اس کے والدین کے اجداد زندہ ہوں اور وہ اس طرح آٹھ ہوں گے (۱) اس کے والد کے دادا اور دادی اور نانا اور نانی یہ چار ہوئے اور ان کی ماں کے والدی کے دادا اور دادی اور نانا اور نانی یہ چار ہوئے اور کل آٹھ ہو گئے تو اس فرض میں ماں کے اجداد کے ترکہ میں ثلث ان کے درمیان برابر تقسیم کیا جائے گا اور باپ

کے اجداد کے ترکہ میں سے دو ثلث ۲/۳ ان میں بقاعدہ للذکر مثل حظ الانثیین تقسیم ہو گا۔
۱۲۔ مرنے والے کے بھائیوں اور بہنوں کی اولاد ان کے آباء و امہات کی عدم موجودگی میں ان کی قائم مقام بنے گی اور حقیقی یا پدری بھائی کی اولاد کے لئے تمام مال ہو گا اگرچہ وہ منفرد ہو اور قرابت میں مؤنث ہو اور اکلوتی حقیقی یا پدری بہن کی اولاد کے لئے اصل حصہ نصف بطور تسمیہ اور باقی نصف رداً ہو گا اگرچہ اولاد صرف مذکر ہو اور مادری بھائی یا بہن کی اولاد کے لئے سدس ہو گا اگرچہ وہ ایک سے زائد ہوں اور یہ سدس ان میں برابر تقسیم کیا جائے گا اور باقی ترکہ اس بھائی یا بہن کی اولاد کا ہو گا جو والدین یا صرف والد کی طرف سے قرابتدار ہو اور اگر مرنے والے کے لئے ایسے بھائیوں کی اولاد نہ ہو جو والدین یا صرف والد سے متقرب ہوں اور والدین سے متقرب بھائی یا بہن خود موجود نہ ہو تو باقی ترکہ مادری بھائیوں کی اولاد پر تقسیم کر دیا جائے گا۔
۱۳۔ اگر کلالتہ الاب کی اولاد میں سے وارث مذکر یا مؤنث ہوں تو ترکہ بقاعدہ للذکر مثل حظ الانثیین تقسیم کیا جائے گا اور اگر کلالتہ الام کی اولاد میں سے ہوں تو مرد و عورت دونوں پر برابر برابر بلا تفاوت تقسیم کیا جائے گا۔

چچاؤں اور ماموؤں کی میراث

۱۔ چچا اور ماموں اجتماعی صورت میں اس کا حصہ پائے گا جس کا وہ قرابتدار ہے مثلاً چچا کو مرنے والے کے باپ کا حصہ ۲/۳ ملے گا چاہے وہ ایک ہو یا متعدد ہوں اور مذکر و مؤنث ہونے کی صورت میں للذکر مثل حظ الانثیین والے قاعدہ پر عمل کیا جائے گا۔
۲۔ اور ماموں کے لئے ماں کا حصہ ۱/۳ ہو گا چاہے وہ ایک ہو یا متعدد اور اگر متعدد ہوں اور متفرق ہوں تو ماں کی طرف سے ماموں کو ایک ہونے کی صورت میں ۱/۳ ملے گا اور متعدد ہونے کی صورت میں ۳/۳ ملے گا اور ثلث میں باقی بچ جانے والا ترکہ چاہے وہ ۲/۳ ہو یا ۵/۶ وہ باپ کی طرف ہونے والے ماموں یعنی باپ کے ماموں کو ملے گا جبکہ وہ عدد میں ایک ہو اور ان کا سدس ایک ہونے کی صورت میں ماں کے متقرب ماموں کو ملے گا اور متعدد ہونے کی صورت میں ۲/۳ ان میں برابر تقسیم کیا جائے گا اور اگر وہ مذکر و مونث ہوں تو دو ثلث اس کو ملیں گے جو باپ کی طرف سے متقرب ہو گا چاہے ایک ہو یا متعدد ان کو ۲/۳ ملے گا اور اگر متعدد ہوں اور جنس کے لحاظ سے مذکر و مؤنث ہوں تو للذکر مثل حظ

الانثیین کے قاعدہ کے مطابق عمل ہو گا۔

۳۔ ایک چچا یا ایک پھوپھی ہو تو کل مال ان کو ہی ملے گا چاہے وہ پدری ہوں یا مادری اور اگر کئی ہو چاہے حقیقی ہوں یا صرف پدری یا مادری تو وہ مال کو باہمی برابر تقسیم کر لیں گے اور اسی طرح پھوپھیاں بھی مطلقاً چاہے پدری ہوں یا مادری اور اگر چچے اور پھوپھیاں حقیقی ہوں یا صرف پدری پھوپھیاں یا چچے اکٹھے ہو جائیں اور حقیقی موجود نہ ہوں تب بھی بقاعدہ للذکر مثل حظ الانثیین کے مطابق مال تقسیم کیا جائے گا لیکن اگر مادری ہوں تو برابر تقسیم کیا جائے گا لیکن چچے اور پھوپھیاں اگر صرف پدری ہو تو حقیقی مادری پدری چچوں اور پھوپھیوں کی موجودگی میں ان کو وراثت نہیں ملے گی جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔

۴۔ ایک ماموں یا ایک خالہ موجود ہونے کی صورت میں کل مال ان کو ملے گا اور یہ چاہے حقیقی ہوں یا صرف پدری یا صرف مادری مال اپنے درمیان برابر تقسیم کریں گے۔ اور اگر سب جمع ہو جائیں تو مال کی طرف سے قرابتداروں کو ایک ہونے کی صورت میں ۱/۶ ملے گا ورنہ ۱/۳ جو برابر برابر تقسیم کریں گے اور باقی باپ اور ماں یا صرف باپ کے قرابتداروں کے درمیان برابر تقسیم کیا جائے گا مگر یہ واضح رہے کہ پدری یا مادری ماموں اور خالاؤں کو حق اس صورت میں دیا جائے گا جب حقیقی ماموں یا خالہ موجود نہ ہوں۔

۵۔ اگر چچے اور ماموں جمع ہو جائیں تو چچوں کو یا ان میں سے موجود صرف چچا کو جبکہ وہ تنہا وارث ہو ۲/۳ ملے گا اور ماموؤں کو ۱/۳ چاہے وہ مذکر ہوں یا مؤنث پدری یا مادری اور ہم پہلے اس تقسیم کی کیفیت بیان کر چکے ہیں۔ اور متعدد یا متفرق یعنی حقیقی اور مادری یا پدری ہونے کی صورت میں ان کے استحقاق کی مقدار بھی لکھ چکے ہیں۔

۶۔ اگر شوہر یا زوجہ چچاؤں اور ماموؤں کے ساتھ جمع ہو جائیں تو ان کو انکا اعلیٰ حصہ ملے گا اور ماموؤں کو اس فرض میں اصل ترکہ سے ۱/۳ ملے گا چاہے وہ مادری ہوں یا ایک عدد ہو اور باقی ترکہ چچاؤں کو دیا جائے گا چاہے وہ ایک ہوں یا متعدد۔

۷۔ شوہر کے ساتھ چچاؤں کو سدس ملے گا اور شوہر کو ۳/۶ اور ماموں کو ۲/۶ اور چچا کو ۱/۶ ملے گا اور تقسیم چچاؤں کے درمیان کی جائے گی اور ماموں اگر متعدد و متفرق ہوں تو ان کے درمیان تقسیم حسب ضابطہ کی جائے گی۔

۸۔ مرنے والے کے ماں باپ کے چچا اور پھوپھیاں خود مرنے والے کے چچاؤں اور پھوپھیوں اور ماموؤں اور خالاؤں کی موجودگی میں وارث نہ بن سکیں گے ہاں البتہ وہ ان کے اور ان کی اولاد کے فقدان کی

صورت میں ان کے قائم مقام بنیں گے۔ اور اقرب سے اقرب تر مقدم قرار دیا جائے گا۔ پس میت کا ابن عم چاہے خالص یا ہو یا غیر خالص وہ مرنے والے کے باپ کے چچا سے مقدم ہوگا اسی طرح باپ کا ابن عم اس کے دادا کے عم پر مقدم ہوگا اور میت کا ماموں اس کے باپ کے چچا اور ماموں پر مقدم ہو گا۔ لیکن اگر ان کے مرتبے مساوی ہوں تو سب کے سب برابر برابر ورثہ پائیں گے۔

۹- پس اگر میت چچا، ماموں اور باپ کی خالہ وغیرہ چھوڑ جائے تو مادری قرابتداروں کو ماں کا حصہ ۱/۳ برابر برابر ملے گا اور پدری قرابتدار کو ۲/۳ ملے گا اور ماموں اور خالہ کو ان کا ۱/۳ پر برابر برابر ملے گا اور ان کے دو ثلث ۲/۳ چچا اور پھوپھی کو مذکر و مونث کے قرآنی ضابطہ کے مطابق ملیں گے۔

۱۰- چچاؤں اور ماموؤں کی عدم وجودگی و فقدان کی صورت میں ان کی اولاد اپنے آباء و امہات کی قائم مقام بنے گی اور ہر ایک اپنے متعلقہ قرابتدار کا حصہ پائے گا پس چچا اور پھوپھی کا وارث ۲/۳ پائے گا اگرچہ وہ تنہا ہو یا مونث ہو اور ماموں و خالہ کی اولاد ۱/۳ پائے گی اگرچہ وہ ایک سے زیادہ مذکر ہوں اور اسی طرح پھوپھی، چچا کی بیٹی کے ساتھ ۱/۳ پائے گی اور باقی بھی پھوپھی ہی کو ملے گا اور مادری چچا کا بیٹا ۱/۶ پائے گا اگر وہ ایک ہو اور اگر ایک سے زائد ہو تو ۱/۳ پائے گا اور باقی حقیقی کا پدری چچا کی اولاد کو ملے گا۔ اور اسی طرح ترکہ مادری یا پدری یا حقیقی ماموؤں کی اولاد میں بھی تقسیم کیا جائے گا۔

۱۱- اور چچا اور پھوپھی کی اولاد مختلف ہونے کی صورت میں جمع ہو جائے اور ان کے ساتھ چچا اور ماموں کی اولاد بھی ہو تو ماموں یا خالہ کے اکلوتے لڑکے کو ۲/۳ ملے گا چاہے وہ مذکر ہو یا مونث اور اگر زیادہ ہوں تو ۳/۳ برابر ملے گا اور باقی ان میں تقسیم کیا جائے گا۔

۱۱- اور چچا اور پھوپھی کی اولاد مختلف ہونے کی صورت میں جمع ہو جائے اور ان کے ساتھ چچا اور ماموں کی اولاد بھی ہو تو ماموں یا خالہ کے اکلوتے لڑکے کو ۲/۳ ملے گا چاہے وہ مذکر ہو یا مؤنث اور اگر زیادہ ہوں تو ۳/۳ برابر ملے گا اور باقی ان میں تقسیم کیا جائے گا جو والدین کی طرف حقیقی یا پدری طور پر قرابتدار ہوں۔

۱۲- اسی طرح اگر چچاؤں کی متفرق اولاد اگر دو ثلث کی تقسیم میں جمع ہو جائے تو ان میں بقاعدہ مذکر و مونث ورثہ تقسیم کیا جائے گا چاہے وہ پدری ہوں یا حقیقی اور مادری اولاد میں ترکہ بہر صورت برابر برابر تقسیم کیا جائے گا۔

۱۳- اگر ان کے ساتھ شوہر یا زوجہ بھی جمع ہو جائیں تو ان کو ان کا اعلیٰ حصہ بہر صورت ملے گا۔

۱۴- چچاؤں اور ماموؤں میں جو بعید تر ہو وہ قریب تر کی موجودگی میں وراثت نہیں پائے گا لیکن ایک صورت اس قاعدہ سے مستثنیٰ ہے اور وہ یہ ہے کہ حقیقی چچا کا بیٹا محض پدری چچا کی نسبت قریبی وارث

سمجھا جائے گا اور وراثت کا حق دار ہو گا اسی پر ہمارے فقہاء کا اجماع ہے اور یہ شق قاعدہ کلیہ سے الگ ہے۔

پس ابنِ عم چاہے حقیقی ہو یا پدری یا مادری وہ پھوپھی کی موجودگی میں وارث نہ ہو گا اگرچہ پھوپھی مادری ہو اور یہ صورت ماموں کے لئے بھی ہے یعنی ماموں کا بھی بیٹا ماموں کے ساتھ ورثہ نہ پائے گا۔ اگرچہ ماموں مادری ہو اور نہ ہی اس طرح چچا کے ساتھ وراثت پا سکے گا۔

۱۵۔ جس شخص میں موجبات وراثت پائے جاتے ہوں وہ ورثہ پائے گا بشرطیکہ وہ مرتبہ میں مساوی ہوں۔ مثلاً اگر اس کا پدری بھائی اسکی مادری بہن سے عقد کرے تو وہ ان کی اولاد کا چچا یا ماموں بن جائے گا اور وہ اس لڑکے سے چچا اور ماموں کا حصہ حاصل کرے گا چاہے اس کے ساتھ دیگر چچا اور ماموں بھی موجود ہوں یہ مثال دو نسبوں کی ہے اور اس پر باقی نسب و سبب کا قیاس کیا جا سکتا ہے۔

شوہر و زوجہ کی میراث

شوہر و زوجہ ایک دوسرے کے بہر صورت وارث ہوں گے اگرچہ شوہر نے دخول نہ کیا ہو اور یہ دونوں تمام طبقہ کے وارثوں کے ساتھ ساتھ اپنا مقررہ حصہ پائیں گے بشرطیکہ وہاں ایسے اسباب موجود نہ ہوں جو کہ مانع ارث ہوتے ہیں۔

۱۔ اگر مریض نے بحالت مرض عقد کیا ہو تو وفات کی صورت میں وہ ایک دوسرے کے وارث نہ ہو سکیں گے ہاں البتہ اگر عقد کے بعد وہ صحت یاب ہو گئے ہوں تو وارث ہوں گے چاہے صحت مندی کے بعد انہوں نے دخول نہ کیا ہو اسی طرح اگر حالتِ مرض میں بھی وہ دخول کر چکے ہوں تو صحت یاب نہ ہونے کی صورت میں وفات ہو جانے پر بھی وہ ایک دوسرے کے وارث قرار پائیں گے۔

۲۔ طلاق رجعی مانع وراثت نہیں ہے جبکہ عدہٗ رجعت میں دونوں میں سے کوئی ایک وفات پا جائے۔

۳۔ طلاق بائنی کی صورت میں اگر عدۃ کی میعاد کے اندر وفات واقع ہو جائے تو وہ دونوں ایک دوسرے کے وارث نہ ہوں گے لیکن اگر شوہر نے بحالت بیماری بائنی طلاق دی ہو تو ایک سال تک کے اندر وہ اپنے بیمار شوہر کی وارث ہو گی لیکن اگر اس دوران بیوی وفات پا جائے تو شوہر اس کا وارث نہ ہو سکے گا۔

۴۔ زوجہ زمین کی عین یا قیمت میں سے مطلقاً وراثت نہ پائے گی چاہے وہ زمین عمارت یا درخت سے

خالی ہو یا نہ ہو البتہ زوجہ زمین پر تعمیر شدہ عمارت کے ملبہ و آلات کی قیمت سے حصہ پائے گی اور عین سے نہ پائے گی پس زمین پر واقع مکان و باغ، باغیچہ، دکان وغیرہ کے ملبہ و آلات و اشجار وغیرہ کی قیمت لگائی جائے گی پھر خالی زمین کی قیمت لگائی جائے گی اور جملہ تخریج کی مجموعی قیمت سے خالی مکان کی قیمت کو خارج کر کے باقی تفریق حاصل سے اس کو مقررہ حصہ ملے گا مثلاً جملہ مکان کی قیمت بالفرض ایک ہزار دینار تھی اور خالی زمین کی قیمت دو سو دینار تو ایک ہزار دینار سے عین زمین کی قیمت نکال دی جائے گی تو باقی جملہ قیمت آٹھ سو دینار بچے گی جس سے زوجہ کو اس کا مقررہ حصہ دیا جائے گا۔

"متفرق مسائل"

۱۔ خنثیٰ مشکلہ کے لئے مذکر اور مؤنث کے حصہ سے نصف نصف ہو گا اور مونث وارث کے ساتھ اس کو بارہ میں سات دیا جائے گا کیونکہ اگر بالفرض وہ خنثیٰ فی الواقع مذکر ہو تو فریضہ دو سے لیا جائے گا اور مونث ہونے کی صورت میں تین سے جبکہ یہ دونوں عدد متضاد ہیں لہذا دو کو تین سے ضرب دینے سے حاصل ضرب چھ ہو گا جس کو پھر دو سے ضرب دینے سے کل بارہ بنے گا۔ اور دوسرے مونث وارث کے ہمراہ اس کو بنا بر فرض انوثیت چھ اور مجموع چودہ ہو گا جس کا نصف سات ہو گا۔ اور مذکت کے ساتھ اس کو پانچ ملیں گے کیونکہ بنا بر فرض ذکوریت چھ بارہ کا نصف ہو گا اور بناء بر فرض انوثیت اس کو بارہ کا ثابت چار ملے گا اور مجموع دس ہو گا جس کا نصف پانچ ہو گا اور اگر دیگر وارث مذکر و مؤنث دونوں موجود ہوں تو اس کو کل ۱۳ ملے گا کیونکہ اس بفرض وہ مذکر تھا تو اس کو پانچ میں سے دثلث ۲/۳ ملیں گے اور مونث ہونے کی صورت میں پانچ سے ۱/۴ ملے گا اور حاصل ضرب چوبیس بنے گا اور نصف نصف کے عمل سے یہ کل چالیس بنے گا اور اس کے فی الواقع مذکر ہونے کی صورت میں اس کو چالیس کا پانچواں حصہ حصہ سولہ ملے گا اور مونث ہونے کی صورت میں چالیس کا چوتھا حصہ دس اور سولہ جملہ چھبیس ملے گا جس کا نصف تیرہ خنثیٰ کا حصہ ہو گا اور یہ قاعدہ کسی بھی وارث کی معیت میں خنثیٰ کے حصہ میں قیاس حیثیت کا حامل ہے اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جناب امیر المؤمنین علی علیہ السلام ایسے خنثیٰ کے بارے میں جس میں مردانہ و زنانہ دونوں صفات ہوں یہ فیصلہ کیا کہ اس کا حق وراثت متعین کرنے کے لئے اس کی پیشاب کی جگہ کا لحاظ کیا جائے گا کہ اگر دونوں ہی مقامات سے نکلتا ہے اور دونوں مساوی ہیں تو اس کو مردوں اور عورتوں دونوں کا حصہ ملے گا یعنی نصف حصہ مذکر کا اور نصف حصہ مونث کا اس پر ہمارا اجماع ہے اور اس مسئلہ میں ضابطہ یہ ہے کہ خنثیٰ کو ایک بار مذکر فرض کیا جائے اور ایک بار مونث اور اجتماعی طور پر دونوں مسئلوں میں نصف دیا جائے

جبکہ پہلے اجتماعی طور پر دو پر ضرب دی جائے۔

۲۔ جس شخص کے لئے مذکر و مونث کی سی شرمگاہ نہ ہو اس کا حق وراثت قرعہ سے متعین کیا جائے گا اور اس خنثیٰ کے لئے ہو گا جس کا دو مخرجوں کے درمیان سوراخ ہو جس سے بول و براز خارج ہوتا ہو اور براز مخصوص مقام سے نہ آتا ہو یا کہ آتا ہو یا جو کھاتا ہو اس کو کھا کر قئے کر لیتا ہو۔

۳۔ جس شخص کے دو سر اور دو بدن ہوں جبکہ کمر ایک ہو اور ان دونوں بدنوں کی بیداری کا لحاظ کیا جائے گا یعنی اگر وہ دونوں سو جائیں اور ایک کو جگانے سے دوسرا جاگ جائے تو ایک بدن شمار کیا جائے گا ور نہ دو بدن۔

۴۔ اگر حمل زندہ حالت میں علیحدہ ہوا ہو تو وراثت پائے گا یا پیدا ہوے کے بعد ایسی حرکت کرے جو اسکے زندہ ہونے پر دلالت کرے اور اگر جدا ہونے کے بعد وفات پا جائے تو پیدا ہوتے وقت اس کا رونا یا آواز کرنا شرط نہیں۔

۵۔ شکم میں جو بچہ ہوا اس کی دیت کے وارث اس کے والدین ہوں گے اور اگر اس کے ساتھ والدین بھی مرجائی یا اس کا والد پہلے مرجائے تو جو ان کا قریب تر وارث ہو گا وہ حصہ پائے گا یا اگر ماں موجود نہ ہو تو باپ کا قریبی وارث ہو گا وہ وراثت پائے گا چاہے وہ نسبی قرابتدار ہو یا سببی۔

۶۔ لعان کے بعد ماں ہی بچے کی وارث ہو گی اور باپ نہ ہو گا جبکہ اس نے بچے کو اپنے سے نفی کر دیا ہو ہاں اگر باپ لعان مذکور کے بعد مر جائے تو اس کا بچہ اور اس کی زوجہ یعنی بچے کی ماں دونوں اس کے وارث ہوں گے۔

اور اگر بچہ اور اس کی ماں دونوں موجود نہ ہوں تو والد کے ترکہ کے وارث بچے کی ماں کے قرابتدار مذکر یا مونث برابر برابر حصہ پائیں گے یعنی جو بھی ماں کی نسبت قریب تر سے قریب تر ہو گا وہی حقدار ہو گا۔

۷۔ ولدالزنا اپنے والدین کا وارث نہ ہو گا اور نہ ہی والدین کے قرابتداروں کا وارث ہو گا اور نہ ہی قرابتدار اس کے وارث ہوں گے لیکن اگر زنا دونوں میں سے کسی ایک کے ساتھ مخصوص ہو تو وہ اس سے نفی ہو جائے گا۔ اور دوسرا اس کا وارث ہو گا اور اسی طرح اس کے قرابتدار اور اس کی اولاد اور زوجہ بھی اس کے وارث ہوں گے۔

۸۔ جو شخص نسب سے بیزاری اختیار کرتا ہو وہ ہمارے مذہب میں وارث ہو گا اور جس سے اس نے بیزاری کی ہے وہ بھی اس کا وارث ہو گا۔

۹۔ اگر یہ اشتباہ ہو جائے کہ غرق والوں میں سے پہلے کون غرق ہوا اور بعد میں کون تو اگر ان کے مابین

توارث نسبی و سببی پایا جاتا ہو تو وہ وارث ہوں گے جبکہ ہر ایک کا مال بھی ہو۔
اسی طرح جن پر مکان گر پڑا ہو ان کا بھی یہی حکم ہے اور اضعف کو اقوی کو مقدم قرار دیا جائے گا جس مال سے پہلا وارث ہوا ہو دوسرا اس سے وارث نہ ہو سکے گا اور اگر وہ سب اپنی موت سے بلاحادثہ مرے ہوں تو قتل یا آتش زنی سے مر گئے ہوں تو توان کا ان دونوں پر قیاس نہ کیا جائے گا۔

"مجوس کی میراث"

مجوسی حضرات نسب کے اعتبار سے تو صحیح یا فاسد دونوں کے اعتبار سے وراثت پائیں گے لیکن سببی طور پر صرف صحیح سبب سے وراثت پائیں گے اور فاسد سبب سے نہیں اور اگر مجوسی اپنی ماں سے نکاح کر لے اور اس سے بچے چھوڑ جائے تو لڑکا اس فاسد نسب سے بھی اس کا وارث قرار پائے گا اور ماں اسکی مادری حیثیت سے وارث قرار پائے گی نہ سببی حیثیت سے کیونکہ سبب فاسد ہے۔ جس طرح کہ ماں مرجائے تو یہ بیٹا ہی فرزند ہونے کے لحاظ سے اسکا وارث ہوگا نہ شوہر ہونے کے لحاظ سے اور اگر وہ اپنی بیٹی سے نکاح کر لے اور اس سے بچہ پیدا ہو تو یہ بیٹی اس کے ترکہ میں سے ۱/۳ کی وارث بنے گی اور باقی دو ثلث اس کے بیٹوں کے لئے ہوں گے۔

کتاب الحدود

"حدِّ زنا کا بیان"

زنا سے مراد یہ ہے کہ بالغ عاقل مرد اپنا مردانہ آلہ یا بقدر مقطوع کسی صغیرہ یا کبیرہ کے قبل یا دبر میں بلاعقد نکاح یا بلاملک اور بلاشبہ تحریم سے باخبر ہونے کی صورت میں بلاجبر اختیاراً داخل کرے اور عورت کیلئے بھی یہ مفہوم ان شرائط کے ساتھ ہی متحقق ہوگا۔

شرعاً کسی بھی مرد اور عورت میں زنا کے اثبات کیلئے اور وجوب حد کیلئے چار مردوں یا تین مردوں اور دو عورتوں یا دو مردوں اور چار عورتوں کی شہادت لازم ہے اور اگر اس تعداد سے کم افراد شہادت دیں گے تو ان پر حد قذف و افتراء جاری کی جائے گی کیونکہ افتراء بہت بڑا جھوٹ ہوتا ہے"

قبول شہادت میں بھی یہ شرط ہے کہ وہ شہادت دیں کہ انہوں نے حالت ادخال اسطرح دیکھی ہے جسطرح کہ سرمہ دانی میں سلائی ہو اور اس شہادت کے علاوہ کسی دوسری حالت میں شہادت دینے پر بھی ان پر حد قذف جاری کی جائے گی اور جس کے خلاف گواہی شرعی شرائط کے مطابق نہ ہوگی اسکو کچھ نہ کہا جائے گا۔

اور یہ بھی لازم ہے کہ وہ اپنے بیان میں متفق ہوں کہ انہوں نے ایک ہی فعل ایک ہی جگہ ایک ہی زمانہ میں دیکھا ہے اگر ان کے بیانات متضاد ہوں تب بھی ان پر ہی حد قذف جاری کی جائے گی نیز چاروں گواہوں کو ایک دوسرے کی موجودگی میں شہادت دینی ہوگی اگر بعض پہلے شہادت دیں اور بعض ان کے بعد آکر شہادت دیں تب بھی ان پر حد افتراء جاری کی جائے گی۔

اور زنا کے ثابت ہونے پر حد جاری ہوگی اگرچہ شہادت فعل مذکور کے وقوعہ سے کئی سال اور کئی ماہ بعد دی جائے اور شہادت میں تاخیر اس کے صحیح ہونے میں باعث قدح نہیں ہوتی۔

اگر ثبوت قائم ہونے سے قبل زانی اور زانیہ اعتراف زنا کے ساتھ توبہ تائب ہونے کا اعلان کریں تب بھی حد ساقط ہوگی اسی طرح اگر ممکنہ طور پر وہ لاعلمی یا اشتباہ کا دعویٰ کریں تب بھی حد ساقط ہو جائے گی اور اگر زنا بوجوہ مذکورہ ثابت ہو جائے تو حد شرعی واجب ہو جائے گی۔

حد شرعی کی اقسام

حد کی آٹھ قسمیں ہیں

۱۔ تلوار وغیرہ سے قتل کرنا

یہ اس زانی کیلئے ہے جو نسبی محرم سے زنا کرے مثلاً ماں بہن، پھوپھی، خالہ، بھتیجی، بھانجی۔ لیکن جو عورتیں مصاھرت کی وجہ سے محرم بنتی ہوں مثلاً ساس اور زوجہ کی کسی دوسرے شوہر سے ہونے والی بیٹی تو وہ عام اجنبی عورتوں کے حکم میں ہوں گی۔ اور کافر ذمی بھی اگر کسی مسلمان عورت سے زنا کرے چاہے وہ عورت بخوشی ایسا کرے یا جبراً اس کو قتل کیا جائے گا اور اگر وہ اس فعل کے بعد اسلام لے آئے تب بھی اس سے حد قتل ساقط نہ ہو گی اور اگر وہ بحالت کفر فعل سے قبل اس سے عقد کر لے تب بھی حد قتل ساقط نہ ہو گی ہاں البتہ اگر وہ حکم اسلام سے ناواقف ہونے کی وجہ سے اس عقد کو حلال سمجھتا رہا ہو تو احتمال ہے کہ اس کا عذر قبول کر لیا جائے کیونکہ حد محض اشتباہ سے بھی ٹل سکتی ہے اسی طرح اگر کوئی زانی جبراً قہراً کسی بڑی یا چھوٹی عورت کو زنا پر مجبور کرے اور کوئی فرق نہیں ہے کہ وہ بوڑھا ہو یا جوان یا مسلم یا کافر یا آزاد ہو یا غلام بلکہ یہاں شادی شدہ ہونے یا نہ ہونے میں بھی کوئی فرق نہیں ہے۔ البتہ اگر عورت مرد کو اس فعل پر مجبور کرے وہ اس حکم سے ملحق نہ ہو گی اور ان تین صورتوں میں زانی کو پہلے کوڑے مارے جائیں گے پھر قتل کر دیا جائے گا اور یہ حکم قرآن اور سنت کی نصوص کو یکجا کرنے کی وجہ سے ثابت ہے۔

۲۔ رجم

یہ سزا اس شادی شدہ مرد کیلئے ہے جو بالغہ عاقلہ سے زنا کرے چاہے وہ عورت مسلم ہو یا کافرہ اور محصن (شادی شدہ) سے مراد وہ شخص ہے جو کہ عقد دائم یا ملک یمین کی وجہ سے فعل حرام سے بچنے کے وسائل رکھتا ہو اور یہی صورت محصنہ کی ہے یعنی جو عقد دائم کے ذریعے ایسا شوہر رکھتی ہو جس کے ذریعہ سے وہ فعل حرام سے اجتناب کر سکتی ہو اور بالغہ عاقلہ آزاد ہو۔

اگر زانی محصن ہونے سے انکار کرے یعنی وجہ مذکور کے مطابق زوجہ سے وطی کرنے سے قاصر ہو تو بلا قسم اسکی تصدیق کی جائے گی اگرچہ اس کا اس سے لڑکا بھی موجود ہو اور اسی طرح اگر زانیہ بچے والی ہونے کے باوجود اس شوہر کی وطی سے انکار کرے تب بھی اس کی تصدیق کی جائے گی کیونکہ بلا وطی منی کے جاری ہو جانے سے بھی بچے کے ملحق ہونے کا امکان ہے۔ اور محصن ہونے میں اسلام کی شرط نہیں ہے پس اگر مسلمان مرد کافرہ ذمیہ زوجہ سے وطی کرے جو کہ دائمی ہو یا کافر دائمی زوجہ سے وطی کرے تب بھی (احصان) ثابت ہو جاتا ہے اور محصنۃ ہونے میں عدم طلاق کی شرط نہیں ہے جبکہ طلاق

رجعی ہو البتہ بائنی طلاق کی صورت میں (احصان) متحقق و ثابت نہ ہو گا۔

اور محصن کو پہلے درے مارے جائیں گے اور اس کے بعد مطابق آیت و روایت اس کو رجم کیا جائے گا۔ اور رجم کرتے وقت مرد کو کمر کی نچلی ہڈیوں تک اور عورت کو سینے تک دفن کیا جائے گا اور اگر وہ گڑھے سے فرار کر جائیں تو انکو واپس لایا جائیگا اور یہ اسی صورت میں کیا جائے گا جب کہ زنا بینہ و ثبوت سے ثابت ہو نہ کہ اقرار سے اور سب سے پہلے گواہان زنا ہی اس کو رجم کرنے کی ابتداء کریں گے اور یہ واجب ہے اور اقرار کی صورت میں امام ابتداء رجم کرے گا اور مستحب ہے کہ رجم کرتے وقت لوگوں میں اعلان کرے البتہ مومنین کے ایک گروہ کا موجود ہونا واجب ہے جو کم از کم تین ہوں یا اس سے زیادہ اور رجم والے کو حکم دیا جائے گا کہ وہ زندہ حالت میں خود غسل کر لے اور کفن پہن لے اور موت کے بعد نماز جنازہ پڑھی جائے گی اور پھر اسکو دفن کیا جائے گا۔

۳۔ ایک سو کوڑے

جو کہ رجم کے بغیر ہوں یہ اس شخص کی حد شرعی ہو گی جو کہ بالغ و محصن ہو اور نابالغ یعنی نو سال سے کم عمر کی لڑکی سے یا دیوانی عورت سے زنا کرے چاہے وہ کم سن ہو یا بڑی یعنی بالغہ، اسی طرح جس عورت سے نابالغ لڑکا زنا کرے اسکی بھی یہی حد شرعی ہے لیکن اگرچہ دیوانہ شخص اس سے زنا کر لے تو اگر وہ عورت محصنہ ہو تو اس پر رجم کی حد ہو گی اور زنا کرنے والے کو صرف جسم پر کوڑے مارے جائیں گے اور چہرہ اور سر اور شرمگاہ کو محفوظ رکھا جائے گا اور کوڑے باقی جسم پر مارے جائیں گے اور کوڑے مارتے وقت مرد کو شرمگاہ کے علاوہ باقی برہنہ جسم کے ساتھ کھڑا کیا جائے گا جبکہ عورت لباس کے ساتھ بیٹھی رہے گی۔ اور اسی حالت میں اسکو کوڑے مارے جائیں گے۔

۴۔ کوڑے مارنا

"ا، سر مونڈنا اور شہر بدر کرنا" یہ اس آزاد زانی مرد کی حد ہو گی جو کہ غیر محصن ہو گا لیکن اگر زانیہ غیر محصنہ زنا کرے تو اسکو صرف ایک سو کوڑے مارے جائیں گے اور سر مونڈے یا شہر بدر کرنے کی سزا نہیں دی جائے گی۔

پچاس کوڑے

یہ زانی غلام یا کنیز بالغ عاقل کی حد ہو گی اگرچہ وہ شادی شدہ ہوں اور انکو سر مونڈنے اور شہر بدر کرنے کی سزا نہ دی جائے گی۔

۶۔ حد مبعض

یہ اس غلام کی حد ہے جو کہ بعض آزاد ہو چکا ہو اور بعض باقی ہو اسکو نصف سزا آزاد اور نصف غلام کی دی جائے گی مثلاً اگر وہ آدھا آزاد ہو گا تو اسکو پچھتر کوڑے مارے جائیں گے پچاس آزاد ہونے کے اعتبار سے اور پچیس غلام ہونے کے لحاظ سے۔

۷۔ ضغث

یہ اس مریض کی حد ہے جو کہ ضرب برداشت کرنے کی طاقت نہ رکھتا ہو اور مرض سے شفا یاب ہونے کے بعد اس پر حد کا اعادہ نہیں ہو گا ضغث سے مراد یہ ہے کہ لکڑیوں کا ایک مٹھ اٹھایا جائے جو کہ حد میں معتبر عدد پر مشتمل ہو اور اسکو ایک ہی دفعہ تکلیف دہ ضرب کے ساتھ مارا جائے اگر سارا مٹھ بیک وقت ہاتھ میں نہ سما سکتا ہو تو دو بار یا زیادہ کر کے مارے حتی کہ عدد مکمل ہو جائے اور اس طرح مارے کہ لکڑیاں اکٹھی ہو کر اسکو درد پہنچائیں۔

۸۔ مقرر حد کے ساتھ زائد عقوبت

یہ اس زانی کی سزا ہو گی جو ماہ رمضان المبارک یا باقی محترم ایام میں زنا کرے مثلاً جمعہ اور عید اور باقی ایام مبارکہ اور مقدس مقامات مثلاً مساجد یا مشاہد مشرفہ یا کسی میت کے ساتھ (نعوذ باللہ) زنا کرے تو سزا کی زیادتی حاکم کی صوابدید پر ہو گی اور حاکم جو بھی ہو گا وہ بینہ و ثبوت کی بجائے اپنے علم کے مطابق سزا قائم کرے گا چاہے حاکم امام ہو یا نائب اسی طرح وہ حقوق الناس میں بھی اس طرح کرے گا جب کہ لوگ مطالبہ کریں نہ کہ مطلقاً۔

اگر زنا پر چار گواہ قائم ہو جائیں مگر چار عورتیں یہ شہادت دے دیں کہ اس عورت کی بکارت موجود ہے تو اس عورت اور گواہوں میں سے کسی پر حد نہ ہو گی اور اگر کوئی شخص کسی کو اپنے زوجہ کے ساتھ زنا کرتے ہوئے پائے تو وہ دونوں کو قتل کر سکتا ہے۔ اور اس پر کوئی گناہ نہ ہو گا مگر معانیہ شرط ہے۔ اور اس طرح جیسا کہ باقی امور میں معتبر ہے۔ اور یہ حکم صرف شوہر کیلئے ہے باقی محرم اور اقارب کیلئے نہیں ہے۔

اور اگر کوئی شخص آزاد مسلم زوجہ کے ہوتے ہوئے اس کی اجازت کے بغیر کسی کنیز سے شادی کر لے اور اس سے دخول بھی کر لے تو اسکو حد زانی کے آٹھویں حصہ کے طور پر ساڑھے بارہ کوڑے مارے جائیں گے اور مقتضائے نصف دو ضربتوں کے درمیان ایک ضربت یا اس کے نصف پر قبض

کرنا ہے اور جو شخص اپنی انگلی سے کسی باکرہ کی بکارت زائل کردے تو اس پر اس کی ہم مثل عورتوں کے حق مہر کے مطابق مہر لازم ہو گا اگر وہ آزاد ہو چاہے وہ مسلمہ ہو یا کافرہ۔ کبیرہ ہو یا صغیرہ لیکن اگر وہ کنیز ہو تو اسکو اسکے مالک کیلئے کنیز مذکورہ کی کل قیمت کا دسواں حصہ ادا کرنا ہو گا"

اگر کسی عورت کو غیر مرد کے ساتھ ایک چادر میں سوتے ہوئے پایا جائے یا حرام طور پر بوس و کنار کرتے ہوئے دیکھا جائے تو اس کی سزا تعزیر ہو گی۔ اور کوئی حد نہ ہو گی اور اگر کوئی عورت حاملہ ہو جائے اور اسکا کوئی شوہر یا مالک نہ ہو تو اس پر حد جاری نہ ہو گی جب تک کہ وہ چار مرتبہ زنا کا اقرار نہ کر لے اور حاملہ زانیہ پر حد جاری کرنے کیلئے وضع حمل تک انتظار کیا جائے گا اگر زانی ایسے کام کا اقرار کر لے جو کہ موجب حد ہو اور پھر انکار کر لے تو حد ساقط ہو گی اگرچہ وہ موجب رجم ہو اور کسی اور صورت میں ساقط نہ ہو گی اور اگر حد کا اقرار کرے پھر توبہ کر لے تو امام کو اختیار ہے اس پر حد جاری کرے یا نہ کرے چاہے حد کوڑوں کی صورت میں ہو یا سنگساری وغیرہ کی صورت میں۔

"لواطہ کی حد شرعی"

لواطہ سے مراد مذکر سے وطی کرنا ہے جس شخص پر چار عادل گواہ شہادت دیں کہ انہوں نے بطور معائنہ انکو اس طرح دیکھا جسطرح کہ سرمہ دانی میں سلائی ہو اور فاعل بالغ عاقل آزاد ہو یا وہ خود اعتراف کرے کہ اس نے اپنے مخصوص آلہ کو چاہے جزوی طور پر کسی مذکر کی دبر میں داخل کیا اور وہ بااختیار تھا اور مجبور نہ تھا اور وہ چار دفعہ اسکا اقرار کرے تو اس پر قتل کا حکم لگایا جائے گا چاہے وہ شادی شدہ ہو یا غیر شادی شدہ اور اسکو یا تلوار سے قتل کیا جائے گا یا آگ میں جلایا جائے گا یا اس پر دیوار گرائی جائے گی یا اسکو کسی بلند جگہ (مثلاً پہاڑ یا بلند عمارت) سے نیچے پھینک دیا جائے گا اور کوئی حرج نہیں کہ اسکو قتل کے بعد آگ میں جلایا جائے اور اسی طرح معقول بھی اگر بالغ عاقل صاحب اختیار ہو تو اسکو بھی قتل کیا جائیگا اور کم سن بچے اور مجنون اگر ایسا کریں تو انکو اذیت دی جائے گی اور تعزیر جاری کی جائے گی۔

اگر وہ چار مرتبہ سے کم اقرار کرے یا چار گواہوں سے کم گواہی دینے والے ہوں تو اس پر تعزیر ہو گی حد نہ ہو گی اس سلسلہ میں فاعل، مفعول، حر، عبد، مومن کافر میں کوئی فرق نہیں اور اگر فعل بصورت دخول نہ ہو تو اسکی حد فاعل و مفعول دونوں کیلئے سو سو کوڑے ہیں اگر وہ بالغ عاقل و مختار ہوں اور اگر ان سے فعل مکرر واقع ہو اور حد بھی مکرر ہوئی ہو تو تین مرتبہ کے بعد پھر ایسا کرنے پر انکو چوتھی بار پر قتل کر دیا جائے گا اور اگر وہ بینہ قائم ہونے سے پہلے ہی توبہ کر لے تو اس سے حد ساقط ہو گی چاہے وہ حد قتل ہو یا رجم یا کوڑے لیکن اگر اقرار یا بینہ کے بعد توبہ کرے تو پھر حد ساقط نہیں لیکن امام کو اختیار ہے کہ

وہ توبہ سے قبل اقرار کرنے والے کو پوری سزا دے یا معاف کردے جیسا کہ زنا کے بیان میں گزر چکا۔
اور اگر کوئی شخص از روئے شہوت کسی لڑکے کو بوسہ دے تو اسکو حاکم شرع کی صوابدید کے مطابق تعزیر کی سزا دی جائے گی اور روایت میں ہے کہ جو کسی لڑکے کو شہوت سے بوسہ دے گا اس پر آسمان و زمین کے ملائکہ اور رحمت و غضب کے ملائکہ لعنت کریں گے اور اللہ نے اس کیلئے جہنم تیار کی ہے جو کہ بدترین ٹھکانہ ہے۔
نیز اگر دو مرد ایک ہی چادر میں برہنہ سوتے ہوئے پائے جائیں اور انکے درمیان کوئی قرابت نہ ہو تو ان دونوں کو تیس سے لے کر ننانوے کوڑوں تک سزا دی جائے گی اور یہی دو عورتوں کا حکم ہے۔

"سحق کا بیان"

سحق سے مراد یہ ہے کہ عورت اپنی شرمگاہ کو کسی دوسری عورت کی شرمگاہ سے ملا کر رگڑے یہ بھی چار عادل مردوں کی گواہی سے ثابت ہو گا یا بالغہ عاقلہ صاحب اختیار عورت از خود چار مرتبہ اس کا اعتراف و اقرار کرے اور اسکی حد ایک سو کوڑے ہے چاہے وہ عورت مسلمہ ہو یا کافرہ محصنہ ہو یا غیر محصنہ آزاد ہو یا کنیز فاعل ہو یا مفعولہ اور کنیز کیلئے سحق میں سزا نصف نہ ہو گی لیکن اگر وہ یہ دعوی کرے کہ اسکو اس کی مالکہ نے اس فعل پر مجبور کیا ہے تو اسکا قول قبول کیا جائے گا جیسا کہ لواطہ کے متعلق غلام کیلئے ہے۔
اور اگر سحق کرنے والی عورت دیوانی ہو چاہے فاعلہ ہو یا مفعولہ یا کم سن ہو تو اسکو سزا دی جائے گی لیکن اس سے سحق کرنے والی کوئی دوسری عورت کاملہ ہو تو اس پر حد جاری ہو گی اور تین مرتبہ سحق اور پھر حد کا عمل ہو جائے تو چوتھی بار فاعلہ و مفعولہ کو قتل کر دیا جائے گا اور اگر بینہ سے قبل ہی وہ توبہ کر لے تو حد ساقط ہو گی اور اگر وہ اقرار کے بعد توبہ کرے تو امام کو اختیار حاصل ہے جیسا کہ زنا و لواطہ میں گزرا۔ اگر دو اجنبی عورتیں ایک ہی چادر میں عریان سوتی ہوئی پائی جائیں تو یہ عمل ان سے مکرر واقع ہو تو دو بار تو ان پر تعزیر جاری کی جائے گی اور تیسری بار ان پر حد جاری کی جائے گی اور اگر پھر ایسا کریں تو تعزیر اور پھر تیسری بار حد ہو گی۔
اور اگر مرد اپنی زوجہ سے وطی کرے اور پھر وہ کسی کنواری سے سحق کرے اور وہ حاملہ ہو جائے تو بچہ مرد کا ہو گا اور اسکی بیوی اس کنواری کے مہر مثل کی ضامن ہو گی اور دونوں کو سحق کی حد جاری کی جائے گی۔

"قیادت کا بیان"

فقہی اصطلاح میں یہاں قیادت سے مراد فاعل و مفعول کا زنا یا لواطہ یا سحق پر دونوں کو جمع کرنا یا دونوں کے درمیان رابطہ کرانا ہے یہ بالغ و مختار کے دوبارہ اقرار کرنے سے یا دو عادلوں کی شہادت سے ثابت ہوتا ہے اور اس کی ۷۵ کوڑے ہیں چاہے قیادت کرنے والا مسلمان ہو یا کافر مرد ہو یا عورت آزاد ہو یا غلام اور اگر وہ ایک مرتبہ اقرار کرلے تو اس پر تعزیز عائد ہوگی اور مرد کا سر مونڈ کر شہر میں پھرایا جائے گا پھر اس کو شہر بدر کیا جائے گا اور یہ سزا عورت کیلئے نہیں صرف مرد کیلئے ہے اور حد میں کسی کی کوئی کفالت و ضمانت نہیں ہو سکتی اور نہ تاخیر ہوگی البتہ اگر کوئی عذر فوری سزا دینے میں مانع ہو تو جائز ہے مثلاً مرض وغیرہ اور اسکو ساقط کرنے میں کوئی سفارش قابل قبول نہ ہوگی۔

(قذف کا بیان)

قذف سے مراد یہ ہے کہ کسی شخص کو واضح الفاظ میں زنا اور لواطہ سے متہم کر دیا جائے مثلاً یہ کہا جائے کہ " تونے زنا کیا یا تو زانی ہے یا تونے لواطہ کیا" اور تہمت لگانے والا لفظ کے محل استعمال سے واقف ہو چاہے کسی بھی زبان میں ایسا کرے اگرچہ جس شخص کو مہتتم کیا جا رہا ہو وہ اس کا معنی نہ سمجھتا ہو اور معتبر ہے کہ قذف یعنی تہمت زنا لگانے والا بالغ و عاقل ہو اور اسکی حد اسی کوڑے ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر سورہ نور میں اسکو بیان فرمایا ہے" اس کو کوڑے لگانے میں اسکو برھنہ بدن کرنا ضروری نہیں جیسا کہ زانی کیلئے ہے۔ اسکو کوڑے مارنے کا انداز بھی زانی کی نسبت متوسط ہوگا اور اسکی تشھیر کی جائے گی تاکہ وہ اپنی شہادت سے منحرف ہو جائے تو یہ دو مذکر عادل گواہوں سے ثابت ہوتا ہے یا قاذف خود دوبار اقرار کرلے اس سے کم کیلئے حد نہیں ہے اسی طرح جو موجب تعزیر ہو وہ بھی دوبار اقرار یا دو عادل مذکر گواہوں کے بغیر ثابت نہیں ہوتا۔ اور قذف کی حد کا وارث وہی ہوگا جو کہ اسکے مال کا وارث ہوگا۔ جبکہ قذف لگایا جانے والا شخص اسکی تکمیل سے قبل وفات پا جائے اور انکو حق حاصل ہے کہ وہ مطالبہ کریں یا معاف کر دیں لیکن شوہر اور زوجہ اسکے وارث نہ ہوں گے اور جماعت ہونے کی صورت میں وارثوں میں سے ہر فرد مطالبہ کا حق رکھتا ہے۔

پس اگر وہ متفق ہو جائیں تو ان کے لئے ایک حد ہے اور اگر بعض بعض حضرات کو معاف کر دیں تو باقی افراد سے پوری حد طلب کی جائے گی اور اس سے کچھ بھی ساقط نہ ہوگا اگرچہ بعض معاف کر دیں اور حاکم کو یہ حق نہیں کہ وہ اعتراض کرے اگرچہ معافی ثبوت سے قبل ہو یا بعد اور اگر حد کا تین بار تکرار ہو جائے تو قاذف کو چوتھی بار قتل کیا جائیگا اور بچے پر تعزیر جاری کی گی اور دس کوڑوں سے

زیادہ کوڑے نہ لگائے جائیں گے اسی طرح ہر وہ شخص جو تارک واجب یا مرتکب حرام ہو توبہ سے قبل اس پر تعزیز لاگو ہو گی۔ اور جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم یا امیرالمومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام یا ائمہ معصومین علیہم السلام میں سے کسی کو یا حضرت صدیقہ کبریٰ فاطمہ زہراء صلوات اللہ وسلامہ علیہا پر متب؟ کرے اسکو امام یا حکم کی اجازت کے بغیر بھی قتل کر دینا واجب ہے۔ اور یہی حکم تمام انبیاء و مرسلین علیہم السلام کو سب کرنے والے کیلئے بھی ہے اور جو شخص نبوت کا دعوی کرے یا خاتم الانبیاء حضرت محمد بن عبداللہ صلعم کی نبوت میں شک کرے وہ بھی واجب القتل ہے۔

اور مسلمان جادو گر کو قتل کیا جائے گا اور کافر جادو گر کو تعزیر جاری کی جائے گی اور جو شخص آنحضرت نبی اکرم ﷺ کی والدہ گرامی پر قذف کرے اسکی توبہ ناقابل قبول ہو گی۔ جبکہ وہ مرتدی فطری ہو اور تمام معصومین علیہم السلام کی امہات محترمات کو اس حکم میں ملحق کرنے میں وجہ وجیہہ ہے (یعنی اس قول کو ترجیح ہے اور یہ مستحسن ہے")

(مسکرات نوشی کرنے والے کا بیان)

ہر بہنے والی مائع چیز جسکی طبیعت میں نشہ آور مادہ ہو وہ نجس اور حرام ہے اور اسکا پینا بھی حرام ہے اگرچہ وہ تصور کے اعتبار سے کم سے کم ہی کیوں نہ ہو اگرچہ وہ بعض مزاجوں میں نشہ پیدا نہ کرے اور جو کی شراب پینا حرام ہے جسکی حرمت پر اہل بیت عصمت صلوات اللہ علیہم پر کثرت سے نصوص وارد ہوئی ہیں اور اسی طرح انگور کا شیرہ اگر جوش کھا کر سخت ہو جائے اور اسکا دو ثلث حصہ ختم نہ ہو تو وہ نجس ہے اور اسی کا پینا حرام ہے۔ لیکن اگر وہ تبدیل ہو کر سرکہ بن جائے تو حلال ہے پس اگر بالغ عاقل مختار شخص جان بوجھ کر مذکورہ بالا شراب کی کوئی بھی قسم پی لے تو اس پر اسی کوڑے حد جاری کی جائے گی چاہے پینے والا مسلم ہو یا علانیہ کافر، آزاد ہو یا غلام لیکن غیر مائع مسکر مثلاً حشیشہ نجس نہیں ہے اگرچہ اس کا پینا شراب کی طرح حرام ہے۔ اور پینے والے پر شراب ہی کی حد جاری کی جائے گی۔

شرابی شخص کو برہنہ کر کے (سوائے شرمگاہ کے) اسکی پشت اور کندھوں اور باقی کل اعضاء پر کوڑے مارے جائیں گے سوائے اسکے چہرے اور شرمگاہ اور گردن وغیرہ کے " جن پر ضرب نہ لگائی جائے گی۔

اگر کوئی بار بار شراب پیئے اور بار بار اس پر حد جاری ہوئی ہو تو چوتھی مرتبہ اس کو قتل کر دیا جائے گا۔ اور اگر کوئی ایسا مسلمان جو فطری مسلمان ہو اور شراب پینا جائز سمجھتا ہو تو اسکو بھی قتل کیا

جائے گا کیونکہ وہ مرتد کی مانند ہے اور اسکے علاوہ دوسرا شخص اسطرح کرے تو اس سے توبہ کرائی جائے گی اور عورت کو مطلقاً توبہ کرائی جائے گی اور اسی طرح جو شخص شراب فروخت کرنا حلال جانتا ہو اس سے بھی توبہ کرائی جائے گی پس اگر وہ انکار کرے تو اسکو قتل کیا جائے گا۔ لیکن جو شخص جو کی شراب اور دیگر مسکرات کو (سوائے شراب) کو حلال جانتا ہو تو اسکو قتل نہ کیا جائے گا۔

اور اگر شرابی شخص ثبوت قائم ہونے سے قبل توبہ کر لے تو اس سے حد شرعی ساقط ہو جائے گی لیکن بعد میں ساقط نہ ہو گی اور اگر وہ اقرار کے بعد توبہ کر لے تو امام کو اختیار ہے کہ اسکو سزا دے یا معاف کر دے اور شراب نوشی دو بار اقرار کرنے سے یا دو عادل گواہوں سے ثابت ہوتی ہے پس اگر ایک گواہ گواہی دے اور دوسرا پی کر قئے کر دینے کی شہادت دے تو حد ثابت ہو گی اور جو شخص ان محرمات میں سے کسی کو حلال جانے جن پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے اور جانتا ہو کہ وہ ضروریات دین میں سے مثلاً مردار۔ خون۔ خنزیر کا گوشت اور تین بار مطلقہ یا عدہ والی عورت سے نکاح تو ایسا شخص بھی قتل کیا جائے گا اگرچہ وہ فطری مسلمان ہو اور اگر ملی ہو تو اس سے توبہ کرائی جائے گی اگر توبہ سے انکار کرے تو اسکو قتل کر دیا جائے گا اگر حاکم کسی شخص کو کسی حاملہ عورت کی طرف بھیجے تا کہ وہ اس پر حد جاری کرے اور خوف سے اسکا حمل ساقط ہو جائے تو اسکی دیت بیت المال سے ادا کی جائے گی''

''سرقہ کا بیان''

سارق یعنی چوری کرنے والا اگر بالغ عاقل مختار ہو اور وہ عمداً ایسی محفوظ چیز چرا لے جس کی قیمت رائج سکہ وار ۱/۴ دینار سونا ہو یا اسکی قیمت اتنی ہو اور وہ مال اس کے بیٹے یا آقا کا نہ ہو اور سرقہ شدہ چیز بھی قحط سالی کے زمانہ ہو کھانے پینے کی نہ ہو تو اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔ لیکن بچہ اور دیوانہ ایسا کرے تو انکو تادیبی سزا یا تعزیر جاری کی جائے گی اور اس سرقہ میں یہ دس شرائط مکمل نہ ہوں تو ہاتھ قطع نہ کیا جائے گا اگر دو شخص محفوظ چیز کا تحفظ زائل کر دیں لیکن ان میں سے ایک مال نکال لے تو یہ نکالنے والا ہی خاص طور پر مستوجب سزا ہو گا اور قطع اسی صورت میں ہو گا جب وہ شخص دو بار اقرار کرے یا اسکے خلاف بینہ و ثبوت قائم ہو اور اگر مالک اس مال کو ترک کر دے یا اسکو ھبہ کر دے تو قطع ساقط ہو گا اور معاف کرنے یا ھبہ کرنے کا حق صرف حاکم کو ہو گا لیکن اگر معاملہ عدالت شرعی میں پیش کر دیا جائے اور جرم ثابت ہو جائے تو پھر اسکا اعتبار نہ ہو گا اور واجب ہے کہ قطع میں دائیں ہاتھ کا انگوٹھا چھوڑ کر چار انگلیاں قطع کی جائیں اور اگر وہ دوبارہ سرقہ کرے تو اسکا بایاں پاؤں جوڑ سے کاٹا جائے اور عقب چھوڑ دیا جائے اور تیسری مرتبہ ایسا کرنے پر اسکو عمر قید کی سزا دی جائے اور چوتھی مرتبہ ایسا کرنے پر

اسکو قتل کر دیا جائے جسطرح کہ اگر قید خانہ میں یا باہر چوری کرے اگر اتفاقاً اسکو کسی حاجت کیلئے باہر نکالا جاتا ہو یا وہ قید خانہ سے بھاگ جائے اور اگر کوئی شخص کسی امانت میں یا عاریہ یا مہمانداری میں سرقہ کرے اس کا ہاتھ قطع نہ کیا جائیگا اور نہ اس کا ہاتھ قطع کیا جائے گا جس نے قہراً علانیہ ھتک حرز کی ہو اور نہ جس باپ نے اپنے بیٹے کا مال چرایا ہو لیکن ماں اگر بیٹے کی چوری کرے تو اس کا ہاتھ قطع کیا جائیگا۔ اسی طرح اگر لڑکا والدین کا مال چوری کرے یا میاں بیوی ایک دوسرے کی چوری کریں تب بھی قطع نہ ہو گا۔''

چند متعلقہ مسائل

۱۔ حرز یعنی محفوظ مال سے مراد وہ مال ہے جو کہ کسی جگہ میں مقفل یا مدفون ہو اور آستین اور جیب اس حکم میں نہیں ہیں لیکن اگر وہ کپڑوں کے نیچے ہوں تو حرز کے حکم میں ہوں گے۔

۲۔ غلام اگر کم سن ہو تو اسکا ہاتھ کاٹا جائیگا اور آزاد اگر چہ کمسن ہو اسکا ہاتھ قطع کرنے کی بجائے اسکا معاملہ حاکم شرع کے سامنے پیش کیا جائے گا اور اسکو یہ اختیار ہو گا کہ وہ اسکو قتل کرے یا اسکا ہاتھ قطع کرے یا اسکو شہر بدر کرے کیونکہ وہ باعث فساد ہے۔

۳۔ کھجور کا پھل جب تک درخت پر ہو اسکی چوری کرنے والے کا ہاتھ قطع نہ کیا جائیگا۔

۴۔ قبر سے کفن چوری کرنے والے کا ہاتھ قطع کیا جائے گا اور قبر کھودنے والے پر تعزیر ہو گی اور اگر مکرراً ایسا کرے حاکم کے حکم سے اسکو قتل کرنا جائز ہے۔

۵۔ چور پر واجب ہے کہ عین مال مالک کو واپس کر دے اور اگر عین تلف ہو جائے تو اسکی قیمت ادا کرے۔

۶۔ اگر چور کئی بار مال نکالے حتی کہ وہ مقررہ نصاب تک پہنچ جائے اور اسکے درمیان اسکی اطلاع قریبی زمانہ میں مالک کو نہ ملے تو اس کا ہاتھ قطع کیا جائے گا۔

۷۔ اگر سرقہ مکرر واقع ہو اور اسکے درمیان معاملہ حاکم شرع تک نہ اٹھایا جائے تو قطع کی سزا ایک ہی بار ہو گی۔

''محاربہ'' (دھشت گردی اور ڈاکہ)

محاربہ سے مراد کسی بھی قسم کا ہتھیار یا پتھر یا عصا وغیرہ کو دن یا رات کے وقت لوگوں کو خوفزدہ کرنے کیلئے برھنہ کرنا ہے چاہے خشکی میں ہو یا سمندر میں اور محاربہ کرنے والا چاہے مذکر ہو یا مونث شہروں میں ہو یا صحراؤں میں قوی ہو یا ضعیف اور مشکوک ہو یا غیر مشکوک لوگوں کو خوف دلانے

کا قصد کرے یا نہ کرے بالغ عاقل و مختار ہو اور اس میں سرقہ کے شرائط ہیں کہ مال کو نصاب کے مطابق لے اور مال کے تحفظ کو زائل کرے یہ دو عادل گواہوں یا ایک ہی اقرار سے ثابت ہوتا ہے۔ اور محارب کی حد قتل یا پھانسی ہے یا اس کا دایاں ہاتھ اور بایاں پاؤں قطع کیا جائے اور اقوی یہ ہے کہ اسکو فوراً قتل کردیا جائے جبکہ وہ قاتل بھی ہو اور ولی شرعی اسکے قتل کا مطالبہ کرے یا اگر ولی اسکو معاف بھی کردے اور اسکے قتل کا مطالبہ نہ بھی کرے تب بھی اسکو حد کے طور پر قتل کردیا جائے گا۔

اگر وہ قتل بھی کرے اور مال بھی لوٹے تو اس کا دایاں ہاتھ اور بایاں پاؤں قطع کیا جائے گا پھر اسکو قتل کر کے پھانسی دی جائے گی اور اگر تھوڑا یا زیادہ مال کسی محفوظ یا غیر محفوظ جگہ سے لے تب بھی باہمی مخالف اعضاء یعنی دایاں ہاتھ اور بایاں پاؤں کاٹ کر شہر بدر کیا جائے گا اور اگر وہ کسی کو زخمی کرے اور مال نہ لوٹے تو بقدر زخم قصاص لے کر اسکو شہر بدر کیا جائے گا اور اگر فقط ہتھیار اٹھائے اور خوفزدہ کردے اور قتل نہ کرے اور زخمی نہ کرے اور مال نہ لوٹے تب بھی اسکو شہر بدر کیا جائے گا۔

اور اگر محارب گرفتاری سے پہلے توبہ کر لے تو حد ساقط ہو جائے گی لیکن لوگوں کے حقوق اس سے ساقط نہ ہوں گے۔ مثلاً قصاص قتل یا زخمی کرنا اور مال لوٹنا اور گرفتاری کے بعد اسکی توبہ بے فائدہ ہو گی اور پھانسی دینے کے بعد اسکو سولی پر تین دن سے زیادہ نہ چھوڑا جائے گا چاہے اسکو زندہ حالت میں پھانسی دی جائے یا قتل کرنے کے بعد یا جدا جدا اور اگر وہ مرنے سے پہلے غسل کفن وغیرہ کر لے تو سولی سے اتار کر اس پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی اور اسکو دفن کیا جائے گا اور اگر اس نے خود ایسا نہ کیا ہو تو سولی سے اتار کر اس کو غسل کفن حنوط کے بعد دفن کیا جائے گا چاہے وہ زندہ پھانسی چڑھے اور پھانسی پر مر جائے اور چور محارب کے حکم میں ہے اسکا دفع کرنا چاہے جنگ کرنے سے ہو جائز ہے اور اگر قتل کے بغیر اسکا دور کرنا ممکن نہ ہو تو جائز ہے اور اس کا خون رائگاں ہو گا اگر وہ چور کو زندہ طلب کرے تو مطلوب پر اسکو سپرد کرنا واجب ہے چاہے آسان سے آسان تر جسطرح ممکن ہو ورنہ قتل کے ساتھ اور اسکا خون رائیگاں ہو گا اور اگر وہ اسکو دفع کرنے پر قادر نہ ہو تو پھر اس سے بھاگ جانا ہی واجب ہو گا اور مال اچکنے والے اور چھیننے والے اور حیلہ باز کو قتل نہ کیا جائے گا بلکہ ہر ایک کو حاکم کی صوابدید کے مطابق تعزیر کی سزا دی جائے گی اگر کوئی کسی کو بھنگ پلادے جس سے اسکی عقل زائل ہو جائے چاہے اسکا مقصد کوئی غرض ہو یا عبث فعل اور وہ اسکو بھنگ پلا کر اس سے کسی قسم کی زیادتی کرے تو اس پر تعزیز ہو گی اور وہ اس زیادتی کی تلافی کا ضامن ہو گا۔

"مختلف سزائیں"

جو شخص اپنی مردہ بیوی یا مردہ حلال کنیز سے وطی کرے تو اس پر تعزیر جاری کی جائے گی اور اس پر حد نہ ہوگی اور جو مردوں سے زنا یا لواطہ کرے وہ زندہ سے زنا یا لواطہ کرنے کی مثل ہے اسکو سخت ترین سزا کے علاوہ حد بھی جاری ہوگی اور اس کو ثابت کرنے کیلئے اس کا چار مرتبہ اقرار کرنا یا چار مردوں کا گواہی دینا ضروری ہے۔

اگر کوئی بالغ عاقل شخص کسی حیوان سے وطی کرے تو اس پر تعزیر ہوگی اور وہ اسکی قیمت کا تاوان ادا کرے گا اگر وہ حیوان کسی غیر کا مال ہو اور اگر وہ حلال ہو تو وطی سے اسکا گوشت حرام ہو جائے گا اور وطی کے بعد اسکی ہونے والی نسل بھی حرام ہوگی اور واجب ہوگا کہ اسکو ذبح کر کے جلا دیا جائے اور اگر وہ حیوان عادۃً ایسا ہو کہ اسکا گوشت نہ کھایا جاتا ہو مثلاً گھوڑا اور خچر اور گدھا یا اصلاً حرام ہو مثلاً بندر اور باقی گھریلو حیوان جن کی خرید و فروخت ہوتی ہو تو اس حیوان کو کسی دوسرے شہر میں لے جا کر فروخت کر دیا جائے گا اور ذبح نہ کیا جائیگا اور فاعل کی تعزیر امام یا اسکے نائب خاص یا نائب عام کی صوابدید پر منحصر ہے اور ایک قول کے مطابق پچیس کوڑے ہیں یا اس پر زانی کی حد اسی کوڑے جاری کی جائے گی یا قتل یا رجم کیا جائے گا اور یہ اختلاف بھی روایات کے اختلاف کی طرح اس لئے ہے کہ فاعل کی وضع مختلف ہو سکتی ہے مثلاً اس کا شادی شدہ یا کنوارہ ہونا اور تکرار عمل اور یہ بھی دو عادل گواہوں سے یا ایک اقرار سے ثابت ہوگا چاہے حیوان اسکا اپنا ہی کیوں نہ ہو۔

"استمناء کا بیان"

استمناء سے مراد یہ ہے کوئی شخص اپنے ہاتھ یا کسی دوسرے عضو کے ذریعہ سے منی خارج کرنے کی کوشش کرے یا منی خارج کردے سوائے زوجہ یا حلال مملوکہ کنیز کے اور استمناء بھی حرام اور موجب تعزیر ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنے ہاتھ سے نکاح کرے وہ ملعون ہے اور یہ بھی دو عادل گواہوں یا ایک مرتبہ اقرار سے ثابت ہوتا ہے۔

"ارتداد کا بیان"

ارتداد سے مراد اسلام کے بعد نعوذ باللہ کفر کرنا ہے جو کہ ایمان کو تباہ کرنے والے اسباب میں سے ہے اور اگر مرتد فطری ہو تو اسکو قتل کیا جائے گا اور اسکی توبہ قبول نہ کی جائے گی اور اسکی بیوی اس سے علیحدہ کردی جائے گی جو کہ عدہ وفات رکھے گی اور اسکے اموال جو کہ اسکے مرتد ہونے کے زمانہ میں اسکی ملکیت تھے اسکے قرضے ادا کرنے کے بعد اسکے وارثوں میں تقسیم کئے جائیں گے حتی کہ اگر وہ زندہ

بھی ہو مگر قتل کے خوف سے فرار کر گیا ہو اور روپوش ہو گیا ہو لیکن بچہ اور مجنون کے مرتد ہونے کا کوئی حکم نہیں ہے بلکہ انکو تادیبی سزا کے طور پر تعزیر جاری کریں گے اسی طرح جو شخص نشہ میں ہو یا سہواً مرتد ہو جائے یا غلطی سے ارتداد کر بیٹھے اور غافل بھی اسی حکم میں ہے لیکن اگر کوئی شخص ارتداد پر مجبور کیا گیا ہو اور ایسا قرینہ پایا جائے جس سے اسکا دعوی صحیح معلوم ہو تو وہ مستوجب سزا نہ ہو گا اور مرتد کا ضابطہ یہ ہے کہ جو ایسی بات کا منکر ہو کہ جو یقینی طور پر ضروریات دینی میں سے شمار ہو اور مرتد کو کفر اصلی سے توبہ کرائی جائے گی۔ اگر وہ توبہ کرلے تو اس کا راستہ چھوڑ دیا جائے گا ورنہ اسکو قتل کر دیا جائیگا اور اسکی زندگی تک اسکے اموال وراثت میں تقسیم نہ کئے جائیں گے اور اگر وہ توبہ نہ کرے تو اسکی زوجہ عدہ طلاق رکھے گی لیکن عورت اگر مرتد فطری ہو جائے تو اسکو قتل نہ کیا جائے گا۔ بلکہ اسکو قید کر کے مارا پیٹا جائے گا اور اس کو قید بامشقت دی جائے گی اور اسکو سخت کھدرے لباس پہنائے جائیں گے اور بہت ناقص خوارک دی جائے گی تاکہ وہ یا مرجائے یا توبہ کرلے۔

اگر مرتد بار بار ارتداد کرے اور بار بار توبہ کرے تو چوتھی بار اسکو قتل کر دیا جائے گا اور اگر مرتد ہونے کے بعد وہ مجنون ہو جائے تو تادم جنون اسکو قتل نہ کیا جائے گا البتہ مرتد فطری کو مطلقاً قتل کیا جائے گا اور اسکو اپنی اولاد پر اور کنیز پر مطلقاً ولایت حاصل نہ ہو گی۔

"دفاع نفس وعزت ومال کا بیان"

نفس عزت کا دفاع ہر حال میں واجب ہے اور مال کا دفاع حسب قدرت جائز ہے اور ضعیف سے ضعیف تر دفاع چیخنا اور حملہ کرنا اور مارنا اور زخمی کرنا اور خونریزی حتی کہ قتل کرنا ہے اور تعدی کرنے والے کا خون رائگاں ہو گا جبکہ دفاع قتل کے بغیر ناممکن ہو اور دفاع میں قتل ہو جانے والا شخص اجرو ثواب میں شہید کی طرح ہے اور اگر وہ اپنی زوجہ یا کنیز یا غلام یا اولاد کے ساتھ کسی کو جماع کے بغیر قابل اعتراض حالت میں دیکھے تو اسکو روکنے کا حق حاصل ہے لیکن اگر وہ کسی کو ان سے جماع کی حالت میں دیکھے تو اس کے لئے اس کو قتل کرنا واجب ہے اور اگر قتل کے بغیر اسکا دفاع ناممکن ہو تو اسکا خون رائیگاں ہے اور اسی طرح اگر اس پر کوئی جانور حملہ کر دے اور اسکو قتل کے بغیر اس سے بچنا ممکن نہ ہو تو اسکو قتل کر دے گا اور اس پر کوئی ضمان ؟ نہ ہو گی"۔

کتاب القصاص

"قتل کا بیان"

جو شخص کسی بے گناہ جان کو جان بوجھ کر قصداً عمداً زیادتی کرتے ہوئے قتل کر دے اس قاتل کو قتل کر دینا واجب ہے۔ لیکن اگر اس کا ارادہ قتل کرنا نہ ہو اور آلہ بھی ایسا ہو جو شاذ و نادر ہی قتل میں استعمال ہوتا ہو تو پھر قصاص واجب نہیں۔

اسی طرح اگر لاٹھی مارنے سے موت واقت ہو جائے اور اتفاقی طور پر واقع ہو تب بھی یہی حکم ہے لیکن اگر مارنے میں تکرار کرے اور مار کھانے والا شخص بیماری یا ضعف سے اس کو برداشت نہ کر سکے اور موسمی طور پر گرمی یا سردی کی وجہ سے وہ برداشت نہ کر سکے تب بھی یہ عمداً قتل شمار ہو گا بلکہ ہر وہ اقدام جس کا نتیجہ موت ہو مثلاً گلا گھونٹنا یا آگ میں پھینکنا یا سمندر میں یا کنویں میں ڈال دینا یا درندوں یا زہریلے کیڑوں کے سامنے ڈال دینا تب بھی قصاص عائد ہو گا۔

"مسائل"

(۱) اگر کوئی انسان کسی دوسرے انسان کو کسی کے قتل پر مجبور کر دے تو جو براہ راست قاتل ہو گا قصاص اسی سے لیا جائے گا اور مجبور کرنے والا اور حکم دینے والا تاعمر قید کیا جائے گا حتی کہ اسکی موت واقع ہو جائے لیکن اگر کوئی شخص کسی غیر ممیز بچے یا دیوانے کو کسی کے قتل پر آمادہ کر کے ان کے ہاتھوں سے قتل کرا دے تو یا ان کو قتل پر مجبور کر دے تو قصاص اسی شخص سے لیا جائے گا جو حکم دے یا مجبور کرے۔

(۲) اگر دو عورتیں مل کر کسی مرد کو قتل کر دیں تو دونوں کو قصاص میں قتل کیا جائے گا اسی طرح دو خنثیٰ مشکلہ ایسا کریں تو وہ بھی قتل کئے جائیں گے جبکہ مقتول کا ولی شرعی ان دونوں کو قتل کرنا چاہے اور یہ دونوں نصف نصف کے طور پر اس مقتول مرد کی دیت ادا کریں گی۔

(۳) اگر ایک شخص کے قتل میں پوری جماعت شریک ہو تو سب کو قتل کیا جائے گا جبکہ مقتول کا ولی چاہے اور مقتول کی دیت سے بچ جانے والا مال ان کو واپس کیا جائے گا اور مقتول کے ولی کا حق ہے کہ وہ بطور قصاص ان میں سے کسی ایک کو قتل کرے یا زیادہ کو اور باقی لوگ اپنے جرم کے مطابق دیت واپس کریں گے اور اگر مقتولوں کیلئے کچھ باقی بچ جائے تو ولی اس کو ادا کرے گا۔

(۴) اگر ایک مرد کو قتل کرنے میں کئی عورتیں شریک ہوں تو سب کی سب واجب القتل ہوں گی

بشرطیکہ مقتول کا ولی چاہے اور اس کی دیت سے جو بچ جائے وہ ان کو واپس کر دے گا۔

(۵) اگر کسی کو قتل کرنے میں ایک مرد اور ایک عورت شریک ہوں اور ولی ان دونوں کو قصاص میں قتل کرنا چاہے تو مرد کو اس کی آدھی دیت واپس کر دے گا اور عورت کی دیت واپس نہ کرے گا اور اگر ولی صرف مرد کو قتل کرنا پسند کرے تو عورت کی دیت واپس کر دے گا اور اگر وہ صرف عورت کو قتل کرنا چاہے تو مرد کی آدھی دیت واپس کر دے گا۔

(۶) اگر اس کے قتل میں ایک آزاد اور ایک غلام شریک ہوں تو ولی کو حق حاصل ہے کہ دونوں کو قتل کر دے اور آزاد کو اس کی آدھی دیت واپس کر دے اور غلام کی کل قیمت میں سے آدھی دیت کی مالیت سے زائد رقم اس کے مالک کو واپس کر دے لیکن اگر نصف دیت اور غلام کی قیمت برابر ہوں تو پھر واپس کرنا واجب نہیں اور اگر ولی صرف آزاد کو قتل کرنا چاہے تو وہ دو چیزوں میں کم سے کم تر چیز آزاد کو واپس کر دے گا غلام کی قیمت اور اس کا جرم قتل (قصاص) اور اگر وہ غلام ہی کو قتل کرنے کا ارادہ کرے تو اس کے آقا کو اس کے شریک آزاد کو فاضل رقم واپس کر دے گا بصورتیکہ غلام کی قیمت نصف دیت سے تجاوز کر جائے۔ اور اگر ایک غلام اور ایک عورت مل کر آزاد کو قتل کر دیں تو دونوں کو قتل کیا جائے گا اور اگر غلام کی قیمت نصف دیت سے بڑھ جائے تو مقتول کے ولی پر فرض ہے کہ زائد مال اس کے آقا کو واپس کر دے۔

(۷) اگر ایک آزاد مرد کو قتل کرنے میں متعدد غلام شریک ہوں اور ولی سب کو قتل کرنا چاہے تو ان کو قتل کر سکتا ہے اور ان کی قیمت جو دیت سے زائد ہوں ان کو واپس کر دے بشرطیکہ زائد ہو ورنہ واجب نہیں اور اسی کی قیمت واپس کی جائے گی جو دیت سے بڑھ جائے گی لیکن برابری یا کم ہونے کی صورت میں واپس کرنا واجب نہ ہو گا۔

قتل کے ثبوت

قتل تین طریقوں سے ثابت ہوتا ہے (۱) اقرار (۲) بینہ (۳) قسامت یعنی حلف و قسم۔ اقرار کرنے والا بالغ عاقل آزاد اور صاحب رشد و تمیز ہو گا اور اس کا ایک مرتبہ اقرار کرنا کافی ہے اور مفلس اور احمق کا اقرار عمد قبول کیا جائے گا اور اقرار خطاء ناقابل قبول ہو گا اور اگر ان میں سے ایک اس کے قتل عمد کا اقرار کرے اور دوسرا قتل خطاء کا اقرار کرے تو ولی کو اختیار ہے کہ وہ ان دونوں میں سے جس کو

چاہے قبول کرے اور اس کے مطابق عمل کرے۔
اور اگر ان میں سے ایک اقرار عمد کرے اور دوسرا اقرار کرنے والے بے گناہ اور بری ہونے کا اعتراف کرے اور کہے کہ وہ قاتل نہیں ہے اور پہلا بھی اپنے اقرار سے منحرف ہو جائے تو دونوں سے قصاص اٹھ جائے گا اور مقتول کی دیت بیت المال سے ادا کی جائے گی۔اور بینہ سے مراد یہ ہے کہ دو عادل اور زمان ؤ مکان اور وصف پر اتفاق کرتے ہوئے احتمالات سے پاک صاف شہادت دے دیں کہ فلاں قاتل ہے لیکن اگر شہادت میں اختلاف ہو یا احتمال کا امکان ہو تو دونوں کی شہادت باطل ہو گی اور قسامت سے مراد حلف اور قسم ہے یہ خون میں ملوث ہونے یا ہونے کے ساتھ ثابت ہوتی ہے اور انکار کرنے والا ایک ہی حلف اٹھائے گا اور اگر وہ منحرف ہو جائے تو مدعی بھی ایک ہی قسم اٹھائے گا اور اس سے حق ثابت ہو جائے گا۔
اور قسامت کی مقدار قتل عمد و خطاء میں پچاس اللہ کے نام کی قسمیں ہیں جو کہ مدعی کے پچاس عدد اقارب پر قسم عائد ہوں گی اور ان میں سے ہر ایک شخص ایک ایک حلف اٹھائے گا اور اگر وہ پچاس سے زیادہ ہوں تو پچاس کا حلف اٹھانا کافی ہو گا اور اگر وہ پچاس سے کم ہوں تو مکرر مکرر طور پر یہی لوگ پچاس حلف پورے کریں گے اور اگر مدعی کے عزیز و اقارب نہ ہوں اور وہ خود حلف سے احتراز کرے تو انکار کرنے والا اور اس کی قوم اپنی بے گناہی پر پچاس قسمیں کھائیں گے اور اگر وہ اس سے کترائیں تو ان کے خلاف دعویٰ لازم ہو جائے گا اور حاکم کیلئے مستحب ہے کہ حالف کو حلف اٹھانے سے قبل وعظ و نصیحت کرے۔

شرائط قصاص

قصاص کی شرطیں کل پانچ ہیں۔
(۱) آزادی اور غلامی میں مساوات جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔
(الحر بالحر والعبدبالعبد والانثیٰ بالانثیٰ)
آزاد کے بدلے آزاد اور غلام کے بدلے غلام اور عورت کے بدلے عورت یہ حکم مطلقاً ہے چاہے وہ حواس و اعضاء کی صحت یا علم۔ یا تونگری اور شرف اور صحت و مرض۔ عمر۔ کم سنی بزرگی بلوغ میں مساوی ہوں یا نہ ہوں اور آزاد مرد کو آزاد عورت کے بدلے قصاص میں قتل کیا جائے گا جبکہ عورت

کے ولی کو اس کی آدھی دیت بھی واپس کی جائے گی اور عورت کیلئے مرد سے اس کے اعضاء و جوارح میں بلا رد مال قصاص لیا جائے گا حتی کہ اس کی دیت آزاد کی دیت کے مقابلہ میں ۱/۳ کو پہنچ جائے تو وہ نصف ہو جائے گی۔

اور غلام کو آزاد مرد اور آزاد عورت کے بدلے قتل کیا جائے گا اور اگر اس غلام کی قیمت اس کی دیت سے بڑھ جائے تو وہ فاصلہ قیمت اس غلام کے مالک کو واپس نہ کی جائے گی اور اگر کم ہو جائے تو اس کو مکمل کرنا بھی لازم نہیں ہو گا۔ اور کنیز کو غلام کے بدلے اور کنیز کو آزاد مرد یا آزاد عورت کے بدلے قصاص میں قتل کیا جائے گا لیکن آزاد مرد کو غلام کے بدلے قتل نہ کیا جائے گا اور اگر مالک اپنے غلام یا کنیز کو قتل کردے تو وہ قتل کا کفارہ ادا کرے گا اور اس پر تعزیر جاری کی جائے گی۔

اور اگر آزاد مرد کسی غیر کے غلام یا کنیز کو قتل کردے تو اس سے ان کی قیمت بطور تاوان وصول کی جائے گی بغیر اس کے کہ وہ آزاد یا غلام کی دیت سے متجاوز ہو جائے۔

(۲) دین میں مساوات

مسلمان کو کافر کے قصاص میں قتل نہ کیا جائے گا بلکہ ذمی اور معاھد کافر کا قاتل مستحق تعزیر ہو گا اور اس سے ذمی کی دیت بطور تاوان وصول کی جائے گی لیکن اگر کوئی مسلمان ذمیوں کے قتل کا عادی بن چکا ہو اور وہ ان کے قتل سے باز نہ آتا ہو تو اس کو ذلیل کر کے قتل کر دیا جائے گا کیونکہ وہ زمین میں فساد برپا کرنے والا ہے لیکن کافر حربی کا قتل کرنا جائز ہے اگرچہ امام کے اذن کے بغیر ہو ہاں البتہ کافر حربی سے جنگ کرنے کیلئے امام کا اذن واجب ہے اور اس کے بغیر جائز نہیں۔

ذمی کو ذمی کے بدلے قتل کیا جائے گا چاہے ان کا دین متفق ہو یا مختلف مثلاً نصرانی کو نصرانی کے بدلے اور یہودی کو یہودی کے بدلے یا نصرانی کو یہودی اور یہودی کو نصرانی کے بدلے اور یہودی کو مجوسی کے بدلے اور ذمی مرد کو ذمی عورت کے قتل میں قتل کیا جائے گا اور اس سے نصف دیت لے کر اس کے اولیاء کو دی جائے گی۔

اور ذمی کافرہ عورت کو ذمی مرد کافر کے بدلے بھی قتل کیا جائے گا مگر اس پر کوئی تاوان نہ ہو گا اور ذمی کو مسلم کے بدلے قتل کیا جائے گا اور اس کا مال اور چھوٹے بچے بروجہ تملیک مسلمان کے اولیاء کے حوالے کئے جائیں گے اور ولی کیلئے جائز ہے کہ اس کو غلام بنا لے لیکن اگر قاتل مسلمان ہو تو اس کو قصاص میں قتل تو کیا جائے گا لیکن اس کے بچوں کو غلام نہ بنایا جائے گا۔

اسی طرح اگر کافر کافر کو قتل کردے اور پھر اسلام لے آئے تو اس پر دیت عائد ہو گی اور اس کو

قصاص میں قتل نہ کیا جائے گا۔

اور ذمی کو مرتد فطری یا ملی کے بدلے قتل کیا جائے گا اور مرتد کو ذمی کے بدلے بھی قتل کیا جائے گا اور اگر کافر ملی اسلام کی طرف رجوع کرے تو اس پر کوئی قصاص نہ ہوگا اور اس پر ذمی کی دیت عائد ہوگی اور مسلمان کو مرتد کے بدلے قتل نہ کیا جائے گا اور اس کیلئے مطلقاً دیت بھی لازم نہیں ہوگی۔

(۳) والد کو لڑکے کے بدلے قتل نہ کیا جائے گا اگرچہ والد کا تعلق سلسلہ بالا سے اور لڑکے کا سلسلہ نزولی سے ہو یعنی مثلاً دادا کو پوتے کے عوض یا دادا کے والد یا دادا کو پڑتوتے یا اس کے لڑکے کے عوض قصاص میں قتل نہ کیا جائے گا چاہے لڑکا مذکر ہو یا مؤنث پس اس پر کفارہ ہوگا اور اس کے علاوہ باقی وارثوں پر دیت لاگو ہوگی البتہ اگر باپ کے علاوہ قاتل دوسرے قریبی یا بعیدی رشتہ دار ہوں تو ان کو قتل کیا جائے گا حتی کہ ماں کو بیٹے کے بدلے اور بیٹے کو باپ یا ماں کے بدلے قتل کیا جائے گا والد میں کوئی فرق نہیں کہ چاہے اس کو مقتول بیٹا دین و حریت میں اس کے مساوی ہو یا نہ ہو بلکہ باپ اگر مخالف عقیدہ کا ہو تب بھی اس کو بیٹے کے قصاص میں قتل نہ کیا جائے گا اور اگر بیٹا مسلمان ہو اور وہ اپنے کافر باپ کو قتل کردے یا بیٹا آزاد ہو اور باپ غلام ہو تب بھی بیٹا باپ کے بدلے قتل نہ کیا جائے گا۔

(۴) کمال عقل

پس دیوانہ عاقل کے بدلے یا مجنون کے بدلے قتل نہ کیا جائے گا چاہے اس کا جنون دائمی ہو یا ادواری جبکہ وہ جنون کے اندر ہی قتل کرے اور دیت اس کی عاقلہ پر عائد ہوگی اس طرح اگر عاقل مجنون کو قتل کردے تو اسکو بھی قتل نہ کیا جائے گا بلکہ اس پر دیت ہوگی چاہے قتل عمد ہو یا شبہ عمد اور اگر خطاء کے طور پر قتل کرے تو دیت اس کی عاقلہ پر ہوگا اگر مجنون کسی عاقل پر دیوانہ وار حملہ کردے اور اس کیلئے اپنے تحفظ کا سوائے اسکو قتل کرنے کے کوئی حیلہ نہ ہو تو اس کا خون رائیگاں ہوگیا۔ اور اسی طرح بچے کو بالغ کے بدلے یا کسی دوسرے بچے کے بدلے قتل نہ کیا جائے گا بلکہ اس کی دیت اس کے عاقلہ پر عائد ہوگی البتہ اگر بالغ بچے کا قاتل ہو تو اس کو قتل کیا جائے گا اور اگر عاقل قتل کردے اور اس پر قصاص ثابت ہو اور پھر وہ دیوانہ ہوجائے تو اس سے جنون کی حالت میں قصاص لیا جائے گا۔

"عاقلہ کا بیان آگے آئے گا"

(۵) مقتول ایسا محترم ہو جس کا خون شرعاً قابل تحفظ ہے پس شریعت جس کے قتل کو مباح کردے تو اس کے قاتل کو قصاص میں قتل نہ کیا جائے گا اگرچہ یہ قتل امام کے اذن کے بغیر ہو مثلاً آنحضرت صلی

اللہ علیہ و آلہ وسلم پر سبّ و شتم کرنے والے کا قتل کرنا یا مرتد فطری یا ذانی یا لواطہ کرنے والا جن کے بارے میں شرعی سزا کا بیان گزر چکا ہے"۔

اعضاء و جوارح کا قصاص

اعضاء و جوارح کے قصاص کے شرائط وہی ہیں جو کہ جان کے قصاص کے بارے میں ہیں۔ جس کی تفصیل بیان ہو چکی ہے۔ البتہ یہاں یہ اضافہ ہے کہ اعضاء کی سلامتی اور عدم سلامتی میں قصاص مساوی ہو گا یا غیر مساوی۔ پس درست ہاتھ مطلقاً فاسد ہاتھ کے بدلے قطع نہ کیا جائے گا۔ البتہ فاسد ہاتھ کو سالم ہاتھ کے بدلے قطع کیا جائے گا لیکن اس کے ساتھ تفاوت کے تاوان کو ضمیمہ نہ بنایا جائے گا۔ لیکن اگر اس کو قطع کرنے سے جان کی ہلاکت کا خوف ہو تو دیت ثابت ہو گی اور دایاں ہاتھ بائیں کے بدلے اور بایاں دائیں کے بدلے قطع کیا جائے گا۔

اور اگر کسی کا دایاں ہاتھ موجود نہ ہو تو اس کے بدلے بایاں ہاتھ کاٹا جائے گا اسی طرح اگر کسی کا بایاں پاؤں مفقود ہو اور اس کا کاٹنا ضروری ہو تو اس کے بدلے اس کا دایاں پاؤں کاٹا جائے گا۔

اور اسی طرح انگلی کے بدلے انگوٹھی نہ کاٹا جائے گا اور نہ درمیانی انگلی کو انگوٹھے کے بدلے کاٹا جائے گا۔ اور اسی طرح حکم جاری ہو گا جبکہ عضو کا مثل اور مساوی موجود نہ ہو اور پہلو کے قصاص کے لئے گرمی اور سردی کے موسم میں اعتدال ہوا تک تاخیر کی جائے گی تاکہ مرض سرایت نہ کر جائے۔

اور اگر کوئی شخص کسی کی دو آنکھوں میں سے ایک آنکھ نکال لے تو اس کی قصاص میں ایک ہی آنکھ نکالی جائے گی اگرچہ اس کی ایک ہی آنکھ ہو اور اس طرح اس کے اندھے ہونے کا اندیشہ ہو اور اگر دو آنکھوں والا بھینگے کی ایک آنکھ نکال لے تو قصاص میں اس کی ایک ہی آنکھ نکالی جائے گی۔ اور اگر کوئی کسی کے ساتھ اس قسم کی حرکت کرے کہ اس کی آنکھ کا نور غائب ہو جائے تو قصاص میں اس کی آنکھ کا نور غائب کیا جائے گا جس طرح بھی ممکن ہو اور ذکر کے بدلے ذکر قطع کیا جائے گا بوڑھے اور جوان دونوں کا حکم برابر ہے اور ختنہ والے ذکر کو بلاختنہ ذکر کے بدلے اور بالعکس بھی اسی طرح قطع کیا جائے گا۔ اور ضعیف عضو کے بدلے قوی عضو بھی قطع کیا جائے گا۔ اور ہر حال میں بلاتاوان قوت و ضعف کا لحاظ کئے بغیر مماثلت کو مدنظر رکھا جائے گا مثلاً صحیح آنکھ کو ناقص آنکھ کے بدلے اور فصیح زبان کو لکنت دار زبان کے بدلے اور قوی ہاتھ کو کمزور ہاتھ کے بدلے قطع کیا جائے گا۔

اور صحیح ذکر کو ناقص و نامردی والے ذکر کے بدلے قطع نہ کیا جائے گا جبکہ اس کا عکس ہو گا یعنی نامردی والے ذکر کو صحیح ذکر کے بدلے قطع کیا جائے گا اور دو خصیوں میں سے ایک کے بدلے ایک خصیہ ہی قطع کیا جائے گا۔ اور اگر ایک کے ضائع ہونے سے دوسرے کے بے کار ہونے کا خوف ہو تو دیت دینا ہو گی اسی طرح ایک خصیئے والے کے متعلق بھی دیت ہو گی۔ جس کا ایک خصیہ کسی مرض یا قطع سے ضائع ہو چکا ہو کیونکہ اس ایک کو قطع کرنے میں غالباً جان کی ہلاکت کا خوف ہو۔ اور صحیح کان کو بہرے کان کے بدلے اور صحیح ناک کو سونگھنے کی قوت سے محروم ناک کے بدلے قطع کیا جائے گا اور دانت کو دانت کے بدلے نکالا جائے گا اور ان تمام دانتوں کے متعلق بھی مماثلت معتبر ہو گی۔ مثلاً داڑھ اور اگلے دانت جو ہنستے وقت ظاہر ہوتے ہیں اور دائیں یا بائیں طرف کے دانت کے بدلے اسی طرف کے مساوی دانت نکالے جائیں گے اور اگر دانت پھر پیدا ہو جائے تو قصاص دوبارہ نہ ہو گا اور بچے کے دانتوں کے متعلق انتظار کیا جائے گا جس کے پہلے دانت ابھی نہ گرے ہوں تاکہ ان کے بدلے اس کو دوسرے مضبوط دانت پیدا ہو جائیں اور ان میں بھی قصاص ہو گا اگرچہ یہ خلافِ عادت دوبارہ پیدا نہ ہوں۔ اور ہر عضو و جارحہ جن میں قصاص واجب ہو ان کے فقدان کی صورت میں دیت

واجب ہو گی۔
اور اگر کوئی شخص کسی بھی شخص کے دائیں ہاتھ کی انگلی کاٹ دے اور اس کے بعد وہ کسی دوسرے شخص کا دایاں ہاتھ قطع کر دے تو قصاص میں پہلے اس کے دائیں ہاتھ کی انگلی کاٹی جائے گی۔ پھر اس کا دایاں ہاتھ کاٹا جائے گا۔ اور اس سے دائیں ہاتھ والے کی انگلی کی دیت لی جائے گی۔ اور اگر وہ کسی شخص کی پاوں کی انگلی کاٹنے سے پہلے اس کا ہاتھ کاٹ دے جو پہلے قصاص میں اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا اور پھر اس سے دوسرا شخص انگلی کی دیت وصول کرے گا۔

"لواحق کا بیان"

ہمارے نزدیک قتل عمد میں قصاص اس لئے واجب ہے کہ ارشادِ باری تعالی ہے:
یاایها الذین آمنوا کتب علیکم القصاص فے القتلی الحر بالحر والعبد بالعبد والانثی بالانثي۔
"اے ایمان والو تم پر مقتولوں کے قصاص میں یہ فرض کیا گیا ہے کہ آزاد کے بدلے آزاد اور غلام کے بدلے غلام اور عورت کے بدلے عورت" اور ارشادِ باری ہے:
النفس بالنفس۔
یعنی "جان کے بدلے جان"۔ (سورہ بقرہ آیت ۱۷۸ سورہ مائدہ آیت ۴۵)
نہ یہ کہ قصاص و دیت میں سے ایک ہی چیز یعنی یا دیت یا قصاص جیسا کہ دیگر مذاہب کے نزدیک ہے جو کہ نص کے خلاف ہے لیکن اگر مقتول کا ولی دیت پر راضی ہو جائے اور قاتل بھی اس کو مان جائے اور دونوں اس پر صلح کر لیں تب جائز ہے۔ اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ فریقین کی باہمی رضامندی کے ساتھ دیت میں کمی بیشی کی جائے چاہے اس کی مقدار کتنی بھی ہو یہ جائز ہے۔
اور آلۂ قصاص کی پہلے جانچ پڑتال کی جائے گی کہ اس میں زہر تو نہیں رکھ دی گئی۔ خصوصاً اعضاء کے قصاص میں تاکہ وہ دوسرے اعضاء رئیسہ کی طرف سرایت کر کے ہلاکت نفس کا باعث نہ بن جائے کیونکہ اگر اس سے کسی کی جان تلف ہو جائے تو وہ ضامن ہو گا۔ لیکن جان کے قصاص میں ایسا نہیں ہے اور نہ اس پر کوئی تاوان عائد ہو گا کیونکہ یہ برائی کا بدلہ برائی کے قاعدہ کے مطابق ہے اگر قصاص تلوار سے لیا جائے گا اور اس سے گردن ماری جائے گی جبکہ اس مجرم نے بھی مقتول کا سر جدا

کیا ہو ورنہ اس سے اجتناب بہتر ہے۔ اور قصاص میں مثلہ نہیں ہے یعنی اعضاء نہ کاٹے جائیں لیکن اگر مجرم خود مقتول کو قتل سے پہلے مثلہ کر چکا ہو تو پھر اس کا مثلہ جائز ہے اور تیز آلہ سے قصاص واجب ہے اگر کند آلہ استعمال کرے گا تو وہ گنہگار ہو گا۔

اور عضو کا قصاص لینے والا ضامن نہ ہو گا۔ جبکہ اس کے قصاص کا اثر دیگر اعضاء کی طرف سرایت کر جائے لیکن اگر حد سے تجاوز کر جائے تو ضامن ہو گا اور قصاص لینے والے کی اجرت بیت المال سے اداء کی جائے گی اور اگر وہ مفقود ہو تو وہ مجرم پر عائد ہو گی۔

میاں بیوی کے سوا باقی مال کے تمام شرعی وارث قصاص کے بھی وارث قرار پائیں گے اور ولی کے لئے جائز ہے کہ وہ قصاص کی طرف جلدی کرے اور اگر وہ ایک فرد ہو تو اس میں امام کی اجازت ضروری نہیں ہے البتہ امام کی اجازت بہتر ہے خصوصاً اعضاء کے قصاص میں اور اگر مقتول کے ولی پوری جماعت کی صورت میں ہوں تو قصاص ان سب کے اذن پر موقوف ہو گا۔ اور اگر مقتول کا ولی کم سن ہو تو اس کے بالغ ہو جانے تک قاتل کو قید رکھا جائے گا اور بچے کے ولی باپ اور دادا کو اس کی طرف سے اس حق کو استعمال کرنے کا کوئی حق حاصل نہیں ہو گا بلکہ وہ خود بالغ ہو کر اپنی صوابدید پر قصاص یا دیت کے بارے میں اپنا خود فیصلہ کرے گا۔ اور اگر باپ اپنے بیٹے کو قتل کرنے میں کسی اجنبی کے ساتھ شریک ہو تو اجنبی سے قصاص لیا جائے گا اور باپ آدھی دیت اس پر ڈال دے گا اور اسی طرح اگر عمداً قتل کرنے والا دوسرے ازراہ خطاء قتل کرنے والے کے ساتھ شریک ہو تو عامد کو قتل کرنا جائز ہو گا اور خطاء کے قاتل کے عاقلہ سے آدھی دیت لی جائے گی اور پورا پورا قصاص لینے میں کسی کو اپنا وکیل بنانا بھی جائز ہے پس اگر موکل وکیل کو معزول کر دے اور وہ اس کے بعد بھی قصاص لے لے اور اس کو اپنے معزول ہونے کا علم نہ ہو تو اس پر کچھ سزا نہ ہو گی اور حاملہ عورت کے وضع حمل سے قبل اس سے قصاص نہ لیا جائے گا اور حمل کے متعلق اس کا قول قبول کیا جائے گا اور اگر عمداً قتل کرنے والا قاتل بھی بھاگ جائے اور پھر مر جائے تو دیت اسی کے مال سے لی جائے گی۔

کتاب الدیات

دیت اصل میں خطاء یا ایسے فعل کی وجہ سے ہوتی ہے جو کہ عمداً نہ ہو بلکہ مشابہ عمد ہو یعنی عمد مشابہ خطاء اور خطاء مشابہ عمد۔ لیکن خطاء تو اس کی مثال یوں ہے کہ مثلاً کوئی شخص کسی حیوان یا درخت

کو نشانہ بناتا ہے اور اس سے اتفاقاً کوئی انسان وغیرہ مارا جاتا ہے اور شبہ خطاء یوں ہے کہ مثلاً کوئی کسی کو تادیبی طور پر مارے جس سے عادتاً قتل نہ ہوتا ہو لیکن مضروب اس سے مر جائے اور عمد کا مفہوم یہ ہے کہ کوئی قصد و فعل جان بوجھ کر بجالائے یا وہ فقط کسی خاص فعل کا قصد کرے جس سے عادۃً قتل بھی واقع ہو جانے کا امکان ہو اور خطاء یہ ہے کہ کوئی فعل قصد و ارادہ سے نہ کیا جائے اور شبہ عمد یہ ہے کہ کوئی شخص بلا قصد کوئی فعل انجام دے جس سے عادۃً قتل واقع ہونے کا امکان نہ ہو مثلاً طبیب علاج میں خطاء کرے اور اس سے مریض کی موت واقع ہو جائے یا کوئی عضو ناکارہ ہو جائے تو وہ بہر حال مال کا ضامن ہو گا چاہے مریض نے اس کو اس کی اجازت بھی دی ہو اور ٹکرانے والے شخص کس کی ٹکر سے اسکے مدمقابل کو نقصان ہو وہ بہر حال اپنے مال میں اس کا ضامن ہو گا پس اگر اس کی موت واقع ہو جائے تو اس کا خون رائیگاں ہوں گا لیکن اگر ٹکر کھانے والا شخص ایسی جگہ کھڑا ہو جس میں ٹھہرنے کا اس کو حق نہ ہو پس وہ ٹکر مارنے والے کی دیت کا ضامن ہو گا۔ جبکہ اس کے لئے ٹکرائے جانے والے شخص کی جگہ سے ہٹ کر کسی اور طرف عدول کرنا ناممکن ہو پس اکثر ٹکریں یا ایکسیڈنٹ جو کہ عموماً موٹروں کے واقع ہوتے ہیں اور اس سے سڑکوں کے درمیان چلنے یا کھڑے ہونے والے لوگ یا غیر قانونی طور پر سڑک عبور کرنے والے زد میں آجاتے ہیں تو اس صورت میں بھی خطاء شبہ عمد کے مطابق دیت لاگو ہو گی۔

اگر دو آزاد آدمی آپس میں ٹکرا کر مر جائیں تو ہر ایک کے وارثوں کے لئے نصف دیت ہو گی کیونکہ ان میں سے دونوں ایک دوسرے کی موت کا سبب بنے ہیں اور اگر دونوں سوار ہوں تو ہر ایک پر نصف دیت کے علاوہ ایک دوسرے کی سواری کی نصف قیمت بھی عائد ہو گی اور اگر دو غلام آپس میں ٹکرا کر مر جائیں تو دونوں کا خون رائیگاں ہو گا اگر ایک انسان پر دوسرا انسان کسی بلند جگہ سے گر پڑے جس کا مقصد اس پر گرنا ہو مگر اس کو قتل کرنا نہ ہو اور وہ اس کو قتل کر دے تو اس پر اس کے مال میں سے دیت لازم ہو گی کیونکہ شبہ عمد ہے جبکہ اس طرح گرنا معموماً قتل کا باعث نہ ہو اور اگر وہ بلا قصد گر پڑے یا اس کا ارادہ کسی غیر پر گرنے کا ہو تو اس کی دیت اس کے عاقلہ پر ہو گی۔ یعنی باپ کی طرف سے اس کے تونگر اعزاء و اقارب جو دیت دے سکتے ہوں۔ اور اگر کوئی شخص کسی کو دھکا دے جس سے وہ کسی دوسرے شخص پر جا گرے تو دھکا دینا اس کا ضامن ہو گا اور اگر وہ پھسل جائے یا اس کو ہوا پھینک دے تو اس پر کچھ عائد نہیں اور سونے والے کا جرمانہ اس کے عاقلہ کے مال پر ہو گا اور کوئی سامان اٹھا کر چلنے والا اگر بلا قصد کسی دوسرے سے جا ٹکرائے تو بھی دیت عاقلہ پر ہو گی کیونکہ یہ خطاء محض ہے لیکن اگر اس نے قصداً اس طرح کیا ہے تو اس کے مال سے ہو گی اور چیخ مارنے والا اگر کسی صحیح انسان کو جو غفلت میں ہو یا مریض یا بچے یا مجنون کو نقصان ضرر پہنچائے تو وہ اپنے مال سے اس کا

ضامن ہو گا۔
نوٹ:۔ "عاقلہ کا مفہوم آگے بیان کیا جارہا ہے"۔

تقدیرات دیت کا بیان

۱۔ کسی نفس کے متعلق دیت عمد میں مجرم کو اختیار ہو گا کہ وہ ان صورتوں میں کوئی صورت اختیار کرے (۱) ایک سو اونٹ۔ (۲) دو سو گائے۔ (۳) دو سو حلہ یعنی چادر اور لنگ۔ (۴) ایک ہزار بھیڑ یا بکری۔ (۵) ایک ہزار خالص سونے کے دینار۔ (۶) دس ہزار چاندی کے درہم جن کو مجرم کے مال میں سے ایک سال، کے اندر وہ اداء کرے گا اور اس میں تاخیر جائز نہ ہو گی اور وہ مدت پوری ہونے سے قبل واجب نہیں۔

اور شبہ عمد کی دیت ایک سو اونٹ جن کے چونتیس وہ جفتی کرنے والے نر ہوں جن کی عمر کم از کم پانچ سال ہو اور تنتیس اونٹنیاں جن کی عمر دو سال یا اس سے زیادہ ہو اور تنتیس تین سالہ اونٹ یہ مجرم کے مال سے دو سال کی مدت میں اداء کئے جائیں گے اور ہر سال میں نصف نصف کے طور پر پورے کرنے ہوں گے۔ اور خطاء کی دیت بیس بنت مخاض اور بیس عدد دو سال کے اونٹ اور تیس عدد دو سالہ اونٹنیاں اور تیس عدد چار سالہ اونٹ یہ عاقلہ کے مال سے اور تین سال کی مدت میں اداء کئے جائیں گے اور ہر سال میں ایک تہائی عدد پورا اداء کرنا ہو گا جس کی ابتداء وقت وجوب سے شروع ہو گی اور اگر حرمت والے مہنیوں میں محرم، رجب، ذی قعدہ، ذی الحجہ میں قتل کرے تو جرم اور گناہ بڑھ جائے گا اور سخت جرم کی وجہ سے اصل دیت پر ایک تہائی دیت کا مزید اضافہ کیا جائے گا۔ اور خنثیٰ مشکلہ کی دیت ۳/۴ ہے اور مونث کی دیت اس کا نصف ہے اور کافر ذمی کی دیت آٹھ سو درہم اور ذمیہ عورت کی دیت اس کا نصف ہے اور غلام کی دیت اس کی قیمت ہے اور اگر وہ آزاد کی دیت سے تجاوز کر جائے تو باقی فاصلہ رقم اس کو واپس کر دی جائے گی۔ اور اسی طرح کنیز کا حکم ہے جبکہ اس کی قیمت آزاد عورت کی دیت سے نہ بڑھ جائے پس اگر غلام مسلمان ہو تو اس کے لئے مسلم آزاد کی دیت کا اعتبار کیا جائے گا اگرچہ اس کا آقا ذمی کافر ہو اور اگر غلام ذمی ہو تو اس کے متعلق آزاد ذمی کی دیت کا اعتبار کیا جائے گا اگرچہ اس کا آقا مسلمان ہو۔

۲۔ مرد کے سر اور داڑھی کے بالوں میں بھی دیت ہے جبکہ مجرم کوئی ایسی حرکت کرے کہ یہ

بال اُگنا بند ہو جائیں اور اگر اُگ آئیں تو تاوان جرم دینا ہو گا اسی طرح خنثیٰ اور مونث کے سر کے بالوں کا حکم ہے اور اگر انثیٰ کے سر کے بال اُگ آئیں تو اس میں اس کی حیثیت کی عورتوں کے برابر مہر دینا ہو گا اور خنثیٰ مشکلہ اور انثیٰ کی داڑھی کے متعلق صرف تاوان ہے اور دونوں بھوؤں کے بالوں میں نصف دیتی ہے اور علیحدہ علیحدہ دونوں کے بالوں میں ۱/۴ دیت ہے اور مذکورہ بالوں میں سے ہر ایک کے بعض میں کل کی نسبت سے دیت کا تعین ہو گا اور بالوں کے گھنے یا ہلکے ہونے کا کوئی اعتبار نہیں بلکہ معیار صرف بالوں کے اُگنے یا نہ اُگنے کی بناء پر ہو گا اور آنکھوں کی پلکوں کے بالوں میں اور بازوؤں کے بالوں میں بھی تاوان ہو گا۔

۳۔ ایک آنکھ میں نصف دیت ہے اور دونوں کی مکمل دیت ہے۔ صحیح اور غیر صحیح کا کوئی فرق نہیں اور جس شخص کی ایک ہی آنکھ ہو اس کی نصف دیت ہے۔ اگرچہ دوسری آنکھ پہلے ہی قصاص میں جا چکی ہو یا وہ اس کی دیت کا مستحق ہوا گرچہ اس کو وہ وصول نہ ہوئی ہو ورنہ کامل دیت ہو گی جبکہ وہ آنکھ قضاء قدر کی وجہ سے یا پیدائشی طور پر ضائع ہوئی اور اگر بھینگی اور فاسد آنکھ جو بظاہر صحیح نظر آتی ہو اگر دھنس گئی ہو تو ۱/۳ دیت ہے اور آنکھ کے چاروں پپوٹوں میں سے ہر ایک کے لئے ۱/۴ دیت ہے اور تمام میں پوری دیت ہے۔

۴۔ دونوں کانوں میں سے ہر ایک کان کی نصف دیت ہے اور دونوں کی مکمل دیت ہے اور کچھ حصہ کٹ جانے میں اس کو پورے کان کی پیمائش کے حساب سے دیت دینا ہو گی۔

۵۔ ناک میں پوری دیت ہے یعنی ناک کے نرم حصوں کو کاٹنے کی صورت میں اور ناک کا ایک جزء کاٹنے کی صورت میں پورے ناک کے حساب سے دیت مقرر کی جائے گی لیکن اگر ناک کا قصبہ یعنی سوراخ دار ہڈی اور نرم گوشت کاٹ دینے کی صورت میں پوری دیت کے علاوہ اس پر سزا بھی ہو گی اور دونوں سوراخوں میں سے ایک سوراخ میں ۱/۳ اور دونوں سوراخوں میں ۲/۳ دیت ہے اور صرف حاجز کو قطع کرنے میں ۱/۳ دیت ہو گی۔

۶۔ دونوں لبوں کی دیت مکمل ہے جبکہ ایک ایک کی نصف نصف اور بعض حصہ کاٹنے کی صورت میں پیمائش کے حساب سے دیت ہو گی۔ اور اگر جرم کی وجہ سے لب ڈھیلے پڑ جائیں تو تہائی دیت اور، اور دونوں لب دانتوں پر آپس میں مل نہ سکیں تو اس پر حکومت ہو گی یعنی سالم اور معیوب عضو کے تفاوت سے نقصان پورا کرنا ہو گا۔

۷۔ اگر کوئی کسی کی زبان گدی سے کاٹ دے یا اتنی مقدار میں کاٹ دے کہ اس سے عربی حروف بولے نہ جا سکیں تو اس پر کامل دیت اور جزوی طور پر کاٹنے پر کل کی پیمائش کے حساب سے

دیت عائد ہو گی اور گونگے کی زبان کاٹنے پر ایک تہائی اور جزوی طور پر اسی کے حساب سے تعین ہو گا اور اگر صحیح البیان شخص دعویٰ کرے کہ کسی نے اس کا نطق ختم کر دیا اور اس کی صداقت کا احتمال ہو اور اس کے ختم ہونے کا سبب کوئی خاص زیادتی یا جرم ہو تو وہ اشارے کے ساتھ پچاس قسمیں کھائے گا جس کو فقہی اصطلاح میں حلف یا قسامت کہتے ہیں۔

۸۔ تمام دانتوں جو کہ اٹھائیس ہیں ان کی دیت کاملہ ہو گی اور اگلے بارہ دانتوں کی دیت پچاس دینار ہے اور کل دانتوں پر چھ سو دینا ہے۔ اور پچھلے سولہ دانتوں پر جن میں ہنستے وقت نمایاں ہونے والے دانت اور داڑھیں شامل ہیں ان میں سے ہر ایک کی دیت پچیس دینار ہے اور کوئی فرق نہیں کہ یہ سب دانت پیدائشی طور پر سفید ہوں یا زرد یا سیاہ اور مذکورہ دانتوں سے زائد چار داڑھیں جو کہ بلوغ کے بعد اگتے ہیں اور جبڑوں کی دونوں طرف ہوتے ہیں جن کو عقل داڑھ کہتے ہیں۔ اگر یہ دیگر دانتوں کے ساتھ ہی نکل جائیں تو ان پر کوئی اضافی دیت نہیں لیکن اگر انفرادی طور پر اکھیڑ دیئے جائیں تو ان پر اصل دیت کا ثلث ہو گا اور اگر اگلے دانتوں کے درمیانی دانت ہوں تو پچاس سے ۱/۳ دینار اور اگر یہ پچھلے دانتوں کے ساتھ اکھیڑے جائیں تو پچیس دینار کا ۱/۳ حصہ دیت ہو گی۔

اگر کسی زیادتی سے دانت سیاہ ہو جائیں اور نہ گریں تو ان کی دیت کاملہ میں سے ۲/۳ دیت ہے اور اگر بعد میں یہ اکھیڑے بھی جائیں تو ۱/۳ دیت ہے اور بچے کے دانت کا انتظار اتنی مدت تک کیا جائے گا۔ کہ اسکے دانتوں کا دوبارہ اُگنا ممکن ہوا گر اُگ جائیں تو تاوان ہو گا ورنہ دیت۔

۹۔ جبڑے کی دونوں ہڈیاں جنکی کھال پر بال اگتے ہیں ان کی کامل دیت ہے اور دانتوں کے ساتھ ان کی دو عدد دیتیں ہوں گی۔

۱۰۔ گردن توڑنے کی دیت جبکہ وہ ٹیڑھی ہو جائے یا اس کو اِدھر اُدھر موڑا نہ جا سکے پوری دیت ہے اور اگر اس کا صحت مند ہونا ممکن ہو تو تاوان ہو گا۔

۱۱۔ ایک انگلی کی دیت کل دیت کا ۱/۱۰ حصہ ہے چاہے انگلی پاؤں کی ہو یا ہاتھ کی اور زائد انگلی کی دیت کل دیت کا ۱/۳ اور شل ہونے کی صورت میں ۲/۳ اور دونوں ہاتھوں میں سے ہر ہاتھ کی دیت نصف ہے اور ہاتھ کی حد وہ جوڑ ہے جو کلائی اور ہتھیلی کے درمیان ہے پس اگر ہاتھ انگلیوں کے ساتھ کاٹا جائے تو پوری پوری دیت ہے اور اگر پہلے انگلیاں کاٹی جائیں اور پھر ہاتھ اور ہر ایک کی الگ الگ دیت ہے اور اور ناخن اگر سفید اُگا ہو اس کی دیت پندرہ دینا اور اور دوبارہ سیاہ پیدا ہوا ہو تو دس دینار ہے۔

۱۲۔ پشت اگر توڑ دی جائے یا انسان کسی کی ضرب سے کبڑا ہو جائے تو دونوں پاؤں کو شل

کرنے کی دیت کے ۲/۳ دو ثلث اور ساتھ ہی پشت کی پوری دیت ہو گی اور اگر ٹوٹ جائے اور چلنا پھرنا ممکن نہ رہا ہو تو دو دیتیں ہوں گی۔

۱۳۔ ریڑھ کی ہڈی کے اندر گوشت کے سفید لمبے تاگے کی دیت پوری ہے جس تاگے کو نخاع کہتے ہیں۔

۱۴۔ دونوں پستانوں میں سے ایک کی نصف دیت ہے چاہے دایاں ہو یا بایاں اور مذکر اور مونث کی مقررہ دیت ہی معتبر ہو گی اسی طرح اگر پستانوں کے سر الگ الگ قطع کر دیئے جائیں تب بھی نصف دیت ہو گی ورنہ وہ پستانوں کے ساتھ ملحق ہوں گے۔

اور اگر دودھ منقطع ہو جائے یا دودھ کا نکلنا مشکل ہو جائے تو حکومت ہو گی یعنی سالم و معیوب کے تفاوت سے نقصان ادا کرنا ہو گا۔

۱۵۔ ذکر کا سرا یا اس سے زائد کا حصہ اس کی پوری دیت ہو گی چاہے صاحب ذکر بوڑھا ہو یا جوان بڑا ہو یا چھوٹا جماع پر قادر ہو یا نہ ہو اور اسکے خصیئے سالم ہوں یا ناقص اور جزوی طور پر دیت کا تعین بھی نسبت کے ساتھ ہو گا اور نامرد کے ذکر کی دیت ۱/۳ ہو گی۔

۱۶۔ دونوں خصئیوں میں سے ہر ایک کی جداگانہ دیت نصف ہے اور اگر وہ پھول جائیں تو چار سو درہم ہے اور اگر ورم کی وجہ سے دونوں ٹانگوں میں دوری کا فاصلہ ہو جائے جبکہ پاؤں کا فاصلہ قریب ہو تو آٹھ سو درہم۔

۱۷۔ شرمگاہ کے محیط گوشت کے دونوں حصوں کو قطع کرنے کرنے میں اور مونث کے زیر ناف مقام کے قطع کرنے میں حکومت ہو گی یعنی صحیح اور معیوب کی قیمت سے اندازہ کر کے اس کے مطابق نقصان پورا کرنا ہو گا۔

۱۸۔ اگر کسی عورت کا مقام حیض و بول ایک کر دے تو اس پر پوری دیت ہو گی عورت کے بلوغ کے بعد اگر شوہر ایسا کرے تو اس پر کوئی الزام نہیں اور نہ تاوان ہے لیکن اگر بالغ شوہر اپنی نابالغ زوجہ سے اس طرح کرے تو وہ حق مہر کے علاوہ اس کی دیت کا بھی ضامن ہو گا لیکن وہ عورت اس پر دائماً ابداً حرام ہو جائے گی لیکن تادم موت اس پر زوجہ کا نان و نفقہ واجب رہے گا۔

۱۴۔ دو سرین قطع کرنے میں پوری دیت ہے اور ایک سرین کی ایک دیت ہے اور بعض کی کل کی نسبت سے معین کی جائے گی۔

۲۰۔ دونوں پاؤں کاٹنے کی پوری دیت ہے اور ایک پاؤں کی نصف دیت ہے اور اس کی حد پنڈلی کا جوڑ ہے اور پوری انگلیوں میں کامل دیت ہے اور ہر ایک انگلی کی دیت کل میں سے ۱/۱۰

ہے۔ اور اگر انگلیاں پاؤں کے ساتھ کاٹی جائیں تو وہ ان کے ساتھ ہی ملحق ہوں گی۔ اور ہر انگلی کی دیت تینوں پوروں پر تقسیم کی جائے گی اور انگوٹھے کی دیت دو پوروں پر سب کو برابر برابر تقسیم کیا جائے گا۔

اور ایک زائد پاؤں اور زائد انگلی میں زائد ہاتھ کا حکم ہے جو بیان ہو چکا ہے اور دونوں پنڈلیوں میں کامل دیت ہے اور ہر ایک کو علیحدہ طور پر نصف ہے اسی طرح دونوں رانوں کا حکم ہے۔

۲۱۔ اگر ہنسلی توڑ دی جائے اور جوڑ دی جائے اور دوبارہ صحت مند ہو جائے تو چالیس دینار ہے اس میں مذکر و مونث کا حکم برابر ہے۔ اور اگر نہ جُڑ سکے اور معیوب رہ جائے تو پوری دیت ہے اور اس کی ہڈی توڑنے میں اس کی کل دیت کا ۱/۵ حصہ ہے اور تندرست اور صحیح ہو جائے تو توڑنے کی کل دیت کا ۴/۵ حصہ ہے۔

اور ہڈی چکنا چور کرنے کی دیت اس عضو کی کل دیت سے ثلث ہے اور اگر تندرست ہو جائے تو اس ثلث کا ۴/۵ اور ہڈی کا جوڑ مکمل ہو جان صورت میں پورے عضو کی دیت کا ۲/۳ حصہ ہے جبکہ وہ ناکارہ ہو جائے لیکن تندرست ہونے کی صورت میں اس کا ۴/۵ ہے۔

۲۲۔ بازو کے بالمقابل پسلی توڑنے پر پچیس دینار اور کمر کی پچھلی ہڈی توڑنے پر جس کی وجہ سے پائخانہ نہ روکا جاسکے کامل دیت ہے اور خصیوں کے پیچھے کی طرف ضرب لگانے پر جبکہ اسکی وجہ سے بول و براز نہ روکا جاسکے پوری دیت ہے اور جو کسی مرد یا عورت کے پیٹ کو پائمال کردے حتیٰ کہ اس کا پائخانہ نکل جائے تو اس مجرم کے پیٹ کو بھی اسی طرح پائمال کیا جائے گا یا یہ کہ وہ ایک ثلث دیت کا فدیہ دے اور کسی باکرہ عورت کی بکارت کو انگلی سے زائل کردے اس کو اس کی حیثیت کے مطابق حق مہر بھرنا ہوگا اور اگر اسکے مثانہ کو چیر دے حتیٰ کہ وہ پیشاب نہ روک سکے تو حق مہر کے علاوہ اس کی پوری دیت بھی دینی ہوگی۔

"منافع کی دیت"

۱۔ اگر کسی کی زیادتی سے کسی کا عقل زائل ہو جائے تو پوری دیت ہوگی اور جزوی طور پر زوال عقل کی عقوبت حاکم کی صوابدید پر ہوگی لیکن اگر از خود لطف الٰہی عقل دوبارہ بحال ہو جائے تو دیت

واپس نہ لی جائے گی۔

۲۔ دونوں کانوں کی سماعت زائل کرنے کے ساتھ اگر دوبارہ اس کا بحال ہونا مایوس کن ہو تو کامل دیت ہو گی اور اگر امید کرے اور انتظار کرے اور واپس ہو جائے تو اس مدت میں ہونے والے زوالِ سماعت کا تاوان دینا ہو گا اور ایک کان سے سماعت زائل ہونے میں نصف دیت ہو گی اور سماعت کم ہو جانے کی صورت میں اس کا سالم سماعت کے ساتھ قیاس کیا جائے گا اور دونوں کے کم ہونے کی صورت میں ہم عمروں کے ساتھ قیاس کیا جائے گا۔

۳۔ ایک آنکھ کی بصارت زائل کرنے میں نصف دیت ہے اور دونوں کی کامل دیت اور صحیح یا کمزور یا چندھیائی ہوئی آنکھوں کا حکم یکساں ہے اسی طرح وہ آنکھ جس پر مکھی کی طرح کوئی چیز نظر آئے یا اس کے سیاہ دائرے میں سفید ہو جو کہ مانع رویت نہ ہو اور اگر گواہ مفقود ہوں اور آنکھ قائم ہو تو جس سے زیادتی ہوئی ہے اس سے قسامت یعنی پچاس مرتبہ قسم کا حلف لیا جائے گا اور اگر وہ ان کے نقصان کا دعویٰ کرے تو اس کے ہم عمروں کے ساتھ یا ایک آنکھ کے دوسری آنکھ کے ساتھ قیاس کر کے حقیقت معلوم کی جائے گی۔

۴۔ اگر ناک کے دونوں سوراخوں میں سے ایک کی قوت شامہ باطل ہو جائے تو نصف دیت ہو گی۔ اور دونوں کی کامل دیت اور اگر وہ نقص کا دعویٰ کرے تو حکم اپنے اجتہاد کے مطابق فیصلہ کرے گا اور اگر ناک کے قطع کرنے سے قوت شامہ مکمل طور پر ختم ہو جائے تو دو فدیئے عائد ہوں گے۔

۵۔ اگر چکھنے کا ذائقہ زائل ہو جائے تو کامل دیت ہو گی اور مدعی مظلوم سے اس کے دعویٰ پر بقدر قسامت حلف لیا جائے گا اور اگر وہ نقصان کا دعویٰ کرے تو حاکم کی صوابدید پر منحصر ہے۔

۶۔ اگر زبان باقی ہو مگر آواز ختم ہو جائے تو کامل دیت ہو گی۔ اور زبان کے شل ہونے کی صورت میں ایک فدیہ اور ۲/۳ دیت ہو گی۔

۷۔ پیشاب کی قوت ماسکہ یعنی روکنے کی قوت ختم ہونے کی صورت میں کامل دیت ہو گی۔

۸۔ اگر بحالت جماع منی کا اخراج مشکل ہو جائے تو کامل دیت ہو گی۔

شجاج کا بیان:

شجاج سے مراد صرف وہ زخم ہوتے ہیں جو کہ سر اور چہرے پر لگیں جبکہ بدن کے باقی حصوں کے زخموں کو جروح کہا جاتا ہے اور یہ کل آٹھ قسم کے ہوتے ہیں۔

۱۔ حارصہ — وہ زخم جو جلد کو چھیل دے۔

۲- دامیہ — وہ زخم جو جلد کو زخمی کر کے کچھ گوشت میں اثر انداز ہو جائے۔

۳- باضعہ — وہ زخم ہے جو کہ زیادہ تر گوشت میں لگ جائے اس کو متلاحمہ بھی کہتے ہیں۔

۴- سمحاق — وہ زخم ہے جو کہ ہڈی کے اوپر کے باریک پردہ والی جلد تک پہنچ جائے اس پردہ کو سمحاقہ کہتے ہیں۔

۵- موضحہ — وہ زخم ہے جو ہڈی کو ظاہر کر دے۔

۶- ہاشمہ — وہ زخم ہے جو ہڈی کو توڑ ڈالے۔

۷- منقلہ — جو کہ ہڈی کے اندر تک نکل جائے۔

۸- ماموتہ — وہ ہے جو کہ دماغ کے اوپر کی جھلی تک پہنچ جائے۔

پہلے پر دیت ایک اونٹ ہے دوسرے پر دو اونٹ تیسرے پر تین اونٹ چوتھے پر چار اونٹ پانچویں پر پانچ اونٹ چھٹے پر دس اونٹ دو بنت مخاض یعنی ایک سالہ اونٹنی اور دو ابن لبون یعنی دو سالہ اونٹ اور تین بنت لبون یعنی دو سالہ اونٹنیاں اور تین حصہ یعنی تین سال کے اونٹ دینے ہوں گے۔

جبکہ یہ زخم خطاء کی بناء پر لگ جائیں۔ اور شبہ خطاء کی صورت میں تین حصہ اور تین بنت لبون اور چار حاملہ اونٹنیاں اور ساتویں قسم پر پندرہ اونٹ اور آٹھویں قسم پر تینتیس اونٹ۔

لیکن ایسا زخم جو کہ دماغ کے اوپر والی جھلی کو پھاڑ دے جس کو دامغہ کہتے ہیں جس سے عموماً موت واقع ہو جاتی ہے موت واقع ہونے کی صورت میں کامل دیت ہے اور بسا اوقت موت سے بچ جانے کی صورت میں تینتیس اونٹ ہے۔ اور ماموتہ کی دیت حاکم کی صوابدید پر موقوف ہے۔ یہ آٹھ قسم کے زخم ہیں۔ اور یہاں کچھ توابع ہی ان میں سے جائفہ ہے یعنی وہ زخم جو کہ پیٹ کے اندر تک جا پہنچے اس کی دیت ۱/۳ ہے۔ باضابطہ ایک اونٹ کی قیمت کے ۱/۳ کے اور نافذہ جو کہ دونوں نتھنوں میں ایسا سوراخ کر دے جو کہ بند نہ ہو اس میں ۱/۳ دیت ہے اور بند ہونے کی صورت میں ۱/۵ اور ایک سوراخ کے لئے ۱/۱۰ ہے۔

اور دونوں ہونٹوں کو چیرنے کی صورت میں جبکہ دانت ظاہر ہو جائیں کل دیت کا ۱/۳ ہے اور تندرست ہونے کی صورت میں ۱/۵ اور ایک ہونٹ پر ۱/۳ اور درست ہونے پر بدستور ۱/۵ اور اگر چہرہ طمانچے وغیرہ سے سرخ ہو جائے تو ڈیڑھ دینار ہے اور سبز ہونے کی صورت میں تین دینار اور سیاہ ہونے پر چھ دینار۔

اور جن دیناروں کا ذکر کیا گیا ہے یہ کامل دیت کی طرف منسوب ہیں۔ اور غلام کی دیت اس کی قیمت کی نسبت سے ہے اور ذمی کی دیت اس کی اپنی نسبت سے یعنی جہاں آزاد کے لئے ایک سو

دینار ہیں وہاں غلام کے لئے اس کا ۱۰/۱ ہو گا اور ذمی کے لئے آٹھ دینار ہوں گے۔

اور جہاں دیت کی کوئی مقدار مقرر نہیں وہاں تاوان اور حاکم کا صوابدیدی فیصلہ ہو گا اور جس کا کوئی ولی نہ ہو گا اس کا ولی حاکم ہو گا۔ جو کہ مجرم عامد سے قصاص لے گا اور شبہ و خطاء میں دیت لے گا اور اس کو قصاص اور دیت کے معاف کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔

توابع کا بیان:

نطفہ اگر رحم میں قرار پکڑ لے تو اس کو ساقط کرنے پر بیس دینار ہوں گے اور اختیاری طور پر غرل کرنے پر دس دینار اور علقہ کے چالیس دینار اور مضغہ (لوتھڑا بن جانے) سے ساٹھ دینار اور ہڈی بن جانے پر اسی دینار اور پورا بچہ بن کر اگر ساقط کر دیا جائے تو اس کے ایک سو دینار ہیں اور مذکر و مونث کا کوئی فرق نہیں اور ذمی کے کل اسی دینار ہوں گے جو کہ اس کے ذمی باپ کی کل دیت کا ۱۰/۱ ہو گا اور اگر وہ بچہ غلام کا ہو گا تو اس کے لئے اس کے باپ کی قیمت کا ۱۰/۱ حصہ ہو گا۔ بچہ کے جسم میں روح داخل ہونے کے بعد پھر اس کی پوری دیت ہو گی مذکر کے لئے پوری اور مونث کے لئے نصف اور اشتباہ کی صورت میں دونوں دیتوں کے مجموعے کا نصف ہو گا اور اشتباہ اسی صورت میں ثابت ہو گا جب کہ بچہ ماں کے ساتھ ہی اس کے پیٹ کے اندر مر جائے۔

اور خود قتل کرنے پر جبکہ قاتل بالواسطہ سبب نہ بنے کفارہ واجب ہو گا۔ اس کا وارث وہی ہو گا جو کہ مال کا وارث ہو گا پس اقرب سے اقرب رشتہ دار اور یہ عمد یا شبہ عمد کرنے کی صورت میں مجرم کے مال سے ادا کی جائے گی ورنہ خطاء کی صورت میں عاقلہ کے مال سے ادا ہو گی۔

مسلمان آزاد مرد کی میت کا سر قطع کرنے پر ایک سو دینار ہو گا اس میں عورت مرد اور کبیر و صغیر کا حکم برابر ہے اور اسی حکم میں چہرے وغیرہ کو زخمی کرنے اور باقی اعضاء قطع کرنے کا حکم اسی نسبت سے ہو گا۔ اور یہ دیت نیکی کے موارد و وجوہ میں خرچ کی جائے گی اس میں وارث کے لئے کوئی حق نہ ہو گا۔

عاقلہ:

جس کا پہلے متعدد بار ذکر ہوا ہے اس سے مراد وہ شخص ہے جو باپ کی طرف سے قاتل کا قریبی عزیز ہو اگر وہ فعلاً اس کا وارث نہ ہو یہ لوگ عاقل اور تونگر مرد ہوں جو کہ دیت کی مدت و معیاد کے موقع پر اور مطالبہ کے وقت دیت ادا کرنے کی طاقت رکھتے ہوں آباء و اولاد عاقلہ میں شامل ہیں۔

اگر ایسا کوئی قرابتدار موجود نہ ہو تو غلام مجرم کو آزاد کرنے والا دیت دے گا۔ اور اگر وہ بھی

موجود نہ ہو تو اس کے دیگر اعزاء و اقارب پھر آزاد کرنے والے کو آزاد کرنے والے پھر اس کے اعزاء و اقارب اور اگر وہ بھی نہ ہوں تو ضامن جریرہ جس کا ذکر کتاب المیراث میں ہو چکا ہے۔ اس کے بعد امام جو بیت المال سے دیت ادا کرے گا دیت عاقلہ پر ہی لازم ہے لیکن اگر امام کی صوابدید ہو تو ان سے دیت ساقط بھی ہو سکتی ہے اور قتل میں ہر شریک پر پورا کفارہ ہوگا اور اگر قاتل مر جائے یا قتل کر دیا جائے اور وہ عمداً قاتل ہو اور ابھی وہ کفارہ نہ ادا کر سکا ہو تو پھر کفارات ثلثہ اسکے مال سے لئے جائیں گے بشرطیکہ وہ مالدار ہو۔ اور بچے اور مجنون کے قتل کا حکم بالغ عاقل کے برابر ہے دونوں کے لئے یکساں طور پر کفارہ ہے اور اس میں آزاد، غلام، مذکر و مونث کا بھی کوئی فرق نہیں ہے۔

حیوان پر زیادتی کرنے کا حکم:

اگر کوئی ایسے حیوان کو ہلاک کر دے جس کو تزکیہ کے ساتھ حلال کیا جا سکتا ہو اور مالک سے اجازت نہ لی گئی ہو تو اس پر تاوان ہو گا چاہے وہ حیوان حلال گوشت والا ہو یا حرام گوشت والا اور مالک اس کی قیمت کا مطالبہ نہیں کر سکتا اور اگر اس کو بلا تزکیہ تلف کر دے تو اس پر اس کی قیمت کی ادائیگی لازم ہو گی جو اس دن کے مطابق ہو گی لیکن اگر وہ غاصب ہو تو وہ زائد قیمت کا ضامن ہو گا اور اس سے قیمتی اشیاء کی قیمت وضع کی جائے گی۔ مثلاً اون، لون، بال و پر اور اگر وہ اس کے کچھ اعضاء کاٹ دے اور اس کو عیب دار کر دے تو اس پر صرف تاوان لازم ہو گا۔ لیکن وہ حیوان جن پر تزکیہ واقع نہ ہو سکتا ہو مثلاً شکاری کتا تو اس کی قیمت ادا کرنا ہو گی جو کہ مشہور ترین قول کے مطابق چالیس درہم ہے اور حیوانات کے محافظ کتے کا کفارہ ایک بھیڑ یا دنبہ ہے اور باغ کے محافظ کتے کی قیمت میں بیس درہم دے گا۔ اور زراعت کے محافظ کتے کے بدلے ایک بوری طعام کی اور باقی کی کوئی مقدار مقرر نہیں اور جو کتے چوری وغیرہ کی تلاش یا کھوج لگانے میں استعمال ہوتے ہیں ان کی قیمت ادا کرنا ہو گی۔ اگر کوئی چھپ کافر ذمی کا خنزیر قتل کر دے تو جن کے نزدیک خنزیر ہے ان کے اندازہ کے مطابق اس کی قیمت لازم ہو گی۔ اور اگر اس کو عیب لگا دے تو تاوان عائد ہو گا۔ اور اگر ذمی کا آلۂ لہو یا شراب اسی طرح چھپ کر فاسد یا تلف کر دے تب بھی یہی حکم ہے۔

اور اگر علانیہ طور پر ایسا کرے تو تلف کرنے والے پر کوئی ضمان نہیں ہے چاہے تلف کرنے والا مسلمان ہو یا کافر اور کتے کا غاصب اس کی قیمت کا ضامن ہو گا۔ بشرطیکہ وہ شرعاً مقررہ قیمت سے زائد نہ ہو ورنہ مقررہ قیمت لازم ہو گی۔ اور اگر کسی کے مویشی رات کو کسی کی زراعت تباہ کر دیں تو مالک اس نقصان کا ضامن ہو گا لیکن دن کو یہ حکم نہیں ہے لیکن اگر مالک نے خود حفاظت میں کوتاہی کی ہو تو

پھر رات کو بھی نقصان کی ضمانت نہ ہوگی۔

الحمدللہ رب العالمین وصلّی اللہ علیٰ محمد وآلہ الطاہرین و صحبہ المنتجبین ولعنتہ اللہ علیٰ اعدائہم الیٰ یوم الدین۔

اس کتاب سے رجب ۱۳۵۸ھ کو فراغت حاصل ہوئی جبکہ اس پر نظر ثانی رجب ۱۳۹۷ھ کو ختم ہوئی اور اردو ترجمہ ۱۳ صفر ۱۴۱۴ھ کو مکمل ہوا۔

"کتاب الامر بالمعروف والنہی عن المنکر"

ارشاد باری تعالی ہے۔

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ۔

"تم لوگ اچھی امت تھے جن کو لوگوں کے لئے باہر لایا گیا تم نیکی کا حکم دیتے تھے اور برائی سے منع کرتے تھے"۔ (آل عمران آیت ۱۱)

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ أُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ۔ وَأُولٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۔

"اور چاہیئے کہ تم میں ایک ایسا گروہ ہو جو کہ نیکی کی طرف دعوت دیں اور بھلائی کا حکم دیں اور برائیوں سے منع کریں۔ اور وہی لوگ فلاح پائیں گے"۔ (آل عمران ۱۰۴)

اور ارشاد باری ہوا۔

لَا خَيْرَ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنْ نَّجْوَاهُمْ إِلَّا مَنْ أَمَرَ بِصَدَقَةٍ أَوْ مَعْرُوْفٍ أَوْ إِصْلَاحٍ بَيْنَ النَّاسِ۔

"ان لوگوں کی بہت سی سرگوشیوں میں کوئی بھلائی نہیں ہے لیکن وہ شخص جو کہ صدقہ یا نیکی کا حکم دے یا لوگوں کے درمیان اصلاح کرے۔ (سورہ نساء ۱۱۴)

اور ارشاد باری ہے:

فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ أَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ يَنْهَوْنَ عَنِ السُّوْءِ

"پس جب وہ لوگ ان باتوں کو بھول گئے جن کی انہیں نصیحت کی گئی تو ہم نے صرف لوگوں کو نجات دے دی جب برائی سے منع کرتے تھے"۔ (سورہ اعراف ۱۶۵)

اور ارشاد ہوا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا كُوْنُوْا قَوَّامِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ۔

"اے ایمان والو! ایسے لوگ بنو جو کہ اللہ کے لئے اٹھ کھڑے ہوں اور عدل کے ساتھ گواہی دینے والے ہوں۔ (مائدہ ۸)

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"اللہ کی راہ میں جہاد کے وقت نیکی کے دوسرے اعمال اس طرح ہوتے ہیں جس طرح کہ تلاطم خیز سمندر میں کوئی ابھرتی ہوئی چیز ہو اور تمام نیک اعمال اور جہاد فی سبیل اللہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے مقابلے میں اسی طرح ہیں کہ کوئی تیرتی ابھرتی ہوئی چیز ہو"۔

اور جناب امیر المؤمنین علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

"ان میں سے کچھ لوگ اپنے ہاتھ اور زبان اور دل کے ساتھ برائی کو برا سمجھنے والے ہوتے ہیں اور یہی لوگ تمام خیر کی خصلتوں کو اپنے پاس جمع کئے ہوئے ہیں"۔

اور امام عالی مقام نے اپنی عمر کی آخری گھڑیوں میں ارشاد فرمایا:

"خبردار! نیکی کے حکم اور بدی سے روکنے کے متعلق اللہ کا خوف رکھنا"

اور حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے جابر کی ایک حدیث میں ارشاد فرمایا:

"تحقیق نیکی کا حکم دینا اور بدی سے روکنا یہ انبیاء و صلحاء کا راستہ ہے اور ایسا عظیم فریضہ ہے جس سے دیگر فرائض قائم کئے جاتے ہیں اور غلط راستے بند ہوتے ہیں اور کمائیاں حلال ہوتی ہیں اور حقوق واپس کئے جاتے ہیں اور زمین آباد ہوتی ہے اور دشمنوں سے انصاف ہوتا ہے اور معاملہ درست ہوتا ہے پس تم اپنے دلوں کے ساتھ برائیوں کو ناپسند کرو اور اس کے متعلق اپنی زبانیں کھولو اور ان کے ساتھ اپنی پیشانیاں رگڑو اور اللہ کے معاملہ میں کسی ملامت کرنے والے کی پرواہ مت کرو اگر بُرے لوگ نصیحت حاصل کرلیں اور حق کی طرف پلٹ جائیں تو ان پر بھی کوئی سبیلِ ملامت نہیں۔ اور یہ صرف ان لوگوں پر ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں اور زمین میں ناحق بغاوت کرتے ہیں ان کے لئے المناک عذاب ہے ایسے مواقع پر تم لوگ اپنے ہاتھوں سے جہاد کرو اور دلوں کے ساتھ بُرے لوگوں سے بغض رکھو اور اس کے ذریعے اقتدار کے طلب گار نہ ہو اور نہ مال کے خواہشمند ہو۔ اور نہ تلف شدہ حقوق کے ذریعے ذاتی کامیابی کا قصد کرو یہاں تک کہ بُرے لوگ اللہ کے حکم کی طرف پلٹ جائیں اور اس کی اطاعت کے راستہ پر چل پڑیں۔ اور اس کے واجب کفائی ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے اور واجب صرف واجبات کا حکم دینا اور محرمات سے روکنا ہے باقی مستحباب کا حکم دینا اور مکروہات سے روکنا مستحب ہے۔

اس کے وجوب کی شرطیں چار ہیں۔

۱۔ نیکی اور برائی کی پہچان رکھنا پس جو شخص وجوب، حرمت کو ضرورت دین یا ضروریات مذہب سے جانتا ہو اور کتاب و سنت یا قول فقہاء سے بلاشک و تردید پہچانتا ہو اس کو حق حاصل ہے کہ وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دے۔

۲۔ وہ اس فریضہ کو انجام دینے پر قدرت رکھتا ہو اور یہ فریضہ اس کے لئے موجب ضرر و فساد نہ ہو اگر علم یا ظن سے یہ معلوم ہو کہ اس کو اس سے ضرر پہنچے گا یا اس کی وجہ سے کسی مومن کو ضرر ہو گا تو پھر اس کا وجوب ساقط ہے۔

۳۔ اس کے کلام اور عمل اور اس کے وجود میں تاثیر اور عقلی و شرعی فائدہ ہو ورنہ اگر ظن غالب ہو کہ تاثیر نہیں ہے تو واجب نہیں۔

۴۔ جس کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر مقصود ہو وہ ترک واجب اور ارتکاب حرام پر اصرار کرتا ہو اگر اس کو اس کا مکرراً اس طرح کرنا معلوم نہ ہو تو پھر ساقط ہے۔

یہ دونوں فریضے ہاتھ اور زبان اور دل کے ساتھ واجب ہیں اگر وہ ہاتھ اور زبان کے ساتھ عاجز ہو تو فقط دل کے ساتھ کافی ہے ہاتھ سے مراد دستی تادیب ہے ورنہ ضرب لگانا اور زخمی کرنا امام معصوم کے اذن کے بغیر جائز نہیں ہے۔ اور ان کے ساتھ عمل کرنے کے لئے کئی اسلوب ہیں۔ جن کو عالم عاقل اپنے خاندان او اقارب اور اہل محلہ اور قریب و بعید کی نسبت جانتا ہے اور اس کو معلوم ہے کہ کہاں کہاں وعد، وعید، نرمی، سختی سے برتاؤ کرنا ہے اور کہاں کچھ خرچ کرنا ہے اور کہاں کسی سے روگردانی کرنی ہے یہ باتیں حکم دینے والے اور حکم لینے والے اور نہی کرنے والے اور صاحبِ نہی کی حیثیت کے مطابق ہوتی ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جدید مسائل کا بیان

تامین (بیمہ)

۱۔ تامین دیگر شرعی عقود کی طرح ایک عقد ہے۔ جو کہ ایجاب و قبول کا محتاج ہوتا ہے جیسا کہ بیع میں بائع و مشتری کی احتیاج ہوتی ہے۔ اور اس کو طے کرنے میں فریقین کا ہونا ضروری ہے۔

۲۔ ایجاب و قبول میں دیگر عقود کے شرائط کے مطابق بلوغ و عقل شرط ہے جیسا کہ کتاب التجارۃ میں بیان کیا جا چکا ہے۔

۳۔ ایجاب کرنے والے قبول کرنے سے کہے گا کہ میری موٹر کا نقصان پورا کرنے کے لئے اتنی اتنی رقم کے بدلے نقصان پورا کرنے کی ذمہ داری اٹھاتا ہوں اور اس کی پابندی قبول کرتا ہوں اور

فریق دوم کہے کہ میں نے قبول کیا یا جو الفاظ اس معنی و مطلب کو ادا کر سکتے ہوں۔

۴۔ یہ عقد تمام اشیاء کے بارے میں صحیح ہے مثلاً مکان، نفس، جہاز اسٹیمر، جگہ، مال تجارت یا مالک کے گاؤں اور اہلِ گاؤں اسی طرح حکومتوں کی طرف سے ممالک اور رعیت کے تحفظ کا بیمہ یہ سب جائز ہے۔

۵۔ زمان و مکان کے اعتبار سے خسارہ کی حد بندی کرنا جائز ہے جس میں اسباب خسارہ مدنظر رکھے جائیں گے مثلاً آگ لگنا، سرقہ، غرق اور دیگر ارضی و سماوی حادثات یا مطلقاً کوئی بھی کسی قسم کا سبب جو کہ موجب خسارہ بننے کی صلاحیت رکھتا ہو۔

۶۔ فریقین کی طرف سے مبلغ کا تعین کرنا واجب ہے مثلاً بیمہ دینے والا کہے کہ میں تیرے خسارہ کی ذمہ داری دو ہزار کویتی دینار میں قبول کرتا ہوں یا فریق اول کی طرف سے یہ پیشکش ہو اور فریق دوم اس کو قبول کر لے۔

۷۔ فریقین کی طرف سے یہ وضاحت کرنا واجب ہے کہ طرفین سے مراد کوئی ایک شخص مراد ہے یا دو اشخاص یا کوئی کمپنی یا پارٹی۔

۸۔ اور یہ طے کرنا بھی واجب ہے کہ بیمہ کی رقم کی ادائیگی کا طریقِ کار کیا ہوگا آیا ادائیگی یک مشت ہوگی یا قسطوں میں ہوگی تو ان کی معیاد کا تعین اور مقدار مبلغ کا تعین یہ سب امور واجب ہیں۔

۹۔ خسارہ کسی قسم کا بھی ہو اس کا اطلاق بھی کافی ہے اس کی مقدار کا تعین کرنا واجب نہیں ہے اسی طرح اگر عقد کے ضمن میں شرط نہ رکھی گئی ہو تو بیمہ کا معاملہ تکمیل کے بعد ناقابلِ فسخ ہوگا۔

۱۰۔ اگر ایک جماعت کسی مال یا عمل میں مشترک ہو اور پھر وہ آپس میں یہ طے کر لیں کہ اگر ان میں سے کسی کو خسارہ ہوا تو اس مال سے اس خسارہ کی تلافی کریں گے تو اس میں کوئی اشکال نہیں ہے۔

۱۱۔ اس بیمہ کو باعوض ضمانت کے طور پر یا باعوض ھبہ یا کسی دوسری ایسی قسم کے طور پر واقع کرنا بھی ممکن ہے۔

کمپیالات کے مسائل:

اس کی دو قسمیں ہیں۔

اول۔ قرض واقعی۔ اگر زید عمرو کو ایک مقررہ مدت کے لئے قرض دے مثلاً آج سے ساتویں مہینے کی پانچویں تاریخ تک فلاں سن میں اور اس سے اس کا ورقہ حاصل کر لے جیسا کہ ہمیں قرآن کریم نے یہ طریقہ بتلایا ہے ("اے ایمان والو اگر تم ایک دوسرے سے قرض کا لین دین کرو تو اس کو مقررہ معیاد

تک کے لئے تحریر کرلو") پس اگر زید اس ورقہ کو خالد کے ہاتھ اس سے کم قیمت پر فروخت کر دے اور اس سے نقدی وصول کر لے تو اس میں کوئی مانع نہیں اطرح اب عمرو خالد کا مقروض بن جائے گا"
دوم۔ قرض صوری۔ جس میں کوئی لین دین نہیں ہوتا بلکہ دوستی کے طور پر جس کو رواداری یا مجاملت کہہ سکتے ہیں اس قرض کی چند وجوہ اور صورتیں ہیں جو اس کو جائز قرار دیتی ہیں۔ ورنہ اس کی ظاہری شکل حرام ہے۔
(۱) اگر زید عمرو کو یہ ورقہ کمپیالہ دیتا ہے تو یہ دو صورتوں سے خالی نہیں۔
۱۔ عمرو تیسرے شخص کا مقروض بن جائے گا لیکن زید کا دینا یہ ازراہ اعانت ہو گا تاکہ عمرو اس کے اعتبار اور دستخطوں سے استفادہ کر سکے اور بس۔
۲۔ زید یہ ورقہ دے کر اس بات کا پابند ہو گا کہ وہ تیسرے شخص کو معاہدہ کے مطابق قرض ادا کرے گا۔ جبکہ عمرو کسی وجہ سے یہ قرضہ ادا کرنے سے عاجز ہو یہ دونوں صورتیں جائز ہیں۔ ان میں کوئی مانع نہیں ہے۔
(۲) جو رقم معیاد گزر جانے کے بعد لی جائے گی جبکہ ادائیگی میں تاخیر ہو گئی ہو تو اس کا لین دین بہر صورت حرام ہے شرعاً اس کا کوئی جواز نہیں ہے۔

نقدی اوراق (نوٹ)

۱۔ نوٹ مثلاً دینار، ڈالر یا ایرانی کرنسی یا روپے جو کہ حکومتوں اور بنکوں کے نزدیک معتبر ہوں ان پر زکوٰۃ لاگو نہیں ہوتی اگرچہ وہ مالک کے پاس ایک سال یا اس سے زیادہ عرصہ تک رکھے رہیں۔

۲۔ نوٹوں پر سود جاری نہیں ہوتا جبکہ بطور بیع مختلف کرنسیوں کی قیمت کی کمی بیشی سے خرید و فروخت کی جائے یا ان کو تبدیل کیا جائے مثلاً کویتی دینار کو عراقی دینار سے تبدیل کرانا یا ڈالر سے تبدیل کرانا چاہے ان کی قیمت میں کمی بیشی واقع ہو۔

۳۔ قرض کے لین دین میں نوٹوں پر سود کا لین دین حرام ہے کیونکہ یہ سودی معاملہ ہو گا۔

۴۔ بنکوں اور اسلامی کمپنیوں سے چیکوں کے ذریعے یا نقد لین دین کرنا بلااشکال ہے اگرچہ ان بنکوں میں مال حرام بھی شامل ہو لیکن وہ لین دین میں اسی صورت میں مؤثر ہو گا۔ جبکہ یقینی طور پر معلوم ہو کہ جو روپیہ لیا گیا ہے یہ بعینہٖ حرام یا مخلوط بالحرام ہے تو ایسی صورت میں بلاشک لین دین حرام

ہے۔

۵۔ بنکوں سے معاملہ کرنے کی صورت میں منافع حاصل کرنا یا جو کچھ بنکوں سے قرض لینے کی صورت میں ان کو منافع یا عطیہ دینا پڑتا ہے اسی طرح حرام ہے جس طرح عام باقی لوگوں سے لینا دینا حرام ہے البتہ اگر یہ بعنوان ہدیہ و احترام ہو تو کوئی مانع نہیں۔

۶۔ اگر ہم یہ فرض کرلیں کہ بنک قومی خدمت کے منصوبے ہیں اور یہ جو کچھ تاجروں سے لیتے ہیں یہ بعنوان حق عمل ہے یا کلرکوں اور کارکنوں کی تنخواہ ہے جن کو بنک چلانے کے لئے رکھنا ضروری ہے۔ اور بنک جو کچھ اپنے ہولڈروں کو دیتے ہیں یہ ایک قسم کا تحفہ و ہدیہ ہے تو اس میں کوئی اشکال نہیں بشرطیکہ منافع عادلانہ صورت میں ہو جیسا کہ ایران میں بنک اسی نہج پر منافع دیتے ہیں۔

۷۔ وہ بنک جن کا نصب العین اور مقصد امپورٹ اور ایکسپورٹ ہے اور ان کے پاس کرایہ کی عمارتیں اور بلڈنگیں ہیں جن کو انہوں نے بالفرض ہولڈروں کی رقوم سے تعمیر کیا ہے تو ان سے امانتوں کی وجہ سے منافع لینے میں کوئی حرج نہیں اگرچہ ان کے پاس سودی معاملات بھی ہوں۔

۸۔ وہ انعامات جو کہ بنک یا ادارے یا کمپنیاں اپنے حصہ داروں کو قرعہ اندازی میں حوصلہ افزائی کے لئے دیتی ہیں یا جن کا مقصد ان سے دوسروں کو اپنا ممبر بنانے کی ترغیب دینا ہوتا ہے یہ حلال ہیں ان میں کوئی اشکال نہیں۔

۹۔ ہنڈیوں اور ڈرافٹوں سے اضافی رقم حاصل کرنا بے اشکال ہے مثلاً جب بنک یا صراف یا تاجر زید سے رقم لیتا ہے۔ تاکہ وہ اس کو کسی دوسرے شہر میں یا ملک میں کسی بنک یا صراف یا تاجر کی طرف تحویل کردے اور اس کام کے مقابلے میں وہ ان سے عوض لیتے ہیں یہ جائز اور بلا اشکال ہے۔

۱۰۔ رہن والے بنک جب مقررہ مدت کے لئے رہن رکھنے کے عوض میں کچھ اجرت لیتے ہیں اور مقررہ مدت تک فک رہن نہ کرانے کی صورت میں مرہون اثاثے فروخت کرنے کا حق رکھنے کی شرط لگواتے ہیں یہ معاملہ بلا اشکال صحیح ہے لیکن اگر قرض فقط مقررہ منافع کی شرط کے ساتھ مشروط ہو تو صرف منافع حرام ہوگا اور معاملہ صحیح ہوگا۔

مسئلہ قفلیہ:

اگر کوئی شخص کوئی جگہ اس کے مالک سے ایک سال یا زیادہ مدت کے لئے کرایہ پر حاصل کرے تو مستأجر پر واجب ہے کہ معیاد پوری ہونے پر جگہ خالی کردے لیکن اگر اسنے مالک کی رضامندی سے اجارہ کی مدت بڑھوائی ہو تو جگہ خالی کرنا ضروری نہیں اور اگر مالک اس کو جگہ خالی کرنے کا حکم دے تو اس کی

اطاعت واجب ہے ورنہ وہ غاصب قرار پائے گا اگرچہ وہ غاصبانہ قبضہ کے باوجود مالک کو اس کے واجبات ادا کرتا ہے۔

اور اگر اس مستاجر سے کوئی تیسرا آدمی مستاجری پر یہ جگہ لے لے اور قفلیہ کے عنوان سے ایک مبلغ رقم ادا کرنے پر آمادہ ہو تو لینے اور دینے والے دونوں پر اس رقم کی وصولی حرام ہے بلکہ وہ یہ رقم اصلی مالک اور سب سے پہلے اجارہ دار کو ادا کرنے کا پابند ہو گا۔

قفلی معاملہ کے فک کرنے کے طریقے:

۱۔ اگر کوئی شخص کوئی جگہ اس کے مالک سے مثلاً بیس سال کے لئے حاصل کرے اور عقد معاملہ کے ضمن میں یہ شرط ہو کہ اس کو یہ جگہ آگے کسی کو اجارہ پر دینے کا حق حاصل ہو گا پس اگر وہ اس کے مطابق جگہ کسی دوسرے کو اجارہ پر دینے کا ارادہ کرے تو اس کو حق ہے کہ وہ قفلیہ کے عنوان سے کچھ رقم حاصل کرے اور اس کے لئے جگہ خالی کر دے جبکہ فریقین اس پر متفق ہوں۔

۲۔ اگر زید عمرو سے کوئی جگہ اجارہ پر حاصل کرے تو زید مالک کے لئے جائز ہے کہ وجہ اجارہ سے زائد رقم بعنوان قفلیہ عمرو سے وصول کرے۔

۳۔ اگر زید عمرو سے کوئی جگہ بیس سال کے لئے مقررہ و معینہ اجرت کے عوض کرایہ پر حاصل کرے پھر دس سال گزرنے کے بعد عمرو مستاجر سے یہ مطالبہ کرے کہ وہ یہ جگہ اس کو یا کسی اور کی تحویل میں دے دے تو مستاجر کے لئے جائز ہے کہ وہ مالک سے یا دوسرے نئے مستاجر سے جگہ کا قبضہ دینے کے عوض قفلیہ کے عنوان سے کچھ رقم طلب کرے۔

۴۔ اگر مالک مستاجر سے بعنوان قفلیہ ایک مبلغ مقرر وصول کر لے اور مدت اجارہ ایک سال سے زیادہ ہو اور وہ اس کو یہ اجازت دے دے کہ وہ بلا شرط یہ جگہ آگے کسی کو اجارہ پر دے دے تو پہلے مستاجر کے لئے جائز ہے کہ وہ نئے مستاجر کو جگہ کا قبضہ دیتے وقت اس سے مقررہ یا اس سے زیادہ رقم کا مطالبہ کرے اور وصول بھی کرے۔

یا نصیب (انعامی سکیموں) کا مسئلہ

۱۔ "یا نصیب" یعنی انعامی ٹکٹوں کوپنوں کی خرید و فروخت حرام ہے اور جس کے حق میں قرعہ نکل آئے

اور اگر وہ سرکاری یا نجی کمپنی سے انعام وصول کرے تو اس کے لئے اس رقم میں تصرف کرنا جائز نہیں بلکہ اس پر واجب ہے کہ وہ یہ رقم اصلی مالکان تک پہنچا دے اگر وہ ان کو جانتا ہو ورنہ وہ مالک کی طرف سے نیت کر کے مستحقین کے درمیان تقسیم کر دے اور اس کے ئے بھی وہ حاکم شرع سے اجازت لے کیونکہ وہ رقم مجہول المالک کے عنوان سے ہو گی جس پر تصرف کسی طرح بھی مجتہد جامع الشرائط کی اجازت پر موقوف ہو گا۔

۲۔ انعامی سکیم اگر یتیم خانہ کی تعمیر یا خیراتی ہسپتال بنانے کے لئے ہو تا کہ خریداروں کو اس میں تعاون پر آمادہ کیا جائے تو قربتہ الی اللہ کی نیت سے ان کوپنوں کو خریدنا جائز ہے اور جس کا انعامی قرعہ نکلے گا اس پر واجب ہو گا کہ وہ انعامی رقم اس خیراتی منصوبہ کے مالکان کو واپس کر دے اور اس میں تصرف نہ کرے۔

۳۔ اگر قرعہ کسی مستحق مسکین کے نام نکل آئے تو اس کے لئے جائز ہے کہ وہ حاکم شرع کی اجازت سے اس مال میں تصرف کرے۔

۴۔ اگر وہ یہ رقم کسی اور مستحق کو دے دے پھر یہ مستحق اپنی خوشی سے کلی یا جزوی طور پر یہ رقم دینے والے کو ھبہ کر دے تو اس کے لئے اس میں تصرف کرنا حلال ہو گا۔

تشریح (پوسٹ مارٹم) کا مسئلہ

۱۔ مسلمان کی میت کا پوسٹ مارٹم کرنا حرام ہے اگر کوئی ایسا کرے گا یا اس کا ہاتھ یا سر یا کوئی عضو قطع کرے گا تو اس پر زندوں کی دیت کے مطابق پوری پوری مقررہ دیت ادا کرنا ہو گی۔

۲۔ کافر کی میت کی چیر پھاڑ کرنا جس کا مقصد طب کی تعلیم و تعلم ہو جائز ہے۔

۳۔ اگر کسی مومن کی زندگی کا انحصار کسی میت کے عضو کو قطع کر کے لگانے پر ہو تو بعض فقہاء اس کے جواز کے قائل ہیں اور اگر مومن کے اعضاء میں سے کوئی عضو کسی میت کے کسی عضو کا محتاج ہو تو یہ جائز نہیں بلکہ حرام ہے اور اس میں دیت لازم ہو گی اگر میت نے زندگی میں اس کی اجازت دی ہو تو قطع کرنے پر دیت لاگو تو نہیں ہو گی لیکن اس کا قطع کرنا حرام ہو گا۔

۴۔ اگر مومن کے کسی عضو کی مرمت کے لئے میت کے عضو کو قطع کرنا ہو اگرچہ وارثان میت اس کی اجازت دے دیں تب بھی حرام ہے اور قطع کرنے والے پر دیت عائد ہو گی۔

۵۔ کافر کی میت سے کسی عضو کو قطع کرنا جائز ہے اور اس عضو کو مسلمان کے جسم کے ساتھ ملانا بھی جائز ہے لیکن یہ عضو کافر کی میت کے نجس ہونے کی وجہ سے نجس ہو گا۔ لیکن اگر مسلمان مومن کے بدن کا جزو بن جائے اور اس میں اس کی روح اور خون حلول کرے تو پاک ہو جائے گا۔

مسئلہ:

انسان کے لئے کسی محتاج مریض کو خون دینے کے لئے اپنے خون کو فروخت کرنا جائز ہے۔ اور وہ اس کے ساتھ مصالحت کر کے قیمت لے لے گا۔ یا اس کو وزن کے ساتھ فروخت کرے گا اور بہتر ہے کہ قیمت اس عنوان سے وصول کرے کہ وہ ہسپتال گیا اور خون دینے کے لئے تیار ہوا تا کہ اس سے نجاست کی خرید و فروخت لازم نہ آئے لیکن اس میں بھی شرط ہے کہ خون دینے سے نقصان نہ ہو اور بائع کے بدن کے خون کی ضرورت ہو ور نہ حرام ہو گا۔

مسئلہ:

مرد کو آپریشن سے عورت بنانا یا عورت کو مرد بنانا اس کا جواز مشکل ہے اگرچہ بعض فقہاء نے اس کے جواز کا فتویٰ دیا ہے۔

"ریڈیو اور ٹیلیویژن کا مسئلہ"

۱۔ ریڈیو اور ٹیلیویژن جوئے اور موسیقی کے مخصوص آلات کی طرح حرام آلات میں شمار نہیں ہوتے۔ بلکہ یہ دونوں عجیب و بلند پایہ ہنر ہیں جن کو ایجاد کرنے والے نے تعلیم و تعلم کے لئے ایجاد کیا گویا یہ عالمی مدرسے ہیں اور ان کو تعلیم و تعلم کے علاوہ خبریں سننے کے لئے اور جائز منافع کے لئے بنایا گیا ہے لیکن لوگوں نے ان کو لہو و لعب اور حرام کاموں کے لئے استعمال کرنا شروع کر دیا۔

۲۔ ریڈیو اور ٹیلیویژن کو اس مقصد کے لئے خریدنا اور فروخت کرنا جائز ہے کہ ان سے تلاوت قرآن اور جائز تقریریں اور خبریں اور تعلیمی پروگرام دیکھے یا سنے جائیں اور عجیب و غریب مناظر کا مشاہدہ کیا جائے یا دیگر اس قسم کے جائز مقاصد حاصل کئے جائیں لیکن ان کی خرید و فروخت کا مقصد اگر گانے سننا سنوانا اور رقص و فحش پروگرام ہوں تو حرام ہے اور مومن پر واجب ہے کہ وہ بے فائدہ اشیاء سے روگردانی کرے جن میں کوئی عقلی فائدہ نہ ہو کیونکہ نص قرآن مومنوں کی صفت ہے کہ

(وہ لغو سے روگردانی کرتے ہیں)

۳۔ ان دونوں قسم کے آلوں کو ایسے مومن متقی کے ہاتھ فروخت کرنا جائز ہے جو یقیناً محرمات کی طرف رغبت نہیں کرتا لیکن دوسرے عوام الناس لوگ جن کا فاسق ہونا معلوم ہو اور یقین ہو کہ یہ ان کو غیر شرعی مناظر میں استعمال کریں گے حرام اور ناجائز ہے۔

۴۔ ان آلات کی درستی اور مرمت کرنے کا پیشہ اختیار کرنا بھی ان کی خرید و فروخت کے حکم کے عین مطابق ہے۔

تلقیح (نسلی پیوند کاری) کا مسئلہ

۱۔ اس میں کوئی حرج نہیں کہ بیوی اپنے شوہر کی منی کو اسی کے واسطے سے لے کر اپنے رحم میں رکھوائے اور درمیان میں کسی اجنبی کا واسطہ نہ ہو جو کہ غیر شرعی طریقہ سے نسلی پیوند کاری کرے یعنی عورت کے محرمات مقامات پر نگاہ ڈالے۔

۲۔ کسی اجنبی کی منی سے تلقیح جائز نہیں ہے اور اس سے پیدا ہونے والا بچہ نہ باپ کی طرف منسوب ہوگا نہ ماں کی طرف بلکہ ولد الزنا ہوگا جبکہ دونوں یہ علم رکھتے ہوں کہ وہ اجنبی ہیں ورنہ اگر ان کو یہ ظن ہو کہ وہ میاں بیوی ہیں تو بچہ ان کا ہی ولد شبہ قرار دیا جائے گا اور ان سے ہی ملحق ہوگا۔

۳۔ جب نطفہ عورت کے رحم میں قرار پکڑ لے اور منی اس کے شوہر کی ہو اور انزال و ادخال میں کوئی اجنبی شخص واسطہ بنا ہو اور طریقہ نسل کشی بھی غیر شرعی ہو تو بچہ اگرچہ دونوں کی طرف منسوب ہوگا لیکن ارتکاب حرام واقع ہوگا۔

۴۔ اگر بالفرض یہ ممکن ہو کہ پھلوں اور پھولوں سے انسانی منی سے مشابہ مواد لے کر اس کو بطور تلقیح کسی عورت کے رحم میں ڈال دیا جائے تو بچہ اسی ماں کا ہوگا اور یہ اس کی بلااشکال ماں ہوگی۔

۵۔ اگر یہ ممکن ہو کہ مرد کے نطفہ کو کسی مصنوعی رحم میں پال کر بچہ بنا لیا جائے جیسا کہ بے بی ٹیسٹ ٹیوب کی صورت موجود ہے تو بلااشکال وہ بچہ صاحب منی کا ہوگا وہ شخص اس کا والد قرار پائے گا۔

۶۔ اگر مصنوعی رحم سے انسانی نطفہ سے مذکر و مونث پیدا ہوں تو وہ دونوں بھائی بہن ہوں گے اور ان پر مطابق شرع حلال و حرام کے احکام جاری ہوں گے۔

۷۔ اگر تلقیح کے ذریعہ سے نباتات کے مادہ کے ذریعہ عورت کے رحم سے مذکر و مونث بچے پیدا ہوں تو اس ماں کی اولاد متصور ہوں گے جن کا کوئی والد نہ ہو اور ماں کی نسبت سے ان پر حلال و حرام کے احکام جاری ہوں گے۔

۸۔ اگر مصنوعی رحم میں نباتاتی مادہ سے مذکر و مونث بچے پیدا ہوں تو وہ آپس میں اجنبی ہوں گے۔ جن کی باہمی طور پر تزویج جائز ہو گی۔

احکام الشیعہ جلد دوم کا ترجمہ بوقت عشاء ساڑھے آٹھ بجے بتاریخ ۳ اگست مطابق ۱۳ صفر ۱۹۹۳ء ۱۴۱۴ھ کو بروز منگل مدرسہ جامعتہ الثقلین میں تمام ہوا۔

والحمد لله اولاً وآخراً

الاحقر محمد حسنین السابقی النجفی عفی عنہ

اسلامی اصلاحی ٹرسٹ
جامعۃ الثقلین ــــ احمد پارک ــــ خانیوال روڈ
ــــ ملتان پاکستان ــــ

احكام الشيعة

اردو

المجلد الأول

من فتاوى المرجع الديني
الإمام المصلح آية الله العظمى سماحة
الحاج ميرزا حسن الحائري الاحقاقي
«دام ظله العالي»

ترجمه

محمد حسنين السابقي النجفي

احكام الشيعة (اردو)

1

اسلامی اصلاحی ٹرسٹ
جامعۃ الثقلین — احمد پارک — خانیوال روڈ
— ملتان پاکستان —